جودة التحقیق فی شرح روضۃ الشہید

تالیف: شہید اول محمد بن مکی؛ ۷۸۶ق
شرح: شہید ثانی زین الدین عاملی؛ ۹۶۶ق

جلد دوّم

اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیت علیہم السلام

جودۃ التحقیق فی شرح روضۃ الشہید

تالیف : شہید اول محمد بن مکی؛ م ۷۸۶ق
شرح : شہید ثانی زین الدین عاملی؛ م ۹۶۶ق

جلد دوم

اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیت علیہم السلام

عنوان..................................جودۃ التحقیق فی شرح روضۃ الشھید

جلد ....دوم (کتاب نماز)

تالیف.....................................شہید اول محمد بن مکی؛م ۷۸۶ق

شرح..............................شہید ثانی زین الدین جبعی عاملی؛م ۹۶۶ق

موضوع..فقہ شیعہ امامیہ

تاریخ تحقیق..۲۰۰۴

قیمت...۵۰۰

بسم الله الرحمن الرحیم

تقدیم واہداء

یہ ناچیز تحقیق حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ کے حضور ہدیہ ہو جنہوں نے اپنے عظیم باپ سرورکائنات سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد اسلامی احکام کی تفسیر اور دفاع کے لیے اقدام فرمایا جس سے تاویل کرنے والوں کے ناطقے قیامت تک بند ہوگئے اور آپ نے اپنے طویل متواتر خطبے میں اسلام کے احکام کے فلسفے کو بیان کیا جس سے انسان کو ان احکام کے میں چھپے ہوئے رموز کو باور کرایا اور انہیں اہل بیتؑ کے تعارف میں مرکزی نقطہ قرار دیا گیا، آپ کی نسل میں سلسلہ امامت کو قرار دیا گیا اور آپ کی تربیت یافتہ اولاد اور نسل نے اسلام کے آئین کو بچانے کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کئے، اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی، الغرض اگر یہ حقیر سی کوشش قبول ہو تو یہی نجات کے لیے کافی ہے۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق جو «جودۃ التحقیق فی شرح روضۃ الشہید» کے عنوان سے تدوین ہوئی، اس میں ا یک مقدمہ، فقہ کے ابواب کے مطابق کتب اور فصلیں ہیں اس کتاب نماز میں ۱۱ فصلیں ہیں جن میں نماز کے متعلق کئی جہات سے بررسی کی گئی ہے؛

فصل ۱؛ واجب و مستحب نمازوں کی تعداد کے متعلق ہے۔

فصل ۲؛ نماز کی شرائط کی بحث پر مشتمل ہے جن میں، ۱۔ وقت ۲۔ قبلہ رو ہونا، ۳۔ نماز گزار کا لباس، ۴۔ نماز گزار کی جگہ، ۵۔ نماز گزار کے بدن کی طہارت، ۶۔ تروک نہگانہ، اور ۷۔ اسلام کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

فصل ۳: نماز کے طریقے کو بیان کرتی ہے اوراور اس کے متعلقہ واجب اور مستحب احکام کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

فصل ۴: اس میں نماز کے باقی مستحبات کو ذکر کیا گیا ہے جو سابقہ فصل میں ذکر نہیں ہوئے۔

فصل ۵: اس میں نماز کی مبطلات بیان ہوئی ہیں۔

فصل ۶: اس میں یومیہ نمازوں کے علاوہ دیگر واجب و مستحب نمازوں کا تذکرہ ہے جن میں نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز آیات، نماز نذر و قسم، نماز نیابت و اجارہ کے احکام اور بعض مستحب نمازیں جیسے نماز استسقاء ماہ رمضان کے نوافل، زیارت معصومینؑ کی نماز، نماز استخارہ رقاع، نماز شکر شامل ہیں۔

فصل ۷؛ اس میں واجب نمازوں میں خلل اور سہو و شک کے احکام کو تفصیل سے مطالعہ کی گیا۔

فصل ۸: اس میں نماز قضاء کے احکام کو تفصیل سے زیر بحث لایا گیا ہے۔
فصل ۹؛اس میں نماز خوف اور اس کے طریقے اور احکام کو واضح کیا گیا ہے۔
فصل ۱۰: نماز مسافر کے شرعی احکام، شرائط اور متعلقہ مسائل کو بیان کیا ہے۔
فصل ۱۱ : اس میں نماز جماعت اور اس کے مختلف پہلووں پر روشنی ڈالی گئی ہے اس طرح یہ کتاب، نماز کے احکام کو جامع طور پر بیان کرتی ہے خصوصا اس میں علماء کے اقوال کی دلیلوں کی بررسی کی گئی ہے اور روایات معتبرہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

فہرست مطالب

مقدمہ تحقیق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذی شَرَحَ صُدُورَنَا بِلُمْعَۃٍ مِنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ،کَافِیَۃٍ فِی بَیَانِ الْخِطَابِ، وَنَوَّرَ قُلُوبَنَا مِنْ لَوَامِعِ دُرُوسِ الْأَحْکَامِ بِمَا فِیہِ تَذْکِرَۃٌ وَذِکْرَی لِأُولِی الْأَلْبَابِ، وَ کَرَّمَنَا بِقَبُولِ مُنْتَہَی نِہَایَۃِ الْإِرْشَادِ، وَغَایَۃِ الْمُرَادِ، فِی الْمَعَاشِ وَالْمَآبِ؛

وَالصَّلَاۃُ عَلَی مَنْ أُرْسِلَ لِتَحْرِیرِ قَوَاعِدِ الدِّینِ، وَتَہْذِیبِ مَدَارِکِ الصَّوَابِ مُحَمَّدٍ الْکَامِلِ فِی مَقَامِ الْفَخَارِ، الْجَامِعِ مِنْ سَرَائِرِ الِاسْتِبْصَارِ لِلْعَجَبِ الْعُجَابِ؛

وَعَلَی آلِہِ الْأَئِمَّۃِ النُّجَبَاءِ، وَأَصْحَابِہِ الْأَجِلَّۃِ الْأَتْقِیَاءِ خَیْرِ آلٍ وَأَصْحَابٍ؛

وَنَسْأَلُکَ اللَّہُمَّ أَنْ تُنَوِّرَ قُلُوبَنَا بِأَنْوَارِ ہِدَایَتِکَ، وَتَلْحَظَ وُجُودَنَا بِعَیْنِ عِنَایَتِکَ، إِنَّکَ أَنْتَ الْوَہَّابُ[1]؛

---

[1]۔ زین الدین بن علی العاملی الجبعی، الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ، خطبہ، نشر دار العالم الاسلامی، بیروت؛ شہید کے اس خطبے میں فقہ شیعہ کی بہت سی اساسی کتابوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ عبارت انہوں نے علم بلاغت و بدیع کے قانون کے تحت دو مقاصد کے لیے لکھی؛ خطبہ اور فقہ کی کتاب کے شروع میں اس کے مصادر اولیہ کا ذکر: ۱. لمعہ، شہید اول کی فقہی کتاب، ۲. شرائع الاسلام محقق حلی کی فقہی کتاب، ۳. کافیہ ابی صلاح حلبی کی فقہی کتاب، ۴. بیان

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ[1]

الخطاب اِبی صلاح حلبی کی فقہی کتاب،۵. لوامع، اِبی صلاح حلبی کی فقہی کتاب،٦. دروس الأحکام شہید اِول کی فقہی کتاب،۷. تذکرۃ علّامہ حلی کی فقہی کتاب،۸. ذکری شہید اِول کی فقہی کتاب،۹. منتہی علّامہ حلی کی فقہی کتاب،
۱۰. نہایۃ شیخ طوسی کی فقہی کتاب ۱۱. الإرشاد علّامہ حلی کی فقہی کتاب ۱۲. غایۃ المراد شہید اِول کی فقہی کتاب، ۱۳. تحریر علّامہ حلی کی فقہی کتاب، ۱۴. قواعد علّامہ حلی کی فقہی کتاب،۱۵. تہذیب شیخ طوسی کی حدیثی کتاب جو شیخ مفید کی مقنعہ کی شرح ہے ،۱٦. مدارک علّامہ حلی کی فقہی کتاب جیسا کہ الذریعۃ: ۲۰/۲۳۹ میں ہے ،۱۷. الکامل قاضی ابن براج کی فقہی کتاب،۱۸. الجامع یحییٰ بن سعید حلی کی فقہی کتاب،۱۹. سرائر، ابن إدریس حلی کی فقہی کتاب،۲۰. الاستبصار، شیخ طوسی کی حدیثی کتاب جس میں ان کی بعض فقہی آراء بھی ذکر ہیں۔ منتہی علّامہ حلی کی فقہی کتاب، ۱۰. نہایۃ شیخ طوسی کی فقہی کتاب ۱۱. الإرشاد علّامہ حلی کی فقہی کتاب ۱۲. غایۃ المراد شہید اِول کی فقہی کتاب، ۱۳. تحریر علّامہ حلی کی فقہی کتاب، ۱۴. قواعد علّامہ حلی کی فقہی کتاب،۱۵. تہذیب شیخ طوسی کی حدیثی کتاب جو شیخ مفید کی مقنعہ کی شرح ہے ،۱٦. مدارک علّامہ حلی کی فقہی کتاب جیسا کہ الذریعۃ: ۲۰/ ۲۳۹ میں ہے ،۱۷. الکامل قاضی ابن براج کی فقہی کتاب،۱۸. الجامع یحییٰ بن سعید حلی کی فقہی کتاب،۱۹. سرائر، ابن إدریس حلی کی فقہی کتاب،۲۰. الاستبصار، شیخ طوسی کی حدیثی کتاب جس میں ان کی بعض فقہی آراء بھی ذکر ہیں۔

[1] . سورہ توبہ ۱۲۲۔

شہید اول[۱] کے حالات زندگی (۷۳۴ ۔۷۸۶)

دنیا جانتی ہے کہ لمعہ دمشقیہ جو فقہ شیعہ کے تمام ابواب پر مشتمل مختصر رسالہ ہے اسے محمد بن جمال الدین مکی جزینی نے لکھا جو ۷۳۴ ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۶ میں شہید ہوگئے ان کی کل عمر تقریباً ۵۲ سال تھی۔

شہید کے اساتذہ اور مشائخ

انہوں نے بہت سے اساتذہ سے کسب فیض کیا جو اپنے زمانہ کے مشاہیر اور نابغہ شمار ہوتے تھے اور ان سے اپنی علمی اور ذہنی صلاحتوں کی داد حاصل کی اور ان سے اجازہ ہای اجتہاد اور روایت حاصل کیے ان میں درج ذیل کے نام مشہور ہیں :

۱۔ فخر المحققین محمد بن علّامہ حسن ابن مطہّر حلّی، ۲۔ عمید الدین عبد المطلب بن محمد ابن اَعرج حسینی، ۳۔ انکے بھائی ضیاء الدین عبد اللّٰہ ابن اَعرج، ۴۔ تاج الدین محمد بن قاسم ابن مُعیّہ حسنی، اسی طرح انہوں نے ان علماء سے روایت کی : ۱۔ جلال الدین اِبو محمد حسن بن اِحمد

---

[۱]۔ ۱) غایۃ النہایۃ فی طبقات القرّاء ۲|۲۶۵ ترجمہ ۳۴۸۰، ۲) مجالس المؤمنین ۱|۵۷۹، ۳) نقد الرجال ۳۳۵ ترجمہ ۷۳۸، ۴) شذرات الذہب ۶|۲۹۴، ۵) جامع الرواۃ ۲|۲۰۳، ۶) اِمل الآمل ۱|۱۸۱ ترجمہ ۷،۱۸۸) الوجیزۃ ۳۱۵ ترجمہ ۱۷۹۰، ۸) ریاض العلماء ۵|۱۸۵، ۹) لوَلوَۃ البحرین ۱۴۳ ترجمہ ۶۰، ۱۰) روضات الجنات ۷|۳ ترجمہ ۵۹۳، ۱۱) مستدرک الوسائل ۳|۴۳۷، ۱۲) تنقیح المقال ۳|۱۹۱ ترجمہ ۱۱۲۹۶،۱۳) اِعیان الشیعۃ ۱۰|۵۹، ۱۴) سفینۃ البحار ۱|۷۲۱، ۱۵) الکنی والاَلقاب ۲|۳۷۷، ۱۵) الفوائد الرضویۃ ۶۴۵، ۱۶) ہدیۃ الاَحباب ۱۶۵، ۱۷) ریحانۃ الاَدب ۳|۲۷۶، ۱۸) طبقات اِعلام الشیعۃ ۳|۲۰۵، ۱۹) الذریعۃ ۲۰|۲۰۴، ۲۰) شہداء الفضیلۃ ۸۰، ۲۱) الاَعلام ۷|۱۰۹، ۲۲) معجم رجال الحدیث ۱۷|۲۷۰ ترجمہ ۱۱۸۲۳،۲۳) موسوعۃ اِصحاب الفقہاء، ج۸ص ۲۳۱ ترجمہ ۲۸۳۵،۲۴) مقدمہ کتاب شرح لمعہ کلانتر۔

ابن نجیب الدین محمد ابن نما حلّی، ۲۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن ابی المعالی موسوی، ۳۔ابو الحسن علی بن احمد بن طراد مطارآبادی، ۴۔ رضی الدین ابو الحسن علی بن احمد مزیدی، ۵۔احمد بن محمد بن ابراہیم ابن زہرہ حلبی، ۶۔ علی بن محمد بن حسن ابن زہرة حلبی، ۷۔ مہنا بن سنان بن عبد الوہاب حسینی مدنی.

شہید کے متعلق فریقین کے علماء کے اقوال

۱۔ علامہ حلی کے فرزند فخر المحققین نے ان کے بارے میں اجازے میں لکھا : فی الاجازة التی کتبها له بخطه علی ظهر کتاب القواعد عند قراء ته علیه: قرأ علی مولانا الامام العلامة الاعظم أفضل علماء العالم سید فضلاء بنی آدم، مولانا شمس الحق والدین، (محمد بن مکی بن محمد بن حامد) أدام الله أیامه، من هذا الکتاب مشکلاته، وأجزت له روایة جمیع کتب والدی قدس سره، وجمیع ما صنفه أصحابنا المتقدمون رضی الله عنهم عن والدی عنهم بالطرق المذکورة لها[1].وقال عنه کذلک فیما یروی عنه: لقد استفدت من تلمیذی محمد ابن مکی أکثر مما استفاد منی[2].

---

[1]۔روضات الجنات. الطبعة الحجریة ج ۲. ص ۵۹۰

[2]۔حیاة الامام الشهید الاول: ص ۳۸.

۲۔اور شمس الدین کرمانی شافعی[۱] نے انہیں اجازہ دیتے ہوئے لکھا: إمام الائمّة، صاحب الفضلین، مجمع المناقب والکمالات الفاخرة، جامع علوم الدنیا والآخرة.

۳۔ شمس الدین ابو الخیر جزری شافعی نے ان کس متعلق لکھا: شیخ الشیعة والمجتهد فی مذهبهم، وهو إمام فی الفقه والنحو والقراءة، صحبنی مدة مدیدة، فلم أسمع منه ما یخالف السنّة.

۴۔ نور الدین محقق کرکی نے فرمایا : شیخنا الامام، شیخ الاسلام، علاّمة المتقدمین، ورئیس المتأخرین، حلاّل المشکلات، وکشّاف المعضلات، صاحب التحقیقات الفائقة، والتدقیقات الرائقة، حبر العلماء، وعلم الفقهاء.

شہید اول کے شاگرد

شہید سے بہت سے افراد نے علم حاصل کیا اور روایت کی ان میں سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں :

انکی اولادہ میں سے ۱۔جمال الدین ابو منصور حسن، ۲۔ضیاء الدین ابو القاسم علی، ۳۔رضی الدین ابو طالب محمد، ۴۔انکی بیٹی فقیہہ اُم الحسن فاطمہ جو ستّ المشائخ کے عنوان سے معروف ہیں، ۵۔انکی زوجہ فقیہہ اُم علی۔

۱۔سید بدر الدین حسن بن ایوب شہیر بہ ابن الاعرج اطراوی عاملی، ۲۔عبد الرحمان عتائقی، ۳۔ابو عبد اللہ مقداد بن عبد اللہ سیوری حلی، ۴۔ابو جعفر محمد بن تاج الدین عبد العلی بن نجدہ کرکی، ۵۔ شمس الدین محمد بن علی بن موسی ابن ضحاک شامی، ۶۔ شمس الدین ابو عبد

---

[۱]۔ مستوطن بغداد،جس نے عربی زبان اور علم کلام و منطق میں کتابیں لکھیں اور صحیح بخاری کی شرح کی ،م۷۸۶؛ طبقات الشافعیہ ابن قاضی شہبۂ: ۳|۱۸۰ ترجمہ۷۰۷.

اللّٰہ محمد بن محمد بن زہرہ حسینی حلبی، ۷۔ عزالدین الحسن بن سلیمان بن محمد حلّی، ۸۔ زین الدین ابوالحسن علی بن حسن بن محمد خازن حائری، ۹۔ عزالدین حسین بن محمد بن ہلال کرکی، وغیرہ.

شہید اول کی کتابیں

شہید اول نے بہت سی علمی کتابیں لکھیں اور ان میں سے اکثر فقہ کے متعلق ہیں انکی کتابوں سے علم فقہ میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اسی لیے انہیں فقہ شیعہ کا شہید اول ہونے کا لقب ملا؛ ان کی کتابوں میں درج ذیل کتابیں مشہور ہیں؛

۱۔ اللمعۃ الدمشقیہ، شہید ثانی نے اس کی شرح کے مقدمے میں فرمایا؛ المختصر الشريف، والموَلّف المنيف، المشتمل على أُمّهات المطالب الشرعية، اور بقول انکے بیٹے محمد کے سات دنوں میں یہ رسالہ (لمعہ دمشقیہ) تالیف کیا[۱] اور محمد آوی کی طرف بھیج دیا، راستے میں بعض طلبہ نے اس کا نسخہ بنالیا اور وہ نسخہ باہمی مقایسہ سے پہلے بھیج دیا گیا تو مصنف نے ۷۸۲ھ میں دوبارہ اسکی اصلاح کی، اور مصنف سے منقول ہے کہ اس وقت انکی مجلس میں علماء جمہور آتے رہتے تھے مگر جب یہ کتاب شروع کی اور خوف تھا کوئی دیکھ نہ لے تو اس دوران کوئی نہیں آیا۔

---

[۱] بعض علماء کہتے ہیں کہ شہید ثانی نے ۶ماہ میں اسکی شرح لکھی (منقول از منتھی الامال شیخ عباس قمی ملحقات) لیکن یہ قول بلا دلیل ہے کیونکہ شہید ثانی نے شرح لمعہ کی جلد اول کے آخر میں تاریخ لکھی ہے :۶جمادی آخر۹۵۶ھ اور دوسری جلد اول کے آخر میں تاریخ لکھی ہے :۲۱جمادی اول ۹۵۷ھ تو ایک سال صرف دوسری جلد کی تالیف میں بنتے ہیں اور اتنے ہی پہلی جلد کے لیے مان لیں تو تقریبا دو سال میں اس کی شرح تالیف ہوئی ہے، تفصیل منیۂ المرید طبع محقق کے مقدمے میں موجود ہے ۔

۲۔الدروس الشرعیہ فی فقہ الِامامیہ ؛ وہ شہید کی دقیق ترین اور مشہور ترین کتابوں میں سے ہے جس میں انہوں نے بہت سے شیعہ فقہاء کے اقوال کو نقل کیا جن کی کتابیں متاخرین تک نہیں پہنچی ہیں جیسے ابن بابویہ، عُمانی، ابن جنید، وغیرہ۔

۳۔ذکری الشیعۃ فی اِحکام الشریعۃ، یہ فقہ میں مفصل استدلالی کتاب ہے لیکن اس کی ایک جلد ہی تمام ہوئی۔

۴۔البیان فی الفقہ، یہ فقہ میں مختصر کتاب ہے جس میں استدلال نہیں لیکن اقوال بہت زیادہ نقل کئے ہیں اور عبارت آسان اور متین ہے لیکن اس سے فقط طہارت، صلات، زکات، خمس اور کچھ روزے کی بحثیں مکمل ہوئیں اور باقی کتاب کامل نہیں۔

۵۔الرسالۃ الاَلفیہ فی فقہ الصلاۃ۔ ۶۔الرسالۃ النفلیہ، ۷۔غایۃ المراد فی شرح «الِارشاد» علّامہ حلّی۔

۸۔القواعد والفوائد فی الفقہ، اس کتاب کے متعلق محمد بن علی بن اِحمد حرفوشی عاملی نے اس کی شرح میں فرمایا: كتاب لم ينسج أحد على منواله، ولم يظفر فاضل بمثاله، انطوى على تحقيقات هى لطائف الاَسرار، واحتوى على اعتبارات هى عرائس الاَفكار-

اور بزرگ طہرانی نے فرمایا: هو من الكتب الممتعة التى دارت عليها رحى التدريس، وعُلّقت عليه حواش وشُرح بشروح. اس کتاب کی طباعت محققہ میں اس کی خصوصیات کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

۹۔ تفسیر الباقیات الصالحات ۱۰۔الاَربعون حدیثاً۔

۱۱۔ إجوبۃ مسائل الفاضل المقداد، ۱۲۔ المزار، شہید کی یہ کتابیں طبع ہوئی ہیں اور ان کی کتابوں پر بہت سے علماء نے شرحیں، حاشیے لکھے ہیں اور انہیں متون درسی میں شامل کیا ہے۔

۱۳۔ جامع البین من فوائد الشرحین، فی اُصول الفقہ (مخطوط)، یہ دو شرحیں ان کے دو بھائی استادوں؛ عمید الدین عبد المطلب اور ضیاء الدین عبد اللّٰہ نے اپنے ماموں علامہ حلی کی کتاب «تہذیب طریق الوصول إلی علم الا ُصول» پر لکھی تھیں جن کے علمی مطالب کو شہید نے جمع کر دیا۔

شہید کی اولاد

شہید کی اولاد (محمد، علی، حسن اور فاطمہ) بھی فقیہ اور مراجع میں سے تھے اور ان میں پدری تربیت کا عکس نمایاں تھا اس لیے ان کے ناموں کے ساتھ فقاہت اور اجتہاد کے القابات موجود ہیں ان کی فقیہہ بیٹی کی تحریر جو انہوں نے اپنے بھائیوں کے نام لکھی اور اس میں اپنے باپ کی میراث کے بدلے میں چند علمی کتابوں کو طلب کیا آج بھی موجود ہے۔

شہید کی دختر کی تحریر

بسم الله الرحمن الرحيم،الحمد الله الذى وهب لعباده ما شاء، وأنعم على أهل العلم العمل بما شاء. وجعل لهم شرفا وقدرا وكرامة، وفضلهم على الخلق بأعمالهم العالية، وأعلى مراتبهم فى دار الدنيا والآخرة، وشهد بفضلهم الانس والجان.والصلاة والسلام الاتمان والاكملان على سيدنا محمد ولد عدنان المخصوص يجوامع الكلم الحسان، وعلى آله وأصحابه أهل اللسن واللسان والساحبين ذيول الفصاحة على سحبان، وعلى تابعيهم ومن تابعهم ما اختلف الجديدان، وأضاء القمران. أما بعد: فقد وهبت الست فاطمة أم الحسن أخويها: أبا طالب محمدا، وأبا القاسم عليا سلالة السعيد الاكرم، والفقيه الاعظم، عمدة الفخر وفريد عين الزمان ووحيده، محيى مراسم الائمة

الطاهرين سلام الله عليهم أجمعين، مولانا شمس الملة والدين محمد بن احمد بن حامد بن مكى قدس سره، المنتسب لسعد بن معاذ سيد الاوس أما قدس الله أرواحهم جميعا ما يخصها من تركة أبيها فى (جزين) وغيرها هبة شرعية، ابتغاء ا لوجه الله تعالى،ورجاء ا لثوابه الجزيل. وقد عوضا عليها كتاب (التهذيب) للشيخ رحمه الله، وكتاب (المصباح) له، وكتاب (الذكرى) لابيها رحمه الله، و (القرآن) المعروف بهدية على بن مؤيد وقد تصرف كل منهم، والله الشاهد عليهم، وذلک فى اليوم الثالث من شهر رمضان العظيم قدره الذى هو من شهور سنة ثلاث وعشرين وثمانمائة، والله على ما نقول وكيل، وشهد بذلک خالهم المقدام علوان بن أحمد بن ياسر، وشهد الشيخ على بن الحسين بن الصائغ، وشهد بذلک الشيخ فاضل بن مصطفى البعلبكى[1]-

شہید اول کے نام خراسان کے بادشاہ کا خط

بقول شہید ثانی [2] کے محمد آوی صحابی سلطان علی بن موید ملک خراسان نے ان کو دعوت دی مگر شہید اول نے آنے سے معذرت کی، بادشاہ کا خط جو اس کے نزدیک شہید کی بلند مرتبہ شخصیت کو بیان کرتا ہے ان لفظوں میں موجود ہے: بسم الله الرحمن الرحيم، سلام كنشر العنبر المتضوع يخلف ريح المسک فى كل موضع سلام يباهى البدر فى كل منزل سلام يضاهى الشمس فى كل مطلع على شمس دين الحق دام ظله بجد سعيد فى نعيم ممتع أدام الله تعالى مجلس المولى الهمام، العالم العامل، الفاضل الكامل السالک الناسک، رضى الاخلاق، وفى الاعراق، علامة العالم، مرشد الامم، قدوة العلماء الراسخين، أسوة الفضلاء المحققين، مفتى الفرق الفارق بالحق، حاوى الفضائل

---

[1] الكنى والالقاب الجزء ۲ ص ۳۴۲ - ۳۴۴

[2] - حوالہ سابقہ ،مقدمہ -

والمعالى، حائز قصب السبق فى حلبة الاعاظم والاعالى، وارث علوم الانبياء والمرسلين، محيى مراسم الائمة الطاهرين، سر الله فى الارضين، مولانا شمس الملة والدين، مد الله أطناب ظلاله بمحمد وآله من دولة راسية الاوتاد ونعمة متصلة الامداد إلى يوم التناد.

وبعد: فالمحب المشتاق مشتاق إلى كريم لقائه غاية الاشتياق، وأن يمن بعد البعد بقرب التلاق: حرم الطرف من محياک لكن حظى القلب من محياک ريا ينهى إلى ذلک الجناب لا زال مرجعا لاولى الالباب إن (شيعة خراسان) صانها الله عن الاحداث، متعطشون إلى زلال وصاله والاغتراف من بحر فضائله وافاضاته، وأفاضل هذه الديار قد مزقت شملهم أيدى الادوار، وفرقت جلهم، أو كلهم صنوف صروف الليل والنهار.

قال (أمير المؤمنين) عليه سلام رب العالمين: ثلمة الدين موت العلماء وإنا لانجد فينا من يوثق بعلمه فى فتياه، ويهتدى الناس برشده وهداه، فهم يسألون الله تعالى شرف حضوره، والاستضاء ة بأشعة نوره والاقتداء بعلومه الشريفة، والاهتداء برسومه المنيفة، واليقين بكرمه العميم وفضله الجسيم أن لايخيب رجاء هم، ولا يرد دعاء هم، بل يسعف مسؤولهم، وينجح مأمولهم.قال الله تعالى: والذين يصلون ما أمر الله به أن يوصل.ولا شک أن أولى الارحام أولى بصلة الرحم الاسلامية الروحانية وأحرى القرابات بالرعاية القرابة الايمانية ثم الجسمانية، فهما عقدتان لا تحلهما الادوار والاطوار، بل شعبتان لا يهدمهما إعصار الاعصار.ونحن نخاف غضب الله على هذه البلاد، لفقدان الرشد، وعدم الارشاد والمأمول من إنعامه العام، وإكرامه التام أن يتفضل علينا، ويتوجه الينا متوكلا على الله القدير، غير متعلل بنوع من المعادير إن شاء الله

تعالی. والمتوقع من مكارم صفاته، ومحاسن ذاته إسبال ذيل العفو على هذا الهفو، والسلام على أهل الاسلام.المحب المشتاق على بن مؤيد[1].

شہادت کے اسباب اور واقعات

شہید کی اسی شخصیت اور مرتبت سے حاسدین نے آپ کے خلاف جھوٹے مقدمات بنا کر ان کے قتل کے منصوبے بنانے شروع کردیئے جس میں بعض بدعتی اور بے دین افراد نے ان کے خلاف صف آرائی کرلی اور آخر کار ظالوں نے انہیں بے دردی سے قتل کردیا مگر جس شمع کوانہوں نے بجھانا چاہاوہ صدیاں بیت گئیں، علم وفقہ کاچراغ بن کر روشن ہے۔

بعض محققین نے اس کے متعلق لکھاہے؛اس وقت برهان الدين بن جماعة جسے بڑے القاب اور مرتبے و مناصب کی پیاس تھی اسے نے دیکھا کہ شہید نے تھوڑی سی مدت میں لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیاہے اور اتنی عظمت پائی ہے اور علم و سیاست کے لوگوں کے ساتھ مراسم بنالیے ہیں اور ان کے گرد طلبہ کا جھرمٹ بندھارہتاہے تواس نے ان کی توہین کرنے کے کوشش کی وہ شہید کے گھر آیا اور شہید کے سامنے دوات رکھی تھی تو ایک مسئلے میں بحث شروع ہوئی اور اختلاف رائے ہو گیااس محفل میں بہت سے فقہاء اور صاحبان نظر موجود تھے تو ابن جماعہ پر گراں گزرا کہ شہید اس کے نظریئے کو ردّ کرے اور لوگوں کے سامنے لاجواب کردے، شہید کا جسم نحیف تھااور ابن جماعہ بہت جسیم تھاتواس نے توہین کے قصد سے کہا؛

میں دوات کے پیچھے ایک حسّ محسوس کرتا ہوں مگر اس کا معنی سمجھ نہیں رہا یعنی ان کے جسم کی کمزوری پر نکتہ چینی کی اور ان کی رائے کو حقیر قرار دینے کی کوشش کی۔

شہید نے جواب دیا؛ ہاں ایک کا بیٹااس سے زیادہ بڑا نہیں ہو سکتا۔

---

[1]. روضات الجنات طبع حجری جزء ۳ ص ۲

ابن جماعت شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا لیکن اس کا کینہ اور حسد کئی گنا زیادہ ہوگیا۔

وجد (برهان الدين بن جماعة) وهو الشخص الذى تروقه الالقاب الضخمة، والمكانة المحترمة، والمناصب الكبيرة أن (الشهيد) استطاع فى مدة يسيرة من بقائه بدمشق أن يستولى على قلوب الناس، وأن يحتل مكانة رفيعة، ويكون له علاقات مع أقطاب العلم والسياسة فى وقته، وأن يستقطب حوله طلبة، العلم والفضلاء، والساسة من دمشق وخارجه، فحاول أن يغض منه ويهينه، ويحط من مكانته، فاجتمع به ذات يوم، وفى غالب الظن أن الاجتماع كان ببيت (الشهيد) حيث كان أمامه دواة يكتب بها، وهذه الوضعية لا تخلو عن ابن جماعة. كان فى بيته وتحدثا فى مسألة واختلفا فيها، وكان يحضر المجلس جمع كبير من الفقهاء والاعيان، فعز على (ابن جماعة) أن يرد عليه (الشهيد) ويفحمه بمحضر من الناس، فأراد أن يهينه، وكان الشهيد ذا جثة نحيفة بعكس (ابن جماعة) الذى يملک جثة ضخمة.

فقال للشهيد: إنى اجد حسا من وراء الدواة ولا افهم ما يكون معناه؟ تعريضا بنحافة جسمه، وتحقيرا لرأيه.

فأجابه الشهيد على الفور: " نعم ابن الواحد لا يكون أعظم من هذه".

فخجل (ابن جماعة) وسكت عن الكلام، وازداد غيظا على غيظ وحقدا على حقد.

شہید کو ایک سال تک قید میں رکھا گیا جب آپ کے چاہنے والوں کا اصرار بڑھا تو دشمنوں نے انہیں ہمیشہ کے لیے اپنے راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس کے لیے انہیں کوئی بہانہ چاہیے تھا اس کے یالوش کے گروہ کے افراد جن کی سرپرستی اس وقت یوسف بن یحیی کر رہا تھا، کی جھوٹی گواہیاں ثبت کر کے اور نام نہاد پیروان سنت کے اضافے سے ان کے خلاف فرد جرم عائد کر دی گئی آپ کو جب قاضی ابن جماعہ کے سامنے پیش کیا گیا اس نے قاضی مالکی کی طرف فیصلہ لوٹا دیا اور اسے دھمکی بھی دی، آپ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا، جبکہ بادشاہ اور قاضیوں کی ایک جماعت موجود تھی؛ میری غیر حاضری میں یہ سب کچھ ہوا مجھے اس میں دفاع کا حق حاصل ہے اور قوی دلیلوں کے ساتھ میں ان میں اپنا دفاع کروں گا لیکن قاضی کو پہلے سے فیصلے کی جہت دی گئی تھی اس نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر فتوی دے دیا کہ ان کا خون بہا دیا جائے، قدم اتباع (اليالوش) وكانت الزعامة يومذاک لرجل يدعى (يوسف بن يحيى) فكتب محضرا يشنع فيه على (الشهيد) بأقاويل نسبها إلى الشهيد، و شهد عليه سبعون نفسا من اتباع (اليالوش)، وأضيف إلى هذه الشهادات شهادة ألف من المتسننين من اتباع (ابن جماعة) ونظائره، فحصلت من ذلک ملفة كبيرة. فقدمت إلى قاضی بیروت.

وقيل: قاضي صيدا، وأتوا بالمحضر إلى (ابن جماعة) فنفذه إلى القاضى المالكي، وقال له: " تحكم برأيک " وهدده بالعزل، فعقد مجلسا للقضاة حضرة الملک والقضاة وجمع كبير من الناس، و (الشهيد) رحمه الله، فوجهت اليه التهم فأنكر ذلک، فلم يقبل منه الانكار.وقيل له: فقد ثبت ذلک عليک شرعا ولا ينتقض حكم الحاكم.

فقال الشهید رحمه الله: الغائب علی حجته، فان أتی بما یناقض الحکم جاز نقضه، وإلا فلا، وها أنا أبطل شهادات من شهد بالجرح ولی علی کل واحد حجة بینة. وهو کلام معقول، إلا أن ذلک لم یسمع منه، وعاد الحکم إلی المالکی فقام وتوضأ وصل رکعتین، ثم قال: قد حکمت باراق دمه.

اگر انہیں راستے سے ہٹانا مقصود تھا تو وہ انہیں شہید کر کے حاصل کر چکے لیکن وہ قاضی ابن جماعہ اور حاکم بیدمر اس سے زیادہ کینے اور حسد کی آگ میں جل رہے تھے وہ شہید کی وفات کے بعد بھی ان کی اہانت کرنا چاہتے تھے تا کہ ان سے اپنے بغض کی آتش کی تشفی کریں ہاں انہوں نے شہید کرنے کے بعد انہوں لوگوں کے سامنے سولی پہ لٹکانے کا حکم دیا کئی دن تک جلادوں کے پہرے میں ان کی لاش کو اسی حالت میں رکھا گیا کہ کہیں ان کے مخلصین انہیں دفن نہ کردیں لیکن دشمن اس پر بھی راضی نہ ہوئے شہید کے بدن کو پتھر مارنے کا حکم دیا تو حاکم اور قاضی کے کارندوں نے انہیں پتھر مارے۔

فلم یکن الغرض هو القضاء علی (الشهید) فقط، وإلا کان الشهید قد لقی حتفه بالضربة الاولی من السیف، وإنما کان الغرض هو إهانة (الشهید) بعد وفاته، والحط من مکانته حتی بعد موته، ویجب أن یبلغ الانسان الغایة من الوضاعة، والانحطاط الخلقی، والاسفاف والحقد حتی یستشفی باهانة قتیل قد أزیح عن میدان المعارضة.

فقد قتل (الشهید) بدمشق، ثم أمر بصلبه وهو مقتول بمرأی من الناس، ویحیطه جماعات من الجلاوزة للمحافظة علی جثته من أن یستولی علیه مخلصوه ومریدوه لدفنه، ثم لم یجد هؤلاء الحاقدون الوضیعون فی ذلک

شفاء ا لغليلهم فأمروا برجم الجسد بالحجر، فرجمه جلاوزة (بيدمر) و (ابن جماعة).

شہید اول کے اشعار

شہید اول کا بیان بہت فصیح اور ان کی طبیعت میں ادبی ذوق موجود تھا اس لیے ان کے آثار میں بعض خوبصورت اشعار بھی نقل ہوئے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں :

عظُمت مصيبةُ عبدِکَ المسکينِ * فی نومه عن مهر حورِ العينِ

الاَولياء تمتّعوا بک فی الدُّجی * بتهجّد وتخشّع وحنينِ

فطردتنی عن قرع بابک دونهم * أتُری لعُظم جرائمی سبقونی

أوَجَدَتهم لم يُذنبوا فرحمتَهم * أم أذنبوا فعفوتَ عنهم دونی

إن لم يکن للعفو عندک موضعٌ * للمذنبين فأين حسنُ ظنونی

شہید ثانی[1] کے حالات زندگی (۹۱۱ - ۹۶۶)

شہید ثانی زین الدین بن علی جبعی عاملی کا لقب ہے، جو ۹۱۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۶۵ میں شہید ہوگئے ان کی کل عمر تقریباً ۵۴ سال تھی، انہیں ۱۴سال کی عمر میں یتیمی کا داغ سہنا پڑا مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور تحصیل علم کے لیے سفر شروع کردیا انہوں نے

---

[1]۔"اِمل الامل " ج ۱ / ۸۵ - ۹۱، " تکملۃ اِمل الامل" / ۲۱۲ -۲۱۷،"ریاض العلماء "ج ۲ / ۳۶۵ - ۳۸۶، "روضات الجنات"ج ۳ / ۳۵۲ - ۳۸۷، "مستدرک الوسائل" ج / ۴۵۲، ۴۲۸ ،" شہداء الفضیلۃ"/ ۱۳۲ - ۱۶۴"الکنی والالقاب"ج ۲ / ۳۸۱ -۳۹۱،" الفوائد الرضویۃ " / ۱۸۶ - ۱۹۲. "ہدیۃ الاحباب" / ۱۶۷ - ۱۶۸،"تنقیح المقال"ج ۱ / ۴۷۲-۴۷۳، معجم رجال الحدیث"ج ۷ / ۳۷۲ - ۳۷۷،"اِعیان الشیعۃ"ج ۷ / ۱۴۳-۱۵۸، "لؤلؤۃ البحرین"/ ۲۸ - ۳۶، "قصص العلماء"/۲۴۸-۲۶۳،" ریحانۃ الادب"ج ۳ / ۲۸۰- ۲۸۸"جامع الرواۃ"ج ۱ / ۳۴۶، مقابس الانوار" / ۱۵، ۱۹) مقدمۃ " الروضۃ البہیۂ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۂ " شیخ محمد مہدی اصفی، ج ۱ / ۱۹۴۔ ۱۴۹" معجم المؤلفین"ج ۴ / ۱۹۳، وج ۷ / ۱۲، "طرائق الحقائق"ج ۱ / ۲۲۸ - ۲۴۸." تحفۃ العالم فی شرح خطبۂ المعالم"ج ۱ / ۱۵۰ ۱۳۹، "سفینۂ البحار"ج ۱ / ۷۲۳، مادۃ "شہد "، نقد الرجال"/ ۱۴۵،"مصفی المقال فی مصنفی علم الرجال " / ۱۸۳،" بہجۃ الامال فی شرح زبدۃ المقال"ج ۴ / ۲۵۴ - ۳۰۲،"الاعلام"ج ۳/ ۶۴، " إحیاء الداثر من القرن العاشر"(من"طبقات اِعلام الشیعۃ ") / ۹۰ - ۹۲،" الدر المنثور، شیخ علی بن محمد بن الحسن بن زین الدین، حفید ابن الشہید "ط قم المقدسۃ،۱۴۰۰ھ،وقد کتب الشہید نفسہ رسالۃ خاصۃ فی حیاتہ، اس کے ضمن میں ان کے شاگرد ابن العودی کا رسالہ ہے جو اس نے شہید کے متعلق لکھا" بغیۂ المرید فی الکشف عن اِحوال الشیخ زین الدین الشہید" اور اس نے وہ رسالہ بھی نقل کیا جو شہید اپنے حالات کے متعلق خود لکھا تھا،مقدمۃ منیۂ المرید،تحقیق رضا المختاری،ط۱، مکتب الاعلام الاسلامی۱۴۰۹ھ،موسوعۃ اِصحاب الفقہاء،ج۱۰ص۱۰۴ترجمہ۳۱۴۵، "الذریعۃ "ج ۱۱ / ۲۹۰،ترجمہ۱۷۵۷ اور اس میں دیگر کثیر موارد۔

شام، عراق اور بلاد روم کی طرف سفر کیا اور فریقین کی فقہ و حدیث وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کی

شہید ثانی کے اساتذہ

انہوں نے فقہ اور عربی ادبیات اپنے والد نور الدین علی کے پاس پڑھیں یہاں تک کہ وہ ۹۲۵ھ کو فوت ہوئے تو میس آگئے اور اپنی خالہ کے شوہر علی بن عبد العالی میسی سے سات سال تک پڑھتے رہے اور ان سے فقہ کا علم سیکھا پھر کرک نوح کی سفر کیا اور سید بدر الدین حسن بن جعفر اَعرجی کرکی سے اَ ُصول و نحو پڑھی، دو بار دمشق گئے اور وہاں فیلسوف محمد بن مکی دمشقی سے طب وہیئت وفلسفہ پڑھا اور شمس الدین محمد بن علی بن محمد بن طولون حنفی صحیحین پڑھیں.

اور ۹۴۲ھ میں مصر پہنچے، اور وہاں بہت سے شیوخ اہل سنت سے استفادہ کیا؛ ا۔ شہاب الدین احمد رملی منوفی شافعی م۹۵۷ھ، ۲۔ ناصر الدین محمد بن سالم طبلاوی شافعی م۹۶۶ھ، ۳۔ ابو الحسن محمد بن محمد ابن عبد الرحمان بکری شافعی م۹۵۲ھ، ۴۔ زین الدین الجرمی المالکی، ۵۔ شمس الدین محمد بن ابی نحاس، ۶۔ شمس الدین دیروطی، وغیرہ. انہیں مختلف مذاہب اسلامیہ کی فقہ، حدیث اور تفسیر پر دسترس حاصل تھی.

مصر میں ۱۸ ماہ رہنے کس بعد حج کے لیے گئے، اور ۹۴۴ھ میں اپنے گاوں گئے، وہاں صاحبان علم و فضل آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے ایسے مطالب کو ظاہر کیا جو ابھی تک نہیں سنے گئے تھے اسی سال انہوں نے اجتہاد وقدرت استنباط اَحکام شرعیہ کو محسوس کیا مگر آپ نے ۹۴۸ھ تک انہیں ظاہر نہ کیا، اور بلاد روم کی طرف سفر کیا اور استانبول میں ۹۵۲ھ کو داخل ہوئے اور اس میں ساڑھے تین ماہ ٹھہرے اور وہاں مدرسہ نوریہ بعلبک میں مدرس بن گئے اور وہاں دس فنون میں رسالہ تصنیف کیا اور رومی شہروں میں سفر کیا اور علماء سے ملاقاتیں کیں.

پھر زیارات کے لیے عراق تشریف لے گئے اور ۹۵۳ھ میں واپس اپنے علاقے میں چلے گئے اور بعلبک میں ٹھہرے اور وہاں ایک مدت تک مذاہب خمسہ اور بہت سے فنون کی تدریس کی اور ہر فرقے کو اس کے مذہب کے مطابق فتوے دیئے اور اپنے علم اور تحقیقات کا اظہار فرمایا جس سے علماء ان کے گرد جمع ہوگئے اور شہید ثانی جبع کی طرف لوٹ آئے اور تدریس و تالیف میں مشغول رہے اور ان کے فتاوی اور فقہی آراء مشہور ہوئیں۔

شہید ثانی کے متعلق اقوال

۱۔ ابن العودی جزّینی اپنے استاد کے متعلق کہا: وہ ہر فن میں اس کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے ۔۔۔ فقہ میں وہ اس کا مدار اور اس کے شمس و قمر کا آسمان گویا فقہ کا ستارہ ان کے گھر میں آپڑا تھا اور حدیث میں ان کو گہری دسترس حاصل تھی اور اس کے معانی ان کے مطیع ہوگئے تھے اور انہوں نے ان کی تصحیح میں کام کیا حتی لوگوں میں اس کو عام کیا اور علوم قرآن و تفسیر میں اس کی مختصر و مفصل بحثیں انہیں حاصل تھیں اور ان کے حقائق اور مجاز کو وہ جانتے تھے؛ بلغ من کل فنّ منتهاه ... وأمّا الفقه فكان قطبَ مداره وفلک شموسه وأقماره وكأنّه هوى نجم سعوده فی داره، وأما الحديث فقد مدّ فيه باعاً طويلاً، وذلّل صعاب معانيه تذليلاً، أدأب نفسه فی تصحيحه وإبرازه للناس حتى فشا ... وأما علوم القرآن العزيز وتفاسيره من البسيط والوجيز فقد حصل على فوائدها وحازها وعرف حقائقها ومجازها، وعلم إطالتها وإيجازها.

۲۔ سید مصطفیٰ التفریشی: شہید ثانی اس گروہ کی شناخت اور ان کے موثق و معتبر افراد میں سے ہیں جن کا حفظ کثین اور کلام پاکیزہ تھی اور ان کے بہت جلیل القدر شاگرد تھے اور انہوں

نے بہترین کتابیں لکھیں؛ وجه من وجوه هذه الطائفة وثقاتها، كثير الحفظ، نقيّ الكلام، له تلاميذ أجلاّء، وله كتب نفيسة جيدة.

شہید ثانی کے شاگرد

شہید کے ہاں بہت سے لوگوں سے علم حاصل کیا اور ان سے فقہ واصول اور حدیث، منطق اور اَدب کی تعلیم حاصل کی ان میں درج ذیل افراد زیادہ معروف ہیں؛

۱۔ سید نورالدین علی بن حسین جزّینی شہیر بہ (صائغ) م ۹۸۰ھ۔

۲۔ نورالدین علی بن حسین بن محمد بن إبی الحسن موسوی جبعی۔

۳۔ عزالدین حسین بن عبدالصمد بن محمد حارثی جبعی م ۹۸۴ھ والد شیخ بہائی۔

۴۔ محمد بن حسن مشغری عاملی، ۵۔ نورالدین علی بن عبدالصمد بن محمد حارثی جبعی۔

۶۔ بہاء الدین محمد بن علی بن حسن عودی جزّینی۔

اور انہوں نے درج ذیل افراد کو اجازے دیئے؛ ۱۔ نصیر الدین إبراہیم بن علی بن عبدالعالی میسی، ۲۔ حسن بن نور محمد بن علی حسینی شقطی، ۳۔ تاج الدین بن ہلال جزائری، ۴۔ محمود بن محمد بن علی لاہیجی، ۵۔ عزالدین حسین بن زمعہ مدنی.

شہید کی کتب ورسائل

انہوں نے بہت سی کتب اور علمی رسائل تصنیف کئے اور بعض کتابوں کی شرح مزجی لکھی کہ ان سے پہلے کسی شیعہ عالم نے نہیں لکھی؛ولم يسبقه إلى ذلك أحد من علماء الامامية[1] اورایسے مسائل کو لکھا جو ابھی تک تشنہ تحقیق تھے یا ان کو کسی نے ذکر نہیں کیا تھا یا ان میں کلام کی گنجائش باقی تھی،تفرّد بالتأليف في مواضيع لم يطرقها غيره أو

[1] اعیان الشیعہ سید امین عاملی، ذیل تعارف شہید ثانی

طرقها ولم یستوف الکلام فیها، محسن امین عاملی نے ان کی ۷۹تالیفات شمار کی ہیں جن میں مشہور یہ ہیں؛

ا۔ الروضۃ البہیہ فی شرح «اللمعۃ الدمشقیہ» فقہ اس پر علماء نے بہت زیادہ شرحیں اور حواشی لکھے ہیں اور عرصہ دراز سے یہ کتاب نصاب حوزہ میں شامل ہے اور احکام فقہ کی جامع کتاب شمار ہوتی ہے، ۲۔ روض الجنان فی شرح «إرشاد الاَذہان» فقہ، ۳۔ المقاصد العلیہ فی شرح «الرسالۃ الاَلفیہ» فقہ الصلاۃ۔ ۴۔ مسالک الاَفہام إلی «شرائع الِاسلام» فقہ، ۵۔ تمہید القواعد الاَ ُصولیہ والعربیہ، جسے شہید نے اپنے فن میں بے نظیر کتاب قرار دیا ٦۔ البدایۃ فی علم الدرایۃ وشرحہ، ۷۔ منیۃ المرید فی آداب المفید والمستفید، ۸۔ مسکّن الفوٴاد عند فقد الاَحبۃ والاَولاد، ۹۔ رسالۃ فی میراث الزوجۃ، ۱۰۔ رسالۃ فی حکم صلاۃ الجمعۃ حال الغیبہ، ۱۱۔ غنیۃ القاصدین فی اصطلاحات المحدّثین، یہ سب کتابیں شہید ثانی کی طبع ہوئی ہیں، ۱۲۔ رسالۃ فی عدم جواز تقلید الاَموات من المجتہدین، ۱۳۔ حاشیہ علی «قواعد الاَحکام» فقہ علّامہ حلّی، ۱۴۔ رسالۃ فی تفسیر قولہ تعالی (والسابقون الاَولون)، ۱۵۔ رسالۃ فی شرح البسملۃ، ۱٦۔ منظومہ فی النحو وشرحہا، یہ رسالہ اپنے فن میں نہایت مفید اور مدلل تھا، ۱۷۔ جوابات المسائل الہندیۃ، ۱۸۔ جوابات المسائل الشامیہ ۱۹۔ کفایۃ المحتاج فی مناسک الحاج۔

شہید ثانی کی شہادت کے اسباب اور واقعات

علامہ محسن امین نے احسن التواریخ سے نقل کیا ہے کہ ان کے قتل کرنے کا سبب یہ ہوا کہ لوگوں کو خوف ہوا کہ دیگر اسلامی فقہوں کے ساتھ اہل بیتؑ کی فقہ کو پڑھایا جائے، اہل سنت کے ایک گروہ نے رستم باشا بادشاہ روم سلیمن کے وزیر کو لکاھ کہ شیخ زین الدین اجتہاد کا دعوی کرتا ہے اور اس کے پاس بہت سے علماء شیعہ آتے جاتے ہیں اور امامیہ کی کتابین پڑھتے ہیں اور مذھب شیعہ کو پھیلا رہے ہیں تو اس سے آپ کو طلب کیا، آپ اس وقت مکہ

میں تھے تو انہیں گرفتار کر کے انہیں استنبول لے گئے اور حاکم کے پاس لے جائے بغیر انہیں قتل کردیا؛كان السبب فی شهادته أن جماعة من السنيين قالوا لرستم باشا الوزير الاعظم للسلطان سليمان ملک الروم: إن الشيخ زين الدين يدعی الاجتهاد ويتردد إليه كثير من علماء الشيعة، ويقرأون عليه كتب الامامية وغرضهم بذلک إشاعة التشيع، فأرسل رستم باشا الوزير فی طلب الشيخ زين الدين – وكان وقتئذ بمكة المعظمة فأخذه من مكة، وذهبوا به إلی استنبول فقتلوه فيها من غير أن يعرضوه علی السلطان سليمان[1].

شیخ بہائی کے والد انکے شاگرد تھے انہوں نے ان سے ایک خواب نقل کیا جس میں شہید نے بتایا کہ میں سید مرتضی کی دعوت میں پہنچا تو انہوں نے مجھے شہید اول کے پہلو میں بٹھایا جس سے میں نے سمجھا ہے کہ مجھے ان کی راہ حقہ میں (فقہ شیعہ کی خاطر) شہید کیا جائے گا؛فجلست بجنبہ فلما استوی بنا المجلس انتبہت و منامی ھذا دلیل ظاہر علی انّی اکون تالیا لہ فی الشہادۃ، انہوں نے ایک مسئلے میں حکم شرعی کے تحت فیصلہ کیا تھا جس کے خلاف تھا اس نے عثمانی قاضی ''معروف'' کو بتایا اس نے جبع عامل میں آپ کو بلایا ان دنوں شہید شرح لمعہ لکھ رہے تھے، قاضی نے خلیفہ کو لکھا کہ بلاد شام میں ایک بدعت گزار پیدا ہوا ہے جو مذاہب اربعہ سے باہر فتوی دیتا ہے خلیفہ نے آپ کو اس وقت گرفتار کرایا جب آپ مکہ میں مسجد میں موجود تھے اور وہاں ایک ماہ تک قید رکھا پھر استنبول کی طرف لے گیا اور ابواب قسطنطنیہ کے نزدیک انہیں قتل کرنے کا حکم دیا اور ان کا سر بادشاہ کے پاس لے گئے اور مگر خدا نے ان کو صدیوں سے زندہ رکھا ہے اور ان کی تحریریں قانون اسلام کی مستند اور اساسی کتب شمار ہوتی ہیں، وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِی سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

---

[1] اعیان الشیعۃ. الجزء ۳۳ ص ۲۹۲

بِشَیْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ، الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ[۱]،اور جو لوگ راہ خدا میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کا) ادراک نہیں رکھتے، اور ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک اور جان و مال اور ثمرات (کے نقصانات) سے ضرور آزمائیں گے اور آپ ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے،جو مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں کہتے ہیں: ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن پران کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں[۲]۔

---

[۱]۔ بقرہ ۱۵۴-۱۵۷۔
[۲]۔شیخنا النجفی ، محسن علی،ترجمہ قرآن کریم،ذیل آیت۔

کتاب لمعہ دمشقیہ اور اس کے حواشی اور شرحیں

اللمعۃ الدمشقیہ، شیخ شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن شیخ جمال الدین مکی بن شمس الدین محمد بن حامد عاملی جزینی شہید ۷۸۶ کی کتاب ہے جو انہوں نے قید میں سات دن میں لکھی جبکہ ان کے پاس محقق حلی کی مختصر نافع کے علاوہ کوئی کتاب فقہی موجود نہ تھی؛کتبها فی سبعة أيام وهو محبوس لم یکن عنده من الفقه غير" المختصر النافع" جیسا کہ محدث حر عاملی نے ذکر کیا .اس کی ابتداء میں ہے :الله احمد استتماما لنعمته واياه اشکر ،اس کا نسخہ ابراہیم بن حاج علی کے خط سے تھا،اسے شہید ثانی نے مقابلہ کیا اور اپنے خط سے لکھا ۹۴۰ھ میں رضویۃ میں اور اس کے ایک نسخے کی تاریخ کتابت ۹۵۴ھ ہے جو فخر الدین نصیری کے پاس طہران مین ہے اور ایک نسخہ سید محمد بن علی بن محمد بن امیر شاہ موسوی کا ہے جو اس نے یزد میں لکھا اور بدھ ۲۵ صیام ۹۹۵ کو فارغ ہوا جو سید محمد موسوی جزائری کے پاس ہے اور اب تو کئی بار طبع ہوا ہے[1]۔

---

[1] بزرگ تہرانی ، الذریعۃ إلی تصانیف الشیعۃ ،ج۱۸ص۳۵۸۔

شہید ثانی کی شرح کے نسخے

الروضۃ البھیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ شیخ سعید زین الدین علی ابن احمد بن تقی بن صالح بن مشرف عاملی شہید ۹۶۶ھ، اس کی ابتداء ہے؛الحمد لله الذی شرح صدور نابلمعة من شرایع الاسلام کافیة بیان الخطاب ... کئی بار طبع ہو رہی ہے۔

شیہد کے زمانے کا نسخہ جو اللہ وردی ابن اللہ قلی ترکمان کے خط سے ہے اس نے اس کتاب کی تالیف (۹۵۶ھ) کے تین سال بعد ۹۵۹ھ میں اسے شہید کے شاگرد (مولی محمود بن محمد بن علی بن حمزۃ لاہجی) کے نسخہ سے لکھا، اور یہ نسخہ مکتبہ فاضلیہ میں ہے۔

دوسرا نسخہ سید ہاشم بن حسین ابن عبدالرؤف بن ابراہیم بن عبد النبی بن علی بن احمد بن محمد بن موسی حسینی موسوی احسائی بحرانی کے خط سے ہے جو مجلداول سے ابتداء رمضان ۱۰۴۷ھ میں اور مجلد ثانی سے یوم مولود ۱۰۴۹ھ میں فارغ ہوئے عزالدین حائری کے پاس ہے اس پر صادق بن محمد جزائری کی ملکیت کا نشانے ہے . تیسرا نسخہ شیخ عبد الکریم بن شیخ ابراہیم ابن شیخ علی بن عبد العالی میسی کے خط سے ہے جو آخری جلد سے ۱۴رجب ۹۸۵ھ میں فارغ ہوئے جو سامراء میں طہرانی کے پاس ہے۔

ایک نسخہ مشکاۃ کے پاس ہے جو خط مؤلف سے منقول ہے۔ایک نسخہ سید علی بن حسین ابن صائغ حسینی کے خط سے ہے جس کا نصف اول شیخ احمد یزدی اخوندی کتبی کے پاس ہے اس کے آخر میں اجازۃ شہید ہے جو انہوں نے کاتب کو دیا کہ شہیداس سے نصف یوم ثلاثاء ۹۵۶ھ میں فارغ ہوئے اور کاتب شب اتوار صبح سے پہلے ۱۵صفر ۹۵۸ھ کو فارغ ہوااور تاریخ اجازۃ اتوار ۳ج ۹۵۸ھ ہے۔

ایک نسخہ شیخ محمد حسن بن محسن ابن شریف جواہری کی کتابوں میں شیخ عبد اللہ بن ناصر بن حمیدان بن سالم بن حسین اجامی الاصل جارودی کے خط سے ہے جس سے پہلی جلد ۲۴ ذی

الحجہ ۱۱۰۷اور مجلد ثانی ۔۲۷ج ۱۱۰۸ھ کو کامل ہوئی اس پر شیخ مبارک بن علی بن عبد اللہ بن ناصر بن حمیدان کا تملک ۱۲۱۱ھ اور شیخ عبد اللہ ابن مبارک کی ملکیت ۱۲۳۴ھ اور شیخ علی بن مبارک کی ملکیت ۱۲۴۵ ھ کے نشان ہیں اور اول کتاب نکاح میں شیخ حسین بن محمد بن عفر ماحوزی کا اجازۃ اپنے شیخ علی بن نافع خطی کے نام ہے ۱۱۵۷ھ۔

اور ایک کامل نسخہ جس میں کاتب کا نام نہیں ہے جس سے کاتب ۲۹ شوال ۱۰۹۰ھ میں فارغ ہوا اور شیخ سلیمان بن عبد اللہ ماحوزی نے اپنے استاد شیخ سلیمان بن علی بن سلیمان شاخوری سے ۱۰۹۳ھ میں پڑھا اور اس پر ان کے استاد کا اجازہ بھی ہے اور ماحوزی کے خط سے استاد سے پڑھنے کی تفصیل ۱۰۹۸ھ میں لکھی ہے اور یہ نسخہ شیخ حسین قدیحی بحرانی کے پاس تھا جو انہیں سید محمد موسوی جزائری تستری نے دیا.

اور ایک نسخہ شیخ علی بن احمد بن اِبی جامع کے خط سے تھا کہ کاتب اس سے ۹۶۰ ھ میں فارغ ہوا اس نے شہید ثانی کو سنایا تو انہوں نے کاتب کے لیے اجازہ لکھ دیا صاحب الریاض نے اس نسخہ کی خصوصیات کو دیکھا اور بیان کیا.

شرح لمعہ کے حواشی

۱۔حاشیہ سید آقا تستری مؤلف تعوید اللسان، جسے بزرگ تہرانی نے شرح کے نسخے کے حواشی میں دیکھا،فرمایا؛ رأیتها بخطه علی هوامش نسخته-

۲۔حاشیہ میرزا ابراہیم بن سلطان العلماء حسن بن رفیع الدین مرعشی آملی اصفہانی م۱۰۹۸، اس سے کتاب طہارت کی آخر تیمّم تک مفصل ہے، خرج منها مجلد کبیر من أول الطهارة الی آخرالتیمم مبسوطا اور شیخ عبد النبی قزوینی نے "تتمیم الامل میں کہا؛ اس سے مصنف کی تحقیق کی وسعت، قوت فکر، دقت نظر، حسن سلیقہ اور ذوق کی پاکی ظاہر

ہے " أن منهايظهر وفور تتبعه وقوة فكره ودقة نظره وحسن سليقته وصفاء قريحته اس کا نسخہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی قمی کے پاس ہے.

۳۔حاشیہ، میرزاابراہیم حفید سید علی خان مدنی، بنام " فصل الخطاب "الابراہمیہ۔

۴۔حاشیہ میرزا ابراہیم بن مولی صدر الدین محمد شیرازی م۱۰۷۰، شیخ عبد النبی قزوینی نے " تتمیم الأمل " میں کہا: وہ ان کے باپ کے طریقے کے خلاف ہے اور ان کی شرح لمعہ کی کتاب زکات کا حاشیہ ہے؛ أنه على خلاف مشرب أبيه، وله حاشية شرح اللمعة الى كتاب الزكاة.

۵۔حاشیہ آمیرابراہیم بن آمیر قزوینی م۱۱۴۹ان کے بیٹے سید حسین نے اپنی کتاب " معارج الاحکام کے خاتمہ ص۴۷۵ " میں اسے ذکر کیا ہے۔

۶۔حاشیہ آمیر ابی طالب سبط میر فندرسکی، اسے ان کے معاصر صاحب " الریاض نے ذکر کیا۔

۷۔حاشیہ مولی احمد بن محمد تونی جو مولی عبد اللہ تونی صاحب الوافیہ م۱۰۷۱ کے بھائی تھے اور مولی احمد شیخ حر عاملی کے معاصر تھے، شیخ حر عاملی نے الأمل میں فرمایا؛ هومن المعاصرين المجاورين بطوس ،اس سے ظاہر ہے کہ وہ ۱۰۹۷ھ میں زندہ ہے؛اس حاشیہ کیا ہے؛ الحمد لله وحده والصلاة على خيرته من بريته محمد و عترته المعصومين.

۸۔حاشیہ شیخ اسحٰق تربتی مشہدی م ۱۲۳۷.

۹۔حاشیہ شیخ اسد اللہ بن اسماعیل دزفولی کاظمی م ۱۲۳۷۔

۱۰۔ حاشیہ سید میرزا محمد باقر بن زین العابدین موسوی خوانساری صاحب "روضات الجنات" م ۱۳۱۳، اسے انہوں نے الروضات میں ذکر کیا ہے۔ ۱۱۔ حاشیہ سید میرزا محمد باقر خلیفۃ سلطانی جو شاہ سلطان حسین کے زمانے میں اور نادرشاہ کے زمانے کی ابتداء میں صدر تھے انہوں نے طویل زندگی پائی اور وہ میرزا حسن بن علاء الدین حسین ملقب بسلطان العلماء کس بیٹے تھے اور شیخ عبد النبی قزوینی نے "تتمیم الامل میں کہا؛ وہ میرے زمانے میں زندہ تھے مگر میں ان سے ملاقات نہیں کرسکا "أنه کان الی عصری ولکن ما أدرکته.

۱۲۔ حاشیہ جو بعض متأخرین نے بعنوان (قولہ قولہ) لکھا ہے؛اس کی ایک جلد بزرگ تہرانی نے فاضل میرزا اکبر عراقی کے پاس نجف میں دیکھا،اور استخارہ رقاع کی بحث میں کہاہے؛ قوله بالرقاع الست الخ تكتب فى ثلاث منها بسم الله الرحمن الرحيم خيرة من الله العزيز الحكيم لفلان ابن الفلانة افعل، قال فى شرح النفلية كذا بخط الشهيد والموجود فى كثير من النسخ افعله بالهاء حتى كتب المصنف عليها فى بعض كتبه لفظة(صح)تأكيدا لاثباتهايكتب فى ثلاث بسم الله الى لا تفعل، قال فى شرح النفلية هذه بغيرهاء بالاتفاق ـالى قوله – قال فى الروض اذا توالى الأمر فهو خير محض واذاتوالى النهى فهو شرمحض فان تفرقت كان الخير موزعا بحسب تفرقها على ازمنة ذلک الأمر بحسب ترتيبها.

۱۳۔ حاشیہ شیخ محمد تقی بن مولی عباس نہاوندی، مؤلف "ترجمۃ الشرائع".

۱۴۔ حاشیہ مولی محمد تقی تستری معاصر بزرگ تہرانی، بنام "تحقیق المسائل"۔

۱۵۔ حاشیہ مولی محمد تقی ہروی م۱۲۹۹ بنام "الحدیقۃ النجفیہ.

۱۵۔ حاشیہ مولی محمد جعفر شریعتمدار اِستر آبادم ۱۲۶۳ء انکے بیٹے شیخ محمد حسن نے " مظاہر الآثار " میں کہا کہ وہ کتاب الصلاۃ کے آخر تک ہے.

۱۶۔ حاشیہ شیخ جعفر قاضی اصفہان، وہ عبد اللہ بن ابراہیم حویزی کمری اصفہانی کے بیٹے تھے اور ۱۱۱۵میں فوت ہوئے اور نجف میں دفن ہوئے وہ علامہ مجلسی، محقق آغا حسین خوانساری ومولی محمد باقر سبزواری کے شاگرد تھے،اس کے شروع میں فرمایا:نحمدک یا آلھی ونصلی علی نبیک الهادی وآله الهداة ونستعین بک علی الأمور، اِول کتاب طہارۃ سے کتاب تجارۃ تک پھر اقرار دیگر متفرق کتابیں ہیں اس کا نسخہ کتب شیخ الشریعہ اصفہانی میں اور مکتبہ مولی خوانساری میں بزرگ تہرانی نے دیکھا، جس پر آمیر محمد حسین خاتون آبادی کے تملک ۱۱۴۸ھ کا نشان تھا پھر ان کے حکم سے ان کے شاگرد شیخ محمد رضا بن محمد باقر عاملی نے اس کی تصحیح کی اور خاتون آبادی نے مقابلے کی اپنے خط سے شہادت لکھی ۱۱۴۹ھ۔

۱۷۔ حاشیہ، محقق آغا جمال الدین محمد بن آقا حسین ابن جمال الدین خوانساری م ۱۱۲۵جو ایران میں بڑی جلد حجری میں ۱۲۷۲ھ کو نشر ہوا اور " جامع الرواۃ " میں اسے التعلیقات سے تعبیر کیا۔

۱۸۔ حاشیہ علامہ عماد السید محمد جواد صاحب مفتاح الکرامہ حسینی عاملی نجفی م ۱۲۲۶ھ، اس کی بڑی جلد ان کے خط سے ان کی کتابوں میں ان کے پوتوں کے پاس بزرگ تہرانی نے دیکھا جس میں اِول کتاب مضاربہ، پھر ودیعہ، عاریہ، مزارعہ، مساقات، ووصایا کا کچھ حصہ، تمام نکاح، وبعض طلاق ذکر تھی، معلوم نہیں کہ باقی حصوں پر حاشیہ تھا یا نہ.

۱۹۔ حاشیہ شیخ حسن بن شیخ سلام بن حسن جیلانی تیمجانی شیخ الاسلام بلاد جیلان تا زمان تألیف ریاض العلماء یعنی ۱۱۰۶ھ، اور ان کی طرف شیخ عبد النبی قزوینی نے تتمیم الامل میں حاشیہ کی نسبت دی، کہا میں نے کچھ اوراق میں اسے دیکھا؛ رأیتها مدونة فی اوراق قلیلة۔

۲۰۔ حاشیہ شیخ حسن بن شیخ محمد بن احمد بن ابراہیم بن علی ابن یوسف سبیتی عاملی اسے انکے پوتے شیخ محمد علی بن محمد بن شیخ حسن نے ذکر کیا کہ وہ ایک جلد میں لکھا گیا۔

۲۱۔ حاشیہ شیخ حسن بن شہید ثانی صاحب "المعالم "م۱۰۱۱سے ان کی تصانیف میں بعنوان " التعلیقۃ المبسوطۃ ذکر کیا گیا۔

۲۲۔ حاشیہ سید حسین بن ابی القاسم جعفر بن حسین موسوی خوانساری م۱۱۹۱ھ جو شیخ بحر العلوم اور جدّ صاحب "الروضات " تھے انہوں نے ان کے تعارف میں اسے بعنوان " التعلیقات علی شرح اللمعۃ" ذکر کیا،اور میرزا قمی کے تعارف میں کہا کہ انہوں نے اس حاشیے کی نماز جنازہ کی بحث میں بہترین تعلیقہ لکھا؛ان له تعليقة رشيقة على بحث صلاة الجنازمن هذه الحاشية اور بزرگ تہرانی نے اسے بعنوان الحاشیہ علی حاشیہ الروضۃ ذکر کیا.

۲۳۔ حاشیہ مولی حسین بن حسن جیلانی لنبانی صاحب" حاشیہ الذخیرۃ"اسے "الروضات میں ذکر کیا.

۲۴۔ حاشیہ آمیر محمد حسین بن آمیر محمد صالح خاتون آبادی م۱۱۵۱ھ اور ان کے بھائی آمیر سید محمد شہید کا بھی حاشیہ ہے۔

۲۵۔ حاشیہ مولی محمد حسین بن محمد قاسم قومشی نجفی م۱۳۳۶ھ،انہوں نے شرح لمعہ کو اپنے خط سے لکھا۱۲۷۵ھ پھر اس میں حواشی لکھے.

۲۵۔ حاشیہ سلطان العلماءآمیر علاء الدین حسین بن رفیع الدین محمد مرعشی آملی اصفہانی م۱۰۶۴ھ۔

۲۶۔حاشیہ محقق خوانساری حسین بن جمال الدین محمد۱۰۹۸ھ۔

۲۷۔حاشیہ سید حیدر علی ہندی م۱۳۰۳ھ،اسے علامہ سید علی نقی نے "مشاہیر علماء الہند" ذکر کیا اور تجلیات میں سید محمد تقی ابن سید حسین بن دلدار علی اور مفتی میر عباس کے شاگردوں میں شمار کیا۔

۲۸۔حاشیہ مولی محمد رفیع بن فرج جیلانی مشہدی. ۲۹۔خود مؤلف(شیخ زین الدین شہید۹۶۶ھ) کا حاشیہ۔

۳۰۔حاشیہ مولی حسام الدین محمد صالح بن اِحمد مازندرانی اِکبر جو مولی محمد تقی مجلسی کے داماد تھے اور ۱۰۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

۳۱۔حاشیہ سید عبد الصمد بن اِحمد بن محمد طیب بن محمد بن نور الدین بن محدث جزائری موسوی تستری م۱۳۳۷ھ۔

۳۲۔ حاشیہ سید عبداللہ بن نور الدین جزائری، ۱۱۷۳ھ۔ ۳۳۔ حاشیہ آغا محمد علی بن آغا باقر بہبہانی متوفی در کرمانشاہ۱۲۱۶ھ،

۳۴۔ حاشیہ میرزا محمد علی بن سید صادق رضوی مشہدی م۱۳۱۱ھ جیسے میرزا محمد باقر رضوی نے "الشجرۃ الطیبہ میں ذکر کیا.

۳۵۔حاشیہ آمیر السید علی بن سید عزیز اللہ بن عبد المطلب جزائری ساکن خرم آباد م۱۱۴۹ھ، سید عبداللہ جزائری نے اجازہ کبیرہ میں ذکر کی.

۳۶۔ حاشیہ میرزا محمد علی بن محمد بن مرتضی مدرسی طباطبائی یزدی م۱۲۴۰ھ۔

۳۷۔ بحث وقت و قبلہ پہ حاشیہ مولی علی قلی بن محمد خلخالی متوفی در اصفہان۱۱۱۵ھ۔

۳۸۔ حاشیہ شیخ علی بن نصر اللہ لیثی تلمیذ شیخ بہائی واستاد شیخ جعفر بن کمال بحرانی و شیخ سلیمان بن علی بن اِبی ظبیہ وشیخ محمد بن ماجدماحوزی، اور شیخ سلیمان ماحوزی نے تارٔیخ علماء بحرین میں کہاأن هذه الحواشی متفرقة و منهاالحاشیة علی مبحث القسم من کتاب النکاح و هی استدراک ملیح وقد أجبت عنهافی سنة ۱۰۸۹ھ۔

۳۹۔ حاشیہ میرزا محمد علی بن محمد نصیر جہاردہی مدرس متوفی در نجف ۱۳۳۴ھ ان کے حواشی ایک بڑی جلد میں تدوین تھے جن میں سے بحث وقت و قبلہ کو مستقلا طبع کیا گیا ہے۔

۴۰۔ حاشیہ سید آمیر فخر الدین مشہدی خراسانی والد سید آمیر معزالدین محمد متوفی در ہند، "ریاض العلماء" میں ہے کہ انہیں شیخ علی صاحب "الدرالمنثور" نے اجازہ دیا تھا اور وہ معقولات میں حکیم شمس الدین محمد جیلانی کے شاگرد اور شرعیات میں قاضی فقیہ سلطان محمود شیرازی کے شاگرد تھے اور مشہد مقدس میں ۱۰۹۷ھ کو فوت ہوئے انہوں نے حواشی کو شروع سے تدوین کرنا شروع کیا کوئی ہزار بیت مکمل کئے اور باقی نسخہ کے حاشیے میں بغیر تدوین کے رہ گئے جیسا کہ "الریاض" میں ان کے ترجمہ میں کہا ہے۔

۴۲۔ حاشیہ مولی صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی م۱۰۵۰ھ، اور "کشف الحجب" میں کہا ہے کہ وہ کتاب زکات تک لکھا گیا؛ أنها دونت الی کتاب الزکاة، ان کے بیٹے میرزا ابراہیم کا کتاب زکات پر حاشیہ ہے شاید یہ اس کے علاوہ ہو۔

۴۳۔ حاشیہ میرزا محمد معروف بہ دیلماج یہ حاشیہ دیلماج کے نام سے معروف ہے۔

۴۴۔ حاشیہ شیخ محمد بن حسن بن زین الدین شہید معروف بہ شیخ محمد سبط، یہ کتاب صلح دو جلدوں میں تدوین ہوا اس کی ابتداء ہے؛نحمدک یامن منحنا بفضله روضة بهية يقصر عن الايصال لشرح كمالها مسالک الافهام.

۴۵۔ حاشیہ آغا رضی الدین محمد بن آغا حسین خوانساری جو آغا جمال الدین کے چھوٹے بھائی اور ان سے تھوڑا پہلے فوت ہوئے، اس کا ذکر شیخ عبدالنبی قزوینی نے "تتمیم امل الآمل" میں کیا۔

۴۶۔ حاشیہ میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی، انہوں نے قصص العلماء میں کہا کہ وہ کئی جلدوں میں تھا اور اس حاشیے کی کتاب نکاح سید شہاب الدین مرعشی کے پاس تھی اور وہ اس سے ۱۲۹۶ھ کو فارغ ہوئے۔

۴۷۔ حاشیہ آمیر السید محمد بن امیر صالح خاتون آبادی شہید در آذربایجان ۱۱۴۸ھ، شیخ عبدالنبی قزوینی نے "تتمیم الامل" میں فرمایا کہ انہوں نے اس میں اکثر حاشیہ نگاروں کے بیانات پر نقد و نظر کیا اور بالخصوص اپنے استاد خوانساری کے حاشیے پر بحث کی؛ أنه تعرض فیها لاکثرماذکره المحشون، وله أبحاث مع شیخه الآغاجمال الدین الخوانساری۔

۴۸۔ حاشیہ مولی محمد بن عبدالفتاح تنکابنی سراب م ۱۱۲۴ھ۔

۴۹۔ حاشیہ سید محمد بن علی بن ابی الحسن عاملی صاحب "المدارک" اس کی ابتداء ان جملوں سے ہوتی ہے؛ الحمد لاهله و الصلاة علی النبی و آله فهذه تعلیقات اتفقت منی علی" الروضة البهیة فی شرح اللمعة الدمشقیة " جمعتها تذکرة للطالبین و تبصرة للناظرین هداهم الله الی سبیل الرشاد۔اس کا نسخہ مکتبہ سید محمد باقر الحجۃ طباطبائی حائری کربلاء میں موجود تھا.

۵۰۔ حاشیہ سید آمیر رفیع الدین محمد صدر بن میر شجاع الدین محمود بن سید علی معروف (خلیفۃ السلطان) مرعشی آملی اس لقب سے ان کی اولاد معروف ہیں ان میں سلطان العلماء علاء الدین حسن بھی ہیں اور سید امیر ۱۰۴۰ھ کو فوت ہوئے۔ جیسا کہ سید شہاب الدین مرعشی نے ذکر کیا۔

۵۱۔ حاشیہ سید محمد بن هبة الله قزوینی مولود۱۲۹۶ھ، نزیل مشهد خراسان و مؤلف "جغرافیای عالم "انہوں نے اپنی کتابوں کی فہرست میں اسے ذکر کیا کہ وہ تین ہزار بیت پر مشتمل تھا۔

۵۲۔ حاشیہ سید مصطفیٰ بن سید ہادی بن سید دلدار علی نقوی لکھنوی م ۱۳۲۳ھ.

۵۳۔ حاشیہ مولی محمد بن مؤمن بن شاہ قاسم سبزواری ساکن مشہد خراسان و معاصر محدث حر عاملی جیسا انہوں نے "اِمل الآمل" میں ذکر کیا۔

۵۴۔ حاشیہ میرزا نصر اللہ فارسی مدرس در روضۃ الرضویہ م۱۲۹۱ھ اور "مطلع الشمّس "میں ہے کہ اس کی چار جلدیں ہیں.

۵۵۔ حاشیہ مولی محمد نصیر بن مولی عبداللہ بن مولی محمد تقی مجلسی، ریاض العلماء میں کہا "له تعليقات على اكثرالكتب الفقهية و الحديثية و غيرها منها على شرح اللمعة الدمشقية .

۵۶۔ حاشیہ شیخ یسین بن صلاح الدین بن علی بحرانی، انہوں نے سید نصر اللہ حائری کے جو اجازہ ۱۱۴۵ھ میں لکھا اس میں فرمایا، میں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے جس کی تکمیل کی خدا سے دعا ہے؛ أنه قد برزت جملة منها نسأل الله توفيق الاتمام.

۵۷۔ حاشیہ سید میر محمد یوسف بن میر عبدالفتاح تبریزی م۱۲۴۲ھ، وہ وحید بہبہانی وآغا محمد بیدآبادی کے شاگرد اور "رسالۃ الکر "و"رسالۃ العقاید" کے مصنف ہیں یہ سب ان کے پوتے میرزا کاظم ابن صادق بن عبدالفتاح ابن مصنف کے پاس تھیں۔

۵۸۔ حاشیہ حاشیہ آمیر ابی القاسم کبیر موسوی خوانساری م۱۱۵۸جو صاحب "الروضات" کے جد اعلی تھے.

۵۹۔ حاشیہ مولی حسین تربتی جو شروح میں بڑا حاشیہ تھا۔

۶۰۔ حاشیہ آمیر محمد صالح شہیر (میرزا صالح) جس کا نام انہوں نے " صفاء الروضۃ" رکھا.

۶۱۔ حاشیہ مفتی میر عباس، جس کا نام "التعلیقۃ الانیقۃ" ہے۔

۶۲۔ حاشیہ مولی محمد علی بن احمد قراجہ داغی م۱۳۱۰ھ، جو "الروضۃ شرح لمعہ کے حاشیے میں طبع ہوا.

۶۳۔ حاشیہ آقا محمد علی بن آقا محمد باقر ہزار جریبی جو بنام " مخزن الاسرار " تین جلدوں میں تھا۔

۶۴۔ حاشیہ شیخ علی بن لسبط، اس کا نام "الزہرات الزویۃ" یا "الزہرات الزویۃ" تھا۔

شرح لمعہ شہید ثانی کی شرحیں

۱۔ شرح الروضۃ البہیۃ، سید اسماعیل بن نجف مرندی حسینی تبریزی م۱۳۱۸ھ۔

۲۔ شرح الروضۃ البہیہ، مولی محمد تقی ہروی اصفہانی، م۱۲۹۹ھ جو بڑی تین جلدوں میں ہے، انہوں نے اپنی کتاب نہایۃ الآمال کے آخر میں اپنی تصانیف میں ذکر کیا اور اس کا نام التحفۃ النجفیہ ذکر کیا.

۳۔ شرح الروضۃ البہیہ، شیخ جواد بن شیخ عبد الحسین بن شیخ محمد حسن بن شیخ مبارک نجفی، م۱۳۱۱ھ یہ ان کے بیٹے علامہ مرحوم شیخ عبد الحسین م۱۳۶۴ کے پاس تھی.

۵۔ شرح الروضۃ البہیہ، مولی حسین تربتی نزیل سبزوار م۱۳۰۰ھ جو آخر کتاب الصوم تک ایک بڑی جلد میں تھی، جس کی ابتداء ہے :الحمد

لله الذى خلق الانسان من العدم، وعلمهمن العلوم مالا يعلم...الخ .اور وہ مؤلف کے خط کے ساتھ سید عبد اللہ برہان کے پاس سبزوار میں تھی جس میں قطعیۃ الأخبار کے قائلین کو ردّ کیا گیا انہوں نے سنۃ ۱۲۹۵ھ میں تالیف کی۔

۶۔شرح الروضۃ البہیۃ سید اِمیر محمد حسین بن اِبی القاسم خوانساری، اِستاذ سید مہدی بحر العلوم، اور متوفی ۱۱۹۱ھ .اوران کے دوسرے شاگرد محقق قمی نے اس شرح کی نماز جنازہ کی عبارت کو حل کرتے ہوئے اس پر حاشیہ لکھا جیسا کہ "الروضات" میں ہے اور اسے تعلیقات شرح اللمعۃ سے تعبیر کیا۔

۷۔شرح الروضۃ البہیہ اِمیر محمد حسین بن اِمیر محمد صالح خاتون آبادی م۱۱۵۱ھ .

۸۔شرح الروضۃ البہیہ سید شفیع جابلاقی صاحب الروضۃ البہیۃ فی الاجازۃ الشفیعیہ، اس سے شرح کتاب التجارت تک تمام ہوئی۔

۹۔شرح الروضۃ البہیہ تعلیقہ(قولہ :قولہ) کے طریقے سے تھی،سید محمد طاہر بن سید اسماعیل بن سید محمد حسین معروف بہ آغا میر ابن میر عبد الباقی موسوی دزفولی جوعلامہ اِنصاری کے داماد تھے اسی لیے ان کے بیٹے سید اِحمد متوفی۱۳۱۸ھ سبط شیخ کے عنوان سے مشہور ہوئے اور یہ لقب ان کے نواسوں میں بھی باقی رہااور وہ آل سبط شیخ سے مشہور ہیں وہ کئی جلدوں میں ہے اور آخر کتاب دیات سامراء ربیع الاول ۱۳۱۱ھ میں اس سے فارغ ہوئے اوراپنے استاد مجدد شیرزای کی وفات کے بعد نجف لوٹ آئے اور وہیں فوت ہوئے اور اس کا نسخہ مکتبہ حسینیہ تستریہ نجف میں تھا۔، اور میر عبد الباقی جد مؤلف کا ترجمہ (الاجازۃ الکبیرۃ) سید عبداللہ جزائری میں ہے .

۱۰۔شرح الروضۃ البہیہ شیخ عباس بن شیخ حسن کاشف الغطاء نجفی م ۲۸رجب ۱۳۲۳ھ اس کی دو جلدیں اِول طہارت سے وسط اِحکام حیض تک تمام ہوئیں اور اس ظاہر ہے کہ انہوں نے یا شرح اپنے استاد مجدد شیرزای کے حکم سے لکھی۔

۱۱۔ شرح الروضۃ البہیہ شیخ علی بن محمد بن حسن بن زین الدین شہید ثانی م۱۱۰۴ھ، جسے الزہرات الزویۃ کا نام دیا۔

۱۲۔ شرح الروضۃالبہیہ سید علی بن سید محمد بن سید حسن ابن سید محسن اِعرجی کاظمی معاصر بزرگ تہرانی اس کی کتاب حج تک تین جلدیں تمام ہوئیں۔

۱۳۔ شرح الروضۃ البہیہ آغا محمد علی کرمانشاہی صاحب (المقامع) و فرزند استاذ اکبر آغا باقر وحید بہبہانی۔

۱۴۔ شرح الروضۃ البہیہ آغا محمد علی بن آغا محمد باقر ہزار جریبی، جو محقق قمی کے شاگرد اور وباء کی وجہ سے قمشہ نواحی اصفہان میں م ۱۲۴۵ھ میں شہید ہوئے.

۱۵۔ شرح الروضۃالبہیہ جو مبحث القبلہ والوقت سے خاص ہے شیخ میرزا محمد علی بن مولی نصیر جہاردہی رشتی نجفی م ۱۳۳۳ھ جو ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوا.

۱۶۔ شرح الروضۃالبہیہ فاضل ہزارجریبی مولی محمد کاظم ابن مولی محمد شفیع حائری جو وہاں محلّہ نقیب میں رہتے تھے اور ۱۲۳۸ھ کو فوت ہوئے اور وحید بہبہانی کے شاگرد تھے انکی بہت سی تصانیف ہیں جو ان کی اکلوتی بیٹی کو پہنچیں اور بعض معمرین نے بیان کیا کہ وہ اپنے استاد وحید کے ساتھ مدفون ہیں.

۱۷۔ شرح الروضۃالبہیہ مولی محمد کاظم بن محمد صادق کاشانی اصفہانی م ۱۲۷۳ھ.

۱۸۔ شرح الروضۃالبہیہ سید محمد سیوشانی بیر جندی، اور انکے ہم وطن مصنف بیر جندی بغیہ الطالب میں کہا کہ میں نے اسے دیکھا.

۱۹۔ شرح الروضۃالبہیہ شیخ محمد بن شیخ یوسف بن جعفر ابن علی بن الحسین بن محیی الدین بن عبداللطیف جامعی عاملی م۱۲۱۸ھ، وہ شرح مزجی ہے اسے شرح اللمعتین کہا جاتا ہے: الحمد للہ الذی فقھنا فی الدین...الخ .جو وسط مبحث الوضوء تک ایک جلد میں تمام ہوئی جو مکتبہ شیخ قاسم محیی الدین، نجف میں موجود تھی.

۲۰۔شرح الروضۃالبہیہ علامہ میرزا مسیح بن محمد سعید رزای طہرانی م ۱۲۶۳ھ وہ کئی جلدوں میں بڑی شرح ہے، جس کی ایک جلد اِول تجارت سے وسط احیاء موات تک مکتبہ مدرسہ فاضل خان میں موجود تھی.

۲۱۔شرح الروضۃ البہیہ، علامہ سید مہدی قزوینی حلی،م۱۳۰۰ھ محدث نوری نے المستدرک میں فرمایا کہ وہ تمام نہیں ہوئی۔

۲۲۔شرح الروضۃ البہیہ علامہ شیخ مہدی ملا کتاب نجفی، جو اس سے ۱۲۲۷ھ میں فارغ ہوئے، وہ نجف میں سید عبد الرزاق حلوم ۱۳۳۷ھ کی کتابوں میں موجود تھی اور انہوں نے کتاب طہارت و نماز لمعہ شرح بھی لکھی.

۲۳۔ شرح الروضۃ البہیہ آغا محمد مہدی بن محمد ابراہیم کلباسی اصفہانی، جسے سید حسن صدر نے تکملہ میں ذکر کیا

۲۴۔شرح الروضۃالبہیہ میرزا محمد نصیر بن مولی اِحمد نراقی م ۱۲۷۳ھ جو صاحب (الجواہر) کے شاگرد تھے اور وہ مبسوط شرح تھی جسے مولی حبیب اللہ کاشانی نے (لباب الألقاب) میں ذکر کیا۔

۲۵۔شرح الروضۃالبہیہ بنام تحقیق المسائل۔

۲۶۔ شرح الروضۃ البہیہ فاضل ہندی مولی بہاء الدین محمد بن تاج الدین حسن بن محمد اصفہانی م ۱۱۳۷ھ جس کا نام (المناہج السویۃ) ہے اور وہ چار جلدوں میں ہے۔

۲۷۔شرح اللمعۃ جو دس جلدوں میں آخر النکاح تک ہے شیخ فقیہ جواد ابن شیخ تقی ملا کتاب نے لکھی جو شیخ اِکبر کاشف الغطاء کے شاگرد تھے اور ان کی شرح کا نام الأنوار الغرویۃ یا مطلع الأنوار، یا الشریعۃ النبویۃ، یا المشکاۃ الغرویۃ یا مطالع الانوار ہے اور اس کی ابتداء ہے : الحمد للہ الذی ابتدع الاشیاء بلا مثال وأتقن صنعها بغیر تکلف.اور شارح نے شرف فقہ

اور اس میں تالیف کرنے کا شوق اور ذکر کیا ہے اور کہا کہ میں میں لمعہ کو مختصر اور محکم ترین کتاب دیکھا تو ان کی کئی جلدوں میں شرح لکھی.

۲۸۔۔الابانۃ المرضیہ فی شرح مبحث الوقت والقبلۃ من الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعہ الدمشقیہ، مولی فقیہ حکیم (محمد صالح بن محمد سعید خلخالی) تلمیذ حکیم ماہر مولی محمد صادق اردستانی اصفہانی(أوله الحمد لله الذى خلق الليل والنهار إلخ)تاریخ فراعنت ۱۱۹۲، تاریخ طبع ۱۳۱۳۔

۲۹۔التحفۃ الغرویۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ، فقیہ شیخ خضر بن شلال آل خدام عفکاوی نجفی جو شیخ اکبر کاشف الغطاء کے شاگرد تھے اور ۱۲۵۵ھ میں فوت ہوئے کئی بڑی جلدوں میں تدوین ہوئی جن کی تین جلدیں مکتبہ شیخ علی آل کاشف الغطاء میں ہیں کہ تیسری جلد کتاب حج میں فصل پنجم اِفعال الحج میں ہے اس کے آخر میں کہا ہے کہ یہ کتاب حج کا تیسرا جزء اور التحفۃ الغرویۃ کا دسواں جزء ہے اور انہوں نے زیارات کی شرح کو مستقل کتاب قرار دیا اور اس کا نام "اِبواب الجنان" رکھا جس سے ۱۲۴۲ھ میں فارغ ہوئے اور کتاب نماز کی جلد سے ۱۲۳۱ھ میں فارغ ہوئے کیونکہ انہوں نے بحث خلل میں کہا کہ یہ زقرت وشمرت کے فتنے کے دوران لکھ رہا ہوں جو ۲ ماہ رمضان ۱۲۳۱ھ کو پیش آیا،انہوں نے کتاب میراث اللمعۃ الدمشقیہ کی شرح میں جس کا نام التحفۃ الغرویۃ رکھا کے آخر میں فرمایا اِبواب الجنان ایسی کتاب ہے کہ ایسی کتاب زمانے میں نہیں اس کو اسی قلم سے لکھا جو امام علیؑ نے خواب میں اسے عطا کی تو جب بیدار ہوئے تو وہ قلم موجود تھی یہ ان کی کرامت ہے؛ القلم الذى أعطاه إياه أمير المؤمنين عليه السلام فى المنام فوجده بيده بعد الانتباه وذلک من كراماته قدس اللہ سرہ، اور وہ شرح میراث سے ۱۲۴۵ھ میں فارغ ہوئے اس ظاہر ہے کہ اِبواب الجنان اس تأریخ سے پہلے لکھی گئی اس میں ہے جب شرح اللمعہ بنام التحفۃ الغرویۃ کو آخر

کتاب الحج تتک پہنچایا تو نبی اکرم ﷺ اور ائمۃ علیہم السلام کی زیارتوں اور بعض ادعیہ واِعمال کا بیان مناسب سمجھا تو اِبواب الجنان لکھی جس میں ایک مقدمہ فضل مکة والمسجدین وسائر المشاهد للائمة علیهم السلام میں ہے پھر آٹھ باب؛باب اول) فضل الزیارات وآدابها،دوفصلیں، باب ثانی) متعلق مدینہ ۱۱ فصل، باب ۳؛زیارة النجف الکوفة،۱۲فصل، باب ۴،زیارة الحائر الشریف ۱۲ فصل، باب ۵؛ زیارة الکاظمیه وسامراء ۴ فصل، باب ۶ الزیارات الجماعة والاستغاثات ۷ فصل، باب۷، أعمال الشهور ۱۲ فصل، باب ۸؛النوادر، ۳فصل أدعیة الیوم واللیلة، والتعقیبات و أعمال النیروز، وبعض الادعیه والاحراز مما لا یختص بوقت خاص، الذریعہ ج۱ص۷۵۔

۳۰۔اِرجوزة فی الفقہ سید محمد بن محمد مہدی شہیر (میرزا قوام الدین) حسینی سیفی قزوینی،جس کا نام ''التحفۃ القوامیہ فی فقہ الاِمامیہ رکھا اور اس میں اللمعۃ الدمشقیہ کو اشعار میں ڈھال دیا،الذریعہ،ص ۴۹۰ج۱اور دوسری جگہ بزرگ تہرانی نے فرمایا: التحفۃ القوامیہ فی فقہ الامامیہ، اِرجوزۃ فی نظم اللمعۃ الدمشقیہ سید فقیہ ادیب ماہر میرزا قوام الدین محمد بن محمد مہدی حسینی سیفی قزوینی جنہوں نے بہت سے ارجوزے لکھے اور انہوں علامہ مجلسی نے اجازہ دیا تھا ۱۱۰۷ھ میں اور وہ شیخ جعفر قاضی م ۱۱۱۵ھ کے شاگرد تھے اور خود ۱۱۵۰ھ میں فوت ہوئے جیسا کہ سید عبد اللہ تستری نے اجازہ کبیرہ میں لکھا اور وہ بہترین روان عبارتوں میں پوری فقہ کام منظومہ ہے اسے شاہ سلطان حسین صفوی کے نام لکھا اور پرانے زمانے میں وہ ایران میں الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ کے حاشیے میں طبع ہوا اور اسے ینابیع الحکمۃ فی شرح نظم اللمعۃ کے عنوان سے حرف یاء میں ذکر کیا۔

۳۱۔الانوار الغرویۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ، جو آخر نکاح تک دس جلدوں میں لکھی گئی شیخ محمد جواد ابن شیخ تقی بن محمد شہیر (ملا کتاب) احمدی بیاتی نجفی الذریعہ ص۴۳۶ ج۲۔

۳۲۔التحفۃ الرضویۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ سید محمد بن میرزا معصوم رضوی مشہدی ملقب "علم الہدی" ومعروف سید محمد القصیر جو قم ۱۲۵۵ھ میں فوت ہو پھر انہیں مشہد مقدس میں دفن کیا گیا الرضوی، ان کی شرح کئی مجلدات میں طہارت سے لباس نماز گزار تک پھر خمس واجارہ وقضاء وشہادات پر مشتمل ہے اس کی ابتداء ہے (الحمد لله الذى هدانا سبيل الفوز بالسعادةالابدية بمتابعة الشريعة السهلة السمحة الاحمدية

۳۳۔ تحقیق المسائل و تطبیق الفتاوی وتدقیق الدلایل،قولہ قولہ کے عنوان سے شرح ہے الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ کی جسے شیخ محمد تقی بن شیخ محمد کاظم ابن شیخ محمد علی بن علامہ حاج شیخ جعفر تستری نے تین بڑی مجلدات میں لکھا تیسری جلد کتاب الوصیت سے آخر الدیات تک ہے۔

۳۴۔ترجمۃ الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ فارسی، سید امیر ابی طالب بن میرزا بیگ فندرسکی وسبط امیر ابی القاسم موسوی شہیر (میر فندرسکی حکیم عارف متألہ) جو ۱۰۵۰ھ میں فوت ہوئے اور "ریاض العلماء" میں ان کے جدمادری فندرسکی حکیم کے تعارف میں ان کی کتابوں میں ان کو ذکر کیا۔

۳۵۔ترجمۃ اللمعۃ الدمشقیہ فارسی سید مہدی بن سید حیدر کشمیری م۱۳۰۹۔

۳۶۔التعلیقۃ الانیقۃ حاشیہ علی الروضۃ البہیہ فی شرح" اللمعۃ الدمشقیہ" سید مفتی میر محمد عباس موسوی تستری لکھنوی م۱۳۰۶ھ جو ہند میں طبع ہوا۔

۳۷۔الحدیقۃ النجفیہ تعلیقات علی" الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ" شرح مبسوط مولی محمد تقی بن حسین علی ہروی اصفہانی م۱۲۹۹ھ۔

۳۸۔الدرۃ الغریۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ، مولی عبدالکریم بن محمد باقرابن عبدالکریم سلماسی اس کی پہلی جلد کبیر کتاب طہارت کی شرح ہے اس کی ابتداء میں ہے؛ اللھم انی احمدک حمدا تطھرنی بہ عن ارجاس الذنوب وتزکینی عن ادناس العیوب، جو ۱۲۵۰ھ میں تمام ہوئی۔ مصنف شیخ علی بن شیخ جعفر کاشف الغطاء کا شاگرد تھااور انہوں نے مصنف کو اجازہ اجتہاد بھی دیا تھا۔

۳۹۔ الدررالایتام اس منظومہ میں اللمعۃ الدمشقیہ کی ترتیب سے اقتباس کیا گیا شیخ علی شریعتمدار مؤلف دررالأحکام۔

۴۰۔ شرح خطبہ اللمعۃ شیخ مولی ہادی لبنانی صاحب (شرح الخطبۃالزینبیہ)۔

۴۱۔ شرح خطبہ لمعہ دمشقیہ شیخ احمد بن صالح آل طعان بحرانی م۱۳۱۵ھ۔

۴۲۔ الخیارات، مبسوط،استدلالی مع بعض مسائل بیع؛ شرح علی اللمعۃالدمشقیہ، شیخ علی بن شیخ جعفر کاشف الغطاء نجفی م ۱۳۵۳ھ اور یہ طہران میں چھپ چکی ہے۔

شرح لمعہ کے عنوان سے شروح

۱۔ شرح اللمعۃالدمشقیہ، یہ مزجی شرح ہے سید فاضل معاصربزرگ تہرانی سید حسن ابن سید محمد باقرملقب (حاج آقا میر) م۲۶رجب ۱۳۸۰ھ در کربلا.

۲۔ شرح اللمعہ الدمشقیہ بنام التحفۃالرضویۃ مولی محمد حسن ابن معصوم رضوی مشہدی۔

۳۔ شرح اللمعۃ شیخ حسین ابن شیخ جواد ملا کتاب ابن شیخ تقی ملا کتاب جو ان کے والد کی شرح کا تتمہ ہے اس کی ایک جلد عقد نکاح فضولی تک تمام تھی تو انہوں نے آخر نفقات تک بڑی جلد میں مکمل ہوئی ۱۲۸۸ھ دوسری طلاق وخلع ووقف وعطیہ کے متعلق تھی جس سے ۱۲۹۳ھ میں فارغ ہوئے، ایک جلد قضاء وشہادات میں ہے جس سے ۱۲۸۵ھ میں فارغ ہوئے اور وہ ان کے والد کی شرح کی طرح بڑی شرح ہے۔

۴۔ شرح اللمعۃ بنام التحفۃ الغرویۃ شیخ خضر شلال۔ ۵۔ شرح اللمعۃ بنام العدۃ النجفیہ شیخ محمد رضا نجف والد شیخ محمد طہ نجف

۶۔ شرح اللمعۃ چھ چھوٹی جلدیں جو کتاب طلاق تک ہیں، سید محمد رضا ابن آیۃ اللہ سید محمد مہدی بحر العلوم طباطبائی۔

۷۔ شرح اللمعتین، جو شرح الروضۃ البہیہ ہے۔

۸۔ شرح اللمعۃ شیخ علامہ شیخ سلیمان بن احمد آل عبد الجبار قطیفی م ۱۲۷۰ھ۔

۹۔ شرح اللمعۃ، شیخ علی بن حسین خیقانی صاحب التعلیقۃ علی الفوائد الرجالیہ تین بڑی جلدیں۔

۱۰۔ شرح اللمعۃ سید علی بن ابراہیم بن علی بن ابراہیم بن ابی شبانہ بحرانی تلمیذ شیخ سلیمان ماحوزی، شرح مفصل

۱۱۔ شرح اللمعۃ شیخ علی ابن شیخ الاکبر کاشف الغطاء ۱۲۵۳ھ، دو جلدیں پہلی میں بعض مباحث بیع اور دوسری میں خیارات۔

۱۲۔ شرح اللمعۃ، شیخ علی بن محمود طبسی۔

۱۳۔ شرح اللمعۃ، سید محمد بن میرزا معصوم رضوی مشہدی معروف بہ (سید محمد قصیر) م ۱۲۵۳ھ، در بحث لباس مصلی والخمس واجارۃ وقضاء وشہادات، بنام التحفۃ الرضویۃ۔

۱۴۔ شرح اللمعۃ شیخ معز الدین تونی معاصر شہید ثانی جس کا نسخہ مشہد الامام الرضا علیہ السلام میں ہے اس کے مالک سید محمد علی سبزواری نے ذکر کیا ہے.

۱۵۔ شرح اللمعۃ آقا محمد مہدی ابن حاج محمد ابراہیم کلباسی م ۱۲۹۲ھ، اس کی ایک جلد کتاب طہارت میں ظاہر ہوئی جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب عیون الاصول مین ذکر کیا جسے ۱۲۵۶ھ میں تالیف کیا۔

۱۶۔ شرح اللمعۃ شرح مزج، شیخ مہدی بن حسین بن محمد ملا کتاب بیاتی نجفی چچازاد شیخ جواد بن ملا تقی ملا کتاب ان کی بھی شرح لمعہ ہے، لیکن شرح شیخ جواد دس جلدوں میں بہت بڑی ہےاس کے باوجود وہ نکاح فضولی سے آگے نہیں اور کئی جلدوں میں ان کے بیٹے شیخ حسین اسے مکمل کیا جبکہ شرح شیخ مہدی مکتبہ شیخ علی کاشف الغطاء میں تھی اس کی پہلی جلد طہارت سے لیکر کنویں سے ڈول نکالنے کی مقداروں تک تھی اوراس ک ابتداء ہے؛ الحمد لله رب العالمین، اور شیخ حسین ابن شیخ جواد نے اس پر لکھا کہ اس کی ایک دوسری جلد بھی ہے جو نماز کے متعلق ہے جو بعض طلبہ نے ان کی شرح زبدۃالاصول کے ساتھ مستعار لی اور ایک جلد نماز کے متعلق اسی مکتبہ میں ہے جو مولف کے خط سے ہے اور شیخ مہدی حج سے لوٹتے ہوئے نجد میں فوت ہوئے اور انہیں نجف لاکر دفن کیا گیا۔

۱۷۔ شرح بحث وقت و قبلہ از الروضۃالبہیہ مولی علی قلی بن محمد خلخالی جو بعنوان حاشیہ ذکر ہوئی اور الابانۃ المرضیہ فی شرح الوقت والقبلۃ من اللمعۃ الدمشقیۃ مولی محمد صالح بن محمد سعید خلخالی بعنوان قولہ قولہ بھی مذکور ہے

۱۸۔ شرح الوقت والقبلۃاز الروضۃعلامہ میرزا محمد علی مدرس جہاردہی رشتی نجفی م ۱۳۳۳ ھ جو ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئی۔

۱۹۔ شرح الوقت والقبلۃ من الروضۃ، سید محمد مہدی بن محمد جعفر موسوی،انہوں نے اپنی مطبوعہ کتاب (خلاصۃالاخبار) کے آخر میں ذکر کیا۔

۲۰۔ الشریعۃالنبویۃ فی شرح اللمعۃالدمشقیہ، شیخ جواد ابن شیخ تقی ملا کتاب نجفی اس کی چند جلدیں ہیں جنہیں بزرگ تہرانی سے بعنوان الانوار الغرویۃ نقل کیا۔

۲۱۔ صفاء الروضۃ حاشیہ علی (الروضۃالبہیۃ) فی شرح (اللمعۃالدمشقیۃ) سیدامیر محمد صالح ابن حسن حائری موسوی شہیر (میرزا صالح عرب)ان کے والد سید حسن داماد کے لقب سے معروف تھے کیونکہ وہ میر سید علی صاحب (الریاض) طباطبائی حائری کے داماد تھے اور میرزا

صالح کربلا سے قسطنطنیہ گئے اور وہاں سے تہران میں ساکن ہوئے ناصرالدین شاہ کے زمانے میں لوٹے تو سید اسماعیل بہبہانی والد سید عبداللہ بہبہانی شہید کی بیٹی سے شادی کی۔

۲۲۔العدۃ النجفیہ شرح علی (اللمعۃ الدمشقیۃ)۹ جلدوں میں کتاب خمس تک مبسوط شرح ہے شیخ محمد رضا بن شیخ محمد بن حاج نجف تبریزی نجفی،جد شیخ محمد طاہا نجف .کتاب اعتکاف تک ۹ جلدیں۔

۲۳۔الغرۃ الغرویۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ) مولی علی معاصربزرگ تہرانی. دو جلدیں کتاب نماز سمیت مدرسہ سید بروجردی نجف میں وقف کی گئی تھیں۔

۲۴۔ "المناہج السویۃ فی شرح الروضۃ البہیۃ " فاضل ہندی، مولی بہاء الدین محمد بن تاج الدین حسن اصفہانی، صاحب "کشف اللثام "کہ انہوں نے اپنی کتاب اللالی العبقریۃ فی شرح العینیہ الحمیریۃ کے شروع میں فرمایا: مجھے بعض دینی بھائیوں نے سید اسماعیل بن محمد حمیری کے قصیدے کی شرح لکھنے کی درخواست کی حالانکہ مین شرح لمعہ کے حواشی اور تعلیق میں مصروف تھا،۔۔۔ مع اشتغالی بما لا احصیه من الاشغال وانحصاری فیها بحیث لم یبق مجال للتجوال واعظمها واهما واشغلها للاوقات ما اعلقه علی" الروضة البهیة فی شرح اللمعة الدمشقیة فی فقه الامامیة " الذی سمیته بـ"المناهج السویة فی شرح الروضة البهیة "-

۲۵۔ مخزن الاسرار الفقہیہ، حاشیہ علی " الروضۃ البہیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ " مولی فقیہ آقا محمد علی بن آقا محمد باقر ہزار جریبی تلمیذ محقق قمی "التکملۃ" مین ہے کہ میں نے اس بہتر فقہ کی کتاب اپنے علماء کی نہیں دیکھی رأیتها و ما رأیت أحسن منها فی الفقه فی کتب أصحابنا علی الاطلاق-

۲۶۔مشکاۃ الغرویۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ اس کا تیسرا جزء امامت اِبرص واِجزم میں ہے مولف اس سے جمادی اِولی۱۲۴۱ھ میں فارغ ہوئے وہ سید عبدالحسین حجۃ کے پاس کربلاء میں ہے اور مؤلف شیخ جواد بن تقی ملا کتاب بیانی نجفی ہے ان کی شرح دس جلدوں میں آخر نکاح ہے بعض سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اس کا نام الاَنوار الغرویہ رکھا اور بعض دیگر جلدوں سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اس کا نام الشریعۃالنبویۃ رکھا پہلی جلد طہارت کی ابتداء سے وضوء کے وسط تک بعنوان المشکاۃالغرویۃ ہے۔

۲۷۔ المنحۃ السنیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ سید محمد بن سید ہاشم ہندی نجفی،م ۱۳۲۳ھ، شرح مزجی لیکن ناقص ہے کیونکہ کتاب طہارت کے اس مسئلے تک پہنچی کہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو کیا حکم ہے۔

۲۸۔المواہب العلیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ میرزا اِبی تراب قزوینی حائری،(میرزاآقا)،جو صاحب الضوابط اور صاحب الجواہر کے شاگرد تھے اس کی تیرھویں جلد قرض کے متعلق ہے مولف اس سے ۱۲۴۰ھ میں فارغ ہوا اور چودھویں جلد رہن اور پندرھویں جلد حجر وضمان کے بارے میں ہے یہ سب اسی سال میں لکھی اور کتاب ضمان سے مسجد کوفہ میں فارغ ہوئے یہ سب ان کے خط سے شیخ مہدی ابن شیخ محمد تقی بن شیخ علی شیخ رئیس خراسانی حائری کے پاس موجود تھیں۔

۲۹۔المواہب القدسیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ شیخ جواد ملا کتاب جیسا کہ انہوں نے کتاب متاجر کی جلد کے شروع میں لکھا منہ لیکن اسی متاجر کے دوسرے نسخہ میں المواہب کے بدلے منیہ الالباب لکھا ہے ظاہر ہے کہ یہ کاتبین کی کارگزاری ہے حقیقت میں اس کا نام الاَنوار الغرویہ ہے۔

۳۰۔الہدایۃالسنیہ فی شرح الروضۃالبہیہ فی شرح اللمعۃالدمشقیہ۔

۳۱۔ شرح الروضۃ سید ہادی بن ابی الحسن رضوی کشمیری لکھنوی نجفی، متوفی ۲ صفر ۱۳۵۷ھ جنہیں باب طوسی کے ساتھ ملے ہوئے دروازے میں صحن کے دائیں طرف دفن کیا گیا۔

۳۲۔ درۃ الصدف فی نظم الطہارۃ والصلاۃ من اللمعۃ الدمشقیہ، شیخ فرج بن حسن آل عمران قطیفی، انہوں نے اسے ۱۳۵۸ھ میں نظم کیا اور اس کی ابتداء میں ہے؛ احمد ربی منشئ العوالم * مصليا على الرسول الخاتم

۳۳۔ الدرر المضیہ فی شرح الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ، شیخ حسین بن احمد بن محمد آل سمیسم لامی نجفی م ۱۳۴۰ھ شرح کئی جلدوں میں ہے اس کی ابتداء انہوں نے ربیع الاول ۱۳۲۵ھ میں کی اور انتہاء ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۲۷ھ میں کی اور یہ ان کے بیٹے شیخ علی سمیسم کے پاس نجف اشرف میں تھی۔

جدید شروح وحواشی

یہاں تک ان حواشی اور شروحات کا ذکر کیا گیا جنہیں بزرگ تہرانی نے الذریعہ میں بیان فرمایا اور دیگر نسخہ شناس ماہرین تراجم علماء نے ان کے تذکروں میں انہیں جگہ دی لیکن ان کے بعد بہت سی شروحات سامنے آئی ہیں جن کا اجمالی تذکرہ فائدے سے خالی نہیں؛

۱۔ الزبدۃ الفقہیہ فی شرح الروضۃ البہیہ، سید محمد حسن ترحینی عاملی، یہ شرح نسبتا استدلالی روش پر لکھی گئی ہے اس میں احادیث کو پیش کیا گیا اور ان کی صحت و سقم کا حکم بھی لگایا گیا ہے، یہ کتاب ۹ جلدوں میں کئی بار طبع ہوئی ہے اور عربی دان طبقہ کے لیے قابل استفادہ ہے ۔

۲۔ النضید فی شرح روضۃ الشہید، یہ فارسی شرح جس کی ۲۲ جلدیں ابھی تک منصہ شہود پر آچکی ہیں اور ابھی تک یہ بحث نکاح وطلاق کے آخر تک پہنچی ہے اس میں عبارت شہید ثانی کی سنگین کو حل کرنے کی ضمانت اور جدید نکات پیش کیے گئے ہیں لیکن مصنف نے پہلی جلد کی

ابتداء میں کہہ دیا ہے کہ ان کا مقصد تحقیق واستدلال کو پیش کرنا نہیں بلکہ حل عبارت شہید مد نظر ہے ان کے اسی مقدمے سے ظاہر ہے کہ انہوں نے پہلے عربی میں حواشی لکھے تھے جن کو فارسی شرح میں تدوین کیا ہے۔

۳۔المباحث الفقھیہ فی شرح روضۃ الشھید، یہ فارسی شرح جس کی کل ۳۰ جلدیں ہیں سید محمد جواد ذہنی تہرانی کے علمی قلم کا نتیجہ ہیں اس میں عبارت کا ترجمہ شرح، ضمیروں کے مرجع کی تشخیص اور احادیث سے احکام پر شواہد پیش کیے گئے۔

۴۔الروضۃالبھیہ فی شرح اللمعۃالدمشقیہ جو سید محمد کلانتر کے تحت اشراف علمی حواشی سے مزین ۹ جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور علمی حلقوں میں داد تحسین وصول کرچکی ہے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے صرف عربی دانوں کے لیے قابل استفادہ ہے۔

۵۔ترجمہ وشرح نموداری دکتر حمید سرائی جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور نسبتاجدید طریقہ تالیف کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے بہر حال مفید شروح میں شمار ہوتی ہے اور علمی کتاب خانوں کی زینت ہے۔

۶۔ترجمہ فارسی شرح لمعہ دکتر علی شیروانی و محمد مسعود عباسی، یہ کتاب چند جلدوں میں مکرر طبع ہوئی ہے۔

۷۔الجواہر الفخریہ فی شرح الروضۃالبھیہ، یہ عربی زبان میں حواشی پر مشتمل کتاب جو ۱۶ جلدوں میں طبع ہوئی ہے استاد وجدانی فخر کے دروس اور ان کے تجربہ تدریس کا نچوڑ ہے اس لیے طلبہ دینیہ میں مشہور ہوئی ہے۔

۸۔النجعہ فی شرح اللمعہ جو محمد تقی تستری کی تحقیقات علمیہ کا نتیجہ ہے فقط شہید اول کی لمعہ کی شرح ہے پہلے یہ کتاب حواشی کی صورت میں تھی بعد میں انہوں نے اسے مفصل شرح میں بدل دیا اور اس میں احادیث سے بکثرت استشہاد کیا گیا اور قدماء کے اقوال پر بحث کی گئی ہے۔

۹۔اس کے علاوہ لمعہ اور شرح لمعہ کے حقوق و قضاوت کے نصابوں میں داخل ہونے کی وجہ سے اسلامی جمہوریہ ایران کی یونیورسٹی کے اساتذہ کی طرف سے بھی اس پر قابل قدر کام ہوا ہے جن میں فقہ استدلالی ترجمہ فارسی تحریر الروضہ فی شرح اللمعہ جو علی رضا امینی اور محمد رضا آیتی نے تالیف کی اس کا ترجمہ مہدی دار مرزی سے کیا۔

۱۰۔زبان اردو میں شرح لمعہ کی کتاب طہارت کا ترجمہ کئی سال پہلے اثیر جاڑوی شہید نے کیا تھا جسے بعض مدارس پاکستان کے کتاب خانوں میں زینت نصیب ہوئی لیکن شہید کی سعادت اخروی کے قریب ہونے کی وجہ سے یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

۱۱۔ حال ہی میں استاد بزرگوار مولانا موسی بیگ نجفی کا النضید کی پہلی جلد کا ترجمہ جو کتاب طہارت پر مشتمل ہے منصہ شہود پہ آیا ہے جو نہایت قابل قدر اقدام ہے خدا انہیں اس کی تکمیل کی توفیق اور طول عمر عطا فرمائے۔

۱۲۔ چند سال پہلے اپنے احباب کے جذبہ تحقیق کو دیکھتے ہوئے موضوع کو مشخص کیا گیا اور ان کے ساتھ ملکر شرح لمعہ کی ایک علمی اور تحقیقی شرح پر کام شروع کیا گیا جس میں عبارتوں اور ضمیروں کے حل کے علاوہ استدلالی پہلو پر خصوصی توجہ دی جائے لیکن وہ کوشش بہت جلد ان احباب کی شبانہ روز کی مصروفیات کے سبب ترک ہو گئی مگر چونکہ اس کی تکمیل کا بہت شوق تھا؛اس کام کو آہستہ آہستہ جاری رکھا اس کے لیے مواد جمع کرتا رہا اور اس انتظار میں تھا کہ مجھے اس کے مکمل کرنے کی توفیق الٰہی مل جائے یہاں تک کہ اس کے کچھ مقدمات غیب سے فراہم ہوگئے اور میں نے اسے اپنے بے سلیقہ ہاتھوں سے جمع کر کے اسی نام کے ساتھ لگا دیا جو سالوں پہلے معین ہوا تھا یعنی (**جودة التحقیق فی شرح روضة الشہید**)،اس تحقیق میں درج ذیل خصوصیات اور امتیازات کو مدّنظر رکھا گیا ہے:

۱۔ شرح لمعہ شہید ثانی کے متن اور عبارتوں کی معتبر نسخوں سے تصحیح اور اعراب گزاری کی گئی۔

۲۔اس میں کوشش کی گئی کہ جدید فتاوی سے تقابل کیا جائے اور دور حاضر کے طلبہ کے لیے مفید ہو۔

۳۔اس میں ابحاث کی تکمیل اور دیگر متعلقہ فروع کو ذکر کیا گیا۔

۴۔ استدلال کے مورد میں معتبر ادلہ کا انتخاب کیا گیا اور دیگر ادلہ کے ضعف کو بیان کیا گیا ہے۔

۵۔جدید روش تحقیق کے تقاضوں کے مطابق فہرست اور عنوان بندی کی گئی ہے۔

۶۔فقہ اسلامی کے اختلافی مسائل میں سب کی ادلّہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ ایسے امور ہیں کہ طلبہ اور اس کتاب کو دیکھنے والوں کے لیے شرح لمعہ کو نہایت آسان فہم کردیں گے لیکن عبارتوں کی تراکیب اور ان کا تکرار اساتذہ کی نگرانی میں ناگزیر ہے تاکہ کتاب کے مطالب ان کے اذہان میں نقش ہو جائیں، خدا سے دعا ہے کہ مجھے اس کی تکمیل کی توفیق عطافرمائے اور دین مبین اسلام کے احکام کی خدمت کی راہ میں اس کوشش کو قبول فرمائے وھو خیر المعین۔

فصل اول: واجب و مستحب نمازوں کی تعداد

واجب ومستحب نمازوں کی تعداد

متن شہیدین: كِتَابُ الصَّلَاةِ فُصُولُهُ أَحَدَ عَشَرَ:(الْأَوَّلُ فِی أَعْدَادِهَا)(وَالْوَاجِبُ سَبْعُ) صَلَوَاتٍ:(الْيَوْمِيَّةُ) الْخَمْسُ الْوَاقِعَةُ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، نُسِبَتْ إلَى الْيَوْمِ تَغْلِيبًا، أَوْ بِنَاءً عَلَى إطْلَاقِهِ عَلَى مَا يَشْمَلُ اللَّيْلَ(وَالْجُمُعَةُ وَالْعِيدَانِ وَالْآيَاتُ وَالطَّوَافُ وَالْأَمْوَاتُ وَالْمُلْتَزَمُ بِنَذْرٍ وَشِبْهِهِ) وَهَذِهِ الْأَسْمَاءُ إمَّا غَالِبَةٌ عُرْفًا، أَوْ بِتَقْدِيرِ حَذْفِ الْمُضَافِ فِيمَا عَدَا الْأُولَى، وَالْمَوْصُوفُ فِيهَا وَ عَدَّهَا سَبْعَةً أَسَدُّ مِمَّا صَنَعَ مَنْ قَبْلَهُ حَيْثُ عَدُّوهَا تِسْعَةً بِجَعْلِ الْآيَاتِ ثَلَاثًا بِالْكُسُوفَيْنِ . وَفِی إدْخَالِ صَلَاةِ الْأَمْوَاتِ اخْتِيَارُ إطْلَاقِهَا عَلَيْهَا بِطَرِيقِ الْحَقِيقَةِ الشَّرْعِيَّةِ، وَهُوَ الَّذِی صَرَّحَ الْمُصَنِّفُ بِاخْتِيَارِهِ فِی الذِّكْرَى وَنَفَى الصَّلَاةَ عَمَّا لَا فَاتِحَةَ فِيهَا وَلَا طَهُورَ، وَالْحُكْمُ بِتَحْلِيلِهَا بِالتَّسْلِيمِ يُنَافِی الْحَقِيقَةَ . وَبَقِيَ مِنْ أَقْسَامِ الصَّلَاةِ الْوَاجِبَةِ صَلَاةُ الِاحْتِيَاطِ وَالْقَضَاءِ، فَيُمْكِنُ دُخُولُهُمَا فِی الْمُلْتَزَمِ، وَهُوَ الَّذِی اسْتَحْسَنَهُ الْمُصَنِّفُ فِی الْيَوْمِيَّةِ، لِأَنَّ الْأَوَّلَ مُكَمِّلٌ لِمَا يُحْتَمَلُ فَوَاتُهُ مِنْهَا، وَالثَّانِی فِعْلُهَا فِی غَيْرِ وَقْتِهَا، وَدُخُولُ الْأَوَّلِ فِی الْمُلْتَزَمِ، وَالثَّانِی فِی الْيَوْمِيَّةِ، وَلَهُ وَجْهٌ وَجِيهٌ .

معنی و مفہوم: کتاب نماز[1]،اس کی گیارہ فصلیں ہیں اور پہلی فصل نماز کی تعداد کے متعلق ہے۔

---

[1]۔ نماز اسلام کی سنگ بنیاد ہے؛ جیسا کہ متواتر روایات میں وارد ہے؛امام باقرؑ نے فرمایا :بنی الاسلام علی خمسة أشياء: علی الصلاة ،والزکاة، والصوم ،والحج،والولاية؛ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے؛ نماز پڑھنا،زکات دینا، روزہ رکھنا،خانہ کعبہ کا حج کرنا،اور ہماری ولایت،ان متواتر روایات معصومینؑ کے راویوں کے نام درج ذیل ہیں؛۱۔فضیل بن یسار، ۲۔زرارہ، ۳۔ابو حمزہ ثمالی، ۴۔عبداللہ بن عجلان، ۵۔ محمد بن سالم ،۶۔ مفضل بن عمر،۷۔ محمد بن جعفر ،اور دیگر راویوں کی روایات جو معنی میں اس مطلب کو بیان کرتی ہیں؛۸۔عمرو بن حریث جس نے امام صادق کو اپنا دین سنایا،۹۔عبد الحمید بن ابی العلاء،۱۰۔عجلان ابی صالح قال: قلت لأبی عبدالله (عليه السلام) أوقفني علی حدود الإيمان ، فقال : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمدا رسول الله (صلی الله عليه وآله) ، والإقرار بما جاء من عند الله ، وصلاة الخمس ، وأداء الزكاة ، وصوم شهر رمضان ، وحج البيت ، وولاية ولينا ، وعداوة عدونا،والدخول مع الصادقين .میں نے امام صادقؑ سے عرض کی مجھے اسلام کی حدّیں بیان فرمائیں؟ فرمایا، خدا کی وحدانیت، محمد مصطفیؐ کی رسالت کی گواہی، اور جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں اس کا اقرار، پنجگانہ نماز پڑھنا،زکات دینا ، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، ہمارے دوستوں سے دوستی اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی کرنا اور سچوں کے ساتھ ہونا یہ ایمان کی حدیں ہیں۔

۱۱۔ ابی بصیرقال : سمعته يسأل أبا عبدالله (عليه السلام) عن الدين الذی افترض الله عزوجل علی العباد ، ما لا يسعهم جهله ، ولا يقبل منهم غيره، ما هو؟ فقال : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمدا رسول الله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة ، وحج البيت من استطاع إليه سبيلا ، وصوم شهر رمضان ، والولاية ؛امام صادقؑ سے اس دین کے بارے میں سوال کیا جو خدا نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے جس سے جاہل ہونا کسی کو معاف نہیں اور اس کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں ہے ؟ فرمایا: خدا کی وحدانیت ، محمد مصطفیؐ کی رسالت کی گواہی، نماز پڑھنا ،زکات دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا اس شخص پر جو وہاں جانے کی قدرت رکھتا ہو ، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور ہماری ولایت۔

۱۲۔ سلیمان بن خالد قال : قلت لأبی عبدالله (عليه السلام) : أخبرني عن الفرائض التی فرض الله علی العباد ، ما هی ؟ قال : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمدا رسول الله ، وإقام الصلوات الخمس ، وإيتاء الزكاة ، وحج البيت ، وصيام شهررمضان ، والولاية ، فمن أقامهن ، وسدد ، وقارب ، واجتنب

کل مسکر، دخل الجنة، امام صادقؑ سے اس دین کے بارے میں سوال کیا جو خدا نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے؟ فرمایا: خدا کی وحدانیت، محمد مصطفیؐ کی رسالت کی گواہی، پنجگانہ نماز پڑھنا، زکات دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور ہماری ولایت، جس شخص نے ان کو ادا کیا اور اچھے کام کرے اور خدا کی خاطر قدم اٹھائے اور نشہ آور چیزوں سے اجتناب کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۱۳۔خطب أمیر المؤمنین (علیه السلام) یوم الفطر فقال : الحمد لله الذی خلق السماوات والأرض – إلی أن قال – وأطیعوا الله فیما فرض علیکم وأمرکم به ، من إقام الصلاة ، وإیتاء الزکاة ، وحج البیت ، وصوم شهر رمضان ، والأمر بالمعروف ، والنهی عن المنکر .امام علی نے عید فطر کے دن خطبہ میں فرمایا؛اس خدا کی حمد جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا،۔۔اللہ کی ان چیزوں میں اطاعت کرو جو اس نے تم پر فرض کیں اور تمہیں ان کا حکم دیا وہ نماز پڑھنا،زکات دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور نیک کاموں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے۔

۱۴۔عبد العظیم بن عبداللہ الحسنی قال دخلت علی سیدی علی بن محمد (علیهما السلام)، فقلت : إنی أرید أن أعرض علیک دینی، فقال : هات یا أبا القاسم، فقلت : إنی أقول : إن الله واحد ـ إلی أن قال ـ وأقول : إن الفرائض الواجبة بعد الولایة : الصلاة، والزکاة، والصوم، والحج، والجهاد، والأمر بالمعروف، والنهی عن المنکر. فقال علی بن محمد (علیهما السلام) : یا أبا القاسم، هذا والله دین الله الذی ارتضاه لعباده، فاثبت علیه، ثبتک الله بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة. میں امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں اپنا دین و عقیدہ سنانا چاہتا ہوں فرمایا؛ ہاں اے ابو القاسم! عرض کی؛ میں خدا کی وحدانیت کا قائل ہوں۔۔اور ولایت کے بعد واجب فریضے یہ ہیں؛ نماز پڑھنا،زکات دینا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، جہاد کرنا، اور نیک کاموں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے، امام نے فرمایا اے ابو القاسم! خدا کی قسم یہی خدا کا دین ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا اس پر ثابت رہنا خدا تجھے دنیا اور آخرت میں اس پر ثابت رکھے۔

۱۵۔إسحاق بن إسماعیل النیسابوری، أن العالم کتب الیه ـ یعنی الحسن بن علی (علیهما السلام) ـ : إن الله لما فرض علیکم الفرائض لم یفرض [ذلک] علیکم بحاجة منه إلیه، بل رحمة منه إلیکم، لا إله إلا هو، لیمیز الخبیث من الطیب ـ إلی أن قال ـ ففرض علیکم الحج، والعمرة، وإقام الصلاة، وإیتاء الزکاة، والصوم، والولایة،امام حسن عسکریؑ نے مجھے لکھا؛ خدا نے جو فرائض تم پر فرض کیے تو وہ ان کی ضرورت نہیں

واجب نمازیں سات ہیں: ۱۔یومیہ، دن رات میں پانچ نمازیں ان کی دن کی طرف نسبت دن کو غلبہ دینے کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ دن کو دن رات سے عام وقت کے لیے بولا جاتا ہے، ۲۔جمعہ، ۳۔عید، ۴۔ آیات، ۵۔ طواف، ۶۔ میت(جنازہ)، ۷۔وہ نماز جو نذر وغیرہ (قسم) کے ذریعے واجب ہوئی ہو۔

واجب نمازوں کے نام اور انکی تعداد کی تحقیق

یہ نام یا عرف کے لحاظ سے غالبی ہیں یا ان کے شروع میں مضاف محذوف ہے اور پہلی یعنی یومیہ میں موصوف محذوف ہے، اور ان کو سات شمار کرنا شہید اول سے پہلے جو نمازوں کی تعدادیں بیان ہوئی ہیں ان سے بہتر ہے کہ بعض نے نو نمازیں بیان کیں اور نماز آیات کو تین نمازیں شمار کیا دو سورج اور چاند گرہن کی اور ایک زلزلہ (یہ محقق حلی صاحب شرائع

رکھتا تھا بلکہ اس نے تم پر اپنی رحمت کے وسیلے قرار دیئے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تاکہ اس کے ذریعے وہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کرے ۔۔ تو اس نے تم پر حج، عمرہ، نماز پڑھنا اور زکات دینا اور روزے رکھنا اور ولایت فرض کی ہے۔

۱۵۔ابی امامۃ، عن النبی ﷺ قال : أيها الناس، إنه لا نبي بعدى، ولا أمة بعدكم، ألا فاعبدوا ربكم، وصلوا خمسكم، وصوموا شهركم، وحجوا بيت ربكم، وأدوا زكاة أموالكم طيبة بها نفوسكم، وأطيعوا ولاة أمركم، تدخلوا جنة ربكم. نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے تو اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ وقت کی نماز پڑھو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اپنے رب کے گھر کی حج کرو اور اپنی جانوں کو پاک کرنے کے لیے زکات دو

۱۶۔زینب بنت علی (علیہ السلام) قالت: قالت فاطمة (عليها السلام) فى خطبتها: فرض الله الإيمان تطهيرا من الشرک، والصلاة تنزيها عن الكبر، والزكاة زيادة فى الرزق، والصيام تثبيتا للإخلاص، والحج تسنية للدين، والجهاد عزاً للإسلام، والأمر بالمعروف مصلحة للعامة؛ حضرت فاطمہ زہراءؑ نے خطبہ فدک میں فرمایا؛ خدا نے ایمان کو واجب کیا شرک سے پاک کرنے کے لیے، نماز واجب کی تکبر سے دور رکھنے کے لیے، زکات واجب کی رزق و روزی میں اضافے کے لیے اور روزے واجب کیے اخلاص کو ثابت کرنے کے لیے اور حج واجب کی دین کی سربلندی کے لیے، جہاد واجب کیا اسلام کی عزت و تکریم کے لیے اور نیکی کا حکم دینا واجب کیا سب کی مصلحت کی حفاظت کے لیے [ان روایات کے مصادر دیکھیئے؛ وسائل الشیعہ، ج۱ص ۱۳تا۲۹ح۱تا۳۹ط محققہ موسسہ آل البیتؑ]۔

)،اور نماز جنازہ کو نمازوں میں شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ اس پر نماز کے نام کو حقیقت شرعیہ سمجھتے ہیں اور اسی نظریے کی انہوں نے ذکری میں تصریح کی ہے حالانکہ جس چیز میں سورہ فاتحہ اور طہارت شرط نہ ہو اور جس کا اختتام سلام پر نہ ہو اس سے نماز کے نام کی نفی کی گئی ہے یہ بات اس پر نماز کے نام کے حقیقت شرعیہ ہونے کے مخالف ہے اور واجب نمازوں میں سے نماز احتیاط اور نماز قضاء باقی بچ گئیں تو ان کو اس نماز میں داخل کر سکتے ہیں جو نذر وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو جاتی ہیں یہ دونوں وغیرہ میں داخل ہیں اور اسی کو شہید اول نے یومیہ میں سراہا ہے کیونکہ نماز احتیاط اس کمی کو پورا کرتی ہے جس کے واقع ہونے کا احتمال ہے اور دوسری نماز قضاء اسی یومیہ کی وقت کے بعد قضاء ہے اور احتیاط کا نماز نذری وغیرہ میں اور قضاء کا یومیہ میں داخل ہونے کی بہترین وجہ موجود ہے۔

مستحب نمازوں کی تعداد اور قسمیں

(وَالْمَنْدُوبُ) مِنْ الصَّلَاة (لَا حَصْرَ لَهُ) فَإِنَّ الصَّلَاةَ خَيْرُ مَوْضُوعٍ، فَمَنْ شَاءَ اسْتَقَلَّ وَمَنْ شَاءَ اسْتَكْثَرَ(وَ أَفْضَلُهُ الرَّوَاتِبُ) الْيَوْمِيَّةُ الَّتِي هِيَ ضِعْفُهَا (فَلِلظُّهْرِ ثَمَانِ) رَكَعَات (قَبْلَهَا، وَلِلْعَصْرِ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ قَبْلَهَا، وَلِلْمَغْرِبِ أَرْبَعٌ بَعْدَهَا، وَلِلْعِشَاءِ رَكْعَتَانِ جَالِسًا) أَيْ الْجُلُوسُ ثَابِتٌ فِيهِمَا بِالْأَصْلِ لَا رُخْصَةً، لِأَنَّ الْغَرَضَ مِنْهُمَا وَاحِدَةٌ لِيُكْمِلَ بِهَا ضِعْفَ الْفَرِيضَةِ، وَهُوَ يَحْصُلُ بِالْجُلُوسِ فِيهِمَا، لِأَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ مِنْ جُلُوسٍ ثَوَابُهُمَا رَكْعَةٌ مِنْ قِيَامٍ . (وَيَجُوزُ قَائِمًا) بَلْ هُوَ أَفْضَلُ عَلَى الْأَقْوَى لِلتَّصْرِيحِ بِهِ فِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ وَعَدَمِ دَلَالَةِ مَا دَلَّ عَلَى فِعْلِهِمَا جَالِسًا عَلَى أَفْضَلِيَّتِهِ، بَلْ غَايَتِهِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْجَوَازِ، مُضَافًا إلَى مَا دَلَّ عَلَى أَفْضَلِيَّةِ الْقِيَامِ فِي النَّافِلَةِ مُطْلَقًا وَمَحَلُّهُمَا (بَعْدَهَا) أَيْ بَعْدَ

الْعِشَاءِ، وَالْأَفْضَلُ جَعْلُهُمَا بَعْدَ التَّعْقِيبِ، وَبَعْدَ كُلِّ صَلَاةٍ يُرِيدُ فِعْلَهَا بَعْدَهَا. وَاخْتَلَفَ كَلَامُ الْمُصَنِّفِ فِي تَقْدِيمِهِمَا عَلَى نَافِلَةِ شَهْرِ رَمَضَانَ الْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَتَأْخِيرِهِمَا عَنْهَا، فَفِي النَّفْلِيَّةِ قَطْعٌ بِالْأَوَّلِ،وَفِي الذِّكْرَى بِالثَّانِي، وَظَاهِرُهُ هُنَا الْأَوَّلُ نَظَرًا إِلَى الْبَعْدِيَّةِ، وَكِلَاهُمَا حَسَنٌ.

(وَثَمَانِ) رَكَعَاتٍ صَلَاةُ (اللَّيْلِ، وَرَكْعَتَا الشَّفْعِ) بَعْدَهَا، (وَرَكْعَةُ الْوَتْرِ، وَرَكْعَتَا الصُّبْحِ قَبْلَهَا) هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ رِوَايَةً وَفَتْوَى، وَرُوِيَ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ بِإِسْقَاطِ الْوَتِيرَةِ، وَتِسْعٌ وَعِشْرُونَ وَسَبْعٌ وَعِشْرُونَ بِنَقْصِ الْعَصْرِيَّةِ أَرْبَعًا، أَوْ سِتًّا مَعَ الْوَتِيرَةِ، وَحُمِلَ عَلَى الْمُؤَكَّدِ مِنْهَا لَا عَلَى انْحِصَارِ السُّنَّةِ فِيهَا.

مستحب نمازیں بے شمار ہیں، کیونکہ نماز بہترین چیز ہے جو چاہے کم پڑھے اور جو چاہے زیادہ پڑھے اور ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مستحب نماز راتبہ؛ یہ نوافل میں افضل ہیں ار روزانہ کی واجب نمازوں سے دوگنا ہیں پس نماز ظہر سے پہلے ۸ رکعت، نماز عصر سے پہلے ۸ رکعت، نماز مغرب کے بعد ۴ رکعت، نماز عشاء کی ۲ رکعت بیٹھ کر پڑھے کہ انہیں بیٹھ کر پڑھنا اصل میں ثابت ہے نہ یہ فقط چھوٹ ہو، کیونکہ ان کی غرض ایک رکعت ہے تاکہ فریضہ نمازوں کے دوبرابر نوافل پورے ہوں اور وہ انہیں بیٹھ کر پڑھنے سے حاصل ہونگے کیونکہ بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا ثواب میں کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھنے کے برابر ہے اور انہیں کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہے بلکہ قوی تر قول یہ ہے کہ یہی افضل ہے، کیونکہ بعض روایات میں اس کی افضیلت کی تصریح ہے اور انہیں بیٹھ کر پڑھنے افضیلت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ دلالت بیٹھ کر پڑھنے کا جواز ہے مزید یہ کہ روایات میں بطور مطلق نافلہ کو کھڑے ہو کر پڑھنے کی افضیلت موجود ہے اور ان کو نماز عشاء کے فریضہ کے بعد پڑھے اور افضل یہ ہے کہ

انہیں تعقیبات کے بھی بعد پڑھے اور ہر اس نماز کے بھی بعد جو فریضہ عشاء کے بعد پڑھنا چاہیے لیکن مصنف کا کلام اس میں مختلف ہے کہ ماہ رمضان کے نوافل جو نماز عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان سے پہلے اس کو پڑھے یا ان کے بعد، نفلیہ میں انہیں پہلے پڑھنے کا یقین کیا ہے اور ذکری میں انہیں بعد میں پڑھنے کا یقین کیا اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ انہیں پہلے پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ کہا ہے کہ نماز عشاء کے بعد پڑھے اور دونوں ہی بہتر ہیں،اور ۸ رکعت نماز شب، ۲ رکعت نماز شفع نوافل شب کے بعد اور ا رکعت نماز وتر اور نماز صبح کی ۲ رکعتیں فریضہ صبح سے پہلے مستحب ہے، نوافل یومیہ کی یہ تعداد روایت اور فتوی کے لحاظ سے مشہور ہے اور نماز عشاء کے نافلہ (وتیرہ) کو چھوڑ کر ۳۳ رکعت نوافل کی روایت بھی ہے اور ۲۹ رکعت اور ۲۷ رکعت بھی کہ ان میں عصر کے چار رکعت نوافل کو چھوڑا یا چھ رکعت کو نماز عشاء کے نافلہ کے ساتھ اور ان سے مراد یہ لیا گیا کہ ان باقی کی تاکید زیادہ ہے نہ یہ کہ نوافل انہی میں منحصر ہیں۔

۲۔ مستحب نماز غیر راتبہ،جو بے شمار ہیں۔

سفر میں مستحب نمازوں کا ساقط ہونا

(وَفِی السَّفَرِ وَالْخَوْفِ)الْمُوجِبَیْنِ لِلْقَصْرِ (تَنْتَصِفُ الرُّبَاعِیَّةِ، وَتَسْقُطُ رَاتِبَةُ الْمَقْصُورَةِ) وَلَوْ قَالَ رَاتِبَتُهَا کَانَ أَقْصَرَ،فَالسَّاقِطُ نِصْفُ الرَّاتِبَةِ سَبْعَ عَشْرَةَ رَکْعَةً، وَهُوَ فِی غَیْرِ الْوَتِیرَةِ مَوْضِعُ وِفَاقٍ، وَفِیهَا عَلَی الْمَشْهُورِ، بَلْ قِیلَ إنَّهُ إجْمَاعِیٌّ أَیْضًا.وَلَکِنْ رَوَی الْفَضْلُ بْنُ شَاذَانَ عَنْ " الرِّضَا " عَلَیْهِ السَّلَامُ عَدَمَ سُقُوطِهَا، مُعَلِّلًا بِأَنَّهَا زِیَادَةٌ فِی الْخَمْسِینَ تَطَوُّعًا، لِیَتِمَّ بِهَا بَدَلُ کُلِّ رَکْعَةٍ مِنْ الْفَرِیضَةِ رَکْعَتَیْنِ مِنْ التَّطَوُّعِ، قَالَ الْمُصَنِّفُ فِی الذِّکْرَی : وَهَذَا قَوِیٌّ لِأَنَّهُ خَاصٌّ وَمُعَلَّلٌ، إلَّا أَنْ یَنْعَقِدَ الْإِجْمَاعُ عَلَی خِلَافِهِ.وَنَبَّهَ بِالِاسْتِثْنَاءِ عَلَی دَعْوَی

ابْنِ إدْرِيسَ الْإِجْمَاعَ عَلَيْهِ، مَعَ أَنَّ الشَّيْخَ فِى النِّهَايَةِ صَرَّحَ بِعَدَمِه، فَمَا قَوَّاهُ فِى مَحَلِّه .

سفر میں واجب ۴ رکعتی نمازیں نصف ہو جاتی ہیں اور جو واجب نمازیں قصر ہوں ان کی مستحب راتب نمازیں بھی ساقط ہو جاتی ہیں، نماز عشاء کی مستحب نماز جسے وتیرہ کہتے ہیں کے علاوہ میں علماء کا اتفاق ہے لیکن وتیرہ کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے مشہور علماء اس کے ساقط ہونے کے قائل ہیں لیکن فضل بن شاذان نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ یہ ساقط نہیں اور اس میں اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ نماز واجب نمازوں کی رکعتوں کے مقابلے میں مستحب نمازوں کی رکعتوں کی تعداد کو دوگنا کرنے کے لیے اضافہ کی گئی، اس لیے یہ ان ساقط ہونے والی مستحب نمازوں کے ساتھ ساقط نہ ہوگی اور مصنف نے ذکری میں کہا یہی قوی ہے کیونکہ یہ خاص دلیل ہے اور اس میں علت بھی بیان ہوئی ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف علماء کا اتفاق قائم ہو جائے اور اس استثناء کے ذریعے ابن ادریس حلی کے دعوی اجماع اور اتفاق علماء کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ شیخ طوسی نے نہایہ میں اس کے نہ ہونے کی تصریح کی ہے تو مصنف نے جس بات کو تقویت دی وہی صحیح ہے۔

مستحب نمازوں کا طریقہ

(وَلِكُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنْ النَّافِلَةِ تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ) هَذَا هُوَ الْأَغْلَبُ وَقَدْ خَرَجَ عَنْهُ مَوَاضِعُ ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ مِنْهَا مَوْضِعَيْنِ بِقَوْلِه :(وَلِلْوِتْرِ بِانْفِرَادِه) تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ (وَلِصَلَاةِ الْأَعْرَابِيِّ) مِنْ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ (تَرْتِيبُ الظُّهْرَيْنِ بَعْدَ الثُّنَائِيَّةِ) فَهِيَ عَشْرُ رَكَعَاتٍ بِخَمْسِ تَشَهُّدَاتٍ وَثَلَاثِ تَسْلِيمَاتٍ كَالصُّبْحِ وَالظُّهْرَيْنِ.وَبَقِيَ صَلَوَاتٌ أُخَرُ ذَكَرَهَا الشَّيْخُ فِى الصَّبَاحِ وَالسَّيِّدُ رَضِيُّ الدِّينِ بْنُ طَاوُسٍ فِى تَتِمَّاتِه يَفْعَلُ مِنْهَا بِتَسْلِيمٍ وَاحِدٍ أَزْيَدَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ، تَرَكَ الْمُصَنِّفُ وَالْجَمَاعَةُ

اسْتِثْنَاءَهَا لِعَدَمِ اشْتِهَارِهَا وَجَهَالَةِ طَرِيقِهَا، وَصَلَاةُ الْأَعْرَابِيِّ تُوَافِقُهَا فِي الثَّانِي دُونَ الْأَوَّلِ .

مستحب نمازوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد و سلام پر ختم ہوتی ہیں یہی ان میں اکثر ہے اور بعض موارد اس قانون سے خارج ہیں مصنف نے ان میں سے دو موارد کو بیان کیا؛ ا۔ نماز وتر ایک رکعت ہے، ۲۔اور نماز اعرابی ۱۰ رکعت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر ۴ رکعت ظہر کی طرح ۲ نمازیں پڑھے پس اس میں ۵ تشہد اور ۳ سلام ہیں[1] جیسے نماز صبح اور نماز ظہر و عصر۔

[1] بحار الانوار، ج۸۶ ص ۳۸۳، علامہ محمد باقر مجلسی، ط مؤسسة الوفاء، بیروت، لبنان، مصباح المتہجد، ص ۲۲۲. جمال الاسبوع: صلوات الاعرابی عن محمد بن ہارون، عن محمد بن القاسم، عن ابی یعلی بن ابی الحسین، عن عبد اللہ بن محمد النیسابوری عن احمد بن عبد اللہ، عن عبد الرحمٰن بن زیاد، عن ابیہ، عن حارثۃ بن قدامہ، عن زید بن ثابت، شیخ عباس قمی، مفاتیح الجنان کے باقیات الصالحات، باب دوم، پہلی نماز؛ سید ابن طاوس نے جمال الاسبوع میں تلعکبری سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنی سند سے زید بن ثابت سے روایت کی کہ کسی دور کے گاوں سے ایک شخص حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے رسول خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور مدینہ سے بہت دور ہیں، لہذا ہر جمعہ کو نماز جمعہ میں نہیں آسکتے لہذا آپ کوئی ایسا عمل تعلیم فرمائیں کہ جس کے بجالانے سے ہمین نماز جمعہ کی فضیلت حاصل ہو جائے اور جب میں اپنے قبیلے میں جاوں تو ان لوگوں کو بھی بتاوں آپ نے فرمایا جب دن چڑھ جائے تو دو رکعت نماز پڑھو پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سات بار سورہ فلق اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد سات بار سورہ ناس پڑھو، سلام نماز کے بعد آیت کرسی پڑھو پھر اٹھ کر آٹھ رکعت نماز پڑھو مگر چار چار رکعت کرکے اور دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھو اور چوتھی رکعت پر تشہد اور سلام کہو پھر دوسری چار رکعتیں بھی اسی طرح پڑھو اور ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد ایک بار سورہ نصر اور ۲۵ بار سورہ توحید پڑھو اور جب تشہد و سلام پڑھ لو تو یہ دعا پڑھو: یا حی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام یا إله الاولین والاخرین، یا أرحم الراحمین، یا رحمن الدنیا والاخرة، ورحیمهما، یا رب یا رب یا رب یا رب یا رب یا رب یا رب یا الله یا الله یا الله یا الله یا الله یا الله یا الله صل علی محمد وآله واغفر لی. پھر اپنی حاجب طلب کرو اور بعد میں ستر بار کہو؛لاحول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم و سبحان الله رب العرش الکریم، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، قسم اس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا جو مومن مرد یا

بعض دوسری مستحب نمازیں بھی ایسی ہیں جن میں دو رکعت سے زیادہ رکعتوں میں سلام پھیرا جاتا ہے جن کو شیخ طوسی نے مصباح متہجد میں اور سید رضی ابن طاووس نے اس کے تتمات میں ذکر کیا مگر ان میں شہرت نہ ہونے اور سند مجہول ہونے کی وجہ سے شہید اول نے ان کو ذکر نہیں کیا، اگرچہ نماز اعرابی کی سند بھی مجہول ہے لیکن یہ مشہور ہے اس لیے اس کو ذکر کیا ہے۔

عورت جمعہ کے دن یہ نماز پڑھے تو میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں وہ ابھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھے گا کہ اس کے اور اس کے والدین کے گناہ معاف ہو چکے ہونگے اللہ اس کو مسلمانوں کے شہروں میں اس دن نماز پڑھنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب دے گا اور اسے اس دن کائنات کے تمام روزہ دار نمازیوں کے اجر کے برابر اجر دیا جائیگا، اللہ تعالی او کو وہ کچھ دے گا جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا،فوالذی بعثنی واصطفانی بالحق ما من مؤمن ولا مؤمنة یصلی هذه الصلاة یوم الجمعة کما أقول إلا وأنا ضامن له الجنة، ولا یقوم من مقامه حتی یغفر له ذنوبه، ولابویه ذنوبهما، وأعطاه الله تعالی ثواب من صلی فی ذلک الیوم فی أمصار المسلمین، وکتب له أجر من صام وصلی فی ذلک الیوم فی مشارق الارض ومغاربها، وأعطاه الله ما لاعین رأت ولا اذن سمعت۔

فصل دوم: نماز کی شرائط

شرط ا۔ یومیہ واجب و مستحب نمازوں کا وقت

(الْفَصْلُ الثَّانِی فِی شُرُوطِهَا)(وَهِیَ سَبْعَةٌ):(الْأُولَی الْوَقْتُ) وَالْمُرَادُ هُنَا وَقْتُ الْیَوْمِیَّة، مَعَ أَنَّ السَّبْعَةَ شُرُوط لِمُطْلَقِ الصَّلَاة غَیْرَ الْأَمْوَاتِ فِی الْجُمْلَة، فَیَجُوزُ عَوْدُ ضَمِیرِ شُرُوطِهَا إلَی الْمُطْلَقِ، لَکنْ لَا یُلَائِمُهُ تَخْصِیصُ الْوَقْتِ بِالْیَوْمِیَّةِ إلَّا أَنْ یُؤْخَذَ کَوْنُ مُطْلَقِ الْوَقْتِ شَرْطًا وَمَا بَعْدَ ذِکْرِه مُجْمَلًا مِنْ التَّفْصِیلِ حُکْمٌ آخَرُ لِلْیَوْمِیَّة، وَلَوْ عَادَ ضَمِیرُ شُرُوطِهَا إلَی الْیَوْمِیَّة لَا یَحْسُن، لِعَدَمِ الْمُمَیِّزِ مَعَ اشْتِرَاک الْجَمِیعِ فِی الشَّرَائِط بِقَوْلٍ مُطْلَق، إلَّا أَنَّ عَوْدَهُ إلَی الْیَوْمِیَّة أَوْفَقُ لِنَظْمِ الشُّرُوط، بِقَرِینَة تَفْصِیلِ الْوَقْتِ وَعَدَمِ اشْتِرَاطِه لِلطَّوَافِ وَالْأَمْوَاتِ وَالْمُلْتَزَمِ إلَّا بِتَکَلُّف وَتَجَوُّز، وَعَدَمُ اشْتِرَاطِ الطَّهَارَة مِنْ الْحَدَث وَالْخَبَثِ فِی صَلَاة الْأَمْوَاتِ وَهِیَ أَحَدُ السَّبْعَة، وَاخْتِصَاصُ الْیَوْمِیَّة بِالضَّمِیرِ مَعَ اشْتِرَاکِه لِکَوْنِهَا الْفَرْدَ الْأَظْهَرَ مِنْ بَیْنِهَا، وَالْأَکْمَلُ مَعَ انْضِمَامِ قَرَائِنَ لَفْظِیَّةٍ بَعْدَ ذَلِکَ .

دوسری فصل نماز کی شروط میں ہے اور وہ سات ہیں، پہلی شرط وقت ہے اور اس (وقت کی قید) سے مراد صرف یومیہ نمازوں کا وقت ہے حالانکہ سات شرطیں تو بطور مطلق (ہر قسم کی) نماز میں ہیں سوائے نماز جنازہ کے تو شروطھا کی ضمیر تمام نمازوں کی طرف لوٹ سکتی ہے لیکن یہ بات وقت کے صرف روزانہ کی نمازوں میں شرط ہونے کے ساتھ سازگار نہیں مگر یہ کہ وقت کو بطور مطلق شرط مانا جائے اور اس کے بعد جو نمازوں کے لیے مخصوص اوقات ہیں انہیں روزانہ کی نمازوں کے لیے جدا حکم سمجھا جائے اور اگر شروطھا کی ضمیر روزانہ کی نمازوں

کی طرف لوٹے تو اچھا نہیں ہے کیونکہ ان کے لیے کوئی امتیاز نہیں حالانکہ سب نمازیں ان شرائط میں مشترک ہیں لیکن اس ضمیر کا روزانہ کی نمازوں کی طرف لوٹنا شرائط کے نظم کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ وقت کی تفصیل صرف یومیہ کے لیے بیان ہوئی ہے اور نماز طواف، نذر، جنازہ اور نماز میں وقت شرط نہیں بلکہ نماز جنازہ میں تو طہارت بھی شرط نہیں ہے۔

واجب یومیہ نمازوں کا وقت

(فَللظُّهْرِ) مِنْ الْوَقْتِ (زَوَالُ الشَّمْسِ) عَنْ وَسَطِ السَّمَاءِ وَمَيْلُهَا عَنْ دَائِرَةِ نِصْفِ النَّهَارِ (الْمَعْلُومِ بِزَيْدِ الظِّلِّ) أَيْ زِيَادَتِهِ، مَصْدَرَانِ لَزَادَ الشَّيْءُ (بَعْدَ نَقْصِهِ) وَذَلِكَ فِي الظِّلِّ الْمَبْسُوطِ، وَهُوَ الْحَادِثُ مِنْ الْمَقَايِيسِ الْقَائِمَةِ عَلَى سَطْحِ الْأُفُقِ، فَإِنَّ الشَّمْسَ إذَا طَلَعَتْ وَقَعَ - لِكُلِّ شَاخِصٍ قَائِمٍ عَلَى سَطْحِ الْأَرْضِ بِحَيْثُ يَكُونُ عَمُودًا عَلَى سَطْحِ الْأُفُقِ - ظِلٌّ طَوِيلٌ إلَى جِهَةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ لَا يَزَالُ يَنْقُصُ كُلَّمَا ارْتَفَعَتْ الشَّمْسُ حَتَّى تَبْلُغَ وَسَطَ السَّمَاءِ فَيَنْتَهِي النُّقْصَانُ إنْ كَانَ عَرْضُ الْمَكَانِ الْمَنْصُوبِ فِيهِ الْمِقْيَاسُ مُخَالِفًا لِمَيْلِ الشَّمْسِ فِي الْمِقْدَارِ وَيُعْدَمُ الظِّلُّ أَصْلًا إنْ كَانَ بِقَدْرِهِ، وَذَلِكَ فِي كُلِّ مَكَانٍ يَكُونُ عَرْضُهُ مُسَاوِيًا لِلْمَيْلِ الْأَعْظَمِ لِلشَّمْسِ أَوْ أَنْقَصَ عِنْدَ مَيْلِهَا بِقَدْرِهِ وَمُوَافَقَتِهِ لَهُ فِي الْجِهَةِ .

وَيَتَّفِقُ فِي أَطْوَلِ أَيَّامِ السَّنَةِ تَقْرِيبًا فِي مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَارَبَهَا فِي الْعَرْضِ، وَفِي مَكَّةَ قَبْلَ الانْتِهَاءِ بِسِتَّةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَحْدُثُ ظِلٌّ جَنُوبِيٌّ إلَى تَمَامِ الْمَيْلِ وَبَعْدَهُ إلَى ذَلِكَ الْمِقْدَارِ، ثُمَّ يُعْدَمُ يَوْمًا آخَرَ .

۱۔ نماز ظہر؛اس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور غالبا جب سایہ کم ہونے کے بعد دوبارہ بڑھنا شروع ہو تو اس سے زوال آفتاب معلوم ہوتا ہے پس جب شاخص اور مقیاس کو زمین پر عمودی شکل میں گاڑ دیا جائے تو جب سورج طلوع ہوگا تو اس کا طویل سایہ مغرب کی جانب ہوگا پھر جتنا سورج بلند ہوتا جائے گا وہ سایہ کم ہوتا رہے گا یہاں تک وہ انتہائی کم مقدار تک پہنچ جائے گا اگر اس جگہ کا عرض بلد سورج کے میل اور دائرہ حرکت کے مخالف ہو اور اگر عرض بلد سورج کے میل کے برابر ہو تو سایہ بالکل ختم ہو جائیگا اور وہ ہر اس جگہ ہوگا جس کا عرض بلد سورج کے میل اعظم کے برابر ہو یا اس سے کم ہو[1] اور جہت میں اس کے مطابق

---

[1] ۔اس بات کا سمجھنا علم ہیئت اور فلکیات میں سورج کی (فرضی) حرکت کو سمجھنے پر موقوف ہے اگرچہ جدید دور میں سائنسی نقطہ نظر سے یہ ثابت ہوا کہ سورج زمین کے گرد نہیں گھومتا بلکہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے لیکن پہلا نظریہ بطلیموسی عنوان سے متقدمین میں معروف تھا، شرح لمعہ میں اسی کے مطابق سورج کی حرکت اور خط استواء سے شمال اور جنوب کی طرف مائل ہونے کو بیان کیا گیا ہے، بہر حال علم فلکیات کے ماہرین نے سورج کی حرکت اور زمین کے جغرافیئے کی اس طرح تقسیمیں کی ہیں؛ دائرہ معدّل نہار؛ وہ فرضی خط جو مشرق سے مغرب کی طرف خط استواء کے محاذی قائم کیا گیا، دائرہ بروج؛ وہ دائرہ جس پر سورج کی سالانہ ظاہری حرکت واقع ہوتی ہے اور وہ دائرہ معدل نہار کر دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اس دائرہ کے بارہ مساوی حصے کیے گئے اور انہیں سال کے برجوں کا نام دیا گیا؛ حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت، جو شمسی مہینوں کے دوسرے نام ہیں، دائرہ نصف نہار؛ وہ فرضی دائرہ جو دو قطب زمین (شمال و جنوب) سے گزرتا ہے اور زمین کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور ہر نقطہ زمین کے لیے ایک نصف النہار فرض ہو سکتا ہے، اور ہر دائرہ کو ۳۶۰ درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر درجے کو ساٹھ برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جنہیں منٹ کہتے ہیں اور ہر منٹ کے ساٹھ برابر حصوں کو سیکنڈ کہتے ہیں، دو قطب شمالی و جنوبی کے درمیان مساوی فاصلے پر ایک بڑا خط استواء ہے جو زمین کو برابر حصوں (کرّہ شمالی اور کرّہ جنوبی) میں تقسیم کرتا ہے، اور ایک دوسرا دائرہ ہے جو خط استواء کے موازی جو خط استواء سے قطب شمالی یا جنوبی کی طرف جاتے ہوئے پیدا ہوتا ہے، اس سے طول و عرض بلد کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے؛

۱۔ عرض بلد؛ کسی جگہ کا خط استواء سے قطب شمالی یا جنوبی کی طرف فاصلہ اس کا عرض بلد ہے خط استواء سے قطب کا فاصلہ ۹۰ درجے قرار دیا گیا اور ان سے جتنا خط استواء کے قریب ہوتے جائیں درجے کم ہوتے جاتے ہیں اور عرض بلد بھی کم ہوتا جاتا ہے اور پھر اگر وہ شہر خط استواء سے شمال کی طرف ہو تو وہ عرض شمالی میں اور اگر جنوب میں ہو تو وہ عرض جنوبی میں شمار ہوگا۔۔

۲۔ طول بلد؛ دائرہ نصف النہار سے مشرق یا مغرب کی طرف کسی جگہ کا فاصلہ اس کا طول بلد کہلاتا ہے دائرہ نصف نہار کی ابتداء کی تعیین، جدید فلکیات لندن کے نزدیک شہر گرینوچ سے ہوتی ہے قدیم زمانے میں طول بلد کا مبدء مختلف تھا بعض ساحل اقیانوس اطلس کو اور بعض جزائر سعداء یا خالدات جزائر کو قرار دیتے تھے۔

سورج کی حرکت دائرہ بروج پر ہوتی ہے اور دائرہ بروج دو نقطوں پر دائرہ معدّل نہار کو قطع کرتا ہے ایک برج حمل (بہار کی ابتداء میں) اور دوسرا برج میزان (خزاں کی ابتداء میں) اور بہار کی ابتداء میں سورج کا طلوع اور غروب دائرہ معدل نہار (خط استواء) پر ہوتا ہے اس دن پورے کرہ زمین میں دن رات برابر ہوتے ہیں مگر دو نقطہ قطب شمالی و جنوبی میں کہ وہاں ہمیشہ رات رہتی ہے پھر سورج شمال کی طرف بڑھتا ہے اور معدل نہار کے موازی مداروں پر رہتا ہے حتی موسم گرما کے شروع میں (برج سرطان میں) سورج دائرہ معدل نہار سے انتہائی فاصلے پر ہوتا ہے جسے میل اعظم شمالی کہتے ہیں اور وہ سال کا طولانی ترین دن ہوتا ہے پھر سورج واپس معدل نہار کے قریب ہونے لگتا ہے حتی خزاں کی ابتداء (برج میزان میں) دوبارہ معدل نہار پر وہوتا ہے اور اس وقت بھی روز و شب دنیا میں ہر جگہ برابر ہوتے ہیں پھر جنوب کی طرف بڑھنے لگتا ہے یہاں تک کہ موسم سرما کے شروع (برج جدی) میں اس کا انتہائی فاصلہ دائرہ معدل نہار سے ہوتا ہے اور یہ میل اعظم جنوبی کہلاتا ہے یہ سال کا سب سے چھوٹا دن اور لمبی رات ہوتی ہے پھر سورج واپس معدل نہار کی طرف آتا ہے اور بہار کی ابتداء میں دائرہ معدل نہار کے اوپر ہوتا ہے۔ پس دنیا کے شہر عرض بلد کے لحاظ سے چار قسموں سے خالی ہیں؛

۱۔ خط استواء پر واقع ہونگے، ان کا عرض بلد صفر ہے یہ دائرہ نصف نہار پر واقع ہیں تو جس دن سورج کا مدار اس دائرہ پر ہو تو ظہر کے وقت سورج اس شہر کے سر پر عمودی ہوگا اور سال میں دو بار ایسا ہوتا ہے بہار اور خزاں کے شروع میں، تو اس دن وہاں سایہ کلی طور پر ختم ہوگا

۲۔ وہ شہر جو خط استواء سے فاصلے پر ہیں اور عرض بلد رکھتے ہیں لیکن ان کا عرض بلد سورج کے میل اعظم سے کمتر درجے پر ہے جیسے مکہ اور صنعاء کہ مکہ کا عرض بلد خط استواء سے ۲۱/۵ درجے ہے جبکہ میل اعظم شمالی ۲۳/۳۰ درجے اور ۱۸ سیکنڈ ہے تو ان شہروں میں بھی سال میں دو بار سایہ کلی طور پر ختم ہوگا ایک دن جب سورج میل اعظم کی طرف جارہا ہوگا اور سورج کا درجہ خط استواء سے اس شہر کے درجے کے برابر ہوگا اور دوسر جب سورج میل اعظم سے واپس آرہا ہوگا اور اس شہر کے اوپر پہنچے گا۔

۳۔ وہ شہر جس کا عرض بلد میل اعظم کے برابر ہو جیسے مدینہ منورہ اور وہ شہر جو عرض بلد میں مدینہ منورہ کے برابر ہیں ان میں سال میں صرف ایک دن سایہ کلی طور پر ختم ہوگا۔

۴۔ جن شہروں کا عرض بلد سورج کے میل اعظم کے درجے سے زیادہ ہو جیسے ایران و عراق کے شہر تو ان شہروں میں سورج ان کے سروں پر کبھی نہیں گزرتا تو ان کا سایہ کلی طور پر کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ایک مرتبہ کمی کے انتہائی درجے پر پہنچ کر دوبارہ بڑھنا شروع ہوجائے گا یہ سورج کے میل اعظم شمالی کی تطبیق ہوئی اسی طرح اس کے میل اعظم جنوبی میں بھی ہے اور شہروں کی یہی چار قسمیں بنتی ہیں۔

ہو اور یہ مدینہ اور اس کے قریبی علاقوں میں سال کے طولانی ترین دن میں ہوتا ہے اور مکہ میں انتہاء سے ۲۶ دن پہلے ہوتا ہے پھر جنوبی سایہ پیدا ہوتا ہے اور وہ پھر ایک دن بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

وَالضَّابِطُ : أَنَّ مَا كَانَ عَرْضُهُ زَائِدًا عَلَى الْمَيْلِ الْأَعْظَمِ لَا يُعْدَمُ الظِّلُّ فِيهِ أَصْلًا، بَلْ يَبْقَى عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْهُ بَقِيَّةٌ تَخْتَلِفُ زِيَادَةً وَنُقْصَانًا بِبُعْدِ الشَّمْسِ مِنْ مُمَاسَّةِ رُءُوسِ أَهْلِهِ وَقُرْبِهَا، وَمَا كَانَ عَرْضُهُ مُسَاوِيًا لِلْمَيْلِ يُعْدَمُ فِيهِ يَوْمًا وَهُوَ أَطْوَلُ أَيَّامِ السَّنَةِ، وَمَا كَانَ عَرْضُهُ أَنْقَصَ مِنْهُ كَمَكَّةَ وَصَنْعَاءَ يُعْدَمُ فِيهِ يَوْمَيْنِ عِنْدَ مُمَاسَّةِ الشَّمْسِ لِرُءُوسِ أَهْلِهِ صَاعِدَةً وَهَابِطَةً، كُلُّ ذَلِكَ مَعَ مُوَافَقَةٍ لَهُ فِي الْجِهَةِ كَمَا مَرَّ .

اس کا معیار یہ ہے کہ جس جگہ کا عرض بلد سورج کے میل اعظم سے زیادہ ہو تو اس میں سایہ اصلا ختم نہیں ہوتا بلکہ زوال آفتاب کے وقت کچھ باقی رہتا ہے جو سورج کے اس علاقے سے دوری کی کمی یا زیادتی سے مختلف ہوتا ہے اور جس کا عرض بلد میل اعظم کے برابر ہو اس کا صرف ایک دن سایہ ختم ہوتا ہے جو سال کا طویل ترین دن ہوتا ہے اور جس جگہ کا عرض بلد میل اعظم سے کم ہو جیسے مکہ اور صنعاء تو اس میں دو دن سایہ ختم ہوتا ہے جب سورج ان کے سروں کے اوپر ہو بڑھتے ہوئے اور گھٹتے ہوئے، ہ اس وقت ہے جب دونوں کی جہت ایک جیسی ہو۔

أَمَّا الْمَيْلُ الْجَنُوبِيُّ فَلَا يُعْدَمُ ظِلُّهُ مِنْ ذِي الْعَرْضِ مُطْلَقًا، لَا كَمَا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الذِّكْرَى - تَبَعًا لِلْعَلَّامَةِ - مِنْ كَوْنِ ذَلِكَ بِمَكَّةَ وَصَنْعَاءَ فِي أَطْوَلِ أَيَّامِ السَّنَةِ، فَإِنَّهُ مِنْ أَقْبَحِ الْفَسَادِ.وَأَوَّلُ مَنْ وَقَعَ فِيهِ

الرَّافعيُّ مِنْ الشَّافعيَّة، ثُمَّ قَلَّدَهُ فيهِ جَمَاعَةٌ مِنَّا وَمِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ تَحْقيقٍ لِلْمَحَلِّ، وَقَدْ حَرَّرْنَا الْبَحْثَ فِي شَرْحِ الْإِرْشَاد .

وَإِنَّمَا لَمْ يَذْكُرْ الْمُصَنِّفُ هُنَا حُكْمَ حُدُوثِه بَعْدَ عَدَمِه لِأَنَّهُ نَادِرٌ، فَاقْتَصَرَ عَلَى الْعَلَامَةِ الْغَالِبَةِ، وَلَوْ عَبَّرَ بِظُهُورِ الظِّلِّ فِي جَانِبِ الْمَشْرِقِ كَمَا صَنَعَ فِي الرِّسَالَةِ الْأَلْفِيَّةِ لَشَمِلَ الْقِسْمَيْنِ بِعِبَارَةٍ وَجِيزَة .

اور اگر میل اعظم جنوبی ہو تو اس میں بطور مطلق کسی عرض بلد سے سایہ ختم نہ ہو گا نہ اس وجہ سے جو مصنف نے ذکری میں علامہ حلی کی پیروی میں کہی ہے کہ مکہ و صنعاء میں سال کے طولانی دن میں ہوتا ہے کیونکہ وہ بری طرح فاسد ہے اور اس میں سب سے پہلے رافعی شافعی[1] مبتلا ہوا پھر ہماری اور ان کی ایک جماعت نے اس محل کی تحقیق کے بغیر اس کی پیروی کی اسے

---

[1] ۔ عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن فضل رافعی، شافعی، ابو القاسم قزوینی، [۵۵۵۔م ۶۲۳ھ] جس نے «الوجیز» ایسی شرح لکھی جس کے بارے میں کہا گیا؛ مذہب شافعی میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی؛ الذی قیل فیہ إنّہ لم یصنّف فی المذہب مثلہ، اس نے اپنے باپ اور یحیٰی بن ثابت بن بُندار، ابو علاء حسن بن احمد عطار ہمدانی، مرتضی بن حسن بن خلیفہ حسینی، قاضی عطاء اللہ بن علی، حامد بن محمود ماوراء نہری، اور شیعہ عالم منتجب الدین علی بن عبید اللہ ابن بابویہ رازی سے کسب فیض کیا اور اپنے شیعہ استاد کی بہت تعریف کی اور کہا؛ میں نے اس کتاب اور حاشیوں سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کیا؛ کثر انتفاعی بمکتوباتہ وتعالیقہ (التدوین فی إخبار قزوین، ۳ص ۲۷۳۔۳۷۸) اور رافعی شافعیوں کے بڑے فقہاء، محدّثین اور مورّخین میں تھے اور کہا گیا کہ وہ خود بھی درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور قزوین کی جامع مسجد میں ان کا درس تفسیر و حدیث ہوتا تھا، منذری نے ان سے روایت سنی، اور انہوں نے محمود بن ابی سعید طاووسی، خطیب عبد الہادی بن عبد الکریم، عبد العزیز بن عبد الرحمٰن ابن سکری کو اجازہ دیا اور یہ کتابیں تصنیف کیں؛ فتح العزیز فی شرح «الوجیز» غزالی (مطبوعہ)، شرح مسند الشافعی، المحرر فی الفقہ، الامالی الشارحۃ لمفردات الفاتحۃ، الاربعون حدیثاً، الامالی، والتدوین فی إخبار قزوین (مطبوعہ). دیکھئے؛ تہذیب الاسماء واللغات ۲|۲۶۴، سیر اعلام النبلاء ۲۲|۲۵۲ برقم ۱۳۹، العبر ۳|۱۹۰، فوات الوفیات ۲|۳۷۶، مرآۃ الجنان ۴|۵۶، طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ۸|۲۸۱ برقم ۱۱۹۲، طبقات الشافعیۃ للاسنوی ۱|۲۸۱ برقم ۵۲۴، طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبۃ ۲|۷۵ برقم ۳۷۷، النجوم الزاہرۃ ۶|۲۶۶، طبقات المفسرین للداودی ۱|۳۴۱، طبقات الشافعیۃ لابن ہدایۃ اللہ ۸۳، شذرات الذہب ۵|۱۰۸، الاعلام ۴|۵۵، موسوعۃ طبقات الفقہاء سبحانی، ن ۲۴۹۰۔

ہم نے شرح ارشاد میں مفصل لکھ دیا ہے اور مصنف نے یہاں اس صورت کا حکم نہیں بتایا جب سایہ بالکل ختم ہو جائے اور دوبارہ پیدا ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس علامت کو بیان کیا جو غالب اور اکثر ہے اگر وہ کہتے جب مشرق کی طرف سایہ پیدا ہو جیسا کہ رسالہ الفیہ میں کیا ہے تو وہ مختصر عبارت کے ساتھ دونوں صورتوں کو شامل ہوتا۔

(وَلِلْعَصْرِ الْفَرَاغُ مِنْهَا وَلَوْ تَقْدِيرًا) بِتَقْدِيرِ أَنْ لَا يَكُونَ قَدْ صَلَّاهَا فَإِنَّ وَقْتَ الْعَصْرِ يَدْخُلُ بِمُضِيِّ مِقْدَارِ فِعْلِهِ الظُّهْرَ بِحَسْبِ حَالِهِ مِنْ قَصْرٍ، وَتَمَامٍ، وَخِفَّةٍ،وبُطْءٍ، وَحُصُولِ الشَّرَائِطِ، وفَقْدِهَا بِحَيْثُ لَوْ اشْتَغَلَ بِهَا لَأَتَمَّهَا .لَا بِمَعْنَى جَوَازِ فِعْلِ الْعَصْرِ حِينَئِذٍ مُطْلَقًا، بَلْ تَظْهَرُ الْفَائِدَةُ لَوْ صَلَّاهَا نَاسِيًا قَبْلَ الظُّهْرِ، فَإِنَّهَا تَقَعُ صَحِيحَةً إِنْ وَقَعَتْ بَعْدَ دُخُولِ وَقْتِهَا الْمَذْكُورِ،وكَذَا لَوْ دَخَلَ قَبْلَ أَنْ يُتِمَّهَا(وَتَأْخِيرُهَا) أَيْ الْعَصْرِ إِلَى(مَصِيرِ الظِّلِّ) الْحَادِثِ بَعْدَ الزَّوَالِ(مِثْلُهُ) أَيْ مِثْلُ ذِي الظِّلِّ وَهُوَ الْمِقْيَاسُ(أَفْضَلُ) مِنْ تَقْدِيمِهَا عَلَى ذَلِكَ الْوَقْتِ، كَمَا أَنَّ فِعْلَ الظُّهْرِ قَبْلَ هَذَا الْمِقْدَارِ أَفْضَلُ، بَلْ قِيلَ بِتَعَيُّنِهِ بِخِلَافِ تَأْخِيرِ الْعَصْرِ.

۲۔ نماز عصر؛اس کا وقت نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوجاتا ہے،اگرچہ فرض کے لحاظ سے یعنی وقت عصر زوال سے اتنی دیر گزرنے کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے جس میں نماز ظہر کو اس کے حالات کے مطابق انجام دینا ممکن ہو چاہے قصر تمام،آہستہ یا جلدی اور اس کی شرائط کا حاصل ہونا یا نہ ہونا اس طرح کہ اگر اس میں مشغول ہوجائے تو اسے اس وقت میں پورا کرلے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اس وقت نماز عصر کو بطور مطلق انجام بھی دے سکتے ہیں س کا فائدہ تب ظاہر ہوگا جب اسے بھول کر ظہر سے پہلے پڑھ دے تو وہ صحیح ہوگی اگر اپنے وقت کے ہوجانے کے بعد ہو اور اسی طرح اگر نماز عصر شروع کردے اور وہ پوری ہونے سے پہلے یاد آجائے اور اور نماز عصر کو اتنا موخر کرنا کہ مقیاس کا سایہ بڑھ کر دو برابر ہوجائے، اس سے افضل ہے کہ اسے اس سے پہلے پڑھا جائے جیسا کہ نماز ظہر کو اس مقدار

وقت سے پہلے پڑھنا افضل ہے بلکہ ایک قول[۱] ہے کہ نماز ظہر کو اس وقت سے پہلے پڑھنا ضروری ہے بخلاف نماز عصر کو موخر کرنے کے کہ وہ جائز ہے۔

(وَلِلْمَغْرِبِ ذَهَابُ الْحُمْرَةِ الْمَشْرِقِيَّةِ) وَهِيَ الْكَائِنَةُ فِي جِهَةِ الْمَشْرِقِ، وَحَدُّهُ قِمَّةُ الرَّأْسِ .(وَلِلْعِشَاءِ الْفَرَاغُ مِنْهَا) وَلَوْ تَقْدِيراً عَلَى نَحْوِ مَا قُرِّرَ لِلظُّهْرِ إِلَّا أَنَّهُ هُنَا لَوْ شَرَعَ فِي الْعِشَاءِ تَمَامًا تَامَّةَ الْأَفْعَالِ فَلَا بُدَّ مِنْ دُخُولِ الْمُشْتَرَكِ وَهُوَ فِيهَا، فَتَصِحُّ مَعَ النِّسْيَانِ بِخِلَافِ الْعَصْرِ .

(وَتَأْخِيرُهَا) إِلَى ذَهَابِ الْحُمْرَةِ(الْمَغْرِبِيَّةِ أَفْضَلُ)، بَلْ قِيلَ بِتَعَيُّنِهِ كَتَقْدِيمِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِ أَمَّا الشَّفَقُ الْأَصْفَرُ وَالْأَبْيَضُ فَلَا عِبْرَةَ بِهِمَا عِنْدَنَا.(وَلِلصُّبْحِ طُلُوعُ الْفَجْرِ) الصَّادِقِ وَهُوَ الثَّانِي الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ .(وَيَمْتَدُّ وَقْتُ الظُّهْرَيْنِ إِلَى الْغُرُوبِ)اخْتِيَاراً عَلَى أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ لَا بِمَعْنَى أَنَّ الظُّهْرَ تُشَارِكُ الْعَصْرَ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ الْوَقْتِ، بَلْ يَخْتَصُّ الْعَصْرُ مِنْ آخِرِهِ بِمِقْدَارِ أَدَائِهَا، كَمَا يَخْتَصُّ الظُّهْرُ مِنْ أَوَّلِهِ بِهِ .

وَإِطْلَاقُ امْتِدَادِ وَقْتِهِمَا بِاعْتِبَارِ كَوْنِهِمَا لَفْظًا وَاحِداً إِذَا امْتَدَّ وَقْتُ مَجْمُوعِهِ مِنْ حَيْثُ هُوَ مَجْمُوعٌ إِلَى الْغُرُوبِ لَا يُنَافِي عَدَمَ امْتِدَادِ بَعْضِ أَجْزَائِهِ- وَهُوَ الظُّهْرُ- إِلَى ذَلِكَ، كَمَا إِذَا قِيلَ : يَمْتَدُّ وَقْتُ الْعَصْرِ إِلَى الْغُرُوبِ لَا يُنَافِي عَدَمَ امْتِدَادِ بَعْضِ أَجْزَائِهَا-وَهُوَ أَوَّلُهَا-إِلَيْهِ.وَحِينَئِذٍ فَإِطْلَاقُ الامْتِدَادِ عَلَى وَقْتِهِمَا بِهَذَا الْمَعْنَى بِطَرِيقِ الْحَقِيقَةِ لَا الْمَجَازِ، إِطْلَاقًا لِحُكْمِ بَعْضِ الْأَجْزَاءِ عَلَى

---

[۱] جیسا کہ شیخ طوسی نے خلاف اور مبسوط میں اور دوسرے بعض علماء نے اختیار کیا ہے ۔

الْجَمِيعِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ.(وَ) وَقْتُ(الْعِشَاءَيْنِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ) مَعَ اخْتِصَاصِ الْعِشَاءِ مِنْ آخِرِهِ بِمِقْدَارِ أَدَائِهَا، عَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَاهُ فِي الظُّهْرَيْنِ.(وَيَمْتَدُّ وَقْتُ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ) عَلَى أُفُقِ مَكَانِ الْمُصَلِّي وَإِنْ لَمْ تَظْهَرْ لِلْأَبْصَارِ.

۳۔ نماز مغرب کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے کہ مشرق کی سرخی سر سے گزر جائے۔

۴۔ نماز عشاء کا وقت نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے اندازے کے مطابق وقت گزر جائے جیسا کہ نماز ظہر میں بیان ہوا مگر یہاں یہ ہے کہ اگر نماز عشاء بھولے سے نماز مغرب سے پہلے شروع کر دی اور اسے تمام (چار رکعتی) پڑھنا ہو تو مشترک وقت یقینا یہاں داخل ہو جائے گا جب وہ نماز میں ہو گا[1]، تو بھولے سے نماز مغرب کی جگہ نماز عشاء پڑھنے سے یہ صحیح ہو گی بخلاف نماز عصر کے[2]، اور نماز عشاء اتنا موخر کیا جائے مغرب کی سرخی ختم ہو جائے یہ افضل ہے بلکہ ایک قول یہ ہے کہ اسی وقت میں پڑھنا ضروری ہے[3]، جیسا کہ نماز مغرب کو اس سے پہلے پڑھنا افضل ہے لیکن سرخ شفق سے پہلے اور بعد میں بننے والی شفق زرد اور سفید کا ہمارے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۵۔ نماز صبح کا وقت طلوع فجر صادق (فجر دوم) سے شروع ہوتا ہے جو افق پر پھیل جاتی ہے

---

[1] ۔ کیونکہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں جب تین ختم ہونگی تو نماز مغرب کے اندازے کے مطابق وقت گزر جائے گا تو چوتھی رکعت مشترک وقت میں واقع ہوگی۔

[2] ۔ کیونکہ نماز عصر کی نماز ظہر کی طرح چار رکعتیں ہیں تو جب اول وقت میں ظہر کی جگہ عصر شروع کردے تو نماز ظہر کے وقت میں واقع ہوگی ،اور مشترک وقت داخل نہیں ہوگا اس لیے نماز عصر باطل ہوگی۔

[3]۔جیسا کہ مقنعہ مفید، اور مبسوط و خلاف و نہایہ شیخ طوسی میں اسی نظریئے کو اختیار کیا ہے ۔

نماز ظہر و عصر کا وقت اختیاری حالت میں سورج کے غروب ہونے تک رہتا ہے یہ مشہور تر قول ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ نماز ظہر نماز عصر کے ساتھ اس تمام وقت میں شریک ہے بلکہ اس وقت کے آخر میں اتنا وقت جس میں صرف نماز عصر کو انجام دیا جاسکتا ہو وہ نماز عصر کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اس وقت کے شروع میں اتنا وقت نماز ظہر سے خاص ہے جس میں فقط اس کو انجام دیا جاسکتا ہو۔اور ان دونوں نمازوں کے وقت کو آخر تک پھیلا ہوا اقرار دینااور اس لحاظ سے کہ یہ دونوں ایک لفظ ہیں جب ان کا مجموعا وقت غروب تک پھیلا ہوا ہے تواس کے مخالف نہیں کہ اس وقت کا بعض حصہ ان میں سے کسی ایک نماز سے خاص ہو جیسا کہ ابتداء سے کچھ وقت نماز ظہر سے خاص ہے جیسا کہ جب کہا جائے؛ عصر کا وقت غروب تک پھیلا ہوا ہے تو یہ اس کے مخالف نہیں کہ اس وقت کی ابتداء میں اس کا وقت نہ ہو کیونکہ وہ ظہر سے خاص ہے، پس اس وقت یہ کہنا کہ ان دونوں کا وقت پھیلا ہو ہے اس معنی میں ہو تو حقیقت ہے (کیونکہ ان کو ایک فعل فرض کیا گیا ہے)اور یہ مجاز نہیں ہوگا[1] کہ بعض اجزاء کے حکم کو تمام وقت پر اطلاق کیا ہو (تاکہ مجاز کے لیے مناسبت جزء و کل کی ہو) یا کوئی دوسری مناسبت جیسے دو چیزیں آپس میں مجاور اور قریب قریب ہوں۔

اور نماز مغرب و عشاء کا وقت آدھی رات تک پھیلا ہوا ہے صرف آخر میں اتنا وقت جس میں فقط نماز عشاء ادا ہوسکتی ہو وہ نماز عشاء سے خاص ہے جیسا کہ ظہرین میں بیان ہوا۔

اور نماز صبح کا وقت اتنا پھیلا ہوا ہے کہ نماز گزار کے علاقے کی افق پر آفتاب طلوع ہوا گرچہ آنکھیں اسے نہ دیکھ سکیں (جیسے سامنے کوئی پہاڑ یا بادل ہوں)۔

---

[1] ۔جیسا کہ شہید اول نے ذکری میں اس اطلاق کو مجازی قرار دیا اور اس کے لیے مناسبتیں تلاش کی ہیں۔

مستحب یومیہ نمازوں کا وقت

(وَ) وَقْتُ(نَافلَة الظُّهْر منْ الزَّوَال إلَى أَنْ يَصيرَ الْفَيْءُ) وَهُوَ الظِّلُّ الْحَادثُ بَعْدَ الزَّوَال، سَمَّاهُ فِي وَقْت الْفَرِيضَة ظلًّا وَهُنَا فَيْئًا- وَهُوَ أَجْوَدُ- لأَنَّهُ مَأْخُوذٌ منْ " فَاءَ:إذَا رجَعَ" مقْدَارُ(قَدَمَيْن) أَيْ سُبْعَيْ قَامَة الْمقْيَاس، لأَنَّهَا إذَا قُسِّمَتْ سَبْعَةَ أَقْسَامٍ يُقَالُ لكُلِّ قسْمٍ " قَدَمٌ "، وَالْأَصْلُ فيه أَنَّ قَامَةَ الْإِنْسَان غَالبًا سَبْعَةَ أَقْدَامٍ بقَدَمه .

(وَللْعَصْر أَرْبَعَةُ أَقْدَامٍ) فَعَلَى هَذَا تُقَدَّمُ نَافلَةُ الْعَصْر بَعْدَ صَلَاة الظُّهْر أَوَّلَ وَقْتهَا أَوْ في هَذَا الْمقْدَار، وَتُؤَخَّرُ الْفَرِيضَةُ إلَى وَقْتهَا، وَهُوَ مَا بَعْدَ الْمثْل .هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ روَايَةً وَفَتْوَى.وَفي بَعْض الْأَخْبَار مَا يَدُلُّ عَلَى امْتدَاد وَقْتهمَا بامْتدَاد وَقْت فَضيلَة الْفَرِيضَة، وَهُوَ زيَادَةُ الظِّلِّ بمقْدَار مثْل الشَّخْص للظُّهْر وَمثْلَيْه للْعَصْر، وَفيه قُوَّةٌ.وَيُنَاسبُهُ الْمَنْقُولُ منْ فعْل النَّبيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله وَالْأَئمَّة عَلَيْهمْ السَّلَامُ وَغَيْرهمْ منْ السَّلَف منْ صَلَاة نَافلَة – الْعَصْر قَبْلَ الْفَرِيضَة مُتَّصلَةً بهَا .

وَعَلَى مَا ذَكَرُوهُ منْ الْأَقْدَام لَا يَجْتَمعَان أَصْلًا لمَنْ أَرَادَ صَلَاةَ الْعَصْر في وَقْت الْفَضيلَة، وَالْمَرْوِيُّ { أَنَّ النَّبيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله وَسَلَّمَ كَانَ يُتْبعُ الظُّهْرَ بركْعَتَيْن منْ سُنَّة الْعَصْر، وَيُؤَخِّرُ الْبَاقيَ إلَى أَنْ يُريدَ صَلَاةَ الْعَصْر } وَرُبَّمَا اتَّبَعَهَا بأَرْبَعَ وَستٍّ وَأَخَّرَ الْبَاقيَ وَهُوَ السِّرُّ في اخْتلَاف الْمُسْلمينَ في أَعْدَاد نَافلَتَيْهمَا، وَلَكنَّ أَهْلَ الْبَيْت أَدْرَى بمَا فيه.وَلَوْ أَخَّرَ الْمُتَقَدِّمَةَ عَلَى

الْفَرْضِ عَنْهُ لَا لِعُذْرٍ نَقْصِ الْفَضْلِ وَبَقِيَتْ أَدَاءً مَا بَقِيَ وَقْتُهَا، بِخِلَافِ الْمُتَأَخِّرِ فَإِنَّ وَقْتَهَا لَا يَدْخُلُ بِدُونِ فِعْلِهِ .

(وَلِلْمَغْرِبِ إِلَى ذَهَابِ الْحُمْرَةِ الْمَغْرِبِيَّةِ، وَلِلْعِشَاءِ كَوَقْتِهَا) فَتَبْقَى أَدَاءً إِلَى أَنْ يَنْتَصِفَ اللَّيْلُ، وَلَيْسَ فِي النَّوَافِلِ مَا يَمْتَدُّ بِامْتِدَادِ وَقْتِ الْفَرِيضَةِ عَلَى الْمَشْهُورِ سِوَاهَا (وَاللَّيْلُ بَعْدَ نِصْفِهِ) الْأَوَّلِ (إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ) الثَّانِي.وَالشَّفْعُ وَالْوَتْرُ مِنْ جُمْلَةِ صَلَاةِ اللَّيْلِ هُنَا، وَكَذَا تُشَارِكُهَا فِي الْمُزَاحَمَةِ بَعْدَ الْفَجْرِ لَوْ أَدْرَكَ مِنْ الْوَقْتِ مِقْدَارَ أَرْبَعٍ، كَمَا يُزَاحِمُ بِنَافِلَةِ الظُّهْرَيْنِ لَوْ أَدْرَكَ مِنْ وَقْتِهَا رَكْعَةً، أَمَّا الْمَغْرِبِيَّةُ فَلَا يُزَاحِمُ بِهَا مُطْلَقًا إِلَّا أَنْ يَتَلَبَّسَ مِنْهَا بِرَكْعَتَيْنِ فَيُتِمَّهَا مُطْلَقًا.(وَالصُّبْحُ حَتَّى تَطْلُعَ الْحُمْرَةُ) مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَهُوَ آخِرُ وَقْتِ فَضِيلَةِ الْفَرِيضَةِ، كَالْمِثْلِ وَالْمِثْلَيْنِ لِلظُّهْرَيْنِ وَالْحُمْرَةِ الْمَغْرِبِيَّةِ لِلْمَغْرِبِ، وَهُوَ يُنَاسِبُ رِوَايَةَ الْمِثْلِ لَا الْقَدَمِ .

۱)۔ نافلہ ظہر؛اس کا وقت زوال آفتاب سے لیکر اتنی دیر تک ہے کہ وہ سایہ جو زوال کے بعد پیدا ہوتا ہے مصنف نے وقت فریضہ میں اسے ظلّ اور سایہ کے عنوان سے بیان کیا اور یہاں اسے فیئ کے عنوان سے ذکر کیا حالانکہ یہی بہتر ہے کیونکہ یہ فائ یفیئ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے لوٹنا تو یہاں بھی وہ سایہ مراد ہے جو دوبارہ پیدا ہو، بہرحال جب وہ سایہ دو قدم یعنی مقیاس کے دو ہفتم ہو جائے تو نافلہ ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اسے سایہ کو دو قدم اور مقیاس کے دو ہفتم قرار دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قامت کو سات حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ہر قسم کو قدم کہتے ہیں اور اس طرح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا قد غالبا اس کے قدم کے سات برابر ہوتا ہے۔

۲)۔نافلہ عصر؛اس کا وقت نماز ظہر کے بعد یہاں تک کہ سایہ ۴ قدم تک پہنچ جائے تو اس بناء پر نماز ظہر کے بعد نافلہ عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے یا اس مقدار تک اسے انجام دے لیا جائے اور فریضہ کو اس کے وقت تک موخر کیا جائے کیونکہ فریضہ کا وقت مقیاس کا سایہ دو برابر ہونے تک ہے، (نافلہ نماز عصر کے وقت میں چند اقوال ہیں:)

ا۔ مشہور فتوی و روایت تو یہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ نافلہ عصر کا وقت نماز ظہر کے بعد یہاں تک ہے کہ سایہ ۴ قدم تک پہنچ جائے تو نافلہ عصر اور عصر کے فریضہ کے افضل وقت میں فاصلہ ہوگا کیونکہ نافلہ عصر کا وقت سایہ ۴ قدم تک پہنچنے سے ختم ہو جائیگا لیکن اس کے فریضہ کا وقت شاخص کا سایہ اس کے برابر ہونے پر شروع ہوگا۔

۲۔ بعض روایات میں ہے کہ ظہر و عصر کے فریضہ و نافلہ کا وقت اس کے فضیلت کے وقت تک ہوتا ہے اور یہی قوی ہے کیونکہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ اور دیگر گذشتگان کا طریقہ منقول ہے کہ وہ نماز عصر کے نوافل کو فریضہ کے ساتھ متصل پڑھتے تھے حالانکہ جو انہوں نے قدموں کے ساتھ وقت فضلت کو بیان ہے تو نماز نافلہ اور فرض عصر کبھی جمع نہیں ہو سکتے جو نماز عصر کو اس کے فضیلت کے وقت میں پڑھنا چاہے۔

۳۔ بعض دیگر روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز ظہر کے بعد ۲ رکعت نافلہ عصر کے عنوان سے پڑھتے اور کبھی چار یا چھ رکعت پڑھتے اور باقی کو نماز عصر کے فریضہ کے وقت تک موخر فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ نماز ظہر و عصر کے نوافل کی تعداد میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے[۱]، لیکن اہل بیتؑ (گھر والے) گھر کی باتوں کو بہتر جانتے ہیں (اس لیے اس روایت کو ائمہ معصومینؑ کی سیرت اور ان کی دیگر روایات کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جاسکتا ہے)۔

اور اگر فریضہ نماز پر مقدّم نافلہ کو اس سے بغیر عذر کے موخر کردے تو فضیلت کم ہو جائے گی لیکن جب تک اس کا وقت باقی ہو اس کو ادا کی نیت سے پڑھے.بخلاف اس نافلہ کے جو فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے تو اس کا وقت فرض نماز کو انجام دینے سے پہلے داخل نہ ہوگا (پس اگر ان کو فریضہ سے پہلے پڑھے تو صحیح نہیں ہونگے)

۳)۔نافلہ مغرب؛اس کا وقت مغرب کے اول وقت سے لیکر یہاں تک کہ مغربی سرخی ختم ہو جائے۔

۴)۔نافلہ عشاء؛اس کا وقت عشاء کے فریضہ کے وقت کی طرح نصف شب تک ہے تو اسے آدھی رات تک ادا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں اور مشہور قول کی بناء پر اس کے علاوہ کوئی ایسا نافلہ نہیں جس کا وقت اس کے فریضے کے ساتھ پھیلا ہوا ہو سوائے اسی نافلہ عشاء کے اور یہ مشہور قول ہے۔

---

[۱]۔ابو حنیفہ نے کہا: نماز فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت ،اور اس کے بعد دو رکعت ، پھر عصر سے پہلے چار رکعت اور اگر چاہے تو دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت اور چاہے تو دو رکعت پڑھے، اس طرح کل ۱۸/۲۲ رکعت ہیں (الهدایة مرغینانی ۱: ٦٦، اللباب ۱: ۹۰، فتح العزیز ۴: ۲۱۷). امام احمد نے کا: کل مستحب معینہ ۱۰ رکعت ہیں؛دو رکعت ظہر سے پہلے ، اور اس کے بعد اور دو رکعت نماز مغرب کے بعد اور دو رکعت نماز عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے ہیں (المغنی ۱: ۷۹۸، الانصاف ۲: ۱۷٦، کشاف القناع ۱: ۴۲۲). شافعی کے تین قول ہیں؛پہلا ہے کہ کل مستحب آٹھ رکعت ہے؛دو رکعت نماز صبح سے پہلے ،دو رکعت نماز ظہر سے پہلے اور دو رکعت اس کے بعد اور دو رکعت نماز مغرب کے بعد، اور دوسرا قول اسی طرح ہے اس میں نماز عشاء کے بعد دو رکعت کا اضافہ ہے اور تیسرا ہے کہ کل اٹھارہ رکعتیں ہیں؛ نماز صبح سے پہلے دو رکعت ، ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد بھی چار رکعت اور عصر سے پہلے چار رکعت اور دو رکعت نماز مغرب کے بعد اور دو رکعت نماز عشاء کے بعد مستحب ہیں (المجموع ۴: ۸، فتح العزیز ۴: ۲۱۲-۲۱۳ و ۲۱۷، کفایة الأخیار ۱: ۵۳.).

۵)۔ نافلہ شب؛اس کا وقت آدھی رات سے لیکر فجر دوم کے طلوع ہونے تک ہے[1] اور نماز شفع اور وتر یہاں (وقت کے لحاظ سے) نماز شب کی طرح ہیں اور اسی طرح یہ شفع و وتر نماز شب کے ساتھ شریک ہیں اگر فجر کے بعد مزاحمت ہو جائے اور فجر سے پہلے فقط چار رکعت کے لیے وقت ہو تو چار نماز شب کو پڑھے جس میں شفع و وتر بھی ہو، جیسا کہ نافلہ ظہرین مزاحم ہونگے اگر ان کے معینہ وقت میں ایک رکعت پڑھ سکے تو نافلہ کو تمام کرے اگرچہ فریضہ کا کی فضیلت کا وقت داخل ہو جائے لیکن نماز مغرب کے نوافل تو فریضہ عشاء[2] سے اصلا مزاحم نہیں ہوتے (چاہے ان کی ایک رکعت پڑھی ہو یا نہ) مگر یہ کہ ان میں سے دو رکعت پڑھ لی ہو تو انہیں بطور مطلق (چاہے نماز عشاء کی فضیلت کا وقت داخل ہو جائے) پورا کرے۔

---

[1]۔اس میں کوئی اختلاف نہیں اور صحیح فضیل اس پر دلالت کرتی ہے کہ صادقینؑ میں سے ایک امام نے فرمایا؛ نبی اکرمﷺ آدھی رات کے بعد ۱۳ رکعت نماز شب پڑھتے تھے (وسائل باب۴۳ابواب مواقیت ح۳)اور صحیح اسماعیل اشعری میں ہے کہ اس نے امام رضا ؑسے نماز شب کے افضل وقت کے بارے میں سوال کیا ؟ فرمایا؛ رات کا آخری تہائی حصہ ہے (سابقہ حوالہ ح۴)اور سلیمان بن خالد نے امام صادق سے روایت موثقہ میں نقل کیا؛ آٹھ رکعتیں رات کے آخری حصہ میں پڑھی جائیں (وسائل باب۱۳ابو اعداد فرائض ح۱۶)لیکن عذر و مشکل رکھنے والوں کے لیے آدھی رات سے پہلے بھی جائز قرار دیا گیا ہے جیسے بعد میں اس کو ذکر کیا جائے گا مسافر، اور وہ شخص جس کے لیے آخری حصے میں اٹھنا مشکل ہو اور جسے سخت سردی اور احتلام کا خوف ہو یا مریض ہو جیسے لیث مرادی نے صحیح سند سے روایت کی امام صادقؑ سے گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں رات کے پہلے حصے میں اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تو نے کتنی اچھی فکر کی ہے اور کتنا اچھا عمل کیا ،یعنی سفر میں (وسائل باب۴۴ابواب مواقیت ح۱) اور صحیح یعقوب احمر اسی طرح ہے پھر اس میں ہے کہ وہ جوان جسے زیادہ نیند آتی ہو میں اسے بھی اسی کا حکم دیتا ہوں (حوالہ سابقہ ح۱۷)

[2]۔اور وہ مغرب کے فریضہ سے اصلا مزاحم نہیں ہوتے کیونکہ و ہ ان کے بعد پڑھے جاتے ہیں ۔

۶)۔ نافلہ صبح؛ اس کا وقت نماز صبح کے فریضہ کے اول وقت سے لیکر اتنی دیر تک ہے کہ مشرق سے سرخی ظاہر ہو اور وہ نماز صبح کے فریضہ کی فضیلت کا آخری وقت ہے جیسے ظہرین میں سایہ کا مقیاس کے ایک برابر یا دو برابر ہونا ہے (وہ فریضہ کی فضیلت کی فضیلت اور نافلہ کا وقت ہے) نماز مغرب کی فریضہ کی فضیلت اور نافلہ کا وقت مغرب سرخی کا زائل ہونا ہے اور یہ ظہر میں سایہ کے ایک برابر ہونے کی روایت کے ساتھ مناسب ہے نہ قدم الی روایت سے۔

ابتدائی نوافل کی کراہت

(وَتُكْرَهُ النَّافلَةُ الْمُبْتَدئَةُ) وَهِيَ الَّتِي يُحْدِثُهَا الْمُصَلِّي تَبَرُّعًا، فَإِنَّ الصَّلَاةَ قُرْبَانُ كُلِّ تَقيٍّ وَاحْتُرِزَ بِهَا عَنْ ذَات السَّبَب،كَصَلَاة الطَّوَاف، وَالْإحْرَام، وَتَحيَّة الْمَسْجد بَعْدَ دُخُوله، وَالزِّيَارَة عنْدَ حُصُولهَا، وَالْحَاجَة، وَالاسْتخَارَة، وَالشُّكْر، وَقَضَاء النَّوَافل مُطْلَقًا في هَذه الْأَوْقَات الْخَمْسَة الْمُتَعَلِّق اثْنَان منْهَا بالْفعْل(بَعْدَ صَلَاة الصُّبْح) إلَى أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ (وَالْعَصْرُ) إلَى أَنْ تَغْرُبَ (وَ) ثَلَاثَةٌ بالزَّمَان (عنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) أَيْ بَعْدَهُ حَتَّى تَرْتَفعَ وَيَسْتَوْلِيَ شُعَاعُهَا وَتَذْهَبَ الْحُمْرَةُ-

وَهُنَا يَتَّصلُ وَقْتُ الْكَرَاهَتَيْن الْفعْليِّ وَالزَّمَانيِّ(وَ) عنْدَ(غُرُوبهَا) أَيْ مَيْلهَا إلَى الْغُرُوب وَاصْفرَارهَا حَتَّى يَكْمُلَ بذَهَاب الْحُمْرَة الْمَشْرقيَّة.وَتَجْتَمعُ هُنَا الْكَرَاهَتَان في وَقْت وَاحد (وَ)عنْدَ (قيَامهَا) في وَسَط السَّمَاء وَوُصُولهَا إلَى دَائرَة نصْف النَّهَار تَقْريبًا إلَى أَنْ تَزُولَ (إلَّا يَوْمَ الْجُمُعَة) فَلَا تُكْرَهُ النَّافلَةُ فيه عنْدَ قيَامهَا، لاسْتحْبَاب صَلَاة رَكْعَتَيْن منْ نَافلَتهَا حينَئذ وَفي الْحَقيقَة هَذَا

الاسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ، لِأَنَّ نَافِلَةَ الْجُمُعَةِ مِنْ ذَوَاتِ الْأَسْبَابِ إِلَّا أَنْ يُقَالَ بِعَدَمِ كَرَاهَةِ الْمُبْتَدَئَةِ فِيهِ أَيْضًا عَمَلًا بِإِطْلَاقِ النُّصُوصِ بِاسْتِثْنَائِهِ (وَلَا تُقَدَّمُ) النَّافِلَةُ اللَّيْلِيَّةُ عَلَى الانْتِصَافِ (إِلَّا لِعُذْرٍ) كَتَعَبٍ وَبَرْدٍ وَرُطُوبَةِ رَأْسٍ وَجَنَابَةٍ وَلَوْ اخْتِيَارِيَّةٍ يُشَقُّ مَعَهَا الْغُسْلُ، فَيَجُوزُ تَقْدِيمُهَا حِينَئِذٍ مِنْ أَوَّلِهِ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِنِيَّةِ التَّقْدِيمِ أَوْ الْأَدَاءِ وَمِنْهَا الشَّفْعُ وَالْوَتْرُ .(وَقَضَاؤُهَا أَفْضَلُ) مِنْ تَقْدِيمِهَا فِي صُورَةِ جَوَازِهِ .

ابتدائی نوافل مکروہ ہیں جنہیں نماز گزار تبرّع اور اپنی مرضی سے خدا کے لیے انجام دیتا ہے کیونکہ نماز ہر متقی کی قربانی ہے پس ابتدائی کہہ کر ان نوافل کو خارج کر دیا جو شرعی اسباب کے تحت انجام دیئے جائیں جیسے نماز طواف، احرام، نماز تحیہ مسجد جب مسجد میں داخل ہوں اور نماز زیارت معصومینؑ جب زیارت کی سعادت حاصل ہو اور نماز حاجت، نماز استخارہ و نماز شکر و قضاء نوافل ان پانچ اوقات میں انجام دے سکتے ہیں لیکن ابتدائی نوافل کو ان میں پڑھنا مکروہ ہے ان میں سے دو تو فعل کے ساتھ متعلق ہیں؛

۱۔ نماز صبح کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے ، ۲۔اور عصر سے غروب آفتاب تک، اور تین زمانے کے ساتھ متعلق ہیں ۱۔ طلوع آفتاب کے بعد یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے اور اس کی شعائیں پھیل جائے اور سرخی چلی جائے یہاں کراہت فعلی و زمانی باہم ہیں اور ۲۔ غروب آفتاب کے وقت یہاں تک کہ مشرق سرخی ختم ہو جائے اور یہاں دو کراہتیں ایک وقت میں جمع ہیں اور ۳۔ سورج کے وسط آسمان میں ہونے کے وقت جب وہ دائرہ نصف نہار میں ہو یہاں تک کہ وہ زائل ہو جائے مگر جمعہ کے دن اس وقت میں نافلہ مکروہ نہیں کیونکہ اس وقت دو رکعت نماز مستحب ہے اور حقیقت میں یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ نافلہ جمعہ

ابتدائی نوافل میں سے نہیں بلکہ اس کا سبب ہے مگر یہ کہا جائے کہ اس وقت ابتدائی نوافل بھی جائز ہیں یہ اطلاق نصوص سے یہی سمجھا جاتا ہے۔

اور نماز شب کو نصف شب سے پہلے نہ پڑھیں مگر کوئی عذر ہو گا تھک کیا ہو یا سردی ہو یا سر میں جوانی کی رطوبت ہو یا جناجب کا ڈرا گرچہ اختیاری ہو جب اس کا غسل باعث مشقت ہو تو اسے عشاء کے بعد رات کے پہلے حصے میں مقدم پڑھنے کی نیت سے انجام دے اور شفع و وتر بھی نماز شب کے حکم ہے اور اسے قضاء کرنا اسے مقدم کرنے سے بہتر ہے۔

اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت

(وَأَوَّلُ الْوَقْتِ أَفْضَلُ)مَنْ غَيْرِه(إلَّا) فِي مَوَاضِعَ تَرْتَقِي إلَى خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ ذَكَرَ أَكْثَرُهَا الْمُصَنِّفُ فِي النَّفْلِيَّة، وَحَرَّرْنَاهَا مَعَ الْبَاقِي فِي شَرْحِهَا، وَقَدْ ذُكِرَ مِنْهَا هُنَا ثَلَاثَةُ مَوَاضِعَ:(لِمَنْ يُتَوَقَّعُ زَوَالُ عُذْرِه) بَعْدَ أَوَّلِه،كَفَاقِد السَّاتِرِ أَوْ وَصْفِه وَالْقِيَام، وَمَا بَعْدَهُ مِنْ الْمَرَاتِبِ الرَّاجِحَة عَلَى مَا هُوَ بِه إذَا رَجَا الْقُدْرَةَ فِي آخِرِه.وَالْمَاءِ عَلَى الْقَوْلِ بِجَوَازِ التَّيَمُّمِ مَعَ السَّعَة وَلِإِزَالَة النَّجَاسَة غَيْرِ الْمَعْفُوِّ عَنْهَا(وَ لِصَائِمٍ يَتَوَقَّعُ)غَيْرُهُ(فِطْرَهُ)وَمِثْلُهُ مَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ إلَى الْإِفْطَارِ بِحَيْثُ يُنَافِي الْإِقْبَالَ عَلَى الصَّلَاة(وَ لِلْعِشَاءَيْنِ) لِلْمُفِيضِ مِنْ عَرَفَةَ(إلَى الْمَشْعَرِ) وَإِنْ تَثَلَّثَ اللَّيْلُ.

اول وقت میں نماز پڑھنا دیگر اوقات کی نسبت افضل ہے[1] مگر کچھ موارد میں کہ مصنف نے نفلیہ میں انہیں ۱۵ موارد تک پہنچایا ہے اور ہم نے اس کی شرح میں باقی کو ذکر کیا ہے، یہاں ان میں سے تین مورد بیان ہوتے ہیں؛

۱۔ جس کے عذر کے اول وقت کے بعد عذر کے زائل ہونے کی امید ہو، جیسے جس کے پاس لباس نہ ہو یا لباس کی شرائط نہ ہوں یا قیام نہ کر سکتا ہو یا اس کے بعد کے مراتب کہ بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا ہیں جو اس کی موجودہ حالت سے ترجیح رکھتے ہیں جب آخر وقت تک اس عذر کے ختم ہونے کی امید ہو اور اسی طرح جب وسیع وقت میں تیمّم کو جائز کہا جائے تو جب آخر وقت تک پانی ملنے کی امید ہو تو اول وقت افضل نہ ہوگا اور اسی طرح جس کے لباس پر ایسی نجاست ہو جو معاف نہ ہو اور پانی ملنے کی امید ہو تو صبر کرے۔

۲۔ روازے دار کے لیے نماز مغرب کو موخر کرنا جب دیگر افراد افطار کے لیے اس کے منتظر ہوں اور اسی طرح وہ شخص جس کو اس طرح اتنی بھوک لگی ہو کہ نماز میں توجہ کے منافی ہو۔

۳۔ نماز مغرب و عشاء کو موخر کرنا جو شخص عرفہ سے مشعر کی طرف جانے لگے اگرچہ رات کا ایک ثلث گزر جائے۔

---

[1] ۔ اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں؛ جیسے صحیح زرارہ میں ہے امام باقرؑ نے فرمایا؛ جان لو کہ ہمیشہ اول وقت افضل ہے تو جتنا ہو سکے نیکی میں جلدی کرو (وسائل باب ۳ ابواب مواقیت ح۱۰) اور اس نے دوسری روایت میں امام باقرؑ سے نقل کیا فرمایا؛ خدا تعالی کے نزدیک محبوب ترین وقت، وقت کی ابتداء ہے جب نماز کا وقت داخل ہو تو فریضہ نماز پڑھو (سابقہ حوالہ ح۶)

وقت کی شناخت میں گمان پر اعتماد

(وَيُعَوَّلُ فِي الْوَقْتِ عَلَى الظَّنِّ) الْمُسْتَنَدِ إلَى وِرْدٍ بِصَنْعَةٍ أَوْ دَرْسٍ وَنَحْوِهِمَا(مَعَ تَعَذُّرِ الْعِلْمِ) أَمَّا مَعَ إمْكَانِهِ فَلَا يَجُوزُ الدُّخُولُ بِدُونِهِ (فَإِنْ) صَلَّى بِالظَّنِّ حَيْثُ يَتَعَذَّرُ الْعِلْمُ ثُمَّ انْكَشَفَ وُقُوعُهَا فِي الْوَقْتِ أَوْ(دَخَلَ وَهُوَ فِيهَا أَجْزَأَ) عَلَى أَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ (وَإِنْ تَقَدَّمَتْ) عَلَيْهِ بِأَجْمَعِهَا (أَعَادَ) وَهُوَ مَوْضِعُ وِفَاقٍ.

وقت کی شناخت میں ایسے گمان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جو کسی علمی اور تحقیقی دلیل کے ساتھ ہو جب خود علم حاصل کرنا مشکل ہو اور جب علم حاصل کرنا ممکن ہو تو وقت کا یقین کئے بغیر نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے پس اگر وقت داخل ہونے کا گمان کرکے نماز شروع کرے جہاں علم حاصل کرنا مشکل تھا پھر ظاہر ہو کہ نماز وقت کے اندر پڑھی گئی یا نماز کے دوران وقت داخل ہوگیا تو صحیح تر قول کی بناء پر وہی نماز کافی ہے اور اگر وہ نماز پور کی پوری وقت سے پہلے واقع ہوئی ہو تو اس کو دوبارہ پڑھے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

شرط ۲۔ قبلہ رو ہونا

(الثَّانِي الْقِبْلَةُ)(وَهِيَ) عَيْنُ (الْكَعْبَةِ لِلْمُشَاهِدِ) لَهَا(أَوْ حُكْمُهُ) وَهُوَ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى التَّوَجُّهِ إلَى عَيْنِهَا بِغَيْرِ مَشَقَّةٍ كَثِيرَةٍ لَا تُتَحَمَّلُ عَادَةً، وَلَوْ بِالصُّعُودِ إلَى جَبَلٍ أَوْ سَطْحٍ (وَجِهَتُهَا) وَهِيَ السَّمْتُ الَّذِي يُحْتَمَلُ كَوْنُهَا فِيهِ وَيُقْطَعُ بِعَدَمِ خُرُوجِهَا عَنْهُ لِأَمَارَةٍ شَرْعِيَّةٍ (لِغَيْرِهِ) أَيْ غَيْرِ الْمُشَاهِدِ وَمَنْ بِحُكْمِهِ كَالْأَعْمَى .

وَلَيْسَتْ الْجِهَةُ لِلْبَعِيدِ مُحَصِّلَةً عَيْنَ الْكَعْبَةِ وَإِنْ كَانَ الْبُعْدُ عَنْ الْجِسْمِ يُوجِبُ اتِّسَاعَ جِهَةِ مُحَاذَاتِه، لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَقْتَضِي اسْتِقْبَالَ الْعَيْنِ، إِذْ لَوْ أُخْرِجَتْ خُطُوطٌ مُتَوَازِيَةٌ مِنْ مَوَاقِفِ الْبَعِيدِ الْمُتَبَاعِدَةِ الْمُتَّفِقَةِ الْجِهَةِ عَلَى وَجْهٍ يَزِيدُ عَلَى جِرْمِ الْكَعْبَةِ لَمْ تَتَّصِلْ الْخُطُوطُ أَجْمَعَ بِالْكَعْبَةِ ضَرُورَةً، وَإِلَّا لَخَرَجَتْ عَنْ كَوْنِهَا مُتَوَازِيَةً .

وَبِهَذَا يَظْهَرُ الْفَرْقُ بَيْنَ الْعَيْنِ وَالْجِهَةِ، وَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ بُطْلَانُ صَلَاةِ بَعْضِ الصَّفِّ الْمُسْتَطِيلِ زِيَادَةً مِنْ قَدْرِ الْكَعْبَةِ لَوْ اُعْتُبِرَ مُقَابَلَةُ الْعَيْنِ.وَالْقَوْلُ بِأَنَّ الْبَعِيدَ فَرْضُهُ الْجِهَةُ أَصَحُّ الْقَوْلَيْنِ فِي الْمَسْأَلَةِ، خِلَافًا لِلْأَكْثَرِ حَيْثُ جَعَلُوا الْمُعْتَبَرَ لِلْخَارِجِ عَنْ الْحَرَمِ اسْتِقْبَالَهُ، اسْتِنَادًا إِلَى رِوَايَاتٍ ضَعِيفَةٍ.

نماز کی دوسری شرط قبلہ ہے اور جو شخص کعبہ کو دیکھ رہا ہو یا جو شخص اس کی طرح ہو یعنی جو شخص بغیر زیادہ مشقت کے عین قبلہ کی طرف منہ کر سکتا ہو مثلاً پہاڑ یا چھت پر چڑھ کر، اس کے لیے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا لازم ہے اور جو لوگ خود کعبہ کی نہیں دیکھ سکتے یا اس کے حکم میں ہیں جیسے نابینا، ان کے اسکی جہت قبلہ ہے جس میں کعبہ موجود ہے اور یقین ہے کہ کعبہ اس سے خارج نہیں ہے اس کی کوئی شرعی نشانی اور علامت موجود ہو۔

دور رہنے والے لوگوں کے لیے جہت کعبہ خود کعبہ کو حاصل نہیں کرتی اگرچہ کسی جسم سے دوری اس کے مقابل کی جہت کو وسعت دیتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہت مقابل کا وسیع ہونا خود جسم کے سامنے ہونے کو لازم نہیں چونکہ اگر دور کے شخص سے اگر متوازی خطوط کھینچے جائیں جو جہت کے مطابق ہوں لیکن خود کعبہ کے وجود سے زیادہ ہوں تو وہ سب کعبہ کے جسم سے نہیں ٹکرائیں گے بلکہ اس کے باہر سے گزریں گے اور اگر ان کو کعبہ کے جسم سے ٹکرائیں تو وہ متوازی اور سیدھے نہیں رہیں گے، اس سے ظاہر ہوا کہ خود کعبہ کی

طرف رخ کرنے اور اس کی جہت کی منہ کرنے میں فرق ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا سب کے لیے ضروری ہو تو ان لوگوں کی نمازیں باطل ہونگی جن کی صف مستطیل کعبہ کے جسم سے زیادہ لمبی ہو اور دور کے رہنے والوں کے جہت کعبہ کا فرض ہونا صحیح تر قول ہے اگرچہ اکثر نے حرم سے باہر والوں کے لیے استقبال کعبہ کو ضروری قرار دیا ہے اور ان کی دلیلیں ضعیف روایات ہیں۔

جہت کعبہ کی تشخیص کی علامات

ثُمَّ إنْ عَلِمَ الْبَعِيدُ بِالْجِهَةِ بِمِحْرَابٍ مَعْصُومٍ أَوْ اعْتِبَارِ رَصْدِيٍّ وَإِلَّا عَوَّلَ عَلَى الْعَلَامَاتِ الْمَنْصُوبَةِ لِمَعْرِفَتِهَا نَصًّا أَوْ اسْتِنْبَاطًا . پھر اگر دور کے رہنے والوں کے لیے جہت کعبہ معلوم ہو معصومینؑ کے محراب کی وجہ سے یا جدید رصد گاہوں (علم فلکیات کے طریقوں) سے تو خیر ورنہ انہیں ان علامات پر اعتماد کرنا ہوگا جو جہت کعبہ کو مشخص کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں بعض روایات میں آئی ہیں اور بعض کو ماہرین نے استنباط کیا ہے۔

علامت اہل عراق

(وَعَلَامَةُ) أَهْلِ(الْعِرَاقِ وَمَنْ فِي سَمْتِهِمْ) كَبَعْضِ أَهْلِ خُرَاسَانَ مِمَّنْ يُقَارِبُهُمْ فِي طُولِ بَلَدِهِمْ (جَعَلَ الْمَغْرِبَ عَلَى الْأَيْمَنِ وَالْمَشْرِقَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْجَدْيُ) حَالَ غَايَةِ ارْتِفَاعِهِ أَوْ انْخِفَاضِهِ (خَلْفَ الْمَنْكِبِ الْأَيْمَنِ) وَهَذِهِ الْعَلَامَةُ وَرَدَ بِهَا النَّصُّ خَاصَّةً عَلَامَةً لِلْكُوفَةِ وَمَا يُنَاسِبُهَا، وَهِيَ مُوَافِقَةٌ لِلْقَوَاعِدِ الْمُسْتَنْبَطَةِ مِنْ الْهَيْئَةِ وَغَيْرِهَا فَالْعَمَلُ بِهَا مُتَعَيَّنٌ فِي أَوْسَاطِ الْعِرَاقِ مُضَافًا إلَى الْكُوفَةِ كَبَغْدَادَ وَالْمَشْهَدَيْنِ وَالْحِلَّةِ-

اہل عراق اور جوان کی سمت میں ہیں جیسے بعض اہل خراسان جن کا طول بلد ان کے قریب ہے، وہ مغرب کو دائیں اور مشرق کو بائیں اور ستارہ جدی کو اسکی بلندی یا بالکل نیچے ہونے کی حالت میں دائیں کندھے کے پیچھے قرار دیں اس علامت کے لیے کوفے اور جوان کے طول بلد میں واقع ہیں ان کے لیے روایت وارد ہوئی ہے اور یہی علم ہیئت وغیرہ کے قواعد کے مطابق ہے تو عراق کے درمیانی علاقوں کے لیے اسی پر عمل کرنا معین ہے جیسے کوفہ، بغداد اور نجف و کربلا اور حلہ۔

نقد و بررسی

وَأَمَّا الْعَلَامَةُ الْأُولَى : فَإِنْ أُرِيدَ فِيهَا بِالْمَغْرِبِ وَالْمَشْرِقِ الاعْتِدَالِيَّانِ - كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْمُصَنِّفُ فِي الْبَيَانِ، أَوْ الْجِهَتَانِ اصْطِلَاحًا وَهُمَا الْمُقَاطِعَتَانِ لِجِهَتَيْ الْجَنُوبِ وَالشَّمَالِ بِخَطَّيْنِ بِحَيْثُ يَحْدُثُ عَنْهُمَا زَوَايَا قَوَائِمَ - كَانَتْ مُخَالِفَةً لِلثَّانِيَةِ كَثِيراً، لِأَنَّ الْجَدْيَ حَالَ اسْتِقَامَتِهِ يَكُونُ عَلَى دَائِرَةِ نِصْفِ النَّهَارِ الْمَارَّةِ بِنُقْطَتَيْ الْجَنُوبِ وَالشَّمَالِ، فَجَعْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ عَلَى الْوَجْهِ السَّابِقِ عَلَى الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ يُوجِبُ جَعْلَ الْجَدْيِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ قَضِيَّةً لِلتَّقَاطُعِ، فَإِذَا اُعْتُبِرَ كَوْنُ الْجَدْيِ خَلْفَ الْمَنْكِبِ الْأَيْمَنِ لَزِمَ الانْحِرَافُ بِالْوَجْهِ عَنْ نُقْطَةِ الْجَنُوبِ نَحْوَ الْمَغْرِبِ كَثِيراً، فَيَنْحَرِفُ بِوَاسِطَتِهِ الْأَيْمَنُ عَنْ الْمَغْرِبِ نَحْوَ الشَّمَالِ وَالْأَيْسَرُ عَنْ الْمَشْرِقِ نَحْوَ الْجَنُوبِ، فَلَا يَصِحُّ جَعْلُهُمَا مَعًا عَلَامَةً لِجِهَةٍ وَاحِدَةٍ، إِلَّا أَنْ يُدَّعَى اغْتِفَارُ هَذَا التَّفَاوُتِ، وَهُوَ بَعِيدٌ خُصُوصًا مَعَ مُخَالَفَةِ الْعَلَامَةِ لِلنَّصِّ وَالاعْتِبَارِ فَهِيَ إِمَّا فَاسِدَةُ الْوَضْعِ أَوْ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ جِهَاتِ

الْعِرَاقِ، وَهِيَ أَطْرَافُهُ الْغَرْبِيَّةُ - كَالْمُوصِلِ وَمَا وَالَاهَا - فَإِنَّ التَّحْقِيقَ أَنَّ جِهَتَهُمْ نُقْطَةُ الْجَنُوبِ، وَهِيَ مُوَافِقَةٌ لِمَا ذُكِرَ فِي الْعَلَامَةِ .

وَلَوْ اُعْتُبِرَتْ الْعَلَامَةُ الْمَذْكُورَةُ غَيْرَ مُقَيَّدَةٍ بِالاعْتِدَالِ وَلَا بِالْمُصْطَلَحِ بَلْ بِالْجِهَتَيْنِ الْعُرْفِيَّتَيْنِ انْتَشَرَ الْفَسَادُ كَثِيراً، بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ فِيهِمَا وَالنُّقْصَانِ الْمُلْحِقِ لَهُمَا تَارَةً بِعَلَامَةِ الشَّامِ وَأُخْرَى بِعَلَامَةِ الْعِرَاقِ وَثَالِثَةً بِزِيَادَةٍ عَنْهُمَا، وَتَخْصِيصُهُمَا حِينَئِذٍ بِمَا يُوَافِقُ الثَّانِيَةَ يُوجِبُ سُقُوطَ فَائِدَةِ الْعَلَامَةِ .

وَأَمَّا أَطْرَافُ الْعِرَاقِ الشَّرْقِيَّةُ كَالْبَصْرَةِ وَمَا وَالَاهَا مِنْ بِلَادِ خُرَاسَانَ فَيَحْتَاجُونَ إِلَى زِيَادَةِ انْحِرَافٍ نَحْوَ الْمَغْرِبِ عَنْ أَوْسَاطِهَا قَلِيلًا، وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ-

پہلی علامت میں اگر مشرق و مغرب اعتدالی (طلوع و غروب) مراد ہوں جیسا کہ مصنف نے بیان میں تصریح کی یا اصطلاحی جہتیں جو جہت شمال و جنوب کو دو ایسے خطوں سے کاٹتی ہوں جو قائمہ زاویہ پر بنائے جائیں تو یہ علامت ستارہ جدی والی علامت سے بہت مخالف ہیں کیونکہ ستارہ جدی حال استقامت (بلندی یا بالکل نیچے ہونے کی حالت) میں نصف النہار کے دائرہ میں ہوتا ہے جو شمال و جنوب کے دو نقطوں سے گزرتا ہے تو سابقہ طریقے (اعتدالی یا اصطلاحی جہت) سے مشرق مغرب کو دائیں بائیں قرار دینا موجب ہوگا کہ ستارہ جدی کندھوں کے درمیان میں ہو اور یہ دو خطوں کے تقاطع کا تقاضا ہے اور اگر ستارہ جدی کو دائیں کندھے کے پیچھے قرار دیں تو منہ کا جنوب سے مغرب کی طرف بہت زیادہ مڑنا لازم ہوگا اور اس سے دائیں طرف مغرب سے شمال کی طرف اور بائیں مشرق سے جنوب کی طرف مڑنا لازم ہوگا پس اس دونوں کو ایک علامت قرار دینا صحیح نہیں ہے مگر یہ کہا جائے کہ اتنا تفاوت معاف ہے لیکن یہ بہت بعید ہے خصوصاجب یہ علامت روایت اور علمی قواعد کے مخالف ہے

پس یا تو یہ بالکل فاسد ہے یا عراق کی بعض جہات میں مفید ہے وہ اس کی مغربی اطراف ہیں جیسے موصل اور اس کے قریبی علاقے، بناء بر تحقیق ان کی جہت نقطہ جنوب ہے اور وہ اس علامت کے مطابق ہے۔

اور اگر اس علامت میں اعتدال یا جہت اصطلاحی مراد نہ ہو بلکہ جہت عرفی مراد ہو تو اس کا فاسد ہونا اور بڑھ جائے گا کیونکہ اس میں انحراف زیادہ ہوگا اور کبھی ان کو شام والوں کو علامت سے ملا دے گا اور کبھی ان عراق کی دوسری علامت سے اور کبھی ان سے زیادہ اور ان سے وہ حالت مراد لینا جو دوسری علامت کے مطابق ہو اس کے مستقل علامت کے فائدے سے گرانے کا موجب ہے۔

اور عراق کی مشرقی اطراف جیسے بصرہ اور اس کے قریبی علاقے جیسے خراسان کے کچھ شہر، ان کے لیے وسط عراق کی نسبت مغرب کی طرف مڑنا کم ہے، اور اسی طریقے سے جتنا شہر طول بلد میں مشرق کی طرف ہوں گے جنوب کی طرف مڑنا بھی زیادہ ہوگا اور جتنا مغرب کی طول بلد زیادہ ہونگے جنوب سے مڑنا کم ہوگا[1]۔

علامت اہل شام

(وَلِلشَّامِ) مِنْ الْعَلَامَاتِ (جَعْلُهُ) أَيْ الْجَدْيِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ (خَلْفَ الْأَيْسَرِ).الظَّاهِرُ مِنْ الْعِبَارَةِ كَوْنُ الْأَيْسَرِ صِفَةً لِلْمَنْكِبِ بِقَرِينَةِ مَا قَبْلَهُ، وَبِهَذَا صَرَّحَ فِي الْبَيَانِ، فَعَلَيْهِ يَكُونُ انْحِرَافُ الشَّامِيِّ عَنْ نُقْطَةِ الْجَنُوبِ مَشْرِقًا بِقَدْرِ انْحِرَافِ الْعِرَاقِيِّ عَنْهَا مَغْرِبًا.وَالَّذِي صَرَّحَ بِهِ غَيْرُهُ- وَوَافَقَهُ الْمُصَنِّفُ فِي

---

[1]۔القليل " قيد لزيادة الانحراف: يعني أن زيادة إنحرافهم عن اتجاه أهالي أوساط العراق يسير وإن كان إنحرافهم عن نقطة الجنوب كثيرا، وعلى هذا القياس فكلما ازدادت البلاد في الطول شرقا ازداد الانحراف نحو الجنوب. كما ينعكس الامر عند التفاوت في الطول من ناحية المغرب.

الدُّرُوس وَغَيْرِهَا- أَنَّ الشَّامِيَّ يَجْعَلُ الْجَدْيَ خَلْفَ الْكَتِف لَا الْمَنْكِب، وَهَذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُوَافِقُ لِلْقَوَاعِد، لِأَنَّ انْحِرَافَ الشَّامِيِّ أَقَلُّ مِنْ انْحِرَافِ الْعِرَاقِيِّ الْمُتَوَسِّطِ، وَبِالتَّحْرِيرِ التَّامِّ يَنْقُصُ الشَّامِيُّ عَنْهُ جُزْأَيْنِ مِنْ تِسْعِينَ جُزْءًا مِمَّا بَيْنَ الْجَنُوب وَالْمَشْرِق أَوْ الْمَغْرِب.

(وَجَعَلَ سُهَيْلَ) أَوَّلَ طُلُوعِه -وَهُوَ بُرُوزُهُ عَنْ الْأُفُق-(بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ) لَا مُطْلَق كَوْنِه وَلَا غَايَةَ ارْتِفَاعِه، لِأَنَّهُ فِي غَايَةِ الارْتِفَاعِ يَكُونُ مُسَامِتًا لِلْجَنُوب، لِأَنَّ غَايَةَ ارْتِفَاعِ كُلِّ كَوْكَبٍ يَكُونُ عَلَى دَائِرَةِ نِصْفِ النَّهَارِ الْمُسَامِتَةِ لَهُ كَمَا سَلَفَ .

اہل شام کی علامت یہ ہے کہ وہ ستارہ جدی کو اسکی بلندی یا بالکل نیچے ہونے کی حالت میں بائیں کندھے کے پیچھے قرار دیں اور ظاہر عبارت یہی ہے کہ بائیں ہونا کندھے کی صفت ہے جیسا کہ پہلی علامت میں یہ تھا اور اسی کی تصریح مصنف نے کتاب بیان میں کی ہے، اس طرح اہل شام جنوب سے مشرق کی طرف اتنا ہے جتنا اہل عراق جنوب سے مغرب کی طرف مڑتے ہیں اور جس چیز کی دیگر علماء نے تصریح کی اور مصنف نے دروس وغیرہ میں موافقت کی یہ ہے کہ شامی ستارہ جدی کو کندھے کے پیچھے قرار دیں اور یہی قواعد کے مطابق ہے کیونکہ شامی کا مڑنا وسط عراق کے لوگوں کی نسبت کم ہے اور دقیق قانون یہ ہے کہ شامی کا مڑنا اس سے ۹۰ سے دو جزء کم ہوگا جنوب و مشرق یا مغرب سے۔

اور ستارہ سہیل کو اسکے طلوع کے شروع میں دونوں آنکھوں کے درمیان قرار دیں نہ اس کی ہر حالت میں اور نہ اس کی بلندی کی حالت میں، کیونکہ وہ بلندی کی حالت میں جنوب کی سمت میں ہوتا ہے کیونکہ ہر ستارہ بلندی کی حالت میں دائرہ نصف نہار میں اپنی اس سمت میں ہوتا ہے جس پر طلوع ہو اور ستارہ سہیل جنوب سے طلوع ہوتا ہے۔

اہل مغرب اور اہل یمن کی علامت

(وَلِلْمَغْرِبِ)وَالْمُرَادُ بِهِ بَعْضُ الْمَغْرِبِ كَالْحَبَشَةِ وَالنُّوبَةِ لَا الْمَغْرِبِ الْمَشْهُورِ(جَعْلُ الثُّرَيَّا وَالْعَيُّوقَ) عِنْدَ طُلُوعِهِمَا (عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ) الثُّرَيَّا عَلَى الْيَمِينِ، وَالْعَيُّوقَ عَلَى الْيَسَارِ.وَأَمَّا الْمَغْرِبُ الْمَشْهُورُ فَقِبْلَتُهُ تَقْرُبُ مِنْ نُقْطَةِ الْمَشْرِقِ وَبَعْضُهَا يَمِيلُ عَنْهُ نَحْوَ الْجَنُوبِ يَسِيراً.

(وَالْيَمَنُ مُقَابِلُ الشَّامِ) وَلَازِمُ الْمُقَابَلَةِ أَنَّ أَهْلَ الْيَمَنِ يَجْعَلُونَ سُهَيْلًا طَالِعًا بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ مُقَابِلَ جَعْلِ الشَّامِيِّ لَهُ بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ، وَأَنَّهُمْ يَجْعَلُونَ الْجَدْيَ مُحَاذِيًا لِأُذُنِهِمْ الْيُمْنَى، بِحَيْثُ يَكُونُ مُقَابِلًا لِلْمَنْكِبِ الْأَيْسَرِ فَإِنَّ مُقَابِلَهُ يَكُونُ إلَى مُقَدَّمِ الْأَيْمَنِ، وَهَذَا مُخَالِفٌ لِمَا صَرَّحَ بِهِ الْمُصَنِّفُ فِي كُتُبِهِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِهِ مِنْ أَنَّ الْيَمَنِيَّ يَجْعَلُ الْجَدْيَ بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ وَسُهَيْلًا غَائِبًا بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ فَإِنَّ ذَلِكَ يَقْتَضِي كَوْنَ الْيَمَنِ مُقَابِلًا لِلْعِرَاقِ لَا لِلشَّامِ .

وَمَعَ هَذَا الِاخْتِلَافِ فَالْعَلَامَتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ أَيْضًا، فَإِنْ جَعَلَ الْجَدْيَ طَالِعًا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ يَقْتَضِي اسْتِقْبَالَ نُقْطَةِ الشِّمَالِ، وَحِينَئِذٍ فَيَكُونُ نُقْطَةُ الْجَنُوبِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ، وَهِيَ مُوَازِيَةٌ لِسُهَيْلٍ فِي غَايَةِ ارْتِفَاعِهِ كَمَا مَرَّ لَا غَائِبًا وَمَعَ هَذَا فَالْمُقَابَلَةُ لِلْعِرَاقِيِّ لَا لِلشَّامِيِّ، هَذَا بِحَسْبِ مَا يَتَعَلَّقُ بِعِبَارَاتِهِمْ وَأَمَّا الْمُوَافِقُ لِلتَّحْقِيقِ: فَهُوَ أَنَّ الْمُقَابِلَ لِلشَّامِ مِنْ الْيَمَنِ هُوَ صَنْعَاءُ وَمَا نَاسَبَهَا وَهِيَ لَا تُنَاسِبُ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْعَلَامَاتِ، وَإِنَّمَا الْمُنَاسِبُ لَهَا عَدَنُ وَمَا وَالَاهَا فَتَدَبَّرْ .

اہل مغرب سے مراد حبشہ اور نوبہ (سوڈان) ہیں نہ مشہور مغرب کہ اس سے مراد تونس، جزائر اور مراکش ہیں اور ان اہل مغرب کے لیے علامت ستارہ ثریا اور عیوق کو طلوع کے وقت بالترتیب دائیں اور بائیں قرار دیں لیکن مشہور مغرب کے رہنے والوں کا قبلہ نقطہ مشرق سے قریب ہے اور بعض کا قبلہ اس سے تھوڑا سا جنوب کی طرف مائل ہے۔

اور اہل یمن اہل شام کے مقابل میں ہیں یعنی اہل یمن سہیل کر طلوع کی حالت میں دونوں کندھوں کے دو میان قرار دیں کہ شامی اسے آنکھوں کے سامنے قرار دیتے تھے اور اہل یمن جدی کو دائیں کان کے بالمقابل قرار دیں کہ وہ شام والوں کے بائیں کندھے کے مقابلے میں واقع ہے یعنی بائیں کندھے کے مقابلے میں دائیں کندھے کا اگلا حصہ جو کے اوپر دایاں کان واقع ہے، لیکن یہ مصنف کی تین کتابوں اور دیگر علماء کی تحقیقات کے خلاف ہے؛ وہ کہتے ہیں کہ اہل یمن جدی ستارہ کو آنکھوں کے سامنے اور سہیل کو غائب ہوتے وقت کندھوں کے درمیان قرار دیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ یمن عراق کی علامت کے مقابلے میں ہو نہ اہل شام کے، اور اس اختلاف کے باوجود ان دونوں علامتوں میں جو اہل یمن کے کہی گئیں ان میں بہت فرق ہے؛ جدی کو طلوع کے وقت آنکھوں کے سامنے قرار دینا تقاضا کرتا ہے کہ نقطہ شمال سامنے ہو تو اس وقت نقطہ جنوب کندھوں کے درمیان میں ہوگا اور وہ سہیل کی بلندی کی حالت میں اس کے موازی ہے نہ غائب ہونے وقت اس کے موازی اور بالمقابل ہے اس کے باوجود بھی اہل یمن اہل عراق کے مقابل ہیں نہ شامیوں کے، ان کی عبارتوں سے متعلقہ بحث ہے لیکن جو علامت تحقیق کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ شام کے مقابلے میں یمن کے بعض علاقے ہیں جیسے صنعاء اور اسکے قریبی مناطق، اور یہ ان کی کلمات میں موجود کسی علامت کے ساتھ سازگار نہیں ہے ان کی علامتیں تو عدن اور اس کے قریبی مناطق سے سازگار ہیں۔

اہل بلد کے قبلہ پر اعتماد

(وَ) يَجُوزُ أَنْ (يُعَوَّلَ عَلَى قِبْلَةِ الْبَلَدِ) مِنْ غَيْرِ أَنْ يَجْتَهِدَ (إِلَّا مَعَ عِلْمِ الْخَطَأِ) فَيَجِبُ حِينَئِذٍ الاجْتِهَادُ، وَكَذَا يَجُوزُ الاجْتِهَادُ فِيهَا تَيَامُنًا وَتَيَاسُرًا وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ الْخَطَأَ .وَالْمُرَادُ بِقِبْلَةِ الْبَلَدِ مِحْرَابُ مَسْجِدِهِ وَتَوَجُّهُ قُبُورِهِ وَنَحْوِهِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ .وَالْمُرَادُ بِهِ بَلَدُ الْمُسْلِمِينَ، فَلَا عِبْرَةَ بِمِحْرَابِ الْمَجْهُولَةِ كَقُبُورِهَا، كَمَا لَاعِبْرَةَ بِنَحْوِ الْقَبْرِ وَالْقَبْرَيْنِ لِلْمُسْلِمِينَ، وَلَا بِالْمِحْرَابِ الْمَنْصُوبِ فِي طَرِيقٍ قَلِيلَةِ الْمَارَّةِ مِنْهُمْ .

اور جائز ہے کہ بغیر تحقیق کے اہل بلد کے قبلہ پر اعتماد کیا جائے مگر ان کی قبلے کی سمت کا خطا ہونا یقینی ہو تو اس وقت تحقیق لازم ہے اور اسی طرح اس وقت بھی تحقیق جائز ہے جب ان کی خطا یقینی نہ ہو لیکن قبلہ سے تھوڑا دائیں بائیں ہوں اور اہل بلد کے قبلہ سے مراد ان کی مسجدوں کے محراب اور قبروں کی جہتیں ہیں، اور اس میں چھوٹے بڑے شہروں میں فرق نہیں ہاں شہر سے مراد مسلمانوں کے شہر ہیں پس مجہول الحال محرابوں اور قبروں کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ایک دو مسلمانوں کی قبریں بھی معتبر نہیں اور اسی طرح ایسے راستے کے محراب بھی معتبر نہیں جن سے بہت کم لوگ سفر کرتے ہیں۔

فاقد امارہ کا حکم

(وَلَوْ فَقَدَ الْأَمَارَاتِ) الدَّالَّةَ عَلَى الْجِهَةِ الْمَذْكُورَةَ هُنَا وَغَيْرَهَا(قَلَّدَ) الْعَدْلَ الْعَارِفَ بِهَا رَجُلًا كَانَ أَمْ امْرَأَةً حُرًّا أَمْ عَبْدًا.وَلَا فَرْقَ بَيْنَ فَقْدِهَا لِمَانِعٍ مِنْ رُؤْيَتِهَا كَغَيْمٍ وَرُؤْيَتِهِ كَعَمًى وَجَهْلٍ بِهَا كَالْعَامِّيِّ مَعَ ضِيقِ الْوَقْتِ عَنْ التَّعَلُّمِ

عَلَى أَجْوَدِ الْأَقْوَالِ وَهُوَ الَّذِي يَقْتَضِيهِ إِطْلَاقُ الْعِبَارَةِ، وَلِلْمُصَنِّفِ وَغَيْرِهِ فِي ذَلِكَ اخْتِلَافٌ.

وَلَوْ فَقَدَ التَّقْلِيدَ صَلَّى إِلَى أَرْبَعِ جِهَاتٍ مُتَقَاطِعَةٍ عَلَى زَوَايَا قَوَائِمَ مَعَ الْإِمْكَانِ، فَإِنْ عَجَزَ اكْتَفَى بِالْمُمْكِنِ.وَالْحُكْمُ بِالْأَرْبَعِ حِينَئِذٍ مَشْهُورٌ، وَمُسْتَنَدُهُ ضَعِيفٌ وَاعْتِبَارُهُ حَسَنٌ، لِأَنَّ الصَّلَاةَ كَذَلِكَ تَسْتَلْزِمُ إِمَّا الْقِبْلَةَ أَوْ الِانْحِرَافَ عَنْهَا بِمَا لَا يَبْلُغُ الْيَمِينَ وَالْيَسَارَ، وَهُوَ مُوجِبٌ لِلصِّحَّةِ مُطْلَقًا، وَيَبْقَى الزَّائِدُ عَنْ الصَّلَاةِ الْوَاحِدَةِ وَاجِبًا مِنْ بَابِ الْمُقَدِّمَةِ، لِتَوَقُّفِ الصَّلَاةِ إِلَى الْقِبْلَةِ أَوْ مَا فِي حُكْمِهَا الْوَاجِبِ عَلَيْهِ كَوُجُوبِ الصَّلَاةِ الْوَاحِدَةِ فِي الثِّيَابِ الْمُتَعَدِّدَةِ الْمُشْتَبِهَةِ بِالنَّجَسِ لِتَحْصِيلِ الصَّلَاةِ فِي وَاحِدٍ طَاهِرٍ، وَمِثْلُ هَذَا يَجِبُ بِدُونِ النَّصِّ، فَيَبْقَى النَّصُّ لَهُ شَاهِداً وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا. وَذَهَبَ السَّيِّدُ رَضِيُّ الدِّينِ بْنُ طَاوُسٍ هُنَا إِلَى الْعَمَلِ بِالْقُرْعَةِ اسْتِضْعَافًا لِسَنَدِ الْأَرْبَعِ مَعَ وُرُودِهَا لِكُلِّ أَمْرٍ مُشْتَبَهٍ وَهَذَا مِنْهُ وَهُوَ نَادِرٌ.

اگر جہت قبلہ کو معین کرنے والی علامتیں نہ ہوں تو ایسے شخص کی پیروی کرے جو عادل ہو اور قبلہ کی جہت کو جانتا ہو چاہے مرد ہو یا عورت ،غلام ہو یا آزاد، وار علامت کے مفقود ہونے میں فرق نہیں کہ دیکھنے سے کوئی مانع ہو جیسے بادل ہوں یا خود دیکھنے کی قوت ہی نہ ہو جیسے نابینا ہو یا علامتوں کو نہ جانتا ہو جیسے عوامی شخص اور سیکھنے کے لیے وقت بھی تنگ ہو، یہ بہترین قول ہے اور مصنف کی عبارت کا مطلق اور بغیر قید و شرط کے ہونا اسی کا تقاضا کرتا ہے لیکن مصنف اور دیگر علماء کے یہاں اختلاف اور اقوال موجود ہیں۔

اگر ایسا شخص بھی نہ ملے جس کی پیروی کر سکے تو چاروں اطراف میں نماز پڑھے جو قائمہ زوایا کے طریقے پر باہم تقاطع رکھتی ہوں، یہ اس وقت ہے جب ممکن ہو اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو جتنا ممکن ہو اتنا کافی ہے اور چار طرفوں کی طرف نماز پڑھنے کا حکم مشہور ہے[۱] اور اس کی دلیل ضعیف ہے لیکن اس کا معتبر ہونا بہتر ہے کیونکہ اس طرح نماز کا وظیفہ یقینا ادا ہوگا یا نماز عین قبلہ کی طرف واقع ہوگی یا بہت تھوڑا سا دائیں بائیں وہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے اور ایک نماز سے زیادہ جو نمازیں پڑھی جائیں گی وہ از باب مقدمہ واجب ہونگی کیونکہ اصل واجب کا ادا کرنا ان پر موقوف ہے جیسے متعدد لباسوں میں ایک لباس پاک اور بقیہ نجس ہو اور آپس میں مشتبہ ہوں تو ان سب میں نماز پڑھنا ایک واجب نماز کے یقین کے لیے مقدمہ ہوگا تاکہ پاک لباس میں نماز کا یقین ہو جائے اور ایسے مورد تو روایت کے بغیر واجب ہو جاتے ہیں پس اگر روایت ہو بھی تو وہ اس عقلی حکم کے لیے شاہد اور تائید ہوگی اگرچہ مرسلہ ہو۔

سید ابن طاووس نے یہاں قرعے پر عمل کرنے کو اختیار کیا ہے اور چاروں طرف نماز پڑھنے کی دلیل کو ضعیف ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور قرعہ تو ہر مشکل کام کے لیے وارد ہے اور یہاں بھی امر مشتبہ ہے اور یہ فتوا نادر ہے کیونکہ مشہور کے مقابل میں ہے۔

جہت قبلہ میں غلطی کرنے والے کا حکم

(وَلَوْ انْكَشَفَ الْخَطَأُ بَعْدَ الصَّلَاةِ) بِالاجْتِهَادِ أَوْ التَّقْلِيدِ حَيْثُ يُسَوِّغُ أَوْ نَاسِيًا لِلْمُرَاعَاةِ (لَمْ يُعِدْ مَا كَانَ بَيْنَ الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ) أَيْ مَا كَانَ دُونَهُمَا إلَى

---

[۱] مرسلة صدوق، "قال: روی فی من لایهتدی إلی القبلة فی مفازة انه یصلی إلی اربع جوانب". وسائل الشیعة، ج۳ ص ۲۵۵ باب ۸. حدیث ۱. اور مشہور کے مقابلے میں کہ کسی ایک طرف نماز پڑھنا کافی ہے ان کی دلیل بہت سی روایات ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو محمد بن مسلم وزرارہ نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کی: " یجزی المتحیر أبدا أینما توجه إذا لم یعلم أین وجه القبلة ". مصدر سابق، ص۲۲۶. الباب ۸. الحدیث ۲.

جِهَةِ الْقِبْلَةِ وَإِنْ قَلَّ(وَيُعِيدُ مَا كَانَ إِلَيْهِمَا) مَحْضًا (فِى وَقْتِهِ) لَا خَارِجَهُ.(وَالْمُسْتَدْبِرُ) وَهُوَ الَّذِى صَلَّى إِلَى مَا يُقَابِلُ سَمْتَ الْقِبْلَةِ الَّذِى تَجُوزُ الصَّلَاةُ إِلَيْهِ اخْتِيَارًا (يُعِيدُ وَلَوْ خَرَجَ الْوَقْتُ) عَلَى الْمَشْهُورِ، جَمْعًا بَيْنَ الْأَخْبَارِ الدَّالِ أَكْثَرُهَا عَلَى إِطْلَاقِ الْإِعَادَةِ فِى الْوَقْتِ، وَبَعْضُهَا عَلَى تَخْصِيصِهِ بِالْمُتَيَامِنِ وَالْمُتَيَاسِرِ وَإِعَادَةُ الْمُسْتَدْبِرِ مُطْلَقًا. وَالْأَقْوَى الْإِعَادَةُ فِى الْوَقْتِ مُطْلَقًا لِضَعْفِ مُسْتَنَدِ التَّفْصِيلِ الْمُوجِبِ لِتَقْيِيدِ الصَّحِيحِ الْمُتَنَاوِلِ بِإِطْلَاقِهِ مَوْضِعَ النِّزَاعِ، وَعَلَى الْمَشْهُورِ كُلُّ مَا خَرَجَ عَنْ دُبُرِ الْقِبْلَةِ إِلَى أَنْ يَصِلَ إِلَى الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ يَلْحَقُ بِهِمَا، وَمَا خَرَجَ عَنْهُمَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ يَلْحَقُ بِهَا .

اگر تحقیق یا جائز تقلید یا رعایت جہت کو بھول کر نماز پڑھے اور بعد میں خطا ظاہر ہو جائے تو جب تک دائیں بائیں کی حد کے درمیان ہو یعنی جہت قبلہ سے کم تھوڑا ادھر ادھر ہو تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور اگر دائیں بائیں تک پہنچ جائے تو اگر وقت کے اندر یاآئے تو دوبارہ پڑھے لیکن وقت کے بعد پڑھنا ضروری نہیں اور جس شخص جہت کے پشت کر کے نماز پڑھی ہو وہ نماز کو دوبارہ پڑھے چاہے وقت گزر چکا ہو مشہور ہے اور روایات کے درمیان جمع کا سبب ہے جن میں اکثر میں بطور مطلق وقت کے اندر اعادہ کرنے کا حکم ہے اور بعض میں دائیں بائیں پڑھنے والے کے لیے اعادے کا حکم ہے اور بعض میں بطور مطلق پشت قبلہ نماز پڑھنے والے کے لیے اعادے کا حکم ہے۔

شرط ۳۔ نماز گزار کا لباس

(الثَّالِثُ سَتْرُ الْعَوْرَةِ)(وَهِىَ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ لِلرَّجُلِ) وَالْمُرَادُ بِالْقُبُلِ : الْقَضِيبُ وَالْأُنْثَيَانِ وَبِالدُّبُرِ: الْمَخْرَجُ لَا الْأَلْيَانِ فِى الْمَشْهُورِ(وَجَمِيعُ الْبَدَنِ عَدَا

الْوَجْه) وَهُوَ مَا يَجِبُ غَسْلُه مِنْهُ فِى الْوُضُوءِ أَصَالَةً(وَالْكَفَّيْن) ظَاهِرُهُمَا وَبَاطِنُهُمَا مِنْ الزَّنْدَيْنِ (وَظَاهِرُ الْقَدَمَيْنِ) دُونَ بَاطِنِهِمَا، وَحَدُّهُمَا مَفْصِلُ السَّاقِ.وَفِى الذِّكْرَى وَالدُّرُوسِ أَلْحَقَ بَاطِنَهُمَا بِظَاهِرِهِمَا، وَفِى الْبَيَانِ اسْتَقْرَبَ مَا هُنَا، وَهُوَ أَحْوَطُ(لِلْمَرْأَةِ) وَيَجِبُ سَتْرُ شَيْءٍ مِنْ الْوَجْهِ وَالْكَفِّ وَالْقَدَمِ مِنْ بَابِ الْمُقَدِّمَةِ، وَكَذَا فِى عَوْرَةِ الرَّجُلِ. وَالْمُرَادُ بِالْمَرْأَةِ الْأُنْثَى الْبَالِغَةُ، لِأَنَّهَا تَأْنِيثُ"الْمَرْءِ"، وَهُوَ الرَّجُلُ فَتَدْخُلُ فِيهَا الْأَمَةُ الْبَالِغَةُ،وَسَيَأْتِى جَوَازُ كَشْفِهَا رَأْسَهَا وَيَدْخُلُ الشَّعْرُ فِيمَا يَجِبُ سَتْرُهُ، وَبِهِ قَطَعَ الْمُصَنِّفُ فِى كُتُبِه، وَفِى الْأَلْفِيَّةِ جَعَلَهُ أَوْلَى .

نماز کی تیسری شرط شرمگاہ کو ڈھانپنا ہے اور مرد کے لیے شرمگاہ کی حد قبل اور دبر ہے اور قبل سے مراد آلہ تناسل اور ڈھیلے ہیں اور دبر سے مراد پاخانہ نکلنے کا مقام ہے مشہور قول کی بناء پر کولہے اس میں داخل نہیں ہیں[1] اور عورت کے لیے پورا بدن چھپانا واجب ہے سوائے

---

[1] ۔ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مرد کی شرمگاہ فقط قبل و دبر ہے [شیخ طوسی؛المبسوط ۱: ۸۷، قطب الدین راوندی؛ فقہ القرآن ۱: ۹۵، یحیٰ بن سعید حلی؛الجامع للشرائع : ۶۵، ابن إدریس؛ السرائر : ۵۵، محقق حلی؛المعتبر : ۱۵۴.] اور عطاء، داود، ابن ابی ذئب بھی اسی کے قائل ہیں اور شافعی کے نزدیک اسی میں ایک وجہ ہے اور احمد سے بھی روایت ہے [المجموع ۳: ۱۶۸و ۱۶۹، المغنی ۱: ۶۵۱ - ۶۵۲، نیل الأوطار ۲: ۴۹.] کیونکہ انس نے رویت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن ران سے کپڑا ہٹایا اور میں نے اس کی سفیدی کو دیکھا[صحیح البخاری ۱: ۱۰۳ــ۱۰۴اور یہ روایت بخاری میں ۳۰ سے زیادہ مرتبہ تکرار ہوئی ہے جیسا کہ تحقیق القاری میں لکھا ہے] اور امام صادقؑ سے منقول ہے؛"الفخذ ليس من العورة "ران شرمگاہ کا حصہ نہیں ہے [الفقیہ ۱: ۶۷/ ۲۵۳، التہذیب ۱: ۳/۳۷۴/ ۱۱۵۰] .اور ہم میں سے ایک جماعت [ابن البراج؛المہذب ۱: ۸۳، ابو صلاح حلبی؛الکافی : ۱۳۹، ابن حمزہ؛الوسیلۃ: ۸۹.] قائل ہے کہ شرمگاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے؛العورة ما بين السرة والركبة، اور شافعی، مالک، احمد، اور اصحاب رای و قیاس اسی کے قائل ہیں [لمجموع ۳: ۱۶۸-۱۶۹، بدایۃ المجتہد ۱: ۱۱۴، المغنی ۱: ۶۵۱، المنتقی باجی ۱: ۲۴۷، العدۃ شرح العمدۃ: ۶۶، المبسوط سرخسی ۱۰: ۱۴۶، شرح العنایۃ ۱: ۲۲۴، تفسیر رازی ۲۳: ۲۰۲] اور اس کی دلیل

چہرے کی اس مقدار کے جس کا وضو میں دھونا اصالۃً واجب ہے اور کلائی سے دونوں ہتھیلیاں ان کا ظاہری اور باطنی حصہ اور پاوں کا ظاہری حصہ نہ ان کا اندرونی حصہ (کہ اس کو چھپانا لازم ہے) اور ان کی حدّ پاوں اور پنڈلی کا جوڑ (گٹے) ہیں اور ذکری و دروس میں پاوں کے اندرونی حصے کو اس کے ظاہری حصے کے ساتھ ملحق کیا ہے یعنی اس کو ظاہر کرنا جائز ہے اور بیان میں اس کتاب کی طرح پاوں کے باطنی حصے کو ڈھانپنا واجب کیا ہے اور وہی احتیاط کے زیادہ مناسب ہے اور چہرے، ہتھیلی اور پاوں کی کچھ مقدار کو مقدمہ واجب کے باب سے چھپانا واجب ہے تاکہ یقین ہو جائے کہ واجب مقدار حاصل ہو گئی اور اسی طرح مرد کے لیے بھی ہے کہ وہ اجب مقدار سے کچھ زیادہ حدّ کو چھپائے۔

اور عورت سے مراد بالغہ عورت ہے کیونکہ لفظ مرء مرد کے لیے ہے (اس کے مقابلے میں لفظ مراۃ بالغہ عورت کے لیے ہوگا) تو اس میں بالغہ کنیز بھی داخل ہو جائے گی حالانکہ بعد میں بیان ہوگا کہ اس کے لیے نماز کی حالت میں سر کھلا رکھنا جائز ہے اور بال اس حدا میں داخل ہیں جن کو چھپانا واجب ہے اور مصنف نے دیگر کتابوں میں اسی کا یقین کیا ہے اور الفیہ میں اسے اولی اور بہتر قرار دیا ہے

لباس کی شرائط

(وَيَجِبُ كَوْنُ السَّاتِرِ طَاهِرًا) فَلَوْ كَانَ نَجِسًا لَمْ تَصِحَّ الصَّلَاةُ (وَعُفِيَ عَمَّا مَرَّ) مِنْ ثَوْبِ صَاحِبِ الْقُرُوحِ وَالْجُرُوحِ بِشَرْطِهِ، وَمَا نَجِسَ بِدُونِ الدِّرْهَمِ مِنْ الدَّمِ (وَعَنْ نَجَاسَةِ) ثَوْبِ (الْمُرَبِّيَةِ لِلصَّبِيِّ) بَلْ لِمُطْلَقِ الْوَلَدِ وَهُوَ مَوْرِدُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے: (لا تکشف فخذک ولا تنظر إلی فخذ حی ولا میت؛ اپنی ران کو ظاہر نہ کر اور کسی زندہ و مردہ کی ران کو مت دیکھ، [سنن إبی داود ۳: ۱۹۶/ ۳۱۴۰ و ۴: ۴۰/ ۴۰۱۵، سنن ابن ماجہ ۱: ۴۶۹/ ۱۴۶۰، سنن بیہقی ۳: ۳۸۸، سنن الدار قطنی ۱: ۲۲۵/ ۴] اور جمع ادلہ کی خاطر ایسی روایات سے مراد کراہت لی گئی ہے۔

النَّصِّ، فَكَانَ التَّعْمِيمُ أَوْلَى (ذَاتَ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ) فَلَوْ قَدَرَتْ عَلَى غَيْرِهِ وَلَوْ بِشِرَاءٍ أَوْ اسْتِئْجَارٍ أَوْ اسْتِعَارَةٍ لَمْ يَعْفُ عَنْهُ، وَأُلْحِقَ بِهَا الْمُرَبِّی، وَبِهِ الْوَلَدُ الْمُتَعَدِّدُ .

وَيُشْتَرَطُ نَجَاسَتُهُ بِبَوْلِهِ خَاصَّةً، فَلَا يُعْفَى عَنْ غَيْرِهِ كَمَا لَا يُعْفَى عَنْ نَجَاسَةِ الْبَدَنِ بِهِ وَإِنَّمَا أَطْلَقَ الْمُصَنِّفُ نَجَاسَةَ الْمُرَبِّيَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُقَيِّدَ بِالثَّوْبِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِی السَّاتِرِ، وَأَمَّا التَّقْيِيدُ بِالْبَوْلِ فَهُوَ مَوْرِدُ النَّصِّ وَلَكِنَّ الْمُصَنِّفَ أَطْلَقَ النَّجَاسَةَ فِی كُتُبِهِ كُلِّهَا .

(وَيَجِبُ غَسْلُهُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً) وَيَنْبَغِی كَوْنُهَا آخِرَ النَّهَارِ لِتُصَلِّیَ فِيهِ أَرْبَعَ صَلَوَاتٍ مُتَقَارِبَةٍ بِطَهَارَةٍ، أَوْ نَجَاسَةٍ خَفِيفَةٍ (وَ) كَذَا عُفِیَ (عَمَّا يَتَعَذَّرُ إِزَالَتُهُ فَيُصَلِّی فِيهِ لِلضَّرُورَةِ) وَلَا يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ عَارِيًّا خِلَافًا لِلْمَشْهُورِ (وَالْأَقْرَبُ تَخْيِيرُ الْمُخْتَارِ) وَهُوَ الَّذِی لَا يَضْطَرُّ إِلَی لُبْسِهِ لِبَرْدٍ وَغَيْرِهِ (بَيْنَهُ) أَیْ بَيْنَ أَنْ يُصَلِّیَ فِيهِ صَلَاةً تَامَّةَ الْأَفْعَالِ (وَبَيْنَ الصَّلَاةِ عَارِيًّا فَيُومِئَ لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ) كَغَيْرِهِ مِنَ الْعُرَاةِ قَائِمًا مَعَ أَمْنِ الْمَطْلَعِ، وَجَالِسًا مَعَ عَدَمِهِ .

وَالْأَفْضَلُ الصَّلَاةُ فِيهِ مُرَاعَاةً لِلتَّمَامِيَّةِ، وَتَقْدِيمًا لِفَوَاتِ الْوَصْفِ عَلَی فَوَاتِ أَصْلِ السَّتْرِ، وَلَوْلَا الْإِجْمَاعُ عَلَی جَوَازِ الصَّلَاةِ فِيهِ عَارِيًّا – بَلْ الشُّهْرَةُ بِتَعَيُّنِهِ – لَكَانَ الْقَوْلُ بِتَعَيُّنِ الصَّلَاةِ فِيهِ مُتَوَجَّهًا .أَمَّا الْمُضْطَرُّ إِلَی لُبْسِهِ فَلَا شُبْهَةَ فِی وُجُوبِ صَلَاتِهِ فِيهِ .

(وَيَجِبُ كَوْنُهُ) أَيْ السَّاتِرِ (غَيْرَ مَغْصُوبٍ) مَعَ الْعِلْمِ بِالْغَصْبِ (وَغَيْرِ جِلْدٍ وَصُوفٍ وَشَعْرٍ) وَوَبَرٍ (مِنْ غَيْرِ الْمَأْكُولِ إِلَّا الْخَزَّ) وَهُوَ دَابَّةٌ ذَاتُ أَرْبَعٍ تُصَادُ مِنْ الْمَاءِ ذَكَاتُهَا كَذَكَاةِ السَّمَكِ، وَهِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِي جِلْدِهِ لَا فِي وَبَرِهِ إِجْمَاعًا (وَالسِّنْجَابَ) مَعَ تَذْكِيَتِهِ لِأَنَّهُ ذُو نَفْسٍ قَالَ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى : وَقَدْ اُشْتُهِرَ بَيْنَ التُّجَّارِ وَالْمُسَافِرِينَ أَنَّهُ غَيْرُ مُذَكًّى، وَلَا عِبْرَةَ بِذَلِكَ، حَمْلًا لِتَصَرُّفِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَا هُوَ الْأَغْلَبُ (وَغَيْرُ مَيِّتَةٍ) فِيمَا يَقْبَلُ الْحَيَاةَ كَالْجِلْدِ، أَمَّا مَا لَا يَقْبَلُهَا كَالشَّعْرِ، وَالصُّوفِ فَتَصِحُّ الصَّلَاةُ فِيهِ مِنْ مَيِّتٍ إِذَا أَخَذَهُ جَزًّا، أَوْ غَسَلَ مَوْضِعَ الِاتِّصَالِ(وَغَيْرَ الْحَرِيرِ) الْمَحْضِ، أَوْ الْمُمْتَزِجِ عَلَى وَجْهٍ يَسْتَهْلِكُ الْخَلِيطَ لِقِلَّتِهِ (لِلرَّجُلِ وَالْخُنْثَى) وَاسْتُثْنِيَ مِنْهُ مَا لَا يُتِمُّ الصَّلَاةَ فِيهِ كَالتِّكَّةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَمَا يُجْعَلُ مِنْهُ فِي أَطْرَافِ الثَّوْبِ وَنَحْوِهَا مِمَّا لَا يَزِيدُ عَلَى أَرْبَعِ أَصَابِعَ مَضْمُومَةً، أَمَّا الِافْتِرَاشُ لَهُ فَلَا يُعَدُّ لُبْسًا كَالتَّدَثُّرِ بِهِ وَالتَّوَسُّدِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهِ .

نمازی کے لباس میں درج ذیل چیزوں کا خیال رکھنا واجب ہے :

۱)۔ لباس کی طہارت اور پاکی پس اگر نمازی کا لباس نجس ہو تو نماز صحیح نہیں ہو گی، اس حکم سے چند قسم کے لوگوں کو معاف رکھا گیا ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا ذکر گزر چکا[1]؛ جیسے

[1] ۔شرح لمعہ ، کتاب طہارت ،نجاسات کی بحث میں چند افراد کا ذکر ہوا ۔

۱۔وہ شخص جس کے زخم سے گندگی اور خون جاری ہو اس کی شرط یہ ہے کہ اس حالت میں جب نماز کے وقت میں خوف بند نہ ہو تو اس لباس کا کا خون آلود ہونا نماز میں معاف ہے۔

۲۔وہ شخص جس کے لباس میں ایک درھم کی مقدار سے کم خون لگا ہے۔ (اور دیگر افراد یہ ہیں:)

۳۔چھوٹے لڑکے بلکہ روایت میں بچے کا ذکر ہے جس میں لڑکی بھی داخل ہے تو اس کو عمومی بیان کرنا بہتر تھا؛ کی تربیت کرنے والی عورت کے لباس کی نجاست معاف ہے جب اس کے پاس صرف ایک ہی لباس ہو پس اگر کوئی دوسرا لباس حاصل کر سکتی ہو اگرچہ اسے خریدے یا اجارہ پر لے یا عاریۃ لے تو وہ نجاست معاف نہ ہوگی اور اس کے ساتھ چھوٹے بچوں کی تربیت کرنے والے مرد کو بھی ملحق کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ ان تربیت کرنے والوں کو بھی ملحق کیا گیا جو کئی بچوں کی تربیت کریں اور اس لباس میں شرط ہے کہ وہ بچے کے پیشاب سے نجس ہوا ہو تو دوسری کوئی نجاست معاف نہ ہوگی جیسا کہ تربیت کرنے والوں کے لیے پیشاب سے ان کے بدن کے نجس ہونے کو بھی معاف نہیں کیا گیا اور مصنف نے تربیت کرنے والی عورت کو بیان کیا اور اس کے کپڑے کی نجاست کے معاف ہونے کی قید نہیں لگائی اس کی وجہ یہ ہے کہ بحث لباس کے بارے میں ہو رہی ہے اور پیشاب کی نجاست کا معاف ہونا روایت میں آیا ہے لیکن مصنف نے اپنی تمام کتابوں میں اس کو بغیر قید کے چھوڑ دیا ہے۔اور دن میں ایک مرتبہ دھونا لازم ہے اور مناسب ہے کہ دن کے آخری حصے میں دھوئے تاکہ اس کے ساتھ چار نمازیں طہارت کے ساتھ پڑھ لے یا ان نمازوں کے وقت تھوڑی نجاست لگی ہو۔

۴۔اسی طرح جس شخص کے لیے نجاست کو کپڑے سے پاک کرنا شدید مشکل ہو تو ضرورت شرعی کے تحت اس میں نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ برہنہ

حالت میں نماز پڑھے یہ بات مشہور علماء کے فتوے کے خلاف ہے[1] (شہید اول فرماتے ہیں:) قریب تر یہ ہے کہ جو شخص اختیار رکھتا ہو اور اس نجس لباس کو شدید سردی وغیرہ کی وجہ سے پہننے پر مجبور نہ ہو تو اسے چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ اسی نجس لباس میں نماز پڑھے تاکہ نماز کے تمام افعال کامل طور پر انجام دے یا برہنہ ہو کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود کے لیے اشارہ کرے جیسے دیگر افراد جو حالت برہنگی میں نماز پڑھنے پر مجبور ہوں اور جب کسی کے دیکھنے والے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اگر کسی کے دیکھنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے افضل یہ ہے کہ اسی لباس میں نماز پڑھے تاکہ نماز کے افعال کو کامل طور پر بجالائے اور اسی لیے بھی کہ

---

[1] ۔جب ایک شخص کے پاس فقط نجس لباس ہو اور اس کو پاک کرنا بھی ممکن نہ ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں؛ا۔ اگر تو اس کو پہننے پر مجبور ہو تو اسی میں نماز پڑھے لیکن اگر پہننے پر مجبور نہ ہو اور اسے اتارسکتا ہو تو اس میں نماز پڑھے یا برہنہ ہو کر نماز پڑھے یا اسے اختیار ہے جیسے چاہے پڑھے؟ مشہور نے عریان ہوکر نماز پڑھے کا قول اپنا یا اور رکوع و سجود کے لیے اشارہ کرنے کا حکم دیا[النہایۃ ونکتھا: ج ۱ ص ۲۰۷،المبسوط: ج ۱ ص ۹۱،الخلاف: ج ۱ ص ۴۷۴ المسألۃ ۲۱۸،السرائر: ج ۱ ص ۱۸۶، شرائع الاسلام: ج ۱ ص ۵۴] اس پر سماعہ کی موثقہ دلالت کرتی ہیں میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بیابان میں ہو اور اس کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور اس میں جنب ہوجائے اس کے پاس پانی نہ ہو کہ اسے پاک کرے تو کیا کرے؟ فرمایا تیمّم کرے اور بیٹھ کر برہنہ ہوکر نماز پڑھے اور رکوع و سجود کے لیے اشارہ کرے (وسائل باب۴۶ابواب نجاسات ح۱)؛

لیکن بیان، مدارک ،کشف اللثام میں ہےکہ اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے کیونکہ اس پر بہت سی صحیح روایات دلالت کرتی ہیں جیسے؛ صحیح حلبی کہ میں نے امام صادقؑ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس کے کپڑے میں جنابت واقع ہوئی ہو اور اس کے پاس کوئی دوسرا لباس نہ ہو ؟فرمایا؛ اسی میں نماز پڑھے اور جب پانی ملے تو اسے دھو لے اور صحیح عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ میں ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا اس شخص کے بارے میں جو کپڑے میں جنب ہو اورا س کے پاس کوئی دوسرا لباس نہ ہو اور نہ ہی وہ اس کو دھونے کی طاقت رکھتا ہو ؟ فرمایا؛ اسی میں نماز پڑھے اور معتبر محقق حلی ، منتہی و مختلف علامہ حلی اور دروس و ذکری شہید اول اور جامع المقاصد محقق ثانی وغیرہ میں ہے کہ ایسے شخص کو اختیار ہے کہ برہنہ ہو کر پڑھے یا اسی میں پڑھے ، اور اس طرح انہوں نے روایات کو جمع کردیا ہے ، لیکن صحیح کثیر روایات کو موثقہ سے ترجیح دینا بہتر ہے ۔

نماز میں لباس شرط ہے وہ تو نہ چھوڑیں اگر اس کی کوئی صفت حاصل نہ ہو (بلکہ شہید ثانی فرماتے ہیں) اگر اجماع (اور علماء کے اتفاق) اس بات پر نہ ہوتا کہ جب ایک شخص کے فقط نجس لباس ہو تو وہ برہنہ ہو کر لباس پہن سکتا ہے بلکہ اسی برہنگی کی حالت میں نماز پڑھنے کا فتوی مشہور نہ ہوتا تو تو اسی نجس لباس میں نماز پڑھنے کا قول ہی بہتر تھا۔ لیکن جو شخص اس نجس لباس کو پہننے پر مجبور ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس کے لیے واجب ہے کہ اسی میں نماز پڑھے۔

۲) اور واجب ہے کہ لباس مباح ہو اور غصبی نہ ہو یہ اس صورت میں شرط ہے جب غصب ہونے کا علم ہو۔

۳) اور واجب ہے کہ لباس حرام گوشت حیوان کی جلد، اون اور بالوں سے نہ بنا ہو؛ اس حکم سے دو مورد مستثنی ہیں؛

ایک؛ خزؔ کہ یہ حرام گوشت چار پایہ حیوان ہے جو دریا سے پکڑا جاتا ہے اور اس کا پاک ہونا مچھلی کے پاک ہونے کی طرح ہے اور اس کا زندہ پکڑا جانا اس کی جلد کی پاکی کے لیے شرط ہے نہ اس کے بالوں کے پاک ہونے میں شرط ہے ہے (پس اس کی جلد کے لباس میں نماز باطل نہیں ہے)۔

دو؛ سنجاب کہ جب اس کو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو اس کی جلد میں نماز ہو سکتی ہے۔

اور مصنف نے ذکری میں کہا؛ تاجروں اور مسافروں میں مشہور ہے کہ اس کو حلال نہیں کیا ہوتا لیکن اس شہرت کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس معاملے میں مسلمانوں کے غالبی تصرف کو معتبر سمجھا جائے گا (یعنی مسلمانوں کے بازار سے خریدنا ہی کافی ہے کہ وہ اس کی شرعی شرائط کا خیال رکھ چکے ہوں اور شریعت نے اس کو پاکی کی علامت قرار دیا ہے)۔

۴)۔ نماز کے لباس میں واجب ہے کہ وہ مردار کے ان اجزاء سے نہ ہو جن میں روح ہوتی ہے جیسے جلد، پس جن اجزاء میں روح نہیں ہوتی تو ان میں مشکل نہیں جیسے بال اور اون تو ان میں نماز صحیح ہے جب کسی مردے سے ان کو کاٹ لیا جائے یا جو حصے مردے کے ساتھ ملے ہوں ان کو دھو لیا جائے۔

۵) مرد اور خنثی کے لیے خالص ریشم و حریر[1] کا لباس نہیں ہونا چاہیے یا ایسا لباس نہ ہو جس میں کوئی دوسری چیز ملی ہوئی ہو لیکن ریشم کا غلبہ ہو اور دوسری چیز کم ہونے کی وجہ سے بالکل نہ ہونے کے برابر ہو، لیکن اس سے اتنے چھوٹے ٹکڑے کا اٹھانا کہ جو چار ملی ہوئی انگلیوں سے زیادہ نہ ہو اور ٹوپی و ازار بند بنانے میں حرج نہیں لیکن اس کے اوپر بیٹھنا حرام نہیں کیونکہ اسے لباس اور پہننا نہیں کہا جاتا جیسے اوڑھنا[2]، تکیہ لگانا اور اس پر سوار ہونا۔

کنیز اور نابالغ لڑکی کے سر چھپانے کا حکم

(وَيَسْقُطُ سَتْرُ الرَّأْسِ) وَهُوَ الرَّقَبَةُ فَمَا فَوْقَهَا(عَنْ الْأَمَةِ الْمَحْضَةِ) الَّتِي لَمْ يَنْعَتِقْ مِنْهَا شَيْءٌ، وَإِنْ كَانَتْ مُدَبَّرَةً، أَوْ مُكَاتَبَةً مَشْرُوطَةً، أَوْ مُطَلَّقَةً لَمْ تُؤَدِّ شَيْئًا، أَوْ أُمَّ وَلَدٍ، وَلَوْ انْعَتَقَ مِنْهَا شَيْءٌ فَكَالْحُرَّةِ(وَالصَّبِيَّةِ) الَّتِي لَمْ تَبْلُغْ، فَتَصِحُّ صَلَاتُهَا تَمْرِينًا مَكْشُوفَةَ الرَّأْسِ.

---

[1] ان کے لیے سونا پہننے کا بھی یہی حکم ہے اگرچہ شہیدسے اس کا ذکر رہ گیا ہے۔

[2] ۔ ریشم اوڑھنے میں اختلاف ہے مدارک میں اسے حرام قرار دیا کیونکہ اوڑھنے کو پہننا کہتے ہیں اور جامع المقاصد اور مسالک میں جائز قرار دیا کیونکہ اسے اوڑھنا نہیں کہتے اور جواہر میں بھی کہا؛ ظاہر ہے کہ اوڑھنے پر پہننا صدق نہیں کرتا لیکن صحیح یہ ہے کہ سردیوں میں چادر کے طور پر اوڑھنا یا زینت کے طور پر چادر کے طور پر اوڑھنا جیسے ہمارے علاقوں چادریں اوڑھتے ہیں تو چونکہ یہ چادر پہننے کے زمرے میں آتی ہیں تو ریشم کی چادر حرام ہوگی ۔

اور محض کنیز جس کا کچھ حصہ بھی آزاد نہ ہو، اس کے لیے سر و گردن کا چھپانا واجب نہیں اگرچہ وہ مدبّرہ ہو یا مکاتبہ مشروطہ یا مطلقہ ہو اور ابھی تک اپنی کچھ رقم ادا نہ کی ہو یا امّ ولد ہو، اور اگر اس سے کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہو تو وہ آزاد عورت کی طرح ہے۔

اور نابالغ لڑکی کے لیے بھی سر کا چھپانا نماز میں واجب نہیں تو اس کی نماز مشق کی خاطر ننگے سر بھی صحیح ہو گی۔

پاوں کے اوپر والے حصے کو ڈھاپنے والے جوتے کا حکم

(وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِيمَا يَسْتُرُ ظَهْرَ الْقَدَمِ إِلَّا مَعَ السَّاقِ) بِحَيْثُ يُغَطِّي شَيْئًا مِنْهُ فَوْقَ الْمِفْصَلِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَمُسْتَنَدُ الْمَنْعِ ضَعِيفٌ جِدًّا وَالْقَوْلُ بِالْجَوَازِ قَوِيٌّ مَتِينٌ .

ایسے جوتے میں نماز پڑھنا جائز نہیں جو پاوں کے اوپر والے حصے کو ڈھانپ لے مگر یہ کہ اس کی پنڈلی ہو جس کے ساتھ گٹے کے اوپر کا کچھ حصہ بھی ڈھاپ لے یہ مشہور ہے لیکن منع ہونے کی دلیل بہت ضعیف ہے[۱] تو اس کے جائز ہونے کا قول بہت قوی ہے۔

نمازی کے لباس کے مستحبات

(وَتُسْتَحَبُّ) الصَّلَاةُ (فِي)النَّعْلِ (الْعَرَبِيَّة) لِلتَّأَسِّي (وَتَرْكُ السَّوَادِ عَدَا الْعِمَامَةِ وَالْكِسَاءِ وَالْخُفِّ) فَلَا يُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيهَا سُوداً وَإِنْ كَانَ الْبَيَاضُ

---

[۱] ۔مختلف علامہ حلی میں ہے کہ ابن حمزہ میں کہا؛منقول ہے کہ سندھی و بغدادی جوتے میں نماز ممنوع ہے اس سے شیخ مفید و طوسی اور ایک جماعت نے سمجھا کہ اس میں جوتے میں نماز ممنوع ہے جو پاوں کے اوپر والے حصے کو ڈھانپ لے اور اس پنڈلی خالی رہے (وسائل باب۳۸ابواب لباس مصلی(نماز گزار)ح۷)تو اس کی نہ کوئی سند کسی کو ملی ہے اور کوئی دیگر معتبر روائی کتابوں میں اس کہیں نام و نشان ہے اس لیے اس کو حرمت کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے ہاں شاید اس وجہ سے روکا گیا ہو جب اس کی وجہ سے پاوں کے انگھوٹے زمین پر نہ لگیں ۔

أَفْضَلَ مُطْلَقًا (وَتَرْكُ) الثَّوْبِ(الرَّقِيقِ) الَّذِى لَا يَحْكِى الْبَدَنَ وَإِلَّا لَمْ تَصِحَّ (وَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ) وَالْمَشْهُورُ أَنَّهُ الالْتِحَافُ بِالْإِزَارِ وَإِدْخَالُ طَرَفَيْهِ تَحْتَ يَدِهِ وَجَمْعُهُمَا عَلَى مَنْكِبٍ وَاحِدٍ .

نمازی کے لباس میں درج ذیل چیزیں مستحب[1] ہیں؛

۱۔ عربی جوتا، کہ اس سے معصومینؑ کے طریقے کی پیروی ہوتی ہے[2]۔

---

[1]۔ان مستحبات میں عمامے اور عربی جوتے اور دیگر چیزوں سے پہلے مرد کے لیے پورے بدن کو چھپانے کے مستحب ہونے کو ذکر کرنا مناسب تھا کیونکہ نمازی کے لباس میں جو واجب مقدار بیان ہوئی قبل و دبر ہے اس کو چھپانے کے علاوہ دوسرے بدن کو چھپائے تو عمامہ اور عربی جوتی مناسب لگے گی اس کے بغیر خود ہر دور میں اتنی مقدار پر انحصار کرنا اچھا نہیں ہے بلکہ علامہ حلی نے صراحت کے ساتھ تذکرۃ الفقہاء ،کتاب صلاۃ ،مسئلہ ۱۱۰میں اس کو ذکر کیا فرمایا؛ يستحب للرجل ستر جميع بدنه بقميص، وإزار، وسراويل لقول النبى صلى الله عليه وآله: (إذا صلى أحدكم فليلبس ثوبيه فإن الله تعالى أحق أن يتزين له) ولما فيه من المبالغة فى الستر، وتعظيم حال الصلاة. وأشد منه استحبابا ستر ما بين الركبة والسرة لوقوع الخلاف فى وجوبه؛مرد کے لیے مستحب ہے کہ اپنے پورے بدن کو شلوار قمیض کے ساتھ چھپائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے فرمایا؛جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں پڑھے بتحقیق خدا تعالی زیادہ حقدار ہے کہ اس کے حضور میں زینت کر کے پیش ہوں[کنزالعمال ۷: ۱۹۱۲۰/۳۳۱از طبرانی، معجم الاوسط]اور اس لیے بھی کہ اس سے لباس اور پردہ پوشی میں مبالغہ ہے اور نماز کی حالت کی تعظیم ہے اور اس سے زیادہ مستحب اس مقدار کو چھپانا ہے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان واقع ہے کیونکہ اس کے واجب ہونے میں اختلاف واقع ہوا ہے.

[2]۔ عبداللہ بن مغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب تو نماز پڑھے تو اپنے جوتے میں نماز پڑھ جب وہ پاک ہو کیونکہ یہ سنت ہے لیکن روایات میں جوتے کے عربی ہونے کی قید نہیں سید مدارک اور بحار میں اس حکم کو ہر اس جوتے کے لیے عام قرار دیا جس میں نماز پڑھنے سے دیگر شرائط نماز میں خلل واقع نہ ہو جیسے وہ پاک ہو اور اعضاء سجدہ کے زمین پر لگنے سے مانع نہ ہو معاویہ بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے کئی بار امام صادق کو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے ہرگز اس کو نہیں اتارا تھا (وسائل باب۳۷ابواب لباس مصلی ح۷و ۴) اگرچہ ان روایات کی سندیں ضعیف ہیں اس لیے

۲۔ عمامہ، چادر اور خفّ (مخصوص قسم کے بند جوتے) کے علاوہ سیاہ لباس نہ پہننا[1]۔

۳۔ایسا باریک لباس بھی نہیں پہننا چاہیے جس سے اگرچہ بدن ظاہر نہ ہوتا ہو لیکن اگر بدن ظاہر ہو تو نماز صحیح نہ ہو گی۔

۴۔صمّاء (ساڑھی کی طرح کا مخصوص لباس) نہ پہننااور مشہور یہ ہے کہ کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر ایک کندھے پر ڈال دینا ہے (اس کے ممنوع و مکروہ ہونے پر زرارہ کی صحیح روایت دلالت کرتی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا؛اشتمال صمّاء نہ کر! [وسائل باب ۲۵ ابواب لباس مصلی ح۱])۔

ان پر زیادہ بحث کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ان سے تحقیقی قول کے مطابق استحباب کو ثابت کیا جاسکتا ہے جو کہ حکم شرعی ہے اس کے لیے معتبر دلیل ہوتی چاہیے ۔

[1]۔سیاہ لباس کے مکروہ ہونے کے بارے میں جتنی روایات ہیں ان کی سند صحیح نہیں ہے اس لیے ان کی کراہت کا حکم شرعی ثابت نہ ہوگا اور نہ ہی ان کو عزاداری کے ایام میں عیب کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے جیسا کہ بعض ظاہر بین لوگوں کاگمان ہے اور سیاہ لباس کےبارے میں جو تعبیریں غیر معتبر روایات میں ہیں جیسے امام صادقؑ سے ایک مرسل روایت میں ہے سیاہ ٹوپی میں نماز نہ پڑھ کہ یہ جہنمیوں کا لباس ہے (وسائل باب۲۰ابواب مصلی ح۱)؛

بلکہ سیاہ لباس کے بارے میں روایات کو دقت سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات اس وقت کے سیاسی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے صادر ہوئیں ہیں جیسے کہ سیاہ لباس اس وقت کے ظالم حکمرانوں کا لباس ہو لیکن بہرحال ایسی روایات کو عمومی طور پر مکروہ قرار دینا صحیح نہیں بلکہ بعض روایات میں کیا خوب کہا گیا کہ دل پاک ہو تو جو جی چاہے پہنو یہ داود رقی نے امام صادق ؑ سے نقل کیا جب لوگ آپ سے سیاہ لباس کے بارے میں پوچھتے ایک دن ہم نے امام کو دیکھا کہ سیاہ رنگ کا جبہ زیب تن تھا سیاہ رنگ کی ٹوپی اور سیاہ رنگ کا موزہ پہن رکھا تھا جس میں کپاس بھی سیاہ رنگ کی تھی چنانچہ آپ نے ایک طرف سے اسے پھاڑا اورسیاہ کپاس کو نکالا اور اوپر والا جملہ ارشاد فرمایا(وسائل باب۱۹ ابواب مصلی)اور تاریخی اعتبار سے سیاہ لباس کا نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں مختلف مواقع پر پہنے جانے کی تفصیل اور تحقیق مورخ و محدث اہل سنت نے بھی الحاوی للفتاوی میں ذکر کی ہے ۔

نمازی کے لباس کے مکروہات

(وَيُكْرَهُ تَرْكُ التَّحَنُّكِ) وَهُوَ إدَارَةُ جُزْءٍ مِنْ الْعِمَامَةِ تَحْتَ الْحَنَكِ(مُطْلَقًا) لِلْإِمَامِ وَغَيْرِهِ بِقَرِينَةِ الْقَيْدِ فِي الرِّدَاءِ،وَيُمْكِنُ أَنْ يُرِيدَ بِالْإِطْلَاقِ تَرْكَهُ فِي أَيِّ حَالٍ كَانَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُصَلِّيًا، لِإِطْلَاقِ النُّصُوصِ بِاسْتِحْبَابِهِ وَالتَّحْذِيرِ مِنْ تَرْكِهِ، كَقَوْلِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ :" مَنْ تَعَمَّمَ وَلَمْ يَتَحَنَّكْ فَأَصَابَهُ دَاءٌ لَا دَوَاءَ لَهُ فَلَا يَلُومَن إلَّا نَفْسَهُ "، حَتَّى ذَهَبَ الصَّدُوقُ إلَى عَدَمِ جَوَازِ تَرْكِهِ فِي الصَّلَاةِ.(وَتَرْكُ الرِّدَاءِ) وَهُوَ ثَوْبٌ أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَهُ يُجْعَلُ عَلَى الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّ مَا عَلَى الْأَيْسَرِ عَلَى الْأَيْمَنِ (لِلْإِمَامِ) .أَمَّا غَيْرُهُ مِنْ الْمُصَلِّينَ فَيُسْتَحَبُّ لَهُ الرِّدَاءُ، وَلَكِنْ لَا يُكْرَهُ تَرْكُهُ بَلْ يَكُونُ خِلَافَ الْأَوْلَى (وَالنِّقَابُ لِلْمَرْأَةِ وَاللِّثَامُ لَهُمَا) أَيْ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ، وَإِنَّمَا يُكْرَهَانِ إذَا لَمْ يَمْنَعَا شَيْئًا مِنْ وَاجِبَاتِ الْقِرَاءَةِ (فَإِنْ مَنَعَا الْقِرَاءَةَ حَرُمَا) وَفِي حُكْمِهَا الْأَذْكَارُ الْوَاجِبَةُ .

(وَتُكْرَهُ) الصَّلَاةُ (فِي ثَوْبِ الْمُتَّهَمِ بِالنَّجَاسَةِ، أَوْ الْغَصْبِ) فِي لِبَاسِهِ (وَ) فِي الثَّوْبِ (ذِي التَّمَاثِيلِ) أَعَمُّ مِنْ كَوْنِهَا مِثَالَ حَيَوَانٍ وَغَيْرِهِ،(أَوْ خَاتَمٍ فِيهِ صُورَةُ) حَيَوَانٍ، وَيُمْكِنُ أَنْ يُرِيدَ بِهَا مَا يَعُمُّ الْمِثَالَ، وَغَايَرَ بَيْنَهُمَا تَفَنُّنًا، وَالْأَوَّلُ أَوْفَقُ لِلْمُغَايِرَةِ(أَوْ قَبَاءٍ مَشْدُودٍ فِي غَيْرِ الْحَرْبِ) عَلَى الْمَشْهُورِ، قَالَ الشَّيْخُ : ذَكَرَهُ عَلِيُّ بْنُ بَابَوَيْهِ وَسَمِعْنَاهُ مِنْ الشُّيُوخِ مُذَاكَرَةً وَلَمْ أَجِدْ بِهِ خَبَرًا مُسْنَدًا .

قَالَ الْمُصَنِّفُ فِی الذِّكْرَی بَعْدَ حِكَايَةِ قَوْلِ الشَّيْخِ : قُلْت : قَدْ رَوَی الْعَامَّةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآله وَسَلَّمَ قَالَ :{ لَا يُصَلِّی أَحَدُكُمْ وَهُوَ مُحَزَّمٌ } وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنْ شِدَّةِ الْوَسَطِ، وَظَاهِرُ اسْتِدْرَاكِه لِذِكْرِ الْحَدِيثِ جَعْلُهُ دَلِيلًا عَلَى كَرَاهَةِ الْقَبَاءِ الْمَشْدُودِ، وَهُوَ بَعِيدٌ.وَنُقِلَ فِی الْبَيَانِ عَنْ الشَّيْخِ كَرَاهَةُ شَدِّ الْوَسَطِ، وَيُمْكِنُ الِاكْتِفَاءُ فِی دَلِيلِ الْكَرَاهَةِ بِمِثْلِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ .

نمازی کے لباس میں درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں؛

۱۔ تحت الحنک نہ کرنا مکروہ ہے اور تحت الحنک یہ ہے کہ انسان عمامے کا کچھ حصہ حنک کے نیچے سے گزارے اور دوسری طرف ڈالے چاہے پیش نماز ہو یا نہ کیونکہ رداء میں امام جماعت کو ذکر کیا ہے اس سے سمجھا کہ یہ حکم عمومی ہے،اور ممکن ہے کہ اس اطلاق اور وسیع مفہوم سے یہ سمجھا جائے کہ تحت الحنک نہ کرن کسی بھی حال میں ہو مکروہ ہے چاہے نماز کی حالت میں نہ ہو کیونکہ اس کے مستحب ہونے کی روایات میں اطلاق اور وسیع مفہوم ہے اور اسے ترک کرنے سے ڈرایا گیا ہے جیسے امام صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص عمامہ باندھے اور تحت الحنک نہ کرے اور ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس کا علاج نہ ہو تو صرف اپنی ملامت کرے[1]،اگرچہ شیخ صدوق نے نماز میں تحت الحنک نہ کرنے کو حرام قرار دیا۔

---

[1]۔ تحت الحنک کا مسئلہ بھی روایات میں ذکر ہوا ہے لیکن ایک جماعت نے فرمایا جن میں شیخ بہائی (مفتاح الفلاح) بھی شامل ہیں کہ انہیں نماز کی حالت میں بھی اس کی کوئی معتبر دلیل نہیں ملی بلکہ محدث حر عاملی چند روایتیں اس کے بارے میں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ معصومینؑ کی سیرت میں اس کے خلاف شواہد موجود ہیں، بہر حال جو روایت شہید ثانی نے ذکر کی ہے اس کی سند موثق ہے جیسا کہ شیخ صدوق نے اپنی موثقہ سند سے عمار بن موسی ساباطی موثق سے روایت کی فرمایا؛ عن ابی عبداللہ (علیہ السلام)،أنّه قال : من خرج فی سفر فلم يُدر العمامة تحت حنكه فأصابه ألم لا دواء له فلا يلومنّ إلاّ نفسه؛جو شخص سفر میں اس حال میں نکلے کہ اپنے عمامہ کو تحت الحنک نہ کرے تو اسے ایسا درد ہو جس کا کوئی

۲۔پیش نماز کے لیے رداء (چادر) نہ پہننا مکروہ ہے[1] رداء وہ کپڑا ہے جسے کندھوں پر رکھا جائے پھر بائیں طرف کو دائیں طرف ڈال دیا جائے لیکن دوسرے نمازیوں کے لیے رداء پہننا مستحب ہے لیکن اس کا ترک کرنا مکروہ نہیں بلکہ وہ ایک بہتر کام کو چھوڑنا شمار ہوگا۔

۳۔عورت کے لیے نقاب کرنا مکروہ ہے۔

۴۔مرد اور عورت کے لیے لثام (منہ ڈھانپنا) مکروہ ہے جب یہ قرائت اور دیگر واجب اذکار کے واجبات سے مانع نہ ہو، اور اگر مانع ہو تو حرام ہے۔

۵۔اس شخص کے لباس میں نماز پڑھنا جس پر نجاست اور غصب کرنے کا گمان اور تہمت ہو۔

۶۔اس کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں تصاویر اور تمثال بنی ہو چاہے حیوان کی ہو یا کسی اور چیز کی ہو۔

۷۔ایسی انگھوٹھی پہننا جس پر حیوان و جانداروں کی تصویر بنی ہو اور ممکن ہے کہ تصویر سے مراد وہ عمومی معنی لیا جائے جو غیر ذی روح کی تصویر کو شامل ہو اور ان دونوں تعبیروں میں

دواء نہ ہو تو وہ فقط اپنے آپ کو ملامت کرے [وسائل باب ۲۶ ابواب لباس مصلی ح ۵] لیکن جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے کہ ان میں نماز کی حالت میں تحت الحنک کا ذکر نہیں بلکہ یہ عمومی حکم ہے

اس لیے اس پر زیادہ زور دینا سوائے ضعیف روایات کی پیروی کے کچھ نہیں ہے دیکھیئے؛ وسائل الشیعہ ، باب ۲۶ ابواب لباس مصلی روایات

[1]۔ اس کے متعلق چند روایات ذکر ہیں؛ جیسا کہ سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق ؑ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو صرف ایک قمیض پہن کر چادر اوڑھے بغیر لوگوں کو جماعت کرائے؟ فرمایا اسے چادر یا عمامہ اوڑھے بغیر نماز نہیں پڑھانی چاہیے (وسائل باب ۵۳ ابواب لباس مصلی،ح ۱) بلکہ بعض روایات میں ہے کہ جب چادر نہ ملے تو پھر بھی کندھے پر کچھ ڈال لے ، اسی باب کی روایات ملاحظہ ہوں ۔

مصنف نے کلام میں فنی پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے اختلاف کیا ہو لیکن پہلا معنی بہتر ہے کہ تمثال سے مراد تصویر ہے اور صورت سے مراد جاندار کا نقش ہے۔

۸۔ مشہور فتوے کے مطابق جنگی حالت کے علاوہ میں قباء کمر سے باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے،اسکی دلیل معتبر روایات میں نہیں ہے، شیخ طوسی کا بیان ہے کہ اسے علی بن بابویہ نے ذکر کیا اور ہم نے اسے اپنے اساتذہ سے شفاہا سنا ہے لیکن مجھے اس کی کوئی باسند روایت نہیں ملی، شہید اول نے ذکری میں شیخ طوسی کے قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا؛ ہاں اہل سنت نے نبی اکرم ﷺ سے ایک روایت نقل کی کہ کمر باندھ کر نماز نہ پڑھو [سنن بیہقی ۲ص۲۴۰] اور شہید اول کے اس روایت کو شیخ طوسی کے بیان پر اضافہ کرنے سے ظاہر ہے کہ وہ اسے کمر باندھنے والی قباء پہننے کی کراہت کی دلیل قرار دیتے ہیں لیکن اس کو دلیل بنانا بعید ہے،اور بیان میں شہید نے شیخ طوسی سے نقل کیا کہ کمر باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شہید ثانی فرماتے ہیں کراہت کی دلیلوں میں اس قسم کی روایتوں کو لانا کافی ہے[۱]۔

شرط ۴۔ نماز گزار کی جگہ

(الرَّابِعُ الْمَكَانُ) الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ، وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا مَا يَشْغَلُهُ مِنْ الْحَيِّزِ، أَوْ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَلَوْ بِوَاسِطَةٍ، أَوْ وَسَائِطَ (وَيَجِبُ كَوْنُهُ غَيْرَ مَغْصُوبٍ) لِلْمُصَلِّي وَلَوْ جَاهِلًا بِحُكْمِهِ الشَّرْعِيِّ أَوْ الْوَضْعِيِّ لَا بِأَصْلِهِ أَوْ نَاسِيًا لَهُ أَوْ لِأَصْلِهِ عَلَى

---

[۱]۔ مشہور علماء نے ادلّہ تسنن میں تسامح کرنے کو جائز قرار دیا ہے یعنی مستحبات اور مکروہات کی دلیلوں کی سندوں کو واجبات اور محرمات کی دلیلوں کی طرح صحیح اور معتبر ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں اصولی قواعد کو دیکھتے ہوئے شریعت کے احکام چونکہ خدا اور اس کے رسول اور معصومین کی طرف نسبت ہیں اس کے لیے معتبر دلیل کی ضرورت ہے کسی بھی حکم کو بغیر معتبر دلیل کے خدا و رسول کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، اس کی تفصیل قواعد فقہیہ میں ذکر کی ہے۔

مَا يَقْتَضِيه إطْلَاقُ الْعِبَارَةِ وَفِي الْأَخِيرَيْنِ لِلْمُصَنِّفِ "ره" قَوْلٌ آخَرُ بِالصِّحَّةِ، وَثَالِثٌ بِهَا فِي خَارِجِ الْوَقْتِ خَاصَّةً، وَمِثْلُهُ الْقَوْلُ فِي اللِّبَاسِ .

وَاحْتَرَزْنَا بِكَوْنِ الْمُصَلِّي هُوَ الْغَاصِبُ عَمَّا لَوْ كَانَ غَيْرَهُ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ بِإِذْنِ الْمَالِكِ صَحِيحَةٌ فِي الْمَشْهُورِ، كُلُّ ذَلِكَ مَعَ الِاخْتِيَارِ، أَمَّا مَعَ الِاضْطِرَارِ كَالْمَحْبُوسِ فِيهِ فَلَا مَنْعَ (خَالِيًا مِنْ نَجَاسَةٍ مُتَعَدِّيَةٍ) إلَى الْمُصَلِّي أَوْ مَحْمُولِهِ الَّذِي يُشْتَرَطُ طَهَارَتُهُ عَلَى وَجْهٍ يَمْنَعُ مِنْ الصَّلَاةِ فَلَوْ لَمْ تَتَعَدَّ أَوْ تَعَدَّتْ عَلَى وَجْهٍ يُعْفَى عَنْهُ كَقَلِيلِ الدَّمِ أَوْ إلَى مَا لَا يُتِمُّ الصَّلَاةَ فِيهِ لَمْ يَضُرَّ (طَاهِرَ الْمَسْجَدِ) بِفَتْحِ الْجِيمِ، وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُعْتَبَرُ مِنْهُ فِي السُّجُودِ مُطْلَقًا .

نماز گزار کی جگہ میں چند شرطیں ہیں؛

۱۔ نمازی نے اس کو غصب نہ کیا ہو؛ پس اگر کسی جگہ کو غصب کرلے اور اس میں نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے اگرچہ وہ اس کے حکم شرعی تکلیفی (غصب کے حرام ہونے) اور حکم وضعی (غصبی جگہ پر نماز کے باطل ہونے) سے جاہل ہو لیکن اگر اسے اس کے غصبی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اگر اس کے حکم کو بھول چکا ہو یا اصل غصب کا علم تھا پھر بھول گیا اور اس میں نماز پڑھی تو بھی نماز باطل ہے یہ شہید اول کی لمعہ کی عبارت سے ظاہر ہے لیکن حکم یا غصب کے بھولنے میں مصنف نے دوسری بعض کتابوں میں نماز صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے اور ایک تیسرا قول یہ ہے کہ اگر نمازی کو وقت کے اندر غصب کا حکم یا اصل غصب ہونا یاد آجائے تو نماز باطل ہے لیکن اگر وقت کے بعد غصب کا حکم یا غصب ہونا یاد آئے تو نماز صحیح ہے۔

۲۔ نماز گزار کی جگہ میں ایسی نجاست نہ ہو جو نمازی کے بدن یا لباس کی سرایت کرتی ہو۔

۳۔ نماز پڑھنے والے کے سجدہ کرنے کی جگہ پاک ہونی چاہئے[1]۔

مسجد میں نماز کی فضیلت

(وَالْأَفْضَلُ الْمَسْجِدُ) لِغَیْرِ الْمَرْأَةِ،أَوْ مُطْلَقًا بِنَاءً عَلَى إِطْلَاقِ الْمَسْجِدِ عَلَى بَیْتِهَا بِالنِّسْبَةِ إِلَیْهَا كَمَا یُنَبِّهُ عَلَیْهِ (وَتَتَفَاوَتُ) الْمَسَاجِدُ(فِی الْفَضِیلَةِ) بِحَسْبِ تَفَاوُتِهَا فِی ذَاتِهَا أَوْ عَوَارِضِهَا كَكَثِیرِ الْجَمَاعَةِ :(فَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ) وَمِنْهُ الْكَعْبَةُ وَزَوَائِدُهُ الْحَادِثَةُ وَإِنْ كَانَ غَیْرُهُمَا أَفْضَلَ، فَإِنَّ الْقَدْرَ الْمُشْتَرَكَ بَیْنَهَا فَضَّلَهُ بِذَلِكَ الْعَدَدِ، وَإِنْ اخْتَصَّ الْأَفْضَلُ بِأَمْرٍ آخَرَ لَا تَقْدِیرَ فِیهِ، كَمَا یَخْتَصُّ بَعْضُ الْمَسَاجِدِ الْمُشْتَرَكَةِ فِی وَصْفٍ بِفَضِیلَةٍ زَائِدَةٍ عَمَّا اشْتَرَكَ فِیهِ مَعَ غَیْرِهِ (وَالنَّبَوِیُّ) بِالْمَدِینَةِ (بِعَشْرَةِ آلَافٍ) صَلَاةٍ، وَحُكْمُ زِیَادَتِهِ الْحَادِثَةِ كَمَا مَرَّ(وَكُلٌّ مِنْ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَالْأَقْصَى) سُمِّیَ بِهِ بِالْإِضَافَةِ إِلَى بُعْدِهِ عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بِأَلْفِ) صَلَاةٍ (وَ) الْمَسْجِدُ (

---

[1]۔ متاخرین نے کچھ دیگر شرائط کا اضافہ کیا ہے ان کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں؛ا۔ نمازی کی جگہ متحرک نہ ہو، لہٰذا اگر نمازی کی جگہ اس طرح متحرک ہو کہ وہ نماز کے امور کو معمول کے مطابق بجالانے پر قادر نہ ہو تو اس کی نماز باطل ہے، اس لئے کشتی ریل وغیرہ میں اگر افعال نماز کو صحیح طرح سے انجام دے سکتا ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے، اگر وقت کی تنگی یا دوسری ضرورت کی بناپر نماز کشتی یا موٹر گاڑی وغیرہ میں پڑھنے پر مجبور ہو اور قبلہ بدلتا رہتا ہو تو جتنا بھی ممکن ہو وہ خود بھی قبلہ کی طرف مڑتا جائے، البتہ مڑتے وقت کچھ نہ پڑھے ، ۲۔ جس جگہ رکنا حرام ہو جیسے جہاں چھت کے گرنے کا اندیشہ ہو یا پھاڑ کے گرنے یا سیلاب آنے کا خطرہ ہو وہاں نماز نہ پڑھے لیکن اگر نماز پڑھے تو احتیاط واجب کی بناء پر اعادہ کرے اسی طرح اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں اٹھنا بیٹھنا حرام ہو جیسے وہ بچھونا، جس پر خدا کا نام لکھا ہو ، ۳۔ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں واجبات کو انجام دے سکے، اس لیے اتنی نیچی چھت کے نیچے نماز باطل ہے جہاں ادمی کھڑا نہ ہو سکے یا جگہ اتنی تنگ ہو کہ رکوع و سجود نہ کر سکے، ۴۔ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے سجدہ کی کی جگہ اتنی بلند نہ ہو کہ وہ سجدہ کی صورت سے خارج ہو جاے ور احتیاط واجب یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کی مقدار سے زیادہ اونچی یا نیچی نہ ہو۔

الْجَامِعُ) فِي الْبَلَدِ لِلْجُمُعَةِ، أَوْ الْجَمَاعَةِ وَإِنْ تَعَدَّدَ (بِمِائَةٍ، وَ) مَسْجِدُ(الْقَبِيلَةِ) كَالْمَحَلَّةِ فِي الْبَلَدِ (بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ،وَ) مَسْجِدُ (السُّوقِ بِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ).

(وَمَسْجِدُ الْمَرْأَةِ بَيْتُهَا) بِمَعْنَى أَنَّ صَلَاتَهَا فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ خُرُوجِهَا إلَى الْمَسْجِدِ، أَوْ بِمَعْنَى كَوْنِ صَلَاتِهَا فِيهِ كَالْمَسْجِدِ فِي الْفَضِيلَةِ، فَلَا تَفْتَقِرُ إلَى طَلَبِهَا بِالْخُرُوجِ، وَهَلْ هُوَ كَمَسْجِدٍ مُطْلَقٍ، أَوْ كَمَا تُرِيدُ الْخُرُوجَ إلَيْهِ فَيَخْتَلِفُ بِحَسْبِهِ ؟ الظَّاهِرُ الثَّانِي .

نماز پڑھنے کی سب سے بافضیلت جگہ مسجد ہے اور مسجدیں فضیلت کے لحاظ مختلف ہیں؛

۱۔ مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

۲۔ مسجد نبوی میں ایک نماز دس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

۳۔ مسجد کوفہ میں ایک نماز ایک ہزار نماز کے مساوی ہے۔

۴۔ جامع مسجد میں ایک نماز سو نمازوں کے برابر ہے۔

۵۔ قبیلے کی مسجد میں ایک نماز ۲۵ نماوں کے برابر ہے۔

۶۔ بازار کی مسجد میں نماز ۱۲ نمازوں کے مساوی ہے

اور عورت کی مسجد اس کا گھر ہے یعنی اس کا گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے اس سے کہ وہ نماز کے لیے مسجد جائے یا اس معنی میں کہ اس کی گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت مسجد کی فضیلت کے برابر ہے، پھر اس کا گھر آیا بطور مطلق مسجد کی طرح ہے یا جس مسجد کی طرف نکلنا چاہتی تھی اس کی طرح کہ اس کے ثواب میں اختلاف درجات ہو؟ ظاہر ہے کہ دوسری بات قریب ہے۔

مسجد بنانے کی فضیلت

(وَيُسْتَحَبُّ اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ اسْتِحْبَابًا مُؤَكَّدًا) { فَمَنْ بَنَى مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ }، وَزِيدَ فِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ { كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ } وَهُوَ كَمَقْعَدٍ

الْمَوْضِعِ الَّذی تَکْشِفُهُ الْقَطَاةُ وَتُلَیِّنُهُ بِجُؤْجُئِهَا لِتَبِیضَ فیه، وَالتَّشْبیهُ به مُبَالَغَةٌ فی الصِّغَرِ، بِنَاءً عَلَی الاکْتِفَاءِ بِرَسْمِه حَیْثُ یُمْکِنُ الانْتِفَاعُ به فی أَقَلِّ مَرَاتِبِه وَإِنْ لَمْ یُعْمَلْ لَهُ حَائِطٌ وَنَحْوُه.قَالَ أَبُو عُبَیْدَةَ الْحَذَّاءُ رَاوِی الْحَدیث : مَرَّ بِی أَبُو عَبْدِ اللَّه عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی طَرِیقِ مَکَّةَ وَقَدْ سَوَّیْت بِأَحْجَارٍ مَسْجِداً فَقُلْت : جُعِلْت فِدَاکَ نَرْجُو أَنْ یَکُونَ هَذَا مِنْ ذَاکَ فَقَالَ : نَعَمْ-

مسجد بنانا مستحب ہے اور اس کی بہت تاکید ہے پس جس نے مسجد بنائی خدا اس کے لیے جنت میں جگہ بنائے گا اور بعض روایات میں ہے کہ اگرچہ قطا پرندے کے انڈے دینے کی جگہ کے برابر ہو یعنی بہت چھوٹی ہو،ابو عبیدہ جس نے مسجد بنانے کی فضیلت کی روایت نقل کی اس کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ کے راستے میں کچھ پتھر جمع کر کے مسجد بنا رہا تھا کہ امام صادقؑ میرے پاس سے گزرے تو میں نے عرض کی مولا،میں آپ پر قربان ہو جاوں ! امید ہے یہ مسجد بنانے کے ثواب میں داخل ہو گی،فرمایا ہاں[1]۔

مسجد بنانے کے مستحبات

وَیُسْتَحَبُّ، اتِّخَاذُهَا(مَکْشُوفَةً) وَلَوْ بَعْضُهَا لِلاحْتِیَاجِ إلَی السَّقْفِ فِی أَکْثَرِ الْبِلَادِ لِدَفْعِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ (وَالْمِیضَاةُ) وَهِیَ الْمُطَهِّرَةُ لِلْحَدَثِ وَالْخَبَثِ(عَلَی بَابِهَا) لَا فِی وَسَطِهَا عَلَی تَقْدِیرِ سَبْقِ إعْدَادِهَا عَلَی الْمَسْجِدِیَّةِ وَإِلَّا حُرِّمَ فِی الْخَبَثِیَّةِ مُطْلَقًا وَالْحَدَثِیَّةِ إنْ أَضَرَّتْ بِهَا.(وَالْمَنَارَةُ مَعَ حَائِطِهَا) لَا فِی وَسَطِهَا

---

[1]۔ہاشم الحلال قال:دخلت أنا وأبوالصباح علی أبی عبدالله علیه السلام فقال له أبوالصباح: ما تقول فی هذه المساجد التی بنتها الحاج فی طریق مکة؟ فقال: بخ بخ تیک أفضل المساجد، من بنی مسجدا کمفحص قطاة بنی الله له بیتا فی الجنة. وسائل الشیعة ج ۳. ۴۸۶. الباب ۸. الحدیث ۶.

مَعَ تَقَدُّمِهَا عَلَى الْمَسْجِدِيَّةِ كَذَلِكَ وَإِلَّا حُرِّمَ، وَيُمْكِنُ شُمُولُ كَوْنِهَا مَعَ الْحَائِطِ اسْتِحْبَابَ أَنْ لَا تَعْلُوَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهَا إذَا فَارَقَتْهُ بِالْعُلُوِّ فَقَدْ خَرَجَتْ عَنْ الْمَعِيَّةِ وَهُوَ مَكْرُوهٌ (وَتَقْدِيمُ الدَّاخِلِ) إلَيْهَا (يَمِينَهُ وَالْخَارِجِ) مِنْهَا (يَسَارَهُ) عَكْسُ الْخَلَاءِ تَشْرِيفًا لِلْيُمْنَى فِيهِمَا(وَتَعَاهُدُ نَعْلِهِ) وَمَا يَصْحَبُهُ مِنْ عَصًا وَشِبْهِهِ، وَهُوَ اسْتِعْلَامُ حَالِهِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ احْتِيَاطًا لِلطَّهَارَةِ، وَالتَّعَهُّدُ أَفْصَحُ مِنْ التَّعَاهُدِ لِأَنَّهُ يَكُونُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَالْمُصَنِّفُ تَبِعَ الرِّوَايَةَ .

(وَالدُّعَاءُ فِيهِمَا) أَيْ الدُّخُولِ وَالْخُرُوجِ بِالْمَنْقُولِ وَغَيْرِهِ (وَصَلَاةُ التَّحِيَّةِ قَبْلَ جُلُوسِهِ) وَأَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ وَتَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِ الدُّخُولِ وَلَوْ عَنْ قُرْبٍ وَتَتَأَدَّى بِسُنَّةٍ غَيْرِهَا وَفَرِيضَةٍ وَإِنْ لَمْ يَنْوِهَا مَعَهَا، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ بِالتَّحِيَّةِ أَنْ لَا تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ الْمَسْجِدِ بِالْجُلُوسِ بِغَيْرِ صَلَاةٍ، وَقَدْ حَصَلَ، وَإِنْ كَانَ الْأَفْضَلُ عَدَمَ التَّدَاخُلِ .وَتُكْرَهُ إذَا دَخَلَ وَالْإِمَامُ فِي مَكْتُوبَةٍ، أَوْ الصَّلَاةُ تُقَامُ، أَوْ قَرُبَ إقَامَتُهَا بِحَيْثُ لَا يَفْرُغُ مِنْهَا قَبْلَهُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُتَطَهِّرًا، أَوْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ مَانِعٌ عَنْهَا فَلْيَذْكُرْ اللَّهَ تَعَالَى .

وَتَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الطَّوَافُ، كَمَا أَنَّ تَحِيَّةَ الْحَرَمِ الْإِحْرَامُ وَمِنًى الرَّمْيُ

۱۔ مسجد کی ساخت میں چھت کا کھلا رکھنا مستحب ہے اگرچہ اس کا کچھ حصہ ہی ہو لیکن اکثر علاقوں میں سردی گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے چھت کا بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲۔ مسجد کے باہر دروازے کے پاس وضو خانا بنانا لیکن مسجد کے لیے وقف شدہ جگہ میں وضو خانا اور بیت الخلاء نہیں بنائے جاسکتے اس کے لیے الگ جگہ بنانی چاہئے۔

۳۔ مسجد کی دیوار کی بلندی کے برابر منارہ بنانا جب مسجد میں اس کی جگہ پہلے سے معین کی گئی ہو۔

۴۔ داخل ہوتے وقت پہلے دائیں قدم اور نکلتے وقت پہلے بائیں قدم رکھنا۔

۵۔ مسجد کی طرف پہنے جانے والے جوتے اور عصا کی پاکی کا خیال رکھنا۔

۶۔ داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت منقول یا دیگر دعائیں پڑھنا۔

۷۔ مسجد میں جانے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز تحیہ مسجد پڑھنا۔

مسجد بنانے کے محرمات

(وَيَحْرُمُ زَخْرَفَتُهَا) وَهُوَ نَقْشُهَا بِالزُّخْرُفِ، وَهُوَ الذَّهَبُ، أَوْ مُطْلَقُ النَّقْشِ كَمَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى، وَفِي الدُّرُوسِ أَطْلَقَ الْحُكْمَ بِكَرَاهَةِ الزَّخْرَفَةِ وَالتَّصْوِيرِ، ثُمَّ جَعَلَ تَحْرِيمَهُمَا قَوْلًا .وَفِي الْبَيَانِ حَرَّمَ النَّقْشَ وَالزَّخْرَفَةَ وَالتَّصْوِيرَ بِمَا فِيهِ رُوحٌ، وَظَاهِرُ الزَّخْرَفَةِ هُنَا النَّقْشُ بِالذَّهَبِ، فَيَصِيرُ أَقْوَالُ الْمُصَنِّفِ بِحَسْبِ كُتُبِهِ، وَهُوَ غَرِيبٌ مِنْهُ.(وَ)كَذَا يُحْرَمُ (نَقْشُهَا بِالصُّوَرِ) ذَوَاتِ الْأَرْوَاحِ دُونَ غَيْرِهَا، وَهُوَ لَازِمٌ مِنْ تَحْرِيمِ النَّقْشِ مُطْلَقًا لَا مِنْ غَيْرِهِ، وَهُوَ قَرِينَةٌ أُخْرَى عَلَى إرَادَةِ الزَّخْرَفَةِ بِالْمَعْنَى الْأَوَّلِ خَاصَّةً، وَهَذَا هُوَ الْأَجْوَدُ.وَلَا رَيْبَ فِي تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ ذِي الرُّوحِ فِي غَيْرِ الْمَسَاجِدِ فَفِيهَا أَوْلَى أَمَّا تَصْوِيرُ غَيْرِهِ فَلَا (وَتَنْجِيسُهَا) وَتَنْجِيسُ آلَاتِهَا كَفُرُشِهَا لَا مُطْلَقِ إدْخَالِ النَّجَاسَةِ إلَيْهَا فِي الْأَقْوَى.(وَإِخْرَاجُ الْحَصَى مِنْهَا) إنْ كَانَتْ فُرُشًا أَوْ جُزْءًا مِنْهَا، أَمَّا لَوْ كَانَتْ قُمَامَةً اُسْتُحِبَّ إخْرَاجُهَا وَمِثْلُهَا التُّرَابُ، وَمَتَى أُخْرِجَتْ

عَلَى وَجْهِ التَّحْرِيمِ (فَتُعَادُ) وُجُوبًا إِلَيْهَا أَوْ إِلَى غَيْرِهَا مِنْ الْمَسَاجِدِ، حَيْثُ يَجُوزُ نَقْلُ آلَاتِهَا إِلَيْهِ وَمَا لَهَا لِغَنَاءِ الْأَوَّلِ، أَوْ أَوْلَوِيَّةِ الثَّانِي.

۱۔ مسجد میں نقش نگاری کرنا حرام ہے آیا سونے وجواہرات سے ہو تو حرام ہے یا ہر قسم کی نقش نگاری حرام ہے اس میں شہید اول نے مختلف کتابوں میں مختلف اقوال اختیار کئے ہیں؛ ذکری میں ہر قسم کی نقش نگاری کو حرام کہا ہے، دروس میں کی نقش نگاری اور تصویریں بنانے کو مکروہ کہا ہے اور ان کی حرمت کے متعلق ایک قول ذکر کیا ہے، بیان میں نقش نگاری، سونے سے زینت دینے اور ذی روح (جاندار) کی تصویر بنانے کو حرام قرار دیا ہے اور لمعہ کی اس عبارت سے ظاہر سونے سے نقش نگاری ہے تو ان کی کتابوں کی تعداد کے برابر ان کے اقوال ہیں اور یہ شہید اول ایسے دانشمند سے عجیب ہے۔

۲۔ مسجد اور اس کی چیزوں کو نجس کرنا بھی حرام ہے[1]، اگرچہ کسی نجس چیز کو لے جانا حرام نہیں۔

۳۔ مسجد کے فرش کے پتھروں کو اکھاڑ لے جانا حرام ہے لیکن اگر اس طرح پڑے ہوں کہ کوڑے کا حصہ شمار ہوں تو جھاڑو سے صاف کرنا مستحب ہے اور جب اکھاڑ کر لے جائیں اور حرام کا ارتکاب کرنے کے بعد متوجہ ہو جائیں تو اس کو واپس لوٹانا لازم ہے۔

---

[1]۔ مسجد کا نجس کرنا حرام ہے اور جس کو معلوم ہو جائے فوراً نجاست کو دور کرنا چاہئے چاہے مسجد کی زمین ہو یا نچلی اور اوپر والی چھت ہو یا دیوار کا داخلی حصہ ہو اور دیواروں کے باہری حصہ کو بھی نجس نہ کریں اور اگر نجس ہو جائے تو نجاست کو دور کریں مگر یہ کہ وقف کرنے والے نے اس کو جزء مسجد نہ قرار دیا ہو، اگر مسجد کی کوئی ایسی جگہ نجس ہو جائے جس کی طہارت اس کے کھودے جانے یا گرانے پر موقوف ہو تو اس کو کھود ڈالیں یا اگر کچھ حصہ گرانا پڑے تو گرادیں۔ اور جس جگہ کو کھودا ہے یا گرایا ہے اس کو پہلی صورت میں کردیں اور بہتر ہے کہ جس نے نجس کیا ہے وہی اپنے ذمہ یہ کام لے اور اگر اس میں کچھ خرچ ہو تو اس کا ذمہ دار ہے۔

مسجد کے مکروہات

(وَيُكْرَهُ تَعْلِيَتُهَا) بَلْ تُبْنَى وَسَطًا عُرْفًا(وَالْبُصَاقُ فِيهَا) وَالتَّنَخُّمُ وَنَحْوُهُ وَكَفَّارَتُهُ دَفْنُهُ.(وَرَفْعُ الصَّوْت) الْمُتَجَاوِز لِلْمُعْتَاد، وَلَوْ فِى قِرَاءَة الْقُرآن.(وَقَتْلُ الْقَمْلِ) فَيُدْفَنُ لَوْ فُعِلَ (وَبَرْىُ النُّبْلِ وَ) هُوَ دَاخِلٌ فِى (عَمَلِ الصَّنَائِعِ) وَخَصَّهُ لِتَخْصِيصه فِى الْخَبَرِ فَتَتَأَكَّدُ كَرَاهَتُهُ(وَتَمْكِينُ الْمَجَانِين وَالصِّبْيَان) مِنْهَا مَعَ عَدَمِ الْوُثُوق بِطَهَارَتِهِمْ أَوْ كَوْنِهِمْ غَيْرَ مُمَيِّزِينَ، أَمَّا الصَّبِىُّ الْمُمَيِّزُ الْمَوْثُوقُ بِطَهَارَتِه الْمُحَافِظُ عَلَى أَدَاءِ الصَّلَوَاتِ فَلَا يُكْرَهُ تَمْكِينُهُ، بَلْ يَنْبَغِى تَمْرِينُهُ كَمَا يُمَرَّنُ عَلَى الصَّلَاة.

(وَإِنْفَاذُ الْأَحْكَامِ) إِمَّا مُطْلَقًا، وَفِعْلُ عَلِىٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ بِمَسْجِد الْكُوفَة خَارِجٌ، أَوْ مَخْصُوصٌ بِمَا فِيه جِدَالٌ وَخُصُومَةٌ، أَوْ بِالدَّائِمِ لَا مَا يَتَّفِقُ نَادِراً، أَوْ بِمَا يَكُونُ الْجُلُوسُ فِيه لِأَجْلِهَا لَا بِمَا إِذَا كَانَ لِأَجْلِ الْعِبَادَة فَاتَّفَقَتْ الدَّعْوَى، لِمَا فِى إِنْفَاذِهَا حِينَئِذ مِنْ الْمُسَارَعَة الْمَأْمُور بِهَا، وَعَلَى أَحَدِهَا يُحْمَلُ فِعْلُ عَلِىٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَعَلَّهُ بِالْأَخِيرِ أَنْسَبُ، إِلَّا أَنَّ دَكَّةَ الْقَضَاء بِه لَا تَخْلُو مِنْ مُنَافَرَة لِلْمَحَامِلِ.(وَتَعْرِيفُ الضَّوَالِّ) إِنْشَاداً وَنِشْدَانًا وَالْجَمْعُ بَيْنَ وَظِيفَتَىْ تَعْرِيفِهَا فِى الْمَجَامِعِ وَكَرَاهَتِهَا فِى الْمَسَاجِد فِعْلُهُ خَارِجُ الْبَاب (وَإِنْشَادُ الشِّعْرِ) لِنَهْىِ النَّبِىِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله عَنْهُ، { وَأَمْرِه بِأَنْ يُقَالَ لِلْمُنْشِد، فَضَّ اللَّهُ فَاکَ }، وَرُوِىَ نَفْىُ الْبَأْسِ عَنْهُ، وَهُوَ غَيْرُ مُنَافٍ لِلْكَرَاهَة.قَالَ الْمُصَنِّفُ فِى الذِّكْرَى : لَيْسَ بِبَعِيدٍ حَمْلُ إِبَاحَةِ إِنْشَاد الشِّعْرِ عَلَى مَا يَقِلُّ مِنْهُ

وَتَكْثُرَ مَنْفَعَتُهُ، كَبَيْت حكْمَة، أَوْ شَاهد عَلَى لُغَة في كتَاب اللَّه تَعَالَى وَسُنَّة نَبِيِّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله، وَشَبَهه، لأَنَّهُ منْ الْمَعْلُوم أَنَّ { النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله كَانَ يُنْشَدُ بَيْنَ يَدَيْه الْبَيْتُ وَالْأَبْيَاتُ منْ الشِّعْر في الْمَسْجد وَلَمْ يُنْكرْ ذَلكَ }.وَأَلْحَقَ به بَعْضُ الْأَصْحَاب مَا كَانَ منْهُ مَوْعظَةً، أَوْ مَدْحًا للنَّبيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله وَالْأَئمَّة عَلَيْهِمْ السَّلَامُ، أَوْ مَرْثيَّةً للْحُسَيْن عَلَيْه السَّلَامُ، وَنَحْو ذَلكَ لأَنَّهُ عبَادَةٌ لَا تُنَافي الْغَرَضَ الْمَقْصُودَ منْ الْمَسَاجد، وَلَيْسَ ببَعيد، وَنَهْيُ النَّبيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَآله مَحْمُولٌ عَلَى الْغَالب منْ أَشْعَار الْعَرَب الْخَارجَة عَنْ هَذه الْأَسَاليب.(وَالْكَلَامُ فيهَا بأَحَاديث الدُّنْيَا) للنَّهْي عَنْ ذَلكَ وَمُنَافَاته لوَضْعهَا فَإِنَّهَا وُضعَتْ للْعبَادَة .

۱۔ مسجد کو بہت زیادہ بلند تعمیر کرنا مکروہ ہے بلکہ اسے عرف کے لحاظ سے متوسط بنانا چاہیے۔

۲۔ مسجد میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے[۱]۔

۳۔ مسجد میں حد سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگرچہ قرآن کریم کی تلاوت کے لیے ہو۔

۴۔ مسجد میں جوئیں مارنا، اگر ایسا کرے تو اس کو دفن کرنا لازم ہے۔

[۱] اگر مسجد کی توہین کا سبب ہو تو حرام ہے جیسا کہ دیگر مجتہدین کے کلام میں اس کی تصریح موجود ہے ۔

۵۔ مسجد میں تیر و نیزے بنانا اور دیگر دنیاوی کام کرنا مکرہ ہے اور تیر و نیزے بنانے کو خصوصی طور پن اس لیے ذکر کیا کہ روایت میں اس کو ذکر کیا گیا ہے اگرچہ دنیاوی کاموں میں یہ شامل ہ۔

۶۔ مجنون و بے عقل افراد کو اور بچوں کو مسجد لے جانا جب ان کی طہارت کا اعتماد نہ ہو یا وہ اچھے برے کی تمیز نہ رکھتے ہوں لیکن اچھے برے کی تمیز رکھنے والے بچے جن کی طہارت کا اعتماد ہو اور وہ نماز ادا کرنے کی پابندی کرتے ہوں تو ان کو لے جانا مکروہ نہیں بلکہ انہیں نماز کی عادت ڈالنے کے لیے مسجد لے جانا سزاوار ہے۔

۷۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور حدیں جاری کرنا مکروہ ہے۔

امام علیؑ کے مسجد کوفہ میں فیصلے کرنے کے اسباب

امام علیؑ مسجد کوفہ میں فیصلے کیا کرتے تھے اس کی چند وجہیں ہیں:

۱۔ امام علیؑ کے لیے یہ خاص حکم تھا[۱]،

۲۔ ایسے فیصلے نمٹانا مکروہ ہو کہ جن میں جھگڑے اور جدال کا شائبہ ہو لیکن امامؑ کے سامنے یہ حالت پیش نہ آتی تھی۔

۳۔ ہمیشہ فیصلے کرنے کے لیے مسجد کو مقرر کرلینا مکروہ ہو تو اس طرح اگر کسی وقت کوئی فیصلہ پیش آئے تو مکروہ نہ ہوگا۔

۴۔ یہ کہ مسجد میں فیصلے کرنے کے لیے جانا مکروہ ہو پس اگر عبادت کے لیے مسجد جائیں اور وہاں کوئی مقدمہ پیش ہو اور اس کا فیصلہ کیا جائے تو مکروہ نہیں ہوگا پس امام علیؑ کے

---

[۱]۔ جیسا کہ متواتر روایات میں ہے کہ مسجد میں امام علی ؑ کے دیگر بعض امتیازی احکام موجود تھے نبی اکرم ﷺ نے جب مسجد کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے اور امام علی ؑ کا دروازہ کھلا رکھا تو لوگوں نے سوال کیا تو فرمایا نہ میں نے تمہارے دروازے بند کیئے اور نہ ان کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ یہ سب خدا کے حکم سے کیا ہے ،ملاحظہ ہو متواتر الاخبار عن النبی المختارؐ۔

فعل کو ان میں کسی ایک طریقے سے حل کرنا ممکن ہے، اور ان میں آخری وجہ مناسب تر ہے لیکن آپ کا مسجد میں قضاوت کے لیے جگہ معین کرنا ان تاویلوں کے ساتھ بہت سازگار نہیں ہے۔

۸۔ مسجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان کرنا۔

۹۔ مسجد میں شعر و شاعری کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا اور حکم دیا کہ شعر پڑھنے والے سے کہو خدا تیرا منہ توڑ دے، لیکن دیگر روایات میں آیا ہے کہ شعر کہنے میں کوئی حرج نہیں یہ روایت کراہت کے منافی نہیں ہے، مصنف نے ذکری میں کہا کہ بعید نہیں کہ ایسا شعر کہنا جائز ہے کہ جس کی منفعت زیادہ ہو، حکمت آمیز اشعار یا قرآن کریم اور سنت پیامبر اکرم ﷺ کے متعلق لغت کے شواہد کیونکہ معلوم ہے کہ آپ کے سامنے مسجد میں اشعار کہے جاتے تھے اور آپ نہیں روکتے تھے، اور بعض دانشمندوں اس کے ساتھ ان اشعار کو جائز قرار دیا جن میں وعظ و نصیحت ہو یا معصومین کی مدح سرائی یا ان کے مرثیے ہوں چونکہ یہ عبادت ہے کہ وہ مساجد کی غرض کے منافی نہیں ہے، اور پیامبر اکرم ﷺ کے مسجد میں اشعار کہنے سے منع کرنے سے مراد عرب جاہلی کے طریقے پر کہے جانے والے اشعار ہیں

۔

۱۰۔ مسجد میں دنیاوی امور کے متعلق گفتگو کرنا کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور یہ مساجد بنانے کی غرض کے خلاف ہے۔

نماز پڑھنے کے مکروہ مقامات

(وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِي الْحَمَّامِ) وَهُوَ الْبَيْتُ الْمَخْصُوصُ الَّذِي يُغْتَسَلُ فِيهِ لَا الْمَسْلَخُ وَغَيْرُهُ مِنْ بُيُوتِهِ وَسَطْحِهِ نَعَمْ تُكْرَهُ فِي بَيْتِ نَارِهِ مِنْ جِهَةِ النَّارِ، لَا مِنْ حَيْثُ الْحَمَّامُ .(وَبُيُوتِ الْغَائِطِ) لِلنَّهْيِ عَنْهُ، وَلِأَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا

يُبَالُ فِيه وَلَوْ فِی إِنَاء، فَهَذَا أَوْلَی (وَ) بُيُوت (النَّارِ) وَهِیَ الْمُعَدَّةُ لِإِضْرَامِهَا فِيهَا كَالْأَتُونِ وَالْفُرْنِ لَا مَا وُجِدَ فِيه نَارٌ مَعَ عَدَمِ إِعْدَادِه لَهَا، كَالْمَسْكَنِ إِذَا أُوقِدَتْ فِيه وَإِنْ كَثُرَ (وَ) بُيُوت (الْمَجُوسِ) لِلْخَبَرِ وَلِعَدَمِ انْفِكَاكِهَا عَنْ النَّجَاسَة، وَتَزُولُ الْكَرَاهَةُ بِرَشِّه.(وَالْمَعْطِنِ) بِكَسْرِ الطَّاءِ وَاحِدُ الْمَعَاطِنِ، وَهِیَ مَبَارِکُ الْإِبِلِ عِنْدَ الْمَاءِ لِلشُّرْبِ (وَمَجْرَی الْمَاءِ) وَهُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِجَرَيَانِه وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيه مَاءٌ (وَالسَّبَخَةُ) بِفَتْحِ الْبَاءِ وَاحِدُ السِّبَاخِ، وَهِیَ الشَّیْءُ الَّذِی يَعْلُو الْأَرْضَ كَالْمِلْحِ، أَوْ بِكَسْرِهَا وَهِیَ الْأَرْضُ ذَاتُ السِّبَاخِ (وَقُرَی النَّمْلِ) جَمْعُ قَرْيَة، وَهِیَ مُجْتَمَعُ تُرَابِهَا حَوْلَ حُجْرَتِهَا(وَ) فِی نَفْسِ (الثَّلْجِ اخْتِيَاراً) مَعَ تَمَكُّنِ الْأَعْضَاء، أَمَّا بِدُونِه فَلَا مَعَ الاخْتِيَار.(وَبَيْنَ الْمَقَابِرِ) وَإِلَيْهَا وَلَوْ قَبْرًا (إِلَّا بِحَائِلٍ وَلَوْ عَنَزَةٍ) بِالتَّحْرِيک، وَهِیَ الْعَصَا فِی أَسْفَلِهَا حَدِيدَةٌ مَرْكُوزَةٌ أَوْ مُعْتَرِضَةٌ (أَوْ بُعْدَ عَشَرَةِ أَذْرُعٍ) وَلَوْ كَانَتْ الْقُبُورُ خَلْفَه، أَوْ مَعَ أَحَدِ جَانِبَيْه فَلَا كَرَاهَةَ .

(وَفِی الطَّرِيقِ) سَوَاءٌ كَانَتْ مَشْغُولَةً بِالْمَارَّة، أَمْ فَارِغَةً إِنْ لَمْ يُعَطِّلْهَا وَإِلَّا حُرِّمَ (وَ) فِی (بَيْتٍ فِيه مَجُوسِیٌّ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْبَيْتُ لَهُ (وَإِلَی نَارٍ مُضْرَمَةٍ) أَیْ مُوقَدَة وَلَوْ سِرَاجًا أَوْ قِنْدِيلًا، وَفِی الرِّوَايَة كَرَاهَةُ الصَّلَاة إِلَی الْمِجْمَرَة مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الْإِضْرَامِ، وَهُوَ كَذَلِک، وَبِه عَبَّرَ الْمُصَنِّفُ فِی غَيْرِ الْكِتَاب، (أَوْ) إِلَی(تَصَاوِيرَ) وَلَوْ فِی الْوِسَادَة، وَتَزُولُ الْكَرَاهَةُ بِسَتْرِهَا بِثَوْبٍ وَنَحْوِه.(أَوْ مُصْحَفٍ، أَوْ بَابٍ مَفْتُوحَيْنِ) سَوَاءٌ فِی ذَلِکَ الْقَارِئُ وَغَيْرُهُ

نَعَمْ يُشْتَرَطُ الْإِبْصَارُ وَأُلْحِقَ بِهِ التَّوَجُّهُ إِلَى كُلِّ شَاغِلٍ مِنْ نَقْشٍ وَكِتَابَةٍ، وَلَا بَأْسَ بِهِ.(أَوْ وَجْهِ إِنْسَانٍ) فِي الْمَشْهُورِ فِيهِ وَفِي الْبَابِ الْمَفْتُوحِ وَلَا نَصَّ عَلَيْهِمَا ظَاهِرًا، وَقَدْ يُعَلَّلُ بِحُصُولِ التَّشَاغُلِ بِهِ.(أَوْ حَائِطٍ يَنِزُّ مِنْ بَالُوعَةٍ) يُبَالُ فِيهَا، وَلَوْ نَزَّ بِالْغَائِطِ فَأَوْلَى، وَفِي إِلْحَاقِ غَيْرِهِ مِنْ النَّجَاسَاتِ وَجْهٌ.(وَفِي مَرَابِضِ الدَّوَابِّ) جَمْعُ مَرْبِضٍ، وَهُوَ مَأْوَاهَا وَمَقَرُّهَا وَلَوْ عِنْدَ الشُّرْبِ (إِلَّا) مَرَابِضَ (الْغَنَمِ) فَلَا بَأْسَ بِهَا لِلرِّوَايَةِ مُعَلِّلًا بِأَنَّهَا سَكِينَةٌ وَبَرَكَةٌ(وَلَا بَأْسَ بِالْبِيعَةِ وَالْكَنِيسَةِ مَعَ عَدَمِ النَّجَاسَةِ) نَعَمْ يُسْتَحَبُّ رَشُّ مَوْضِعِ صَلَاتِهِ مِنْهَا وَتَرْكُهُ حَتَّى يَجِفَّ.وَهَلْ يُشْتَرَطُ فِي جَوَازِ دُخُولِهَا إِذْنُ أَرْبَابِهَا ؟ احْتَمَلَهُ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى تَبَعًا لِغَرَضِ الْوَاقِفِ، وَعَمَلًا بِالْقَرِينَةِ، وَفِيهِ قُوَّةٌ، وَوَجْهُ الْعَدَمِ إِطْلَاقُ الْأَخْبَارِ بِالْإِذْنِ فِي الصَّلَاةِ بِهَا .

چند جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛

۱۔حمام، ۲۔بیت الخلاء میں اس لیے کہ ملائکہ ان جگہوں میں نہیں جاتے جہاں پیشاب کیا جاتا ہے۔

۳۔وہ جگہ جسے آگ جلانے کس لیئے بنایا گیا ہو پس اگر کسی جگہ کو آگ جلانے کے لیے نہ بنایا گیا ہو جیسے بھٹہ لیکن اس میں آگ جلائی جائے اگرچہ بہت زیادہ جلائی جائے تو وہ مکروہ نہیں ہے۔

۴۔ مجوسیوں کے گھروں میں کیونکہ ایک تو اس سے روایت میں منع کیا گیا اور وہ نجاستوں سے خالی نہیں ہوتے لیکن پانی چھڑکنے سے کراہت زائل ہو جاتی ہے۔

۵۔وہ جگہیں جہاں اونٹوں کو پانی پینے کے لیے لایا جاتا ہے۔

۶۔پانی کے گزرنے کی جگہ اگرچہ اس میں پانی نہ ہو۔

۷۔شور زمین میں نماز پڑھنا۔

۸۔چیونٹیوں کی بلوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۔اختیاری حالت میں خود برف پر نماز پڑھنا جب اعضاء اس پر نہ پھسلتے ہوں لیکن جب اعضاء پھسلتے ہوں تو اختیاری صورت میں وہاں نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

۱۰۔قبروں کے درمیان اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا لیکن اگر درمیان میں کوئی چیز رکھ دی جائے اگرچہ عصا ہی ہو جس پر مڑا ہوا لوہا لگا ہو یا دس ذراع کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبریں پیچھے ہوں یا ایک جانب تو بھی مکروہ نہیں ہے۔

۱۱۔راستے پر نماز پڑھنا چاہے گزرنے والوں کی بھیڑ ہو یا نہ،اگر راستہ بند نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر راستہ بند ہو تو حرام ہے۔

۱۲۔اس گھر میں نماز پڑھنا جس میں مجوسی موجود ہو اگرچہ اس مجوسی کی ملکیت نہ ہو۔

۱۳۔بھڑکتی ہوئی آگ کی سمت میں نماز پڑھنا اگرچہ وہ چراغ یا فانوس ہی ہو اور روایت میں تو اس چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا گیا جس میں آگ رکھی ہو اور اس میں آگ کے شعلہ ور ہونے کی قید نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور شہید اول نے لمعہ کے علاوہ دیگر کتابوں میں اسی طرح کہا ہے۔

۱۴۔تصاویر کی سمت میں نماز پڑھنا اگرچہ وہ تکیے میں ہو لیکن اگر ان کو ڈھانپ دیں تو مکروہ نہیں۔

۱۵۔قرآن کریم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔

۱۶۔کھلے دروازے کے مقابل میں نماز پڑھنا۔

۱۷۔ انسان کے منہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، اس مورد میں اور اس سے پہلے مورد میں روایت نہیں ہے لیکن اسے اس وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا کہ اس سے نماز سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

۱۸۔ ایسی دیوار کے پاس جہاں پیشاب کے گڑھے کی گندگی کو نکال کر پھینکا جاتا ہے۔

۱۹۔ مویشیوں کے باندھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنا مگر بھیڑ بکریوں کی جگہوں میں مکروہ نہیں روایت میں اس کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ ان میں برکت ہے۔

۲۰۔ یہودیوں اور عیسایوں کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب ظاہری طور پر نجس نہ ہوں ہاں نماز کی جگہ پانی چھڑک لینا مستحب ہے اور اس وقت تک نماز نہ پڑھیں جب تک وہ خشک نہ ہو جائے، آیا ان کی عبادت گاہوں میں داخل ہونے کے لیے ان سے اجازت لینا شرط ہے ؟ شہید اول نے ذکری میں وقف کرنے والے کی غرض کو دیکھتے ہوئے اور قرینے پر عمل کرتے ہوئے اجازت لینے کا احتمال دیا ہے اور یہی قوی ہے اور اجازت نہ لینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ روایات میں وہاں نماز پڑھنے کے لیے ان سے اجازت لینے کو ذکر نہیں کیا گیا۔

مرد و عورت کے ایک جگہ نماز پڑھنے کا حکم

(وَيُكْرَهُ تَقَدُّمُ الْمَرْأَةِ عَلَى الرَّجُلِ، أَوْ مُحَاذَاتُهَا لَهُ) فِي حَالَةِ صَلَاتِهِمَا مِنْ دُونِ حَائِلٍ، أَوْ بَعْدَ عَشَرَةِ أَذْرُعٍ (عَلَى) الْقَوْلِ(الْأَصَحِّ) وَالْقَوْلُ الْآخَرُ التَّحْرِيمُ، وَبُطْلَانُ صَلَاتِهِمَا مُطْلَقًا، أَوْ مَعَ الِاقْتِرَانِ، وَإِلَّا الْمُتَأَخِّرَةَ عَنْ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ .وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَحْرَمِ وَالْأَجْنَبِيَّةِ، وَالْمُقْتَدِيَةِ، وَالْمُنْفَرِدَةِ، وَالصَّلَاةِ الْوَاجِبَةِ، وَالْمَنْدُوبَةِ .

(وَيَزُولُ) الْمَنْعُ كَرَاهَةً وَتَحْرِيمًا (بِالْحَائِلِ) الْمَانِعِ مِنْ نَظَرِ أَحَدِهِمَا الْآخَرَ وَلَوْ ظُلْمَةً وَفَقْدِ بَصَرٍ فِي قَوْلٍ، لَا تَغْمِيضَ الصَّحِيحِ عَيْنَيْهِ فِي الْأَصَحِّ (أَوْ بُعْدَ عَشَرَةِ أَذْرُعٍ) بَيْنَ مَوْقِفِهِمَا (وَلَوْ حَاذَى سُجُودُهَا قَدَمَهُ فَلَا مَنْعَ) وَالْمَرْوِيُّ فِي الْجَوَازِ كَوْنُهَا تُصَلِّي خَلْفَهُ، وَظَاهِرُهُ تَأَخُّرُهَا فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ عَنْهُ، بِحَيْثُ لَا يُحَاذِي جُزْءٌ مِنْهَا جُزْءًا مِنْهُ، وَبِهِ عَبَّرَ بَعْضُ الْأَصْحَابِ، وَهُوَ أَجْوَدُ

عورت کا مرد کے آگے یا اس کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب ان کے درمیان حائل (دیوار یا پردہ وغیرہ) نہ ہو یا دس ذارع (۵ میٹر) کا فاصلہ نہ ہو یہ صحیح تر قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس طرح ان کا نماز پڑھنا حرام اور ان دونوں کی نماز باطل ہے بعض نے بطور مطلق باطل کہا اور بعض نے اس صورت میں جب دونوں اکٹھے نماز شروع کریں ورنہ جس نماز کی تکبیرۃالاحرام متاخر ہو وہ باطل ہو گی اور اس میں محرم اور اجنبی میں کوئی فرق نہیں اور مقتدی اور فرادی نماز پڑھنے میں بھی فرق نہیں اور یہ کراہت یا حرمت اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب کوئی ایسی چیز حائل ہو جو ایک کے دوسرے کو دیکھنے سے مانع ہو اگرچہ تاریکی اور اندھیرا اور نابینا ہونا لیکن بینا کا آنکھیں بند کرنا کافی نہیں ہے یا دس ذراع کا فاصلہ ہو اگر عورت کے سجدے کی جگہ مرد کے قدموں کی جگہ کے مقابل ہو تو منع نہیں ہے اور روایت میں جو صورت جائز قرار دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عورت مرد کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ عورت کاملا اس کے پیچھے ہو اور اس کا کوئی جزء مرد کے مقابل اور برابر نہ ہو اور بعض علماء نے یہی تعبیر کی اور یہ بہتر ہے۔

سجدہ کی اشیاء

(وَيُرَاعَى فِي مَسْجَدِ الْجَبْهَةِ) بِفَتْحِ الْجِيمِ، وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُعْتَبَرُ مِنْهُ فِي السُّجُودِ، لَا مَحَلُّ جَمِيعِ الْجَبْهَةِ (أَنْ يَكُونَ مِنْ الْأَرْضِ، أَوْ نَبَاتِهَا غَيْرِ الْمَأْكُولِ

وَالْمَلْبُوسِ عَادَةً) بِالْفِعْلِ، أَوْ بِالْقُوَّةِ الْقَرِيبَةِ مِنْهُ بِحَيْثُ يَكُونُ مِنْ جِنْسِهِ، فَلَا يَقْدَحُ فِي الْمَنْعِ تَوَقُّفُ الْمَأْكُولِ عَلَى طَحْنٍ وَخَبْزٍ وَطَبْخٍ، وَالْمَلْبُوسِ عَلَى غَزْلٍ وَنَسْجٍ وَغَيْرِهَا، وَلَوْ خَرَجَ عَنْهُ بَعْدَ أَنْ كَانَ مِنْهُ كَقِشْرِ اللَّوْزِ ارْتَفَعَ الْمَنْعُ لِخُرُوجِهِ عَنْ الْجِنْسِيَّةِ .وَلَوْ اُعْتِيدَ أَحَدُهُمَا فِي بَعْضِ الْبِلَادِ دُونَ بَعْضٍ، فَالْأَقْوَى عُمُومُ التَّحْرِيمِ نَعَمْ لَا يَقْدَحُ النَّادِرُ كَأَكْلِ الْمَخْمَصَةِ وَالْعَقَاقِيرِ الْمُتَّخَذَةِ لِلدَّوَاءِ مِنْ نَبَاتٍ لَا يَغْلِبُ أَكْلُهُ .

(وَلَا يَجُوزُ السُّجُودُ عَلَى الْمَعَادِنِ) لِخُرُوجِهَا عَنْ اسْمِ الْأَرْضِ بِالِاسْتِحَالَةِ وَمِثْلُهَا الرَّمَادُ وَإِنْ كَانَ مِنْهَا وَأَمَّا الْخَزَفُ فَيُبْنَى عَلَى خُرُوجِهِ بِالِاسْتِحَالَةِ عَنْهَا، فَمَنْ حَكَمَ بِطُهْرِهِ لَزِمَهُ الْقَوْلُ بِالْمَنْعِ مِنْ السُّجُودِ عَلَيْهِ، لِلِاتِّفَاقِ عَلَى الْمَنْعِ مِمَّا خَرَجَ عَنْهَا بِالِاسْتِحَالَةِ وَتَعْلِيلُ مَنْ حَكَمَ بِطُهْرِهِ بِهَا، لَكِنْ لَمَّا كَانَ الْقَوْلُ بِالِاسْتِحَالَةِ بِذَلِكَ ضَعِيفًا كَانَ جَوَازُ السُّجُودِ عَلَيْهِ قَوِيًّا .

اور جس جگہ سجدے کے وقت پیشانی رکھی جائے اس میں رعایت ہے کہ وہ زمین سے ہو یا ان چیزوں میں سے ہو جو زمین سے اگتی ہیں اور وہ چیزیں کھانے اور پہننے کے کام بھی نہ آتی ہوں جیسے لکڑی اور درختوں کے پتے اور ان کے کھانے یا پہننے میں استعمال نہ ہونے کا معیار عرفی ہے پس اگر کوئی چیز بالفعل ان میں استعمال نہ ہو لیکن اس میں اس کی قوت قریبہ ہو تو اس پر بھی سجدہ نہ کریں جیسے کھائی جانے والی چیز ایسی ہو کہ اسے پیسنے اور پکانے کی ضرورت ہو اور پہننے کی چیز ایسی ہو کہ اسے کاتنے اور بننے کی احتیاج ہو تو بھی ان پر سجدہ جائز نہیں ہے لیکن اگر کھائی جانے والی شمار ہرنے کے بعد اس کی صلاحیت سے خارج ہو جائے تو سجدہ کرنا بھی اس پر جائز ہو جائے گا جیسے اخروٹ کا چھلکا اور اگر ایک علاقے میں اسے کھایا یا پہنا جاتا

ہو لیکن دوسرے میں نہیں تو قوی تر نظریہ یہ ہے کہ سب کے لیے اس پر سجدہ کرنا حرام ہے ہاں بہت کم اور نادر کھانے یا پینے میں استعمال ہر نا مانع نہیں ہے جیسے قحط کے دنوں میں کھایا جانا یا بعض جڑی بوٹیاں جن سے بعض دوائیاں بنائی جاتی ہیں کہ ان پر کھائے جانے کا غلبہ نہیں ہے۔

اور معدنیات پر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے جیسے سونا، چاندی کیونکہ یہ استحالہ ہونے کی وجہ سے زمین کے نام سے خارج ہیں[1] اور طرح راکھ بھی اگرچہ زمین میں سے ہے اور ٹھیکری اس بنا پر ہے کہ وہ استحالہ کے ذریعے زمین سے خارج ہوگئی ہے پس جو اس کے پاک ہونے کا حکم کرے اسے لازم ہے کہ اس پر سجدہ کرنا منع ہے کیونکہ اتفاق ہے کہ جو چیز استحالہ کے ذریعے زمین ہونے سے خارج ہوگئی ہو اس پر سجدہ صحیح نہیں ہے لیکن چونکہ اس کے استحالہ ہونے کا حکم ضعیف ہے اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

کاغذ پر سجدے کے حکم کی تحقیق

(وَيَجُوزُ) السُّجُودُ (عَلَى الْقِرْطَاسِ) فِي الْجُمْلَةِ إِجْمَاعًا لِلنَّصِّ الصَّحِيحِ الدَّالِّ عَلَيْهِ، وَبِهِ خَرَجَ عَنْ أَصْلِهِ الْمُقْتَضِي لِعَدَمِ جَوَازِ السُّجُودِ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ مُرَكَّبٌ مِنْ جُزْأَيْنِ لَا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِمَا، وَهُمَا النُّورَةُ وَمَا مَازَجَهَا مِنْ

---

[1] تتمہ بحث: معدنی پتھروں پر جیسے سنگ مرمر، سنگ سفید، سنگ سیاہ بلکہ عقیق پر بھی سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، انگور کے پتوں پر سجدہ نہ کریں کیوں کہ بعض لوگ بطور غذا استعمال کرتے ہیں، گھاس وغیرہ جو زمین سے اگتی ہیں اور حیوانوں کی غذا ہیں ان پر سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اسی طرح ان پھولوں پر بھی سجدہ کیا جاتا ہے۔ جو انسان کی غذا نہیں ہے لیکن وہ پھول اور گھاس جو دواؤں میں استعمال ہوتی ہے جیسے گل بنفشہ، گل گاؤزبان بناء بر احتیاط ان پر سجدہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اس گھاس پر سجدہ صحیح ہے۔ جو بعض شہروں میں کھائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں، چونے اور گچ کے پتھر پر سجدہ صحیح ہے پکنے سے پہلے بھی اور پکنے کے بعد بھی اسی طرح اینٹ، ٹھیکرا، سیمنٹ پر بھی سجدہ صحیح ہے۔

الْقُطْنِ، وَالْكَتَّانِ، وَغَيْرِهِمَا، فَلَا مَجَالَ لِلتَّوَقُّفِ فِيهِ فِي الْجُمْلَةِ وَالْمُصَنِّفُ هُنَا خَصَّهُ بِالْقِرْطَاسِ (الْمُتَّخَذِ مِنْ النَّبَاتِ) كَالْقُطْنِ وَالْكَتَّانِ وَالْقِنَّبِ، فَلَوْ اُتُّخِذَ مِنْ الْحَرِيرِ لَمْ يَصِحَّ السُّجُودُ عَلَيْهِ، وَهَذَا إِنَّمَا يُبْنَى عَلَى الْقَوْلِ بِاشْتِرَاطِ كَوْنِ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ مِمَّا لَا يُلْبَسُ بِالْفِعْلِ حَتَّى يَكُونَ الْمُتَّخَذُ مِنْهَا غَيْرَ مَمْنُوعٍ، أَوْ كَوْنُهُ غَيْرُ مَغْزُولٍ أَصْلًا إِنْ جَوَّزْنَاهُ فِيمَا دُونَ الْمَغْزُولِ، وَكِلَاهُمَا لَا يَقُولُ بِهِ الْمُصَنِّفُ وَأَمَّا إِخْرَاجُ الْحَرِيرِ فَظَاهِرٌ عَلَى هَذَا لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ بِحَالٍ .

وَهَذَا الشَّرْطُ عَلَى تَقْدِيرِ جَوَازِ السُّجُودِ عَلَى هَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَيْسَ بِوَاضِحٍ لِأَنَّهُ تَقْيِيدٌ لِمُطْلَقِ النَّصِّ أَوْ تَخْصِيصٌ لِعَامِّهِ مِنْ غَيْرِ فَائِدَةٍ، لِأَنَّ ذَلِکَ لَا يُزِيلُهُ عَنْ حُكْمِ مُخَالَفَةِ الْأَصْلِ، فَإِنَّ أَجْزَاءَ النُّورَةِ الْمُنْبَثَّةِ فِيهِ بِحَيْثُ لَا يَتَمَيَّزُ مِنْ جَوْهَرِ الْخَلِيطِ جُزْءٌ يَتِمُّ عَلَيْهِ السُّجُودُ كَافِيَةٌ فِي الْمَنْعِ، فَلَا يُفِيدُهُ مَا يُخَالِطُهَا مِنْ الْأَجْزَاءِ الَّتِي يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهَا مُنْفَرِدَةً .

وَفِي الذِّكْرَى جَوَّزَ السُّجُودَ عَلَيْهِ إِنْ اُتُّخِذَ مِنْ الْقِنَّبِ، وَاسْتَظْهَرَ الْمَنْعَ مِنْ الْمُتَّخَذِ مِنْ الْحَرِيرِ، وَبَنَى الْمُتَّخَذَ مِنْ الْقُطْنِ وَالْكَتَّانِ عَلَى جَوَازِ السُّجُودِ عَلَيْهِمَا، وَيُشْكِلُ تَجْوِيزُهُ الْقِنَّبَ عَلَى أَصْلِهِ، لِحُكْمِهِ فِيهَا بِكَوْنِهِ مَلْبُوسًا فِي بَعْضِ الْبِلَادِ، وَأَنَّ ذَلِکَ يُوجِبُ عُمُومَ التَّحْرِيمِ، وَقَالَ فِيهَا أَيْضًا : فِي النَّفْسِ مِنْ الْقِرْطَاسِ شَيْءٌ، مِنْ حَيْثُ اشْتِمَالُهُ عَلَى النُّورَةِ الْمُسْتَحِيلَةِ مِنْ اسْمِ الْأَرْضِ بِالْإِحْرَاقِ، قَالَ: إِلَّا أَنْ نَقُولَ الْغَالِبُ جَوْهَرُ الْقِرْطَاسِ أَوْ نَقُولَ : جُمُودُ النُّورَةِ يَرُدُّ إِلَيْهَا اسْمَ الْأَرْضِ .

وَهَذَا الْإِيرَادُ مُتَّجَهٌ لَوْلَا خُرُوجُ الْقِرْطَاسِ بِالنَّصِّ الصَّحِيحِ وَعَمَلِ الْأَصْحَابِ، وَمَا دُفِعَ بِهِ الْإِشْكَالُ غَيْرُ وَاضِحٍ، فَإِنَّ أَغْلَبِيَّةَ الْمُسَوِّغِ لَا يَكْفِي مَعَ امْتِزَاجِهِ بِغَيْرِهِ وَانْبِثَاثِ أَجْزَائِهِمَا بِحَيْثُ لَا يَتَمَيَّزُ، وَكَوْنُ جُمُودِ النُّورَةِ يَرُدُّ إِلَيْهَا اسْمَ الْأَرْضِ فِي غَايَةِ الضَّعْفِ، وَعَلَى قَوْلِهِ رَحِمَهُ اللَّهُ لَوْ شَكَّ فِي جِنْسِ الْمُتَّخَذِ مِنْهُ– كَمَا هُوَ الْأَغْلَبُ – لَمْ يَصِحَّ السُّجُودُ عَلَيْهِ، لِلشَّكِّ فِي حُصُولِ شَرْطِ الصِّحَّةِ .

وَبِهَذَا يَنْسَدُّ بَابُ السُّجُودِ عَلَيْهِ غَالِبًا، وَهُوَ غَيْرُ مَسْمُوعٍ فِي مُقَابِلِ النَّصِّ وَعَمَلِ الْأَصْحَابِ.(وَيُكْرَهُ) السُّجُودُ (عَلَى الْمَكْتُوبِ) مِنْهُ مَعَ مُلَاقَاةِ الْجَبْهَةِ لِمَا يَقَعُ عَلَيْهِ اسْمُ السُّجُودِ خَالِيًا مِنْ الْكِتَابَةِ، وَبَعْضُهُمْ لَمْ يَعْتَبِرْ ذَلِكَ، بِنَاءً عَلَى كَوْنِ الْمِدَادِ عَرَضًا لَا يَحُولُ بَيْنَ الْجَبْهَةِ وَجَوْهَرِ الْقِرْطَاسِ، وَضَعْفُهُ ظَاهِرٌ.

کاغذ پر سجدہ جائز ہے اس پر اتفاق اور صحیح روایت دلالت کرتی ہے اور اسی کے ذریعے کاغذ پر سجدہ جائز ہوا اور وہ اپنی اصل سے خارج ہوا جو تقاضا کرتی ہے کہ اس پر سجدہ صحیح نہ ہو کیونکہ وہ دو جزءوں سے مرکب ہے جن پر سجدہ صحیح نہیں ہے؛ وہ نورہ اور جو چیز اس میں ملائی جاتی ہے روئی اور پٹسن وغیرہ، اس میں توقف و شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن شہید اول نے یہاں اس کاغذ پر سجدہ جائز کہا جو نباتات سے لیا گیا ہو جیسے روئی اور پٹسن وغیرہ پس اگر ریشم سے بنایا جائے تو سجدہ صحیح نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ ان اشیاء میں شرط ہے کہ وہ فعلا پہنی نہ جاتی ہوں تاکہ ان سے بنائی جانے والی چیز پر سجدہ ممنوع ہو یا اصلا اس کو بن کر لباس نہ بنایا جاتا ہو حالانکہ ان دونوں کے شہید اول قائل نہیں، اور ریشم کا خارج کرنا تو ظاہر ہے کہ کیونکہ اس پر کسی حالت میں سجدہ جائز نہیں ہے اور یہ شرط لگانا جب ان پر اشیاء پر سجدہ

جائز تھا واضح نہیں ہے کیونکہ یہ نص کے اطلاق اور وسیع دائرہ کو محدود کرنا ہے یا اس کے عام ہونے کو خاص کرنا ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں کیونکہ یہ اس کو اصل کی مخالفت کے حکم سے زائل نہیں کرتا کیونکہ کاغذ میں جو نورے کے اجزاء ہیں اس میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ اس کے مخلوط جوہر سے امتیاز نہیں دیا جاسکتا اس جزء کو جس پر سجدہ صحیح ہے پس اس کے لیے فائدہ نہیں اس چیز کا ملا ہوا ہونا جس پر تنہائی میں سجدہ صحیح ہے۔

اور ذکری میں ہے کہ کاغذ پر سجدہ صحیح ہے اگر پٹ سن سے لیا جائے اور ظاہر کیا ہے کہ ریشم کے کاغذ پر منع ہے اور روئی اور کتان کے کاغذ پر سجدے کے جواز کو اس بات پر موقوف سمجھا ہے کہ اگر خود ان پر سجدہ صحیح ہو تو ان کے کاغذ پر بھی صحیح ہوگا اور پٹ سن پر سجدے کو جائز قرار دینے پر یہ اشکال ہے کہ وہ بعض ملکوں میں پہنی جاتی ہے اور اس سے پٹ سن پر کلی طور پر سجدہ حرام ہوگا اور اسی ذکری میں یہ بھی کہا ہے؛ اگرچہ نفس میں کچھ شک ہے کہ قرطاس پر سجدہ صحیح ہو کیونکہ کاغذ میں نورہ ہوتا ہے جس کا جلنے سے استحالہ ہو چکا اور وہ زمیں کے نام سے خارج ہو گیا اور کہا؛ مگر ہم یہ تاویل کریں کہ کاغذ میں دیگر جوہر غالب ہوتا ہے یا یہ کہیں نورے کا جامد ہونا اسے زمین کے نام کی طرف لوٹاتا ہے اور یہ اشکال اور اعتراض وارد ہے اگر کاغذ صحیح روایت کی وجہ سے اور اس پر علماء کا فتوی دینے کی وجہ سے خارج نہ ہو جاتا اور جن تاویلوں کے ذریعے اشکال کو ردّ کیا گیا وہ واضح نہیں ہے کیونکہ اس چیز کا کاغذ میں غالب ہونا جس پر سجدہ صحیح ہوتا ہے اس پر سجدہ صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں ہے چونکہ وہ جوہر نورہ کے ساتھ اس طرح مل گیا ہے کہ اس کو جدا نہیں کیا جاسکتا اور نہ اسے امتیاز دیا جاسکتا ہے اور نورے کا جامد ہونا اس پر زمین کے نام کو لوٹا دے یہ بات بالکل ضعیف ہے اور شہید اول کے نظریئے کی بنیاد پر اگر کاغذ کی اصل کے متعلق شک ہو کہ کس چیز سے بنایا گیا جیسا کہ غالبا معلوم نہیں ہوتا تو اس پر سجدہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ صحیح ہونے کی شرط میں شک ہے اور اس طرح

غالباً کاغذ پر سجدہ کرنے کا باب بند ہو جائے اور وہ روایت اور عمل علماء کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ہے۔

اور لکھے ہوئے کاغذ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے جب پیشانی اس جگہ لگے جس پر لکھا ہوا نہ ہو اور اس پر سجدے کا نام بولا جائے اور بعض نے یہ شرط نہیں لگائی اس بناء پر کہ سیاہی عرض ہے یہ پیشانی اور کاغذ کے جوہر و مادے کے درمیان حائل نہیں ہے اور اس کا ضعیف ہونا واضح ہے[1]۔

شرط ۵۔ نماز گزار کے بدن کی طہارت

(الْخَامِسُ – طَهَارَةُ الْبَدَنِ مِنْ الْحَدَثِ وَالْخَبَثِ) (وَقَدْ سَبَقَ) بَيَانُ حُكْمِهِمَا مُفَصَّلًا .

---

[1]۔ تتمہ بحث: ۱) سب سے بہتر چیز سجدہ کے لئے خاک ہے خصوصاً تربت حضرت سیدالشہداء جس سے خون شہداء کی یاد آجاتی ہے۔ ۲) اگر ایسی چیز نہ ہو جس پر سجدہ صحیح ہے یا گرمی یا سردی کی وجہ سے اس پر زیادہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ اپنے اس لباس پر سجدہ کرے جو کتان یا روئی سے بنایا گیا ہو اور اگر کسی ایسی چیز سے بنایا گیا ہو (مثلاً اون سے) تو اسی پر یا قالین یا اس کی مانند چیز پر سجدہ کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دھاتوں پر اور معدنی چیزوں پر سجدہ کرے اور اگر کوئی ایسی چیز ملتی ہی نہیں جس پر سجدہ کر سکے تو اپنی ہتھیلی کی پشت پر سجدہ کرے۔ بناء بر این ہتھیلی کی پشت وہ آخری چیز ہے کہ جس پر سجدہ کیا جاسکتا ہے۔

۳) اگر پہلے سجدہ میں سجدہ گاہ پیشانی سے چپک جائے تو دوسرے سجدہ کے لئے اس کو الگ کر دیں اور اگر اسی طرح سجدۂ دوم میں چلا جائے تو اشکال ہے۔ ۴) اگر سجدہ کی حالت میں متوجہ ہو کہ پیشانی ایسی چیز پر رکھی ہے کہ جس پر سجدہ جائز نہیں ہے تو اگر ممکن ہو اور نمازی کی نماز سے منافات بھی نہ ہو تو پیشانی کو کھینچ کر اس چیز پر رکھے جس پر سجدہ صحیح ہے اور اگر اس پر دسترس نہیں رکھتا اور وقت بھی تنگ ہے تو پہلے والے مسئلہ کے قاعدہ پر عمل کرے۔

۵) اگر نماز کے بعد یا سجدہ کے بعد متوجہ ہو کہ سجدہ ایسی چیز پر کیا ہے جس پر سجدہ جائز نہیں تھا تو اس کی نماز صحیح ہے۔ ۶) غیر خدا کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ آئمہ کی قبروں کے سامنے جو بعض لوگ پیشانی کو زمین پر رکھتے ہیں اگر اس سے امام (ع) کو سجدہ کرنا مقصود ہے تو حرام ہے اور اگر شکر خدا کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ امام کے لئے سجدہ ہے یا دشمنوں کے ہاتھ میں اس سے کوئی بہانہ آجائے تو اشکال ہے۔

نمازی کا بدن حدث اور خبث (ظاہری و باطنی نجاستوں) سے پاک ہونا چاہیے اور طہارت کے احکام کتاب طہارت میں تفصیل سے گزر گئے۔

شرط ٦۔ ترو ک نہ گانہ

(السَّادسُ تَرْکُ الْکَلَامِ) فِی أَثْنَاءِ الصَّلَاة، وَهُوَ- عَلَی مَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ وَالْجَمَاعَةُ- مَا تَرکَّبَ مِنْ حَرْفَيْنِ فَصَاعِداً، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَلَامًا لُغَةً وَلَا اصْطِلَاحًا، وَفِی حُكْمِهِ الْحَرْفُ الْوَاحِدُ الْمُفِيدُ كَالْأَمْرِ مِنْ الْأَفْعَالِ الْمُعْتَلَّةِ الطَّرَفَيْنِ، مِثْلَ " قِ" مِنْ الْوِقَايَةِ،وَ "عِ" مِنْ الْوِعَايَةِ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى مَقْصُودِ الْكَلَامِ وَإِنْ أَخْطَأَ بِحَذْفِ هَاءِ السَّكْتِ وَحَرْفُ الْمَدِّ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى حَرْفَيْنِ فَصَاعِداً .

وَيُشْكِلُ بِأَنَّ النُّصُوصَ خَالِيَةٌ عَنْ هَذَا الْإِطْلَاقِ، فَلَا أَقَلَّ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِيهِ إِلَى الْكَلَامِ لُغَةً أَوْ اصْطِلَاحًا، وَحَرْفُ الْمَدِّ وَإِنْ طَالَ مَدُّهُ بِحَيْثُ يَكُونُ بِقَدْرِ أَحْرُفٍ- لَا يَخْرُجُ عَنْ كَوْنِهِ حَرْفًا وَاحِداً فِی نَفْسِهِ، فَإِنَّ الْمَدَّ - عَلَى مَا حَقَّقُوهُ- لَيْسَ بِحَرْفٍ وَلَا حَرَكَةٍ، وَإِنَّمَا هُوَ زِيَادَةٌ فِی مَطِّ الْحَرْفِ وَالنَّفَسِ بِهِ، وَذَلِکَ لَا يَلْحَقُهُ بِالْكَلَامِ .

وَالْعَجَبُ أَنَّهُمْ جَزَمُوا بِالْحُكْمِ الْأَوَّلِ مُطْلَقًا، وَتَوَقَّفُوا فِی الْحَرْفِ الْمُفْهِمِ مِنْ حَيْثُ كَوْنُ الْمُبْطِلِ الْحَرْفَيْنِ فَصَاعِداً، مَعَ أَنَّهُ كَلَامٌ لُغَةً وَاصْطِلَاحًا.وَفِی اشْتِرَاطِ كَوْنِ الْحَرْفَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ لِمَعْنًى وَجْهَانِ، وَقَطَعَ الْمُصَنِّفُ بِعَدَمِ اعْتِبَارِهِ، وَتَظْهَرُ الْفَائِدَةُ فِی الْحَرْفَيْنِ الْحَادِثَيْنِ مِنْ التَّنَحْنُحِ وَنَحْوِهِ.وَقَطَعَ

الْعَلَّامَةُ بِكَوْنِهِمَا حِينَئِذٍ غَيْرَ مُبْطِلَيْنِ، مُحْتَجًّا بِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ جِنْسِ الْكَلَامِ، وَهُوَ حَسَنٌ .وَاعْلَمْ أَنَّ فِي جَعْلِ هَذِهِ التُّرُوكِ مِنْ الشَّرَائِطِ تَجَوُّزًا ظَاهِرًا، فَإِنَّ الشَّرْطَ يُعْتَبَرُ كَوْنُهُ مُتَقَدِّمًا عَلَى الْمَشْرُوطِ وَمُقَارِنًا لَهُ، وَالْأَمْرُ هُنَا لَيْسَ كَذَلِكَ

.

نماز کے دوران آٹھ چیزوں کا ترک کرنا لازم ہے، ان ترک کی جانے والی چیزوں کو شرط شمار کرنا ظاہر اور واضح قسم کا مجاز ہے کیوں کہ شرط ایسی چیز ہوتی ہے جو مشروط سے مقدم (پہلے) ہو یا مقارن اور ملی ہوئی بھی، حالانکہ یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں[1]، ان کی تفصیل یہ ہے؛

۱. کلام کرنا

اگر نماز میں عمداً بات کرے جو دو حرفوں یا اس سے زیادہ سے مرکب ہو اگرچہ لغت و اصطلاح میں اسے کلام نہ کہا جائے اس سے نماز باطل ہوتی ہے، اور اس کے حکم وہ ایک حرف ہے جو با معنی ہو جیسے دو طرفوں سے حرف علت پر مشتمل مادے سے بنایا جانے والا فعل امر؛ وقی یقی وقایۃ سے ق، اور وعی یعی وعایۃ سے ع، کیونکہ ان میں مقصود کلام موجود ہے اور اگرچہ غلطی سے اس کے آخر سے ھاء سکتہ کو گرادے کیونکہ ایک حرفی فعل امر کے آخر میں ھاء سکتہ پڑھی جاتی ہے، اور حرف مد دو یا اس سے زیادہ حرفوں پر مشتمل ہے اس لیے یہ بھی کلام مبطل میں ہے اور اس پر اشکال ہے کہ روایات اس حد تک اطلاق سے خالی ہیں پس کم از کم اس میں لغت یا اصطلاح کی نظر میں کلام شمار ہونے والی چیزوں کی طرف رجوع کیا جائے اور اور حرف مدّ جیسا کہ اس کی تحقیق ہوئی ہے نہ حرف ہے اور نہ ہی حرکت یہ تو حرف کے سانس کو کھینچنا ہے اور یہ کلام میں شمار نہیں ہوتا ہے۔

---

[1] أی يعتبر فی الشرط أن يجمع بين وصفی التقدم والمقارنة مع العلم بأن هذه التروک إنما تعتبر مقارنتها فقط، دون تقدمها على الصلاة.

اور تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے حکم (دو حرف) کو اس کے اطلاق کے ساتھ یقین کیا ہے اور جب ایک حرف ہو اور با معنی ہو تو اس میں تردید ظاہر کی ہے کیونکہ نماز کو باطل کرنے والا کلام دو حرف یا اس سے زیادہ ہوتا ہے حالانکہ وہ ایک حرف لغت و اصطلاح میں کلام شمار ہوتا ہے اور آیا دو حرفوں کے مبطل ہونے میں با معنی ہونا شرط ہے یا نہیں اس میں دو وجہیں ہیں مصنف نے اس کے معتبر نہ ہونے کا یقین کیا ہے اور اس کا فائدہ ان دو حرفوں میں ہوگا جو کھانسی وغیرہ سے پیدا ہوں اوعلامہ حلی نے یقین کیا ہے کہ وہ اگر بے معنی ہوں تو مبطل نہیں کیونکہ وہ کلام کی جنس میں سے نہیں، اور وہی بہتر ہے[1]۔

---

[1]۔ تتمہ بحث: ۱) سہوا بھول کر یا نسیانا گفتگو کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، ۲) کھانسنے، آہ کرنے اور چھینکنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے چاہے یہ عمدا ہو، لیکن "آخ اور آہ" اور اس کے مانند جس میں دو حرف ہوں ان کو اگر عمدا کہا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ۳) ذکر خدا تلاوت قرآن، ، دعا نماز میں ہر جگہ جائز ہے اکر کسی جملہ کو، مثلا "اللہ اکبر" کو ذکر خدا کی نیت سے کہے اور کہتے وقت آواز بلند کر دے کہ جس سے دوسرے کو کچھ سمجھانا مقصود ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے البتہ دعا ہو یا ذکر غیر عربی زبان میں اشکال رکھتا ہے۔ ۴) نمازی کو حالت نماز میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر دوسرا اس کو سلام کرے تو جواب دینا واجب ہے، لیکن جواب سلام ہی کی طرح ہو مثلا اگر اس نے کہا ہے السلام علیک تو یہ نمازی بھی کہے السلام علیک اور اگر سلام کرنے والے نے سلام علیکم کہا ہے تو نماز بھی جواب میں سلام علیکم کہے حتی کہ اگر اس نے صرف سلام کہا ہے تو یہ بھی سلام کہے اور نماز کے علاوہ بھی سلام کا جواب واجب ہے لیکن سلام کرنا مستحب ہے، جواب اس انداز سے کہنا چاہئے کہ سلام کا جواب شمار ہو سکے یعنی اگر زیادہ فاصلہ کر دیا ہے کہ جواب شمار نہیں ہو سکتا تو حرام کام کیا ہے اور دوبارہ جواب دینا واجب نہیں ہے، اگر نمازی سلام کا جواب نہ دے تو گنہگار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔

واجب ہے کہ سلام کا جواب اس طرح دے کہ سلام کرنے والا سن لے، لیکن اگر سلام کرنے والا بہرا ہے یہاں وہاں بہت شور وغل ہو رہا ہے تو معمول کے مطابق جواب دینا کافی ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ اس کو اشارہ سے بھی سمجھا دے کہ جواب دیا ہے، مرد، نامحرم عورت حتی کہ اچھا برا سمجھنے والا بچہ بھی اگر نمازی یا غیر نمازی کو سلام کرے تو جواب دینا واجب ہے، اگر سوخی، مذاق، تفریح کے عنوان سے سلام کیا جائے یا اتنا غلط سلام کیا جائے جو سلام ہی شمار نہ ہو تو اس کا جواب واجب نہیں ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ غیر مسلم کے سلام کے جواب میں صرف سلام کہے یا صرف علیک کہے، اگر کوئی مجمع میں اکر سلام کرے تو سب پر سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن اگر ایک شخص بھی جواب دیدے تو کافی ہے۔ اگر چند آدمیوں کو سلام کرے اور ان میں سے بعض نماز میں مشغول ہوں اور نماز پڑھنے والے کو شک ہو کہ سلام کرنے والے نے میرا بھی قصد کیا ہے کہ نہیں تو اس کو جواب نہیں دینا چاہئے، اسی طرح اگر اسے معلوم ہو کہ سلام کرنے ولے نے میرا بھی قصد کیا ہے لیکن

۲. فعل کثیر

(وَ) تَرْکُ (الْفِعْلِ الْکَثِیرِ عَادَةً) وَهُوَ مَا یَخْرُجُ بِهِ فَاعِلُهُ عَنْ کَوْنِهِ مُصَلِّیًا عُرْفًا .وَلَا عِبْرَةَ بِالْعَدَدِ، فَقَدْ یَکُونُ الْکَثِیرُ فِیهِ قَلِیلًا کَحَرَکَةِ الْأَصَابِعِ، وَالْقَلِیلُ فِیهِ کَثِیراً کَالْوَثْبَةِ الْفَاحِشَةِ .وَیُعْتَبَرُ فِیهِ التَّوَالِی، فَلَوْ تَفَرَّقَ بِحَیْثُ حَصَلَتْ الْکَثْرَةُ فِی جَمِیعِ الصَّلَاةِ وَلَمْ یَتَحَقَّقْ الْوَصْفُ فِی الْمُجْتَمِعِ مِنْهَا لَمْ یَضُرَّ، وَمِنْ هُنَا { کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ یَحْمِلُ أُمَامَةَ وَهِیَ ابْنَةُ ابْنَتِهِ وَیَضَعُهَا کُلَّمَا سَجَدَ ثُمَّ یَحْمِلُهَا إذَا قَامَ } .وَلَا یَقْدَحُ الْقَلِیلُ کَلُبْسِ الْعِمَامَةِ وَالرِّدَاءِ وَمَسْحِ الْجَبْهَةِ وَقَتْلِ الْحَیَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَهُمَا مَنْصُوصَانِ .

ایسے کام کرنا جن چیزوں نماز کی صورت ختم ہو جاتی ہے اور وہ نمازی ہونے سے نکل جاتا ہے اور اس میں کسی خاص عدد کی مقدار تک کام کرنا لازم نہیں کبھی زیادہ کام کم شمار ہوگا جیسے انگلیوں کی حرکت اور کبھی کم کام زیادہ شمار ہوتا ہے جیسے اونچی چلانگ لگانا اور اس کام کا پی در پے ہونا معتبر ہے پس اگر پراگندہ صورت میں اس کو کرے کہ سب مل کر کثیر بن جائیں لیکن اس سے فعل کثیر اور نماز کی شکل ختم نہ ہوتی ہو تو نماز صحیح ہوگی اسی لیے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ہے کہ آپ امامہ کو جو آپ کی (منہ بولی) بیٹی (زینب) کی بیٹی تھی[1]؛ نماز میں اٹھاتے

اگر دوسرے نے جواب دیدیا ہے تو پھر اس نمازی کو جواب نہیں دینا چاہئے، لیکن اس صورت میں کہ اگر دوسرے لوگ جواب نہ دیں تو نمازی کو جواب دینا چاہئے، اگر دو شخص ایک ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریں تو احتیاط واجب ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو جواب دیں۔

[1] ۔زینب کا شوہر ابو العاص تھا اور اسی سے امامہ پیدا ہوئی ، بنات پیامبر اکرم ﷺ کی بحث تاریخی حقائق سے مربوط ہے جس کے لیے کتب مفصل کی طرف رجوع کیا جائے، لیکن جو واقعہ مسلمات تاریخ میں سے ہے اور فریقین کے محققین نے اسے ذکر کیا وہ امام حسن اور امام حسین ؑ کا پشت رسول پہ سوار ہونا ہے جب آپ سجدے کی حالت میں تھے اور آپ نے سجدے کو اس حد تک طول دیا کہ صحابہ

تھے اور سجدے کے وقت ایک طرف بٹھا دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے اور بہت کم کام مانع نہیں ہے جیسے عمامہ اور رداء پہننا، پیشانی کو مسح کرنا اور سانپ اور بچھو کو مارنا اور ان کی روایت میں تصریح ہوئی ہے[1]۔

۳. سکوت طویل

(وَ) تَرْکُ(السُّکُوتِ الطَّوِیلِ) الْمُخْرِجِ عَنْ کَوْنِه مُصَلِّیًا(عَادَةً) وَلَوْ خَرَجَ بِهِ عَنْ کَوْنِهِ قَارِئًا بَطَلَتْ الْقِرَاءَةُ خَاصَّةً . اگر نماز میں اتنی دیر خاموش ہو جائے کہ نماز کی صورت باقی نہ رہے تو نماز باطل ہے لیکن اگر اتنی دیر خاموش ہو کہ کہا جائے کہ قراءت نہیں کر رہا تو صرف قراءت باطل ہو گی اور نماز صحیح ہو گی۔

۴. دنیاوی رونا

(وَ) تَرْکُ(الْبُکَاءِ) بِالْمَدِّ، وَهُوَ مَا اشْتَمَلَ مِنْهُ عَلَی صَوْتٍ، لَا مُجَرَّدَ خُرُوجِ الدَّمْعِ مَعَ احْتِمَالِهِ لِأَنَّهُ اُلْبُکَا مَقْصُوراً، وَالشَّکُّ فِی کَوْنِ الْوَارِدِ مِنْهُ فِی النَّصِّ مَقْصُوراً أَوْ مَمْدُوداً، وَأَصَالَةُ عَدَمِ الْمَدِّ مُعَارَضٌ بِأَصَالَةِ صِحَّةِ الصَّلَاةِ، فَیَبْقَی الشَّکُّ فِی عُرُوضِ الْمُبْطِلِ مُقْتَضِیًا لِبَقَاءِ حُکْمِ الصِّحَّةِ .

سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے اور جب نماز تمام ہوئی تو سبب پوچھا کہ کہیں وحی تو نہیں ہو رہی تھی آپ نے فرمایا ایسا نہیں تھا بلکہ میرا بیٹا میری پشت پہ سوار تھا میں نے اس کے لیے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے جلدی کراوں جب تک وہ اپنی مرضی سے نہ اتر جائے ،یہ روایت ابو ہریرہ اور شداد بن ھاد صحابہ سے کثیر سندوں سے نقل ہوئی ، تاریخ دمشق ابن عساکر ، ترجمہ امام حسین ؑ، ط محققہ باقر محمودی، ح۱۴۳،۱۴۲ ،و۱۳۸،۱۴۱، تفصیل متواتر الاخبار عن النبی المختارؐ۔

[1] ۔ وسائل الشیعۃ،ج ۴. ص ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰. الباب ۱۹.ح۱ ، ۳؛ عن الحسین بن إبي العلاء قال: سألت أباعبدالله علیه السلام عن الرجل یری الحیة والعقرب وهو یصلی المکتوبة؟ قال: بقتلهما.

وَإِنَّمَا يَشْتَرِكُ تَرْكُ الْبُكَاءِ(لِلدُّنْيَا)كَذَهَابِ مَالٍ وَفَقْدِ مَحْبُوبٍ، وَإِنْ وَقَعَ عَلَى وَجْهٍ قَهْرِيٍّ فِي وَجْهٍ، وَاحْتُرِزَ بِهَا عَنْ الْآخِرَةِ، فَإِنَّ الْبُكَاءَ لَهَا -كَذِكْرِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَدَرَجَاتِ الْمُقَرَّبِينَ إلَى حَضْرَتِهِ، وَدَرَكَاتِ الْمُبْعَدِينَ عَنْ رَحْمَتِهِ مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ، وَلَوْ خَرَجَ مِنْهُ حِينَئِذٍ حَرْفَانِ كَمَا سَلَفَ.

زور سے رونے کو بھی ترک کرنا چاہیے اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور بکآء مدّ کے ساتھ وہ رونا ہے جو آواز سے ہو نہ فقط آنسوؤں کا نکلنا جب اس کو برداشت کر جائے اور آواز نہ نکالے کہ وہ بکا ہے لیکن مدّ کے ساتھ نہیں،اور شک ہے کہ روایت میں مدّ کے ساتھ رونے کو مبطل کہا گیا یا دوسرے رونے کو بھی شامل ہے اور اصل اس کو قرار دینا کہ مدّ والا رونا نہیں تو وہ نماز کے صحیح ہونے کی اصل سے مخالف ہے تو مبطل کے طاری ہونے میں شک ہو گا تو نماز کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور نماز میں دنیاوی کاموں کے لیے رونا ممنوع ہے جیسے مال فنا ہونے یا کسی پیارے کے چھن جانے پر روئے چاہے رونا بے اختیار آئے، اور اس دنیاوی رونے کی قید سے آخرت کی خاطر رونے کو خارج کر دیا جیسے جنت و جہنم کو یاد کر کے اور وہاں مقربین کے درجات کو یاد کر کے اور خدا کی رحمت سے دور ہونے والوں کی جہنم کو ذہن میں لاکر روئے تو یہ بہترین اعمال میں سے ہے اور اگر اس میں دو حرف نکل جائیں تو کلام کی بحث میں اس کا حکم گزر چکا۔

۵. قہقہہ لگانا

(وَ) تَرْكُ(الْقَهْقَهَةِ) وَهِيَ : الضَّحِكُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى الصَّوْتِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ تَرْجِيعٌ، وَلَا شِدَّةٌ، وَيَكْفِي فِيهَا وَفِي الْبُكَاءِ مُسَمَّاهُمَا، فَمِنْ ثَمَّةَ أُطْلِقَ .وَلَوْ وَقَعَتْ عَلَى وَجْهٍ لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُ فَفِيهِ وَجْهَانِ، وَاسْتَقْرَبَ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى الْبُطْلَانَ .

جس چیز کو نماز میں ترک کرنا چاہیے اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ آواز کے ساتھ ہنسنا ہے، یعنی قہقہ لگانا اگرچہ اس میں آواز کو گلے میں نہ گھمایا جائے اور شدت نہ ہو اور اس میں اور رونے میں ان کا نام بولا جانا کافی ہے اسی لیے مصنف نے اسے بطور مطلق ذکر کیا اور اگر بے اختیار ہنسی نکل جائے جس کو روکنا ممکن نہ ہو تو اس میں دو وجہیں ہیں اور مصنف نے ذکری میں بطلان نماز کو قریب سمجھا ہے[1]۔

۶. تطبیق

(وَالتَّطْبِيقُ) وَهُوَ:وَضْعُ إِحْدَى الرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى رَاكِعًا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ، لِمَا رُوِيَ مِنْ النَّهْيِ عَنْهُ، وَالْمُسْتَنَدُ ضَعِيفٌ، وَالْمُنَافَاةُ بِهِ مِنْ حَيْثُ الْفِعْلُ مُنْتَفِيَةٌ، فَالْقَوْلُ بِالْجَوَازِ أَقْوَى، وَعَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى .

رکوع کی حالت میں گھٹنوں کے درمیان ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھنا کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اس کی دلیل ضعیف ہے اور اس سے نماز کے ساتھ بھی مخالفت نہیں کہ اسے فعل کثیر میں شمار کیا جائے تو اس کا جائز ہونا قوی ہے اور مصنف نے ذکری میں اسے جائز قرار دیا ہے۔

۷. تکتّف اور ہاتھ باندھنا

(وَالتَّكَتُّفُ) وَهُوَ : وَضْعُ إِحْدَى الْيَدَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى بِحَائِلٍ وَغَيْرِهِ فَوْقَ السُّرَّةِ وَتَحْتَهَا بِالْكَفِّ عَلَيْهِ وَعَلَى الزَّنْدِ، لِإِطْلَاقِ النَّهْيِ عَنْ التَّكْفِيرِ الشَّامِلِ لِجَمِيعِ ذَلِكَ (إِلَّا لِتُقْيَةٍ) فَيَجُوزُ مِنْهُ مَا تَأَدَّتْ بِهِ، بَلْ يَجِبُ، وَإِنْ كَانَ عِنْدَهُمْ

---

[1]۔ تتمہ؛اگر قہقہہ کوروکنے کے لئے اپنے پراس طرح جبرکرے کہ اس کی حالت متغیرہوجائے رنگ سرخ ہوجائے، بدن ہلنے لگے اوراس طرح ہوکہ نماز گزارکی حالت سے خارج ہوجائے تواس کی نماز باطل ہے لیکن اگر اس حد تک نہ پہنچے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

سُنَّةً، مَعَ ظَنِّ الضَّرَرِ بِتَرْكِهَا، لَكِنْ لَا تَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِتَرْكِهَا حِينَئِذٍ لَوْ خَالَفَ، لِتَعَلُّقِ النَّهْيِ بِأَمْرٍ خَارِجٍ بِخِلَافِ الْمُخَالَفَةِ فِي غُسْلِ الْوُضُوءِ بِالْمَسْحِ.

ایک ہاتھ کو دوسرے پر اس طرح رکھنا کہ وہ ناف پر ہوں یا اس کے نیچے ہتھیلی رکھیں یا ان کا جوڑ، کیونکہ تکفیر سے نہی آئی ہے جو ان سب کو شامل ہے مگر تقیہ کی خاطر ہو تو جائز ہے جتنا تقیہ کے لیے ضروری ہو بلکہ واجب ہے اگرچہ ان کے نزدیک سنت ہے جب اسے ترک کرنے سے ضرر کا خطرہ ہو لیکن نماز اسے ترک کرنے سے باطل نہ ہو گی اگر تقیہ نہ کرے کیونکہ نہی ایک ایسی چیز سے متعلق ہے جو نماز سے خارج ہے بخلاف اس کے کہ اگر وضو میں مسح کی بجائے دھونا ضروری ہو اور وہ مخالفت کرے تو باطل ہے[1]۔

۸. قبلہ سے منحرف ہونا

(وَالالْتِفَاتُ إِلَى مَا وَرَاءَهُ) إِنْ كَانَ بِبَدَنِه أَجْمَعَ، وَكَذَا بِوَجْهِه عِنْدَ الْمُصَنِّفِ وَإِنْ كَانَ الْفَرْضُ بَعِيداً، أَمَّا إِلَى مَا دُونَ ذَلِكَ كَالْيَمِينِ وَالْيَسَارِ، فَيُكْرَهُ بِالْوَجْهِ وَيَبْطُلُ بِالْبَدَنِ عَمْداً مِنْ حَيْثُ الانْحِرَافُ عَنْ الْقِبْلَةِ .

اگر نماز میں پشت بہ قبلہ ہو جائے چاہے تمام بدن کے ساتھ یا فقط منہ کے ساتھ کہ یہ فرض بعید ہے، لیکن اگر بالکل پشت کی طرف نہ ہو بلکہ صرف دائیں یا بائیں ہو تو اگر صرف چہرہ موڑے تو مکروہ ہے اور اگر بدن کو دائیں یا بائیں کرے تو نماز باطل ہے جب اس طرح جان بوجھ کر قبلہ سے مڑے[2]۔

---

[1] لیکن اگر بھولے سے ہو یا مجبوری سے ہو، یا کسی دوسرے کام کی وجہ سے ہو، مثلاہاتھ کھجانے کے لئے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

[2] اگر نماز میں پشت بہ قبلہ ہوجائے یا مکمل طور سے قبلہ کے داہنے یا بائیں طرف مڑجائے ،اسی طرح اگراتنامڑجائے کہ یہ نہ کہا جاسکے کہ روبہ قبلہ ہے تواس کی نماز باطل ہے،اگر صرف چہرہ کو داہنے یا

۹. کھانا پینا

(وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ) وَإِنْ كَانَ قَلِيلًا كَاللُّقْمَةِ، إِمَّا لِمُنَافَاتِهِمَا وَضْعَ الصَّلَاةِ، أَوْ لِأَنَّ تَنَاوُلَ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ وَوَضْعَهُ فِي الْفَمِ وَازْدِرَادَهُ أَفْعَالٌ كَثِيرَةٌ، وَكِلَاهُمَا ضَعِيفٌ، إِذْ لَا دَلِيلَ عَلَى أَصْلِ الْمُنَافَاةِ، فَالْأَقْوَى اعْتِبَارُ الْكَثْرَةِ فِيهِمَا عُرْفًا، فَيَرْجِعَانِ إِلَى الْفِعْلِ الْكَثِيرِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ الْمُصَنِّفِ فِي كُتُبِهِ الثَّلَاثَةِ (إِلَّا فِي الْوِتْرِ لِمَنْ يُرِيدُ الصَّوْمَ) وَهُوَ عَطْشَانُ (فَيَشْرَبُ) إِذَا لَمْ يَسْتَدْعِ مُنَافِيًا غَيْرَهُ، وَخَافَ فَجْأَةَ الصُّبْحِ قَبْلَ إِكْمَالِ غَرَضِهِ مِنْهُ وَلَا فَرْقَ فِيهِ بَيْنَ الْوَاجِبِ وَالنَّدْبِ .

کھانے پینے کو نماز میں ترک کرنا چاہیے اگرچہ کم ہی ہو جیسے ایک لقمہ یا تو یہ نماز کی شکل سے منافی ہے یا کھانے پینے کی چیز کو منہ میں ڈالنا اور اسے چبانا فعل کثیر میں سے ہے اور دونوں دلیلیں ضعیف ہیں کیونکہ اصل منافی ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے تو اقوی یہ ہے کہ اگر زیادہ کھایا جائے تو مبطل ہے تو اس وقت فعل کثیر ہونے کی وجہ سے مبطل ہیں اور یہی چیز مصنف نے تین کتابوں میں اختیار کی ہے مگر نماز وتر میں اس شخص کے لیے جو روزے کا ارادہ رکھتا ہو اور پیاسا ہو تو پانی پی لے جب دوسرا کوکام نماز کے منافی لازم نہ ہو اور اسے خوف ہو کہ نماز تمام کرنے تک صبح ہو جائے گی اس میں واجب اور مستحب روزے میں فرق نہیں ہے۔

بائیں طرف موڑدے تو نماز کا اعادہ کرے لیکن اگر چہرے کو تھوڑا سا موڑے کہ قبلہ سے خارج نہ ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی صرف مکروہ ہے ۔

مبطلات نماز میں عمد کی دخالت

وَاعْلَمْ أَنَّ هَذِهِ الْمَذْكُورَاتِ أَجْمَعَ إِنَّمَا تُنَافِي الصَّلَاةَ مَعَ تَعَمُّدِهَا، عِنْدَ الْمُصَنِّفِ مُطْلَقًا، وَبَعْضُهَا إِجْمَاعًا، وَإِنَّمَا لَمْ يُقَيِّدْ هُنَا اكْتِفَاءً بِاشْتِرَاطِهِ تَرْكَهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ يَقْتَضِي التَّكْلِيفَ بِهِ الْمُتَوَقِّفَ عَلَى الذِّكْرِ، لِأَنَّ النَّاسِيَ غَيْرُ مُكَلَّفٍ ابْتِدَاءً، نَعَمْ الْفِعْلُ الْكَثِيرُ رُبَّمَا تَوَقَّفَ الْمُصَنِّفُ فِي تَقْيِيدِهِ بِالْعَمْدِ، لِأَنَّهُ أَطْلَقَهُ فِي الْبَيَانِ، وَنَسَبَ التَّقْيِيدَ فِي الذِّكْرَى إِلَى الْأَصْحَابِ، وَفِي الدُّرُوسِ إِلَى الْمَشْهُورِ، وَفِي الرِّسَالَةِ الْأَلْفِيَّةِ جَعَلَهُ مِنْ قِسْمِ الْمُنَافِي مُطْلَقًا وَلَا يَخْلُو إِطْلَاقُهُ هُنَا مِنْ دَلَالَةٍ عَلَى الْقَيْدِ إِلْحَاقًا لَهُ بِالْبَاقِي.نَعَمْ لَوْ اسْتَلْزَمَ الْفِعْلَ الْكَثِيرَ نَاسِيًا انْمِحَاءَ صُورَةِ الصَّلَاةِ رَأْسًا تَوَجَّهَ الْبُطْلَانُ أَيْضًا، لَكِنَّ الْأَصْحَابَ أَطْلَقُوا الْحُكْمَ .

یاد رکھیں یہ سب چیزیں اس وقت نماز کے منافی ہیں جب جان بوجھ کو ہوں، مصنف کے نزدیک توبطور مطلق اور بعض بطور اتفاق، اور یہاں ان میں عمد کی قید نہیں لگائی کیونکہ ان کے ترک کی شرط لگائی ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان یاد سے اس کو چھوڑے کیونکہ بھولا ہوا شخص مکلّف ہی نہیں ہاں فعل کثیر میں عمد کی قید میں مصنف نف توقف کیا کیونکہ بیان میں بطور مطلق ذکر کیاذکری میں علماء کی طرف نسبت دی اور دروس میں مشہور کہااور رسالہ الفیہ میں اسے بطور مطلق منافی سمجھااور یہاں بطور مطلق ذکر کرنا دلیل ہے کہ اس میں بھی وہ قید ہے ہاں اگر فعل کثیر بھولے سے نماز کی شکل ختم کردے تو بھی مبطل ہے لیکن علماء نے اسے بطور مطلق ذکر کیا۔

شرط ۷۔اسلام

(السَّابِعُ – الْإِسْلَامُ : فَلَا تَصِحُّ) (الْعِبَادَةُ) مُطْلَقًا.فَتَدْخُلُ الصَّلَاةُ (مَنْ الْكَافِرِ) مُطْلَقًا وَإِنْ كَانَ مُرْتَدًّا مَلِيًّا، أَوْ فِطْرِيًّا (وَإِنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ) كَمَا هُوَ قَوْلُ الْأَكْثَرِ، خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ حَيْثُ زَعَمَ أَنَّهُ غَيْرُ مُكَلَّفٍ بِالْفُرُوعِ فَلَا يُعَاقَبُ عَلَى تَرْكِهَا، وَتَحْقِيقُ الْمَسْأَلَةِ فِي الْأُصُولِ .

عبادات کی صحت میں اسلام شرط ہے پس کافر کی کوئی عبادت صحیح نہیں اور انہی نماز بھی شامل ہے چاہے کافر اصلی ہو یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا ہو اور مرتد ملّی ہو یا فطری۔

۱۔ کفار مکلّف ہیں

اگرچہ کافر پر بھی مسلمان کی طرح عبادات واجب ہیں اور یہ اکثر علماء کا قول ہے لیکن ابو حنیفہ نے اس میں مخالفت کی ہے کہ اس نے گمان کیا ہے کہ اسے فروع کی تکلیف نہیں دی گئی تو اسے ان کے ترک پر عذاب بھی نہ ہوگا اور اس مسئلے کی تحقیق اصول کی کتابوں میں ہوتی ہے

۲۔ تمیز دار بچے کی نماز کا حکم

(وَالتَّمْيِيزُ) بِأَنْ يَكُونَ لَهُ قُوَّةٌ يُمْكِنُهُ بِهَا مَعْرِفَةُ أَفْعَالِ الصَّلَاةِ لِيُمَيِّزَ الشَّرْطَ مِنْ الْفِعْلِ، وَيَقْصِدُ بِسَبَبِهِ فِعْلَ الْعِبَادَةِ،(فَلَا تَصِحُّ مِنْ الْمَجْنُونِ، وَالْمُغْمَى عَلَيْهِ وَ) الصَّبِيِّ (غَيْرِ الْمُمَيِّزِ لِأَفْعَالِهَا) بِحَيْثُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ مَا هُوَ شَرْطٌ فِيهَا وَغَيْرُ شَرْطٍ، وَمَا هُوَ وَاجِبٌ وَغَيْرُ وَاجِبٍ، إذَا نُبِّهَ عَلَيْهِ .

(وَيُمَرَّنُ الصَّبِيُّ) عَلَى الصَّلَاة (لستٍّ)، وَفِي الْبَيَانِ لِسَبْعٍ، وَكِلَاهُمَا مَرْوِيٌّ، وَيُضْرَبُ عَلَيْهَا لِتِسْعٍ، وَرُوِيَ لِعَشْرٍ، وَيَتَخَيَّرُ بَيْنَ نِيَّةِ الْوُجُوبِ وَالنَّدْبِ، وَالْمُرَادُ بِالتَّمْرِينِ التَّعْوِيدُ عَلَى أَفْعَالِ الْمُكَلَّفِينَ لِيَعْتَادَهَا قَبْلَ الْبُلُوغِ فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِ بَعْدَهُ .

نماز کے صحیح ہونے میں نمازی کا تمیز دار ہونا بھی ضروری ہے یعنی وہ اتنی عقل اور ہوش رکھتا ہو کہ نماز کے افعال کو جان سکے کہ کونسی چیز نماز میں شرط ہے اور کونسی چیز جزء اور عبادت بجالانے کا قصد اور نیت بھی کر سکے، پس مجنون اور بے ہوش اور نماز کے افعال کی تمیز نہ رکھنے والے بچے کی نماز صحیح نہیں ہے جو بچہ اس طرح ہو کہ شرط اور غیر شرط میں امتیاز نہ دے سکے اور واجب اور غیر واجب میں فرق نہ کر سکے جب اسے بتایا جائے اور چھ سال کے بچے کو نماز کی عادت ڈالنی چاہیے اور شہید اول نے بیان میں سات سالہ بچے کے لیے یہ حکم لکھا اور دونوں کے لیے روایات موجود ہیں اور نو سالہ بچے کو نماز نہ پڑھنے پر مارنا چاہیے اور روایت میں دس سال بھی ہیں اور بچے کو وجوب اور استحباب کی نیت کرنے میں اختیار ہے اور اسے نماز کی عادت ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اسے مکلّف اور بالغ افراد کی عبادتوں سے مانوس کیا جائے تا کہ بڑا ہو کر ان کو انجام دینا اس پر شاقّ اور گراں نہ ہو۔

فصل سوم: نماز کی کیفیت اور طریقہ

نماز کے مقدمات

(الْفَصْلُ الثَّالثُ فِی كَيْفِيَّةِ الصَّلَاة)(وَيُسْتَحَبُّ) قَبْلَ الشُّرُوعِ فِی الصَّلَاة (الْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ) وَإِنَّمَا جَعَلَهُمَا مِنْ الْكَيْفِيَّة خِلَافًا لِلْمَشْهُور مِنْ جَعْلِهِمَا مِنْ الْمُقَدَّمَات نَظَرًا إِلَى مُقَارَنَة الْإِقَامَة لَهَا غَالبًا، لِبُطْلَانهَا بِالْكَلَامِ وَنَحْوِه بَيْنَهَا وَبَيْنَ الصَّلَاة، وَكَوْنهَا أَحَدَ الْجُزْأَيْنِ فَكَانَا كَالْجُزْءِ الْمُقَارِن، كَمَا دَخَلَتْ النِّيَّةُ فِيهَا، مَعَ أَنَّهَا خَارِجَةٌ عَنْهَا، مُتَقَدِّمَةٌ عَلَيْهَا عَلَى التَّحْقِيقِ .

شہید اول نے نماز کی کیفیت میں فرمایا کہ نماز سے پہلے اذان و اقامت مستحب ہے شہید ثانی فرماتے ہیں مشہور نے اسے نماز کے مقدمات میں شمار کیا ہے تو شہید اول کے کیفیت نماز میں ذکر کرنے کی علت یہ ہے کہ اقامت غالبا نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ نماز اور اس کے درمیان کلام کرنے سے وہ باطل ہو جاتی ہے تو دونوں کو نماز کے ساتھ ملے ہوئے جزء کی طرح قرار دیا کہ اذان و اقامت آپس میں ایک کل کی طرح ہیں اسی طرح نیت بھی نماز سے پہلے ہوتی ہے لیکن اس کو نماز کا جزء شمار کیا جاتا ہے۔

ا۔اذان واقامت کا طریقہ

وَكَيْفِيَّتُهُمَا (بِأَنْ يَنْوِيهُمَا) أَوَّلًا لِأَنَّهُمَا عِبَادَةٌ، فَيَفْتَقِرُ فِي الثَّوَابِ عَلَيْهَا إِلَى النِّيَّةِ، إِلَّا مَا شَذَّ، (وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا فِي أَوَّلِ الْأَذَانِ، ثُمَّ التَّشَهُّدَانِ) بِالتَّوْحِيدِ وَالرِّسَالَةِ، (ثُمَّ الْحَيْعَلَاتِ الثَّلَاثَ، ثُمَّ التَّكْبِيرُ، ثُمَّ التَّهْلِيلُ، مَثْنَى مَثْنَى)، فَهَذِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَصْلًا.(وَالْإِقَامَةُ مَثْنَى) فِي جَمِيعِ فُصُولِهَا وَهِيَ فُصُولُ الْأَذَانِ إِلَّا مَا يُخْرِجُهُ (وَيَزِيدُ بَعْدَ حَيِّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ : قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ .وَيُهَلِّلُ فِي آخِرِهَا مَرَّةً) وَاحِدَةً .

فَفُصُولُهَا سَبْعَةَ عَشَرَ تَنْقُصُ عَنْ الْأَذَانِ ثَلَاثَةٌ وَيَزِيدُ اثْنَيْنِ، فَهَذِهِ جُمْلَةُ الْفُصُولِ الْمَنْقُولَةِ شَرْعًا، (وَلَا يَجُوزُ اعْتِقَادُ شَرْعِيَّةِ غَيْرِ هَذِهِ) الْفُصُولِ(فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ كَالتَّشَهُّدِ بِالْوِلَايَةِ) لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَأَنَّ مُحَمَّدًا وَآلَهُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ) أَوْ خَيْرُ الْبَشَرِ (وَإِنْ كَانَ الْوَاقِعُ كَذَلِكَ) فَمَا كُلُّ وَاقِعٍ حَقًّا يَجُوزُ إِدْخَالُهُ فِي الْعِبَادَاتِ الْمُوَظَّفَةِ شَرْعًا، الْمَحْدُودَةِ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى، فَيَكُونُ إِدْخَالُ ذَلِكَ فِيهَا بِدْعَةً وَتَشْرِيعًا، كَمَا لَوْ زَادَ فِي الصَّلَاةِ رَكْعَةً أَوْ تَشَهُّدًا أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ مِنْ الْعِبَادَاتِ .وَبِالْجُمْلَةِ فَذَلِكَ مِنْ أَحْكَامِ الْإِيمَانِ لَا مِنْ فُصُولِ الْأَذَانِ .

قَالَ الصَّدُوقُ: إنَّ إدْخَالَ ذَلکَ فیهِ منْ وَضْعِ الْمُفَوِّضَة وَهُمْ طَائفَةُ منْ الْغُلَاة، ولَوْ فَعَلَ هَذه الزِّیَادَةَ، أَوْ إحْدَاهَا بنیَّة أَنَّهَا منْهُ أَثمَ فی اعْتقَاده، ولَا یَبْطُلُ الْأَذَانُ بفعْله، وَبدُون اعْتقَاد ذَلکَ لَا حَرَجَ .وَفی الْمَبْسُوط أَطْلَقَ عَدَمَ الْإثْم به، وَمثْلُهُ الْمُصَنِّفُ فی الْبَیَان .

سب سے پہلے ان کے لیے نیت کرے کیونکہ یہ عبادت ہیں اور ان پر ثواب کا ملنا نیت پر موقوف ہوتا ہے سوائے شاذ و نادر عبادت کے کہ جس میں نیت لازم نہیں ہے جیسے میت کے دفن وکفن میں نیت لازم نہیں ہے، پھر اذان کے شروع میں ۴ مرتبہ تکبیر، دودو بار توحید و رسالت کی شہادت، پھر دودو بار تین حیعلے، پھر دو بار تکبیر، دو مرتبہ تہلیل، اس طرح اذان کی ۱۸ فصلیں ہیں اور اقامت کی تمام فصلیں دو دو بار ہیں سوائے آخری تہلیل کے کہ ایک مرتبہ ہے اور اس میں حی علی خیر العمل کے بعد دو بار قد قامت الصلاۃ کا اضافہ کیا جائے تو اس کی ۱۷ فصلیں ہیں [1]، یہ ان کی وہ فصلیں ہیں جو شریعت میں نقل ہوئی ہیں ان کے علاوہ کسی فصل

---

[1] ۔اذان میں حسب ترتیب ذیل اٹھارہ جملے ہیں : اللہ اکبر؛ چار مرتبہ ،اشہد اَن لاالہ الااللہ؛ دومرتبہ، اشہد انَّ محمّداً رسولُ اللّہ؛ دومرتبہ ، حیَّ علی الصلاۃِ، دومرتبہ، حیَّ علی الفلاح؛ دومرتبہ ، حیّ علی خیر العمل ، دومرتبہ،اللہ اکبر، دومرتبہ، لاالہ الااللہ، دومرتبہ، اقامت کے سترہ جملے ہیں اس طرح کہ تمام چیزیں اذان ہی کی مانند ہیں سوائے اس کے کہ اقامت کے شروع میں دومرتبہ "اللہ اکبرُ" کہے اوراس کے آخر میں ایک مرتبہ "لاالہ الااللہ" کہے لیکن "حیَّ علی خیر العمل" کے بعد دومرتبہ "قد قامتِ الصلاۃُ" کا اضافہ ہوگا اور اشہد انَّ علیاً ولیُّ اللّہ اذان واقامت کا جزو نہیں ہے، لیکن اشہد انَّ محمداً رسول اللہ کے بعد بقصد قربت اور تبرُّک کہنا بہتر ہے۔

اذان اور اقامت کا ترجمہ : ۱۔ اللہ اکبر، : خدا اس سے بزرگ وبرتر ہے کہ اس کی توصیف یہاں کی جائے۔ ۲۔ اشہدان لاالہ الااللہ، : میں گواہی دیتاہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ ۳۔ اشہدان محمدا رسول اللہ، : میں گواہی دیتاہوں کہ محمد خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ۴۔ حی علی الصلاۃ، : نماز کے لیے جلدی کرو۔ ۵۔ حی علی الفلاح، : کامیابی کے لئے جلدی کرو۔ ۶۔ ۴ حی علی خیر العمل، : بہترین عمل کے لئے جلدی کرو۔ ۷۔ اللہ اکبر، : اللہ سب سے بزرگ ہے۔ ۸۔ قد قامت الصلاۃ: نماز قائم ہوگئی۔ ۹۔ لاالہ الااللہ، : خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

کااذان و اقامت کے لیے شریعت میں وارد ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے، جیسے امام علیؑ کی ولایت کی گواہی، اگرچہ محمدﷺ وآل محمدؑ خیر البشر (پوری انسانیت سے افضل) ہیں اور امام علی کی ولایت و امامت اور خلافت بلافصل حق ہے لیکن ہر وہ چیز جو حق و حقیقت ہو اسے ان عبادتوں میں داخل کرنا جائز نہیں جن کی حد بندی شریعت میں اللہ تعالی نے کردی ہے تو اس کو خدا کی طرف سے معین اور حدی بندی شدہ عبادتوں میں داخل کرنا بدعت اور تشریع (شریعت سازی) ہے جیسے نماز میں کوئی رکعت یا تشہد یا دیگر عبادتوں میں کچھ بڑھایا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ چیز ایمان کے احکام میں سے ہے اذان کی فصلوں میں شمار نہیں۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں؛ امام علیؑ کی ولایت کی گواہی کو اذان میں مفوّضہ نے بنایا ہے اور وہ غالیوں کا ایک گروہ ہے پس اگر اس زیادتی کو اذان و اقامت کا جزء سمجھ کر انجام دے تو وہ اپنے اعتقاد میں گناہ گار ہوگا لیکن اس سے اذان باطل نہ ہوگی اور اگر اسے اذان و اقامت کا جزء سمجھے بغیر انجام دے تو کوئی حرج نہیں اور شیخ طوسی کی مبسوط میں مطلق ذکر کیا ہے کہ اس سے گناہ نہیں ہوگا چاہے اسے جزء سمجھے یا نہ اور اسی طرح شہید اول نے بھی اپنی کتاب بیان میں مطلق بیان کیا ہے۔

۲۔اذان و اقامت کے موارد

(وَاسْتِحْبَابهمَا ثَابِتٌ فِی الْخَمْسِ) الْیَوْمِیَّة خَاصَّةً، دُونَ غَیْرِهَا مِنْ الصَّلَوَاتِ وَإِنْ كَانَتْ وَاجِبَةً.بَلْ یَقُولُ الْمُؤَذِّنُ لِلْوَاجِبِ مِنْهَا : الصَّلَاةُ ثَلَاثًا بِنَصبِ الْأَوَّلَیْنِ، أَوْ رَفْعِهِمَا، أَوْ بِالتَّفْرِیقِ (أَدَاءً وَقَضَاءً، لِلْمُنْفَرِدِ وَالْجَامِعِ، وَقِیلَ) وَالْقَائِلُ بِهِ الْمُرْتَضَى وَالشَّیْخَانِ (یَجِبَانِ فِی الْجَمَاعَةِ)لَا بِمَعْنَى اشْتِرَاطِهِمَا فِی الصِّحَّةِ، بَلْ فِی ثَوَابِ الْجَمَاعَةِ عَلَى مَا صَرَّحَ بِهِ الشَّیْخُ فِی الْمَبْسُوطِ، وَكَذَا فَسَّرَهُ بِهِ الْمُصَنِّفُ فِی الدُّرُوسِ عَنْهُمْ مُطْلَقًا .

(وَيَتَأَكَّدَانِ فِي الْجَهْرِيَّةِ، وَخُصُوصًا الْغَدَاةَ وَالْمَغْرِبَ) بَلْ أَوْجَبَهُمَا فِيهِمَا الْحَسَنُ مُطْلَقًا، وَالْمُرْتَضَى فِيهِمَا عَلَى الرِّجَالِ، وَأَضَافَ إِلَيْهِمَا الْجُمُعَةَ،وَمِثْلُهُ ابْنُ الْجُنَيْدِ، وَأَضَافَ الْأَوَّلُ الْإِقَامَةَ مُطْلَقًا، وَالثَّانِي هِيَ عَلَى الرِّجَالِ مُطْلَقًا (وَيُسْتَحَبَّانِ لِلنِّسَاءِ سِرًّا)، وَيَجُوزَانِ جَهْرًا إِذَا لَمْ يَسْمَعْ الْأَجَانِبُ مِنْ الرِّجَالِ، وَيُعْتَدُّ بِأَذَانِهِنَّ لِغَيْرِهِنَّ، (وَلَوْ نَسِيَهُمَا) الْمُصَلِّي وَلَمْ يَذْكُرْ حَتَّى افْتَتَحَ الصَّلَاةَ(تَدَارَكَهُمَا مَا لَمْ يَرْكَعْ) فِي الْأَصَحِّ، وَقِيلَ يَرْجِعُ الْعَامِدُ دُونَ النَّاسِي، وَيَرْجِعُ أَيْضًا لِلْإِقَامَةِ لَوْ نَسِيَهَا.لَا لِلْأَذَانِ وَحْدَهُ .

اذان و اقامت کا یومیہ واجب نمازوں کے لیے مستحب ہونا ثابت ہے چاہے فرادی پڑھے یا جماعت کے ساتھ لیکن دوسری کسی نماز کے لیے یہ مستحب نہیں اگرچہ وہ دیگر نمازیں واجب ہی کیوں نہ ہوں، بلکہ دیگر واجب نمازوں کے لیے موذن تین بار الصلاۃ کہے، یومیہ واجب نمازوں کی جماعت کے لیے اذان و اقامت کو سید مرتضی و دو شیخ (مفید و طوسی) واجب قرار دیتے ہیں نہ اس معنی میں کہ نماز کا صحیح ہونا ان پر موقوف ہو بلکہ جماعت کا ثواب اذان و اقامت کہنے پر موقوف ہے جیسا کہ شیخ طوسی نے مبسوط میں اس کی تصریح کی ہے اور مصنف (شہید اول) نے دروس میں ان کے کلام کی یہی تفسیر کی ہے، اور بلند آواز اور جہر سے پڑھی جانے والی نمازوں میں خصوصا صبح و مغرب کی نمازوں میں اذان و اقامت کی تاکید ہے بلکہ ان میں حسن بن عقیل نے بطور مطلق ان کو واجب قرار دیا اور صرف مردوں کے لیے واجب ہونے کی قید نہیں لگائی اور سید مرتضی نے ان میں مردوں پر واجب قرار دیا اور ان کے ساتھ جمعہ کو بھی اضافہ کیا اور انہی کی طرح ابن جنید نے کہا اور مزید یہ کہ حسن بن عقیل نے بطور مطلق اقامت کو واجب سمجھا ہے اور سید مرتضی نے مردوں کے لیے اقامت کو بطور مطلق واجب فرمایا ہے۔

اور عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ اذان و اقامت کو آہستہ آواز سے پڑھیں اور جب اجنبی وپرائے (نامحرم) مرد نہ سن رہے ہوں تو بلند آواز سے بھی پڑھ سکتی ہیں، اور عورتوں کی آذان ان کے غیر کے لیے بھی شمار ہو گی مثلاً اگر دیگر عورتیں یا محرم مرد اس کو سنیں تو وہ اس پر اکتفا کر سکتے ہیں۔

اگر نماز گزار اذان و اقامت کو بھول جائے اور نماز شروع کرنے تک یاد نہ آئے تو اگر نماز کے دوران یاد آجائے تو جب تک رکوع میں نہ گیا ہو ان کا تدارک کرے یعنی نماز چھوڑ کر اذان و اقامت کہے اور پھر نماز پڑھے، یہ صحیح تر قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کر ان کو چھوڑا ہو تو رکوع سے پہلے تدارک کرے لیکن اگر بھول گیا ہو تو نماز نہ توڑے، اور اگر صرف اقامت بھول گیا ہو تو اسی ایک کے لیے بھی رکوع سے پہلے تدارک کر سکتا ہے لیکن صرف اذان کے لیے نماز نہ توڑے،

اذان و اقامت کے ساقط ہونے کا مورد

(وَيَسْقُطَانِ عَنْ الْجَمَاعَةِ الثَّانِيَةِ) إذَا حَضَرَتْ لِتُصَلِّی فِی مَكَانٍ فَوَجَدَتْ جَمَاعَةً أُخْرَى قَدْ أَذَّنَتْ وَأَقَامَتْ وَأَتَمَّتْ الصَّلَاةَ(مَا لَمْ تَتَفَرَّقْ الْأُولَى) بِأَنْ يَبْقَى مِنْهَا وَلَوْ وَاحِدٌ مُعَقِّبًا، فَلَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْهَا أَحَدٌ كَذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يَتَفَرَّقْ بِالْأَبْدَانِ لَمْ يَسْقُطَا عَنْ الثَّانِيَةِ، وَكَذَا يَسْقُطَانِ عَنْ الْمُنْفَرِدِ بِطَرِيقٍ أَوْلَى، وَلَوْ كَانَ السَّابِقُ مُنْفَرِدًا لَمْ يَسْقُطَا عَنْ الثَّانِيَةِ مُطْلَقًا .

وَيُشْتَرَطُ اتِّحَادُ الصَّلَاتَيْنِ، أَوْ الْوَقْتِ وَالْمَكَانِ عُرْفًا، وَفِی اشْتِرَاطِ كَوْنِهِ مَسْجِدًا وَجْهَانِ، وَظَاهِرُ الْإِطْلَاقِ عَدَمُ الاشْتِرَاطِ، وَهُوَ الَّذِی اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ فِی الذِّكْرَى، وَيَظْهَرُ مِنْ فَحْوَى الْأَخْبَارِ أَنَّ الْحِكْمَةَ فِی ذَلِكَ مُرَاعَاةُ جَانِبِ

الْإِمَامِ السَّابِقِ فِی عَدَمِ تَصْوِیرِ الثَّانِیَةِ بِصُورَةِ الْجَمَاعَةِ وَمَزَایَاهَا، وَلَا یُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِأَذَانِ الْأُولَی وَإِقَامَتِهَا، بَلْ عَدَمُ الْعِلْمِ بِإِهْمَالِهَا لَهُمَا مَعَ احْتِمَالِ السُّقُوطِ عَنْ الثَّانِیَةِ مُطْلَقًا عَمَلًا بِإِطْلَاقِ النَّصِّ، وَمُرَاعَاةَ الْحِکْمَةِ .

اذان و اقامت دوسری جماعت سے ساقط ہو جائیں گی جب کسی جگہ نماز کے لیے حاضر ہو اور وہاں پہلے ایک جماعت قائم ہوئی ہو جنہوں نے اذان و اقامت کہی ہو اور ان کی نماز پوری ہو چکی ہو جب تک پہلی جماعت متفرق نہ ہوئی ہو یعنی ان کے کچھ لوگ (اگرچہ ایک فرد ہی)ابھی تعقیبات میں مصروف ہوں پس اگر کوئی شخص بھی پہلی جماعت کا تعقیبات کے لیے نہ بچا ہو تو اگرچہ وہیں بیٹھے ہوئے دیگر کاموں میں مصروف ہوں تو دوسری جماعت سے اذان و اقامت ساقط نہ ہونگی، اسی طرح اگر جماعت کے بعد کوئی فرادی نماز پڑھنا چاہے تو بدرجہ اولی اس سے اذان و اقامت ساقط ہونگی لیکن اگر پہلے کسی نے اذان و اقامت کے ساتھ فرادی نماز پڑھی ہو اگرچہ وہیں بیٹھا تعقیبات کر رہا ہو وہاں جماعت پڑھنے والوں سے اذان و اقامت ساقط نہ ہوگی اور دو جماعتوں کی صورت میں دوسری جماعت سے اذان و اقامت ساقط ہونے کے لیے شرط ہے کہ ان دونوں کی نمازیں، وقت اور عرف کے لحاظ سے جگہ ایک ہی ہو، اور آیا ایک مسجد میں ہونا شرط ہے یا نہیں اس میں دو وجہیں ہیں؛ روایات میں تو ایک مسجد میں ہونے کی شرط نہیں اور اسی کو شہید اول نے کتاب ذکری میں اختیار کیا ہے، اور روایات کے مفہوم سے ظاہر ہے کہ دوسری جماعت سے اذان و اقامت ساقط ہونے کی حکمت اور راز یہ ہے کہ پہلے پیش نماز کی جانب کا لحاظ کیا جائے اور دوسری جماعت اپنے مکمل خدوخال کے ساتھ قائم نہ کی جائے، پہلی جماعت کے اذان و اقامت کہنے کا علم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ نہ جانتا ہو کہ انہوں نے اذان و اقامت کو چھوڑا ہے کافی ہے کہ دوسری جماعت سے اذان و اقامت ساقط ہو جائے جیسا کہ روایات کے اطلاق اور ان میں بیان شدہ حکمت سے ظاہر ہے۔

فقط اذان کے ساقط ہونے کا مورد

(وَيَسْقُطُ)(الْأَذَانُ فِي عَصْرَيْ عَرَفَةَ) لِمَنْ كَانَ بِهَا(وَالْجُمُعَةِ، وَعِشَاءِ) لَيْلَةِ (الْمُزْدَلِفَةِ) وَهِيَ الْمَشْعَرُ، وَالْحِكْمَةُ فِيهِ مَعَ النَّصِّ اسْتِحْبَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، وَالْأَصْلُ فِي الْأَذَانِ الْإِعْلَامُ، فَمَنْ حَضَرَ الْأُولَى صَلَّى الثَّانِيَةَ فَكَانَتَا كَالصَّلَاةِ الْوَاحِدَةِ، وَكَذَا يَسْقُطُ فِي الثَّانِيَةِ عَنْ كُلِّ جَامِعٍ وَلَوْ جَوَازًا .وَالْأَذَانُ لِصَاحِبَةِ الْوَقْتِ، فَإِنْ جَمَعَ فِي وَقْتِ الْأُولَى أَذَّنَ لَهَا وَأَقَامَ ثُمَّ أَقَامَ لِلثَّانِيَةِ، وَإِنْ جَمَعَ فِي وَقْتِ الثَّانِيَةِ أَذَّنَ أَوَّلًا بِنِيَّةِ الثَّانِيَةِ، ثُمَّ أَقَامَ لِلْأُولَى ثُمَّ لِلثَّانِيَةِ .

۱۔ عرفہ کے دن (نوذی الحجہ کو) جو شخص مقام عرفہ میں موجود ہو اس کی نماز عصر کی اذان ساقط ہے کیونکہ وہاں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھنا مقصود ہے

۲۔ جمعہ کے دن (اگر نماز عصر کو نماز جمعہ کے ساتھ پڑھنا مقصود ہو) تو عصر کی اذان ساقط ہے۔

۳۔ جو شخص مشعر الحرام (مزدلفہ) میں ہو اور مغرب وعشاء کی نماز ملا کر پڑھے تو اس پر عید قربان کی رات نماز عشاء کی اذان ساقط ہے، پس اس کا راز جو نص سے ظاہر ہے، یہ ہے کہ وہاں دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنا مستحب ہے اور اذان کی اصل و اساس اعلان ہے جب دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھے تو دونوں ایک نماز کی طرح ہونگی تو ایک ہی اذان کافی ہے، اور اسی طرح ہر اس شخص سے دوسری نماز میں اذان ساقط ہے جو دو نمازوں کو ملا کر پڑھے اگرچہ وہاں نمازوں کو ملا کر پڑھنا صرف جائز ہو اور اذان اس نماز کے کہے جس کا وقت ہو پس اگر

پہلی نماز کے وقت میں ملائے تو اس کے لیے اذان کہے اور اگر دوسری کے وقت میں ہو تو پہلے دوسری نماز کے لیے اذان کہے اور پھر پہلی نماز پڑھے پھر دوسری نماز بجالائے[1]۔

[1] ۔اذان و اقامت ساقط ہونے کے دیگر موارد؛وہ مستحاضہ عورت جس کوظہرکے بعد بلافاصلہ عصراورمغرب کے بعد بلافاصلہ عشاء کی نمازپڑھنی ہواس سے عصروعشاء کی اذن ساقط ہے،اور جوشخص پیشاب وپاخانہ کوروکنے پر قادرنہیں ہے اس سے بھی عصروعشاء کی اذان ساقط ہے ۔

سقوط کے موارد میں عزیمت ورخصت کی تحقیق اور حرمت کا اثبات

وَهَلْ سُقُوطُهُ فِی هَذِه الْمَوَاضِعِ رُخْصَةٌ فَيَجُوزُ الْأَذَانُ، أَمْ عَزِيمَةٌ فَلَا يُشْرَعُ ؟ وَجْهَانِ، مِنْ أَنَّهُ عِبَادَةٌ تَوْقِيفِيَّةٌ، وَلَا نَصَّ عَلَيْهِ هُنَا بِخُصُوصِهِ وَالْعُمُومُ مُخَصَّصٌ بِفِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِه فَإِنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرَيْنِ وَالْعِشَاءَيْنِ لِغَيْرِ مَانِعٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَكَذَا فِی تِلْکَ الْمَوَاضِعِ.وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لِمَكَانِ الْجَمْعِ لَا لِخُصُوصِيَّةِ الْبُقْعَةِ، وَمِنْ أَنَّهُ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا وَجْهَ لِسُقُوطِهِ أَصْلًا، بَلْ تَخْفِيفًا وَرُخْصَةً، وَيُشْكَلُ بِمَنْعِ كَوْنِهِ بِجَمِيعِ فُصُولِهِ ذِكْرًا، وَبِأَنَّ الْكَلَامَ فِی خُصُوصِيَّةِ الْعِبَادَةِ لَا فِی مُطْلَقِ الذِّكْرِ، وَقَدْ صَرَّحَ جَمَاعَةٌ مِنْ الْأَصْحَابِ مِنْهُمْ الْعَلَّامَةُ بِتَحْرِيمِهِ فِی الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ، وَأَطْلَقَ الْبَاقُونَ سُقُوطَهُ مَعَ مُطْلَقِ الْجَمْعِ .

وَاخْتَلَفَ كَلَامُ الْمُصَنِّفِ (ره) فَفِی الذِّكْرَى تَوَقَّفَ فِی كَرَاهَتِهِ فِی الثَّلَاثَةِ اسْتِنَادًا إِلَى عَدَمِ وُقُوفِهِ فِيهِ عَلَى نَصٍّ، وَلَا فَتْوَى، ثُمَّ حَكَمَ بِنَفْيِ الْكَرَاهَةِ وَجَزَمَ بِانْتِفَاءِ التَّحْرِيمِ فِيهَا، وَبِبَقَاءِ الِاسْتِحْبَابِ فِی الْجَمْعِ بِغَيْرِهَا مُؤَوِّلًا السَّاقِطَ بِأَنَّهُ أَذَانُ الْإِعْلَامِ، وَأَنَّ الْبَاقِیَ أَذَانُ الذِّكْرِ وَالْإِعْظَامِ، وَفِی الدُّرُوسِ قَرِيبٌ مِنْ ذَلِکَ، فَإِنَّهُ قَالَ : رُبَمَا قِيلَ بِكَرَاهَتِهِ فِی الثَّلَاثَةِ، وَبَالَغَ مَنْ قَالَ بِالتَّحْرِيمِ، وَفِی الْبَيَانِ: الْأَقْرَبُ أَنَّ الْأَذَانَ فِی الثَّلَاثَةِ حَرَامٌ مَعَ اعْتِقَادِ شَرْعِيَّتِهِ،

وَتوَقَّفَ فِی غَیْرِهَا، وَالظَّاهِرُ التَّحْرِیمُ فِیمَا لَا إجْمَاعَ عَلَی اسْتِحْبَابِهِ مِنْهَا، لِمَا ذَکَرْنَاهُ .

وَأَمَّا تَقْسِیمُ الْأَذَانِ إلَی الْقِسْمَیْنِ فَأَضْعَفُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ خَاصَّةٌ أَصْلُهَا الْإِعْلَامُ، وَبَعْضُهَا ذِکْرٌ، وَبَعْضُهَا غَیْرُ ذِکْرٍ وَتَأَدِّی وَظِیفَتِهِ بِإِیقَاعِهِ سِرًّا یُنَافِی اعْتِبَارَ أَصْلِهِ، وَالْحَیْعَلَاتُ تُنَافِی ذِکْرِیَّتِهِ، بَلْ هُوَ قِسْمٌ ثَالِثٌ، وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ، وَلَمْ یُوقِعْهَا الشَّارِعُ فِی هَذِهِ الْمَوَاضِعِ فَیَکُونُ بِدْعَةً.نَعَمْ قَدْ یُقَالُ : إنَّ مُطْلَقَ الْبِدْعَةِ لَیْسَ بِمُحَرَّمٍ، بَلْ رُبَمَا قَسَّمَهَا بَعْضُهُمْ إلَی الْأَحْکَامِ الْخَمْسَةِ، وَمَعَ ذَلِکَ لَا یَثْبُتُ الْجَوَازُ .

جن موارد میں اذان ساقط ہے آیا فقط رخصت اور چھوٹ ہے کہ ان میں اذان کہنا بھی صحیح ہو یا عزیمت اور اس کو چھوڑنا واجب ہے کہ پھر اذان کہنا شریعت کے لحاظ سے جائز نہ ہو ؟ اس میں دو وجہیں ہیں؛

اذان کے ساقط ہونے کے عزیمت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اذان عبادت توقیفی ہیں اور یہاں ان کے انجام دینے کے جواز کی خصوصی دلیل بھی نہیں ہے اور اذان کے جواز کی عمومی دلیل کی تخصیص ہو گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے کہ آپ نے وہاں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو بغیر عذر کے جمع کیا اور ایک اذان اور دو اقامتیں کہیں اور اسی طرح دوسری موارد میں بھی ظاہر یہ ہے کہ نمازیں جمع ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے نہ یہ کہ اس جگہ کی کوئی خصوصیت ہے۔

اور اذان کے چھوٹ ور خصت کے لحاظ سے ساقط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اذان خدا کا ذکر ہے تو اس کے ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ فقط چھوٹ اور رخصت ہے اور اس دلیل پر اشکال کیا گیا کہ اذان کی تمام فصلیں ذکر نہیں اور بحث اذان کی عبادت ہونے کی خصوصیت

میں ہے نہ اس کے ذکر ہونے میں، بہر حال علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے جن میں علامہ حلی ہیں کہ پہلے تین موارد (عصر عرفہ وجمعہ، وعشاء مزدلفہ) میں اذان کہنا حرام ہے لیکن دیگر دانشمندوں نے بطور مطلق کہا کہ جہاں دو نمازیں جمع کی جائیں دوسری نماز سے اذان ساقط ہے اور اس کے ساقط ہونے کی معین نہیں کیا کہ وہ رخصت ہے یا عزیمت۔

اور شہید اول کا کلام اس مسئلے میں مختلف ہے؛ ذکری میں ان تین موارد میں اذان کے مکروہ ہونے میں توقف کیا ہے کیونکہ انہیں اس مورد میں کوئی روایت اور فتوی نہیں ملا لیکن دیگر موارد میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی صورت میں دوسری کے لیے اذان کہنے کے مکروہ ہونے کی نفی کی ہے اور حرام نہ ہونے کا یقین کیا ہے اور کہا کہ اذان مستحب ہی رہے گی اور یہ تاویل کی ہے کہ اعلان والی اذان ساقط ہوئی ہے اور ذکر وعظمت خدا کی خاطر کہی جانے والی اذان باقی ہے۔

اور کتاب دروس میں بھی اس کے قریب قریب بیان دیا ہے، کہا ہے کہ تین موارد میں اذان کے مکروہ ہونے کا قول موجود ہے اور جس نے وہاں اذان کو حرام کہا ہے اس نے مبالغہ کیا ہے اور شہید اول کتاب بیان میں فرماتے ہیں؛قریب تر یہ ہے کہ ان تین موارد میں اذان حرام ہے اگر اس کے شرعی حکم ہونے کا اعتقاد رکھ کر دی جائے اور دیگر موارد میں توقف کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جہاں اس کے مستحب ہونے پر اتفاق نہ ہو وہاں اذان دینا حرام ہے چونکہ اذان عبادت شرعی ہے اور جہاں شارع (اسلام کے مقنن اعلی؛خدا) کی اجازت ہو وہاں جائز ہوگی اور اذان کی دو قسمیں کرنا تو یہ نہایت ضعیف ہے کیونکہ یہ ایک خاص قسم کی عبادت ہے اس کی اصل واساس اعلان ہے اور اس کا بعض حصہ ذکر خدا ہے اور بعض حصہ ذکر نہیں ہے اور اس کے وظیفے کا آہستہ آواز سے انجام دینے سے ادا ہو جانا اس کی اصل اعلان کے مخالف نہیں ہے اور اس میں تین حیعلے اس کے ذکر ہونے کے منافی ہیں بلکہ یہ عبادت کی ایک تیسری قسم ہے اور پیامبر اکرم ﷺ کی سنت ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے پس اگر شارع اور اسلام

کے مقنن اعلی نے اس کو ان موارد میں نہیں کہا تو بدعت ہے ہاں کبھی کہا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بدعت حرام نہیں ہے بلکہ بعض نے اس کی اسلام کے پانچ احکام (وجوب، حرمت، استحباب، کراہت اور مباح ہونا) جتنی قسمیں کی ہیں لیکن پھر بھی اس کا جائز ہونا ثابت نہ ہوگا۔

اذان واقامت کے مستحبات

(وَيُسْتَحَبُّ رَفْعُ الصَّوْتِ بِهِمَا لِلرَّجُلِ) بَلْ لِمُطْلَقِ الذَّكَرِ، أَمَّا الْأُنْثَى فَتُسِرُّ بِهِمَا كَمَا تَقَدَّمَ، وَكَذَا الْخُنْثَى، (وَ التَّرْتِيلُ فِيهِ) بِبَيَانِ حُرُوفِهِ وَإِطَالَةِ وُقُوفِهِ مِنْ غَيْرِ اسْتِعْجَالٍ، (وَالْحَدْرُ) هُوَ الْإِسْرَاعُ (فِيهَا) بِتَقْصِيرِ الْوُقُوفِ عَلَى كُلِّ فَصْلٍ، لَا تَرْكِهِ لِكَرَاهَةِ إِعْرَابِهِمَا حَتَّى لَوْ تَرَكَ الْوَقْفَ أَصْلًا فَالتَّسْكِينُ أَوْلَى مِنْ الْإِعْرَابِ، فَإِنَّهُ لُغَةٌ عَرَبِيَّةٌ، وَالْإِعْرَابُ مَرْغُوبٌ عَنْهُ شَرْعًا، وَلَوْ أَعْرَبَ حِينَئِذٍ تَرَكَ الْأَفْضَلَ وَلَمْ تَبْطُلْ.

أَمَّا اللَّحْنُ فَفِي بُطْلَانِهِمَا بِهِ وَجْهَانِ.وَيَتَّجِهُ الْبُطْلَانُ لَوْ غَيَّرَ الْمَعْنَى كَنَصْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِعَدَمِ تَمَامِيَّةِ الْجُمْلَةِ بِهِ بِفَوَاتِ الْمَشْهُودِ بِهِ لُغَةً وَإِنْ قَصَدَهُ، إِذْ لَا يَكْفِي قَصْدُ الْعِبَادَةِ اللَّفْظِيَّةِ عَنْ لَفْظِهَا (وَ) الْمُؤَذِّنُ(الرَّاتِبُ يَقِفُ عَلَى مُرْتَفِعٍ) لِيَكُونَ أَبْلَغَ فِي رَفْعِ الصَّوْتِ، وَإِبْلَاغِهِ الْمُصَلِّينَ، وَغَيْرُهُ يَقْتَصِرُ عَنْهُ مُرَاعَاةً لِجَانِبِهِ حَتَّى يُكْرَهَ سَبْقُهُ بِهِ مَا لَمْ يُفَرِّطْ بِالتَّأَخُّرِ (وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ)فِي جَمِيعِ الْفُصُولِ خُصُوصًا الْإِقَامَةُ، وَيُكْرَهُ الالْتِفَاتُ بِبَعْضِ فُصُولِهِ يَمِينًا وَشِمَالًا وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَنَارَةِ عِنْدَنَا.(وَالْفَصْلُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَتَيْنِ) وَلَوْ مِنْ الرَّاتِبَةِ،(أَوْ سَجْدَةٍ، أَوْ جِلْسَةٍ) وَالنَّصُّ وَرَدَ بِالْجُلُوسِ، وَيُمْكِنُ دُخُولُ

السَّجْدَة فيه فَإِنَّهَا جُلُوسٌ وَزِيَادَةٌ مَعَ اشْتِمَالِهَا عَلَى مَزِيَّة زَائدَة،(أَوْ خُطْوَة) وَلَمْ يَجِدْ بِهَا الْمُصَنِّفُ فِى الذِّكْرَى حَدِيثًا، لَكِنَّهَا مَشْهُورَةٌ (أَوْ سَكْتَة) وَهِيَ مَرْوِيَّةٌ فِى الْمَغْرِب خَاصَّةً، وَنَسَبَهَا فِى الذِّكْرَى إِلَى كَلَامِ الْأَصْحَاب مَعَ السَّجْدَة وَالْخُطْوَة، وَقَدْ وَرَدَ النَّصُّ فِى الْفَصْلِ بِتَسْبِيحَة، فَلَوْ ذَكَرَهَا كَانَ حَسَنًا.(وَيَخْتَصُّ الْمَغْرِبُ بِالْأَخِيرَتَيْنِ) الْخُطْوَةُ وَالسَّكْتَةُ، أَمَّا السَّكْتَةُ فَمَرْوِيَّةٌ فِيه، وَأَمَّا الْخُطْوَةُ فَكَمَا تَقَدَّمَ، وَرُوِيَ فِيه الْجِلْسَةُ، وَإِنَّهُ إِذَا فَعَلَهَا كَانَ كَالْمُتَشَحِّط بِدَمِه فِى سَبِيلِ اللَّه فَكَانَ ذِكْرُهَا أَوْلَى .

(وَيُكْرَهُ الْكَلَامُ فِى خِلَالِهِمَا) خُصُوصًا الْإِقَامَةُ، وَلَا يُعِيدُهُ بِه، مَا لَمْ يَخْرُجْ بِه عَنْ الْمُوَالَاة وَيُعِيدُهَا بِه مُطْلَقًا عَلَى مَا أَفْتَى بِه الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ .وَالنَّصُّ وَرَدَ بِإِعَادَتِهَا بِالْكَلَامِ بَعْدَهَا(وَيُسْتَحَبُّ الطَّهَارَةُ) حَالَتَهُمَا وَفِى الْإِقَامَة آكَدُ، وَلَيْسَتْ شَرْطًا فِيهِمَا عِنْدَنَا مِنْ الْحَدَثَيْنِ، نَعَمْ لَوْ أَوْقَعَهُ فِى الْمَسْجِد بِالْأَكْبَرِ لَغَى، لِلنَّهْيِ الْمُفْسِد لِلْعِبَادَة (وَالْحِكَايَةُ لِغَيْرِ الْمُؤَذِّنِ) إِذَا سَمِعَ كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ وَإِنْ كَانَ فِى الصَّلَاة، إِلَّا الْحَيْعَلَات فِيهَا فَيُبْدِلُهَا بِالْحَوْقَلَة، وَلَوْ حَكَاهَا بَطَلَتْ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ ذِكْرًا، وَكَذَا يَجُوزُ إِبْدَالُهَا فِى غَيْرِهَا، وَوَقْتُ حِكَايَةِ الْفَصْلِ بَعْدَ فَرَاغِ الْمُؤَذِّن مِنْهُ أَوْ مَعَهُ .

وَلِيَقْطَعَ الْكَلَامَ إِذَا سَمِعَهُ غَيْرَ الْحِكَايَة وَإِنْ كَانَ قُرْآنًا، وَلَوْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ أَخَّرَ التَّحِيَّةَ إِلَى الْفَرَاغِ مِنْهُ .

۱۔ مرد کے لیے اذان و اقامت میں آواز بلند کرنا مستحب ہے، لیکن عورت انہیں آہستہ آواز سے پڑھے اسی طرح خنثی بھی۔

۲۔اذان ترتیل سے پڑھنا مستحب ہے یعنی اس کے حروف کو واضح پڑھے اور جلد بازی کیئے بغیر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، لیکن اقامت کو تھوڑا جلد پڑھے

۳۔اذان کے لیے معین شدہ موذن بلند جگہ پر کھڑا ہو تاکہ اس کی آواز بلند ہو اور دور تک نمازیوں کو سنائی دے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اذان دے تو معین موذن کی جگہ سے تھوڑا نیچے کھڑا ہو تاکہ اس کا احترام ملحوظ ہو۔

۴۔اذان اور اقامت کہتے وقت روبہ قبلہ کھڑا ہونا مستحب ہے اور اذان کی بعض فصلوں کے لیے دائیں بائیں متوجہ ہونا مکروہ ہے اگرچہ منارہ پر ہو۔

۵۔ اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتوں کا فاصلہ کرے اگرچہ وہ نماز نافلہ کی معین شدہ رکعتوں میں سے ہو یا ایک سجدے کا فاصلہ کرے یا بیٹھ جائے، روایت تو بیٹھنے کی اور سجدے کو اس میں داخل سمجھنا ممکن ہے کیونکہ وہ بھی بیٹھنا ہے اور اس میں زائد خصوصیت بھی ہے یا ایک قدم آگے بڑھائے مصنف (شہید اول) کو ذکری میں اس کے لیے کوئی روایت تو نہیں ملی لیکن علماء میں مشہور ہے یا کچھ دیر کے لیے خاموش ہوجائے اور یہ نماز مغرب کے لیے خصوصی طور پر روایت میں آیا ہے لیکن ذکری میں اسے سجدے اور قدم بڑھانے کے ساتھ علماء کے کلام کی طرف نسبت دی ہے اور روایت میں تسبیح کے ذریعے فاصلہ لانا وارد ہوا ہے اگر مصنف اسے ذکر کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔

اور مغرب میں قدم بڑھانا اور خاموش ہونا مخصوص ہے،خاموشی تو روایت میں آئی ہے لیکن قدم کے بارے میں بتایا جاچکا کہ وہ کسی روایت میں ذکر نہیں اور مغرب میں بیٹھنا مروی ہے اور یہ کہ جو شخص بیٹھے گا گویا راہ خدا میں خون میں لت پت ہوا، شہید ہوا تو اس کو ذکر کرنا بہت تھا۔

اور اذان اور اقامت کے دوران بولنا مکروہ ہے خصوصا اقامت کے دوران، لیکن اگر اذان کے درمیان اتنی کم کلام کرے کہ اس کا تسلسل خراب نہ ہو تو اس کو اعادہ کرنا اور دوبارہ کہنا لازم نہیں لیکن اقامت کے دوران بولے تو بطور مطلق اس کا اعادہ کرے چاہے اتنی زیادہ کلام ہو جو اس کے تسلسل کو خراب کرے یا بہت کم، یہ تو مصنف وغیرہ علماء کے کلام سے ظاہر ہے لیکن روایت میں تو اقامت کا اس وقت اعادہ کہا گیا ہے جب اقامت کے بعد اور نماز سے پہلے کلام کرے۔

۶۔ اذان اور اقامت کو طہارت کر کے انجام دینا مستحب ہے اور اقامت تو اس کی زیادہ تاکید ہے لیکن ان دونوں میں حدث (چاہے اصغر ہو یا اکبر) سے پاکی شرط نہیں لیکن اگر مسجد میں اذان دینا ہو تو حدث اکبر سے پاکی ضروری ہے کیونکہ جنابت کے ساتھ مسجد جانے سے روکا گیا ہے اور اگر کوئی شخص اس منع کے ساتھ کسی عبادت کو انجام دے تو وہ عبادت صحیح نہ ہو گی بلکہ فاسد ہو گی۔

۷۔ موذن کے اذان کے جملوں کو دہرانا مستحب ہے جب اس کو سنیں اگرچہ نماز میں ہوں لیکن نماز میں ہوں تو حیعلے کو نہ دہرائے کہ بلکہ اسے حوقلہ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم) سے بدل دے اور اگر نماز میں حیعلے کو دہرائے تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ یہ ذکر نہیں ہیں اور اسی طرح ان کو کسی دوسرے ذکر سے بھی بدل سکتے ہیں اور دہرانے کا وقت وہ ہے کہ موذن ان کو کہہ چکے یا اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور اگر اذان کے وقت کوئی بات کر رہے ہوں تو اسے چھوڑ دینا چاہئے اگرچہ وہ قرآن کریم کی تلاوت ہی ہو، صرف اذان کو دہرانا چاہیئے اور اگر اذان کے وقت مسجد میں جائے تو اذان تمام ہونے تک نماز تحیہ مسجد بھی نہ پڑھے۔

نماز کے واجبات

۱۔ قیام اور اسکے احکام

(ثُمَّ يَجِبُ الْقِيَامُ)حَالَةَ النِّيَّةِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَالْقِرَاءَةِ، وَإِنَّمَا قَدَّمَهُ عَلَى النِّيَّةِ وَالتَّكْبِيرِ مَعَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ قَبْلَهُمَا، لِكَوْنِهِ شَرْطًا فِيهِمَا وَالشَّرْطُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْمَشْرُوطِ، وَقَدْ أَخَّرَهُ الْمُصَنِّفُ عَنْهُمَا فِي الذِّكْرَى، وَالدُّرُوسِ، نَظَرًا إِلَى ذَلِكَ،وَلِيَتَمَحَّضْ جُزْءًا مِنْ الصَّلَاةِ، وَفِي الْأَلْفِيَّةِ أَخَّرَهُ عَنْ الْقِرَاءَةِ لِيَجْعَلَهُ وَاجِبًا فِي الثَّلَاثَةِ، وَلِكُلٍّ وَجْهٌ (مُسْتَقِلًّا بِهِ) غَيْرَ مُسْتَنِدٍ إِلَى شَيْءٍ بِحَيْثُ لَوْ أُزِيلَ السِّنَادُ سَقَطَ (مَعَ الْمُكْنَةِ، فَإِنْ عَجَزَ) عَنْ الِاسْتِقْلَالِ فِي الْجَمِيعِ(فَفِي الْبَعْضِ).وَيَسْتَنِدُ فِيمَا يَعْجَزُ عَنْهُ،(فَإِنْ عَجَزَ) عَنْ الِاسْتِقْلَالِ أَصْلًا (اعْتَمَدَ) عَلَى شَيْءٍ مُقَدَّمًا عَلَى الْقُعُودِ فَيَجِبُ تَحْصِيلُ مَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَلَوْ بِأُجْرَةٍ مَعَ الْإِمْكَانِ، (فَإِنْ عَجَزَ) عَنْهُ وَلَوْ بِالِاعْتِمَادِ، أَوْ قَدَرَ عَلَيْهِ وَلَكِنْ عَجَزَ عَنْ تَحْصِيلِهِ(قَعَدَ) مُسْتَقِلًّا كَمَا مَرَّ، فَإِنْ عَجَزَ اعْتَمَدَ (فَإِنْ عَجَزَ) اضْطَجَعَ عَلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ،(فَإِنْ عَجَزَ) فَعَلَى الْأَيْسَرِ، هَذَا هُوَ الْأَقْوَى وَمُخْتَارُهُ فِي كُتُبِهِ الثَّلَاثَةِ وَيُفْهَمُ مِنْهُ هُنَا التَّخْيِيرُ وَهُوَ قَوْلٌ .

وَيَجِبُ الِاسْتِقْبَالُ حِينَئِذٍ بِوَجْهِهِ، (فَإِنْ عَجَزَ) عَنْهُمَا (اسْتَلْقَى) عَلَى ظَهْرِهِ، وَجَعَلَ بَاطِنَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَوَجْهَهُ بِحَيْثُ لَوْ جَلَسَ كَانَ مُسْتَقْبِلًا

كَالْمُحْتَضَرِ.وَالْمُرَادُ بِالْعَجزِ فِى هَذِه الْمَرَاتِبِ حُصُولُ مَشَقَّة كَثِيرَة لَا تُتحَمَّلُ عَادَةً، سَوَاءٌ نَشَأَ مِنْهَا زِيَادَةُ مَرَضٍ، أَوْ حُدُوثُهُ، أَوْ بُطْءُ بُرئِه، أَوْ مُجَرَّدُ الْمَشَقَّة الْبَالغَةِ، لَا الْعَجْزُ الْكُلِّىُّ.(وَيُومِئُ لِلرُّكُوعِ، وَالسُّجُود بِالرَّأْسِ) إنْ عَجزَ عَنْهُمَا .

وَيَجبُ تَقْرِيبُ الْجَبْهَةِ إِلَى مَا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْه، أَوْ تَقْرِيبُهُ إِلَيْهَا، وَالاعْتمَادُ بهَا عَلَيْه وَوَضْعُ بَاقِى الْمَسَاجِد مُعْتَمداً، وَبدُونه لَوْ تَعَذَّرَ الاعْتمَادُ، وَهَذه الْأَحْكَامُ آتيَةٌ فِى جَمِيعِ الْمَرَاتِبِ السَّابِقَة، وَحَيْثُ يُومِئُ لَهُمَا برَأْسه يَزِيدُ السُّجُودَ انْخفَاضًا مَعَ الْإِمْكَانِ (فَإِنْ عَجزَ) عَنْ الْإِيمَاءِ بِه (غَمَّضَ عَيْنَيْه لَهُمَا) مُزِيداً للسُّجُود تَغْمِيضًا (وَفَتْحهُمَا) بِالْفَتْحِ (لرَفْعِهمَا)، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُبْصِراً مَعَ إِمْكَانِ الْفَتْحِ قَاصِداً بِالْإِبْدَالِ تِلْكَ الْأَفْعَالَ، وَإِلَّا أَجْرَى الْأَفْعَالَ عَلَى قَلْبِه كُلُّ وَاحد فِى مَحَلِّه، وَالْأَذْكَارَ عَلَى لسَانه، وَإِلَّا أَخْطَرَهَا بِالْبَالِ وَيَلْحَقُ الْبَدَلُ حُكْمَ الْمُبْدَلِ فِى الرُّكْنِيَّة، زِيَادَةً وَنُقْصَانًا مَعَ الْقَصْد، وَقِيلَ مُطْلَقًا .

پھر نیت، تکبیرۃ الاحرام اور قراءت کی حالت میں قیام واجب ہے اور اسے نیت اور تکبیر الاحرام سے پہلے ذکر کیا حالانکہ یہ ان سے پہلے واجب نہیں کیونکہ یہ ان دونوں میں شرط ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے اور مصنف نے ذکری اور دروس میں اسے ان سے موخر کیا ہے کیونکہ یہ ان سے پہلے واجب نہیں ہوتا اور اس لیے کہ نماز کا جزء ہے اور کتاب الفیہ میں اسے قراءت کے بعد ذکر کیا تاکہ اسے ان تینوں میں واجب قرار دے اور ہر کی تاویل اور سبب موجود ہے اور قیام کے دوران خود کھڑا ہو کسی چیز پر اس طرح سہارا نہ لے کہ اگر اس کو ہٹایا

جائے تو گر جائے، جب اس طرح کھڑا ہونا ممکن ہو اگر اپنے سہارے کھڑا ہونا تمام نماز کے لیے ممکن نہ ہو تو جتنی نماز کے لیے ممکن ہو کھڑا ہو اور جتنی میں عاجز ہو کسی چیز کا سہارا لے اور اگر بالکل ہی کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو بیٹھنے کی بجائے کسی چیز کے سہارے کھڑا ہو تو کسی سہارے والی چیز کا حاصل کرنا واجب ہو گا اگرچہ امکانی صورت میں اس کے لیے اجرت ہی دینا پڑے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو یعنی سہارے پر بھی کھڑا نہ ہو سکے یا سہارے پر کھڑا ہو سکتا ہو لیکن سہارے کے لیے کچھ نہ ملے تو بیٹھ جائے اور اگر اپنے آپ بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو سہارا لے کے بیٹھے اور اگر اس بھی عاجز ہو تو دائیں جانب لیٹ جائے اگر اس طرف عاجز ہو تو بائیں جانب لیٹے، یہی قوی تر ہے اور مصنف نے تین کتابوں میں اسی کو اختیار کیا ہے اور یہاں لمعہ میں ان کی عبارت سے دائیں بائیں لیٹنے کے درمیان اختیار سمجھا جاتا ہے اور وہ ایک قول ہے، جب لیٹے تو چہرے کو قبلہ رو کرنا لازم ہے اور اگر اس طرح لیٹ بھی نہ سکتا ہو تو پشت پر لیٹے اور چہرہ اور پاوں کے تلوے قبلہ کی جانب قرار دے اس طرح کہ اگر اٹھ بیٹھے تو اس کا منہ قبلہ کی جانب ہو جیسے جان کنی کی حالت میں مرنے والے کو لٹایا جاتا ہے اور ان مراتب میں عاجز ہونے سے مراد اتنی زیادہ مشقت کا حاصل ہونا ہے کہ عادۃً قابل برداشت نہ ہو چاہے اس سے کوئی مرض زیادہ ہو یا پیدا ہو یا اس کا علاج سست ہو جائے یا صرف بہت زیادہ مشقت ہو، کلی طور پر عاجز ہونا معیار نہیں، اور رکوع سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے اگر ان سے عاجز ہو اور واجب ہے کہ پیشانی کو ایسی چیز کے قریب کرے جس پر سجدہ صحیح ہو یا اس چیز کو پیشانی کے قریب کرے اور اس چیز پر سجدہ کرے اور باقی اعضاء سجدہ کو بھی ٹیکے اور ٹیک نہ سکے تو اس کے بغیر ہی سجدہ کرے اور یہ احکام سابقہ مراتب میں بھی جاری ہیں۔ اور جب رکوع سجود کے لیے اشارہ کرنا ہو تو امکانی صورت میں سجدے کے لیے زیادہ جھکے اور اگر اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو ان کے لیے آنکھوں کو بند کرے اور سجود کے زیادہ بند کرے اور جب آنکھوں کو کھولے تو رکوع سجود سے اٹھنا شمار کرے اور اگر دیکھ بھی نہ سکتا ہو تو جب فقط

آنکھوں کو کھول سکے تو ان افعال کے بدلے میں کھول دے ورنہ ان افعال کو دل میں انجام دے لیکن ہر ایک کو اسکے محل میں اذکار کو زبان سے جاری کرے اور اگر زبان سے ذکر کرنا ممکن نہ ہو تو انہیں بھی دل میں لے آئے اور بدل رکن کی کمی و زیادتی میں اس چیز کے ساتھ ملحق ہے جس سے بدل ہے جب قصد کے ساتھ اس کو کم یا زیادہ کرے اور ایک قول ہے کہ بطور مطلق بدل ہے۔

۲۔نیت اور اسکی حد بندی

(وَالنِّيَّةُ) وهِیَ الْقَصْدُ إلَی الصَّلَاةِ الْمُعَيَّنَة، وَلَمَّا كَانَ الْقَصْدُ مُتوَقِّفًا عَلَی تَعْيين الْمَقْصُود بوَجْه لِيَمْكُنَ تَوَجُّهُ الْقَصْد إلَيْه أُعْتُبرَ فيهَا إحْضَارُ ذَات الصَّلَاة وَصفَاتهَا الْمُمَيِّزَة لَهَا حَيْثُ تَكُونُ مُشْتَرَكَةً، وَالْقَصْدُ إلَی هَذَا الْمُعَيَّن مُتَقَرِّبًا، وَيَلْزَمُ منْ ذَلکَ كَوْنُهَا (مُعَيِّنَةَ الْفَرْض) منْ ظُهْرٍ، أَوْ عَصْرٍ، أَوْ غَيْرهمَا (وَالْأَدَاء) إنْ كَانَ فَعَلَهَا فی وَقْتهَا،(أَوْ الْقَضَاء) إنْ كَانَ فی غَيْر وَقْتهَا (وَالْوُجُوب).وَالظَّاهرُ أَنَّ الْمُرَادَ به الْمَجْعُولُ غَايَةً، لأَنَّ قَصْدَ الْفَرْض يَسْتَدْعی تَمَيُّزَ الْوَاجب، مَعَ احْتمَال أَنْ يُريدَ به الْوَاجبَ الْمُمَيَّزَ، وَيَكُونُ الْفَرْضُ إشَارَةً إلَی نَوْع الصَّلَاة، لأَنَّ الْفَرْضَ قَدْ يُرَادُ به ذَلکَ إلَّا أَنَّهُ غَيْرُ مُصْطَلَحٍ شَرْعًا .وَلَقَدْ كَانَ أَوْلَی بنَاءً عَلَی أَنَّ الْوُجُوبَ الْغَائيَّ لَا دَليلَ عَلَی وُجُوبه كَمَا نَبَّهَ عَلَيْه الْمُصَنِّفُ فی الذِّكْرَی، وَلَكنَّهُ مَشْهُورٌ، فَجَرَی عَلَيْه هُنَا (أَوْ النَّدْب) إنْ كَانَ مَنْدُوبًا، إمَّا بالْعَارض كَالْمُعَادَة لئَلَّا يُنَافيَ الْفَرْضَ الْأَوَّلَ إذْ يَكْفی فی إطْلَاق الْفَرْض عَلَيْه حينَئذ كَوْنُهُ كَذَلکَ بالْأَصْل أَوْ مَا هُوَ أَعَمُّ .بأَنْ يُرَادَ بالْفَرْض أَوَّلًا مَا هُوَ أَعَمُّ منْ الْوَاجب، كَمَا ذُكرَ فی الاحْتمَال، وَهَذَا قَرينَةٌ أُخْرَی عَلَيْه وَهَذه الْأُمُورُ كُلُّهَا مُمَيِّزَاتٌ للْفعْل الْمَنْویِّ، لَا أَجْزَاءٌ للنِّيَّة، لأَنَّهَا أَمْرٌ وَاحدٌ بَسيطٌ وَهُوَ الْقَصْدُ، وَإنَّمَا التَّرْكيبُ فی مُتَعَلَّقه وَمَعْرُوضه وَهُوَ الصَّلَاةُ

الْوَاجِبَةُ، أَوْ الْمَنْدُوبَةُ الْمُؤَدَّاةُ، أَوْ الْمُقْضَاةُ، وَعَلَى اعْتِبَارِ الْوُجُوبِ الْمُعَلَّلِ يَكُونُ آخِرَ الْمُمَيِّزَاتِ الْوُجُوبَ وَيَكُونُ قَصْدُهُ لِوُجُوبِهِ إِشَارَةً إِلَى مَا يَقُولُهُ الْمُتَكَلِّمُونَ مِنْ أَنَّهُ يَجِبُ فِعْلُ الْوَاجِبِ لِوُجُوبِهِ، أَوْ نَدْبِهِ، أَوْ لِوَجْهِهِمَا مِنْ الشُّكْرِ، أَوْ اللُّطْفِ، أَوْ الْأَمْرِ أَوْ الْمُرَكَّبِ مِنْهَا أَوْ مِنْ بَعْضِهَا عَلَى اخْتِلَافِ الْآرَاءِ، وَوُجُوبُ ذَلِكَ أَمْرٌ مَرْغُوبٌ عَنْهُ، إِذْ لَمْ يُحَقِّقْهُ الْمُحَقِّقُونَ فَكَيْفَ يُكَلَّفُ بِهِ غَيْرُهُمْ ؟ (وَالْقُرْبَةِ) وَهِيَ : غَايَةُ الْفِعْلِ الْمُتَعَبَّدِ بِهِ، وَهُوَ قُرْبُ الشَّرَفِ لَا الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ، لِتَنَزُّهِهِ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَآثَرَهَا، لِوُرُودِهَا كَثِيراً فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَوْ جَعَلَهَا لِلَّهِ تَعَالَى كَفَى .

وَقَدْ تَلَخَّصَ مِنْ ذَلِكَ : أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي النِّيَّةِ أَنْ يَحْضُرَ بِبَالِهِ مَثَلًا صَلَاةُ الظُّهْرِ الْوَاجِبَةُ الْمُؤَادَةِ، وَيَقْصِدُ فِعْلَهَا لِلَّهِ تَعَالَى، وَهَذَا أَمْرٌ سَهْلٌ، وَتَكْلِيفٌ يَسِيرٌ، قَلَّ أَنْ يَنْفَكَّ عَنْ ذِهْنِ الْمُكَلَّفِ عِنْدَ إِرَادَتِهِ الصَّلَاةَ، وَكَذَا غَيْرُهَا وَتَجَشُّمُهَا زِيَادَةً عَلَى ذَلِكَ وَسْوَاسٌ شَيْطَانِيٌّ، قَدْ أُمِرْنَا بِالِاسْتِعَاذَةِ مِنْهُ وَالْبُعْدِ عَنْهُ .

نماز کے لیے نیت کرنا ضروری ہے وہ معین نماز کی طرف قصد کرنا ہے اور جب کسی چیز کا ارادہ اور قصد کرنا کس کو کسی طرح معین کرنے پر موقوف ہے تاکہ اس کا ارادہ کیا جاسکے تو نیت میں خود نماز اور اس کو ممتاز کرنے والی صفات کو ذہن میں لانا لازم ہوا اور اس معین نماز کی طرف قصد قرب خدا کی نیت سے ہو اس سے لازم ہوا کہ نماز کے فرض کو معین کرے کہ ظہر ہے یا عصر یا کوئی دوسری نماز اور ادا ہے اگر وقت کے اندر انجام دے یا قضاء اگر وقت کے بعد بجا لائے اور واجب ہے یا مستحب اور ظاہر ہے کہ شہید اول کی وجوب نماز سے مراد

اسے نماز کی غایت اور غرض قرار دینا ہے[۱] کیونکہ فرض کا قصد کرنا واجب کو امتیاز دینے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے ایسا واجب مراد ہو جو دوسروں سے ممتاز ہو یعنی اس سے نماز کی نوع مراد ہو کہ وہ ظہر ہے یا عصر اور فرض نماز کی قسم کی طرف اشارہ ہو کیونکہ فرض کے ذریعے یہ بھی مراد لیا جاتا ہے مگر یہ شرعی لحاظ سے اصطلاح نہیں ہے لیکن یہی بہتر ہے اس بناء پر کہ وجوب غایت ہو، اس کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ مصنف نے ذکری میں اس کو بیان کیا لیکن یہ مشہور ہے اس لیے یہاں اس کو ذکر کیا۔

اور اگر نماز مستحب ہو تو اس کو معین کرے چاہے مستحباب عارضی ہو جیسے اگر نماز فرادی پڑھی ہو اور اسے جماعت کے ساتھ اعادہ کرنا ہو چونکہ کافی ہے اس پر فرض کا اطلاق کرنے کے لیے کہ اصل میں وہ فرض ہے یا وہ مستحب جو عارض سے عام مراد ہو یعنی فرض سے واجب کی نسبت عام مراد لیا جائے جیسا کہ احتمال میں ذکر کیا گیا اور یہ دوسرا قرینہ ہے کہ وجوب سے مراد واجب ممیّز ہے، بہر حال یہ سب چیزیں اس فعل کے امتیازات ہیں جس کی نیت کی جاتی ہے نہ یہ نیت کے اجزاء ہیں کیونکہ نیت ایک امر بسیط ہے اس کے اجزاء نہیں ہوتے وہ فقط قصد ہے، یہ اجزاء اور ترکیب اس چیز میں ہیں جس کی نیت کی جاتی ہے اور وہ واجب یا مستحب، ادا یا قضاء نماز ہے اور وجوب کو غایت قرار دینے کی صورت میں وہ نماز کے امتیازات سے خارج ہوگا اور نماز کے امتیازات اس سے پہلے والی چیزیں ہونگی اور اس کا وجوب کی خاطر قصد کرنا اس چیز کی طرف اشارہ ہوگا جو علم کلام کے ماہرین کہتے ہیں کہ واجب کا انجام دینا اسکے وجوب یا استحباب کی وجہ سے واجب ہے یا شکر یا لطف یا امر کی وجہ سے یا ان سب سے مرکب ہے یا ان میں بعض چیزیں ہیں جیسا کہ اس میں آراء مختلف ہیں اور ان کا واجب ہونا

---

[۱]۔ المقصود بالوجوب ما یجعل غایة للفعل وفی جعل الوجوب غایة لفعل الصلاة تجوز، لان غایة الفعل ما کانت مترتبة علیه، ولا شک أن الوجوب لا یترتب علی فعل الصلاة، بل الامر بالعکس، فان الصلاة مترتبة علی الوجوب.

کوئی پسندیدہ چیز نہیں کیونکہ اسے محققین نہیں پہنچ سکے تو کیسے عوام کے لیے انہیں واجب کیا جائے۔

اور نیت میں قربت خدا کا قصد کرے اور وہ عبادت کی غرض ہے اور مقام و منزلت کے لحاظ سے خدا کا قرب ہے نہ زمانے اور مکان کے لحاظ سے خدا کے قریب ہونا ہے کیونکہ خدا زمان و مکان سے پاک ہے اسے لیے کہا کہ قرآن و سنت میں اس کا بہت ذکر ہے ورنہ اگر کہتے کہ نماز خدا کے لیے پڑھے تو کافی تھا۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نیت میں معتبر ہے کہ ذہن میں لائے کہ نماز ظہر واجب ادا خدا کے لیے پڑھتا ہوں اور یہ بہت آسان ہے اور بہت کم ہے کہ جب تو نماز کے لیے اٹھے یہ تیرے ذہن میں نہ آئے اور اس سے زیادہ کی زحمت کرنا وسواس شیطانی ہے اور ہمیں اس سے پناہ اور دوری کرنے کا حکم ہے۔

۳۔ تکبیرۃالاحرام

(وَتَكْبِيرَةُ الْإِحْرَامِ) نُسِبَتْ إِلَيْهِ، لِأَنَّ بِهَا يَحْصُلُ الدُّخُولُ فِي الصَّلَاةِ وَيَحْرُمُ مَا كَانَ مُحَلَّلًا قَبْلَهَا مِنْ الْكَلَامِ وَغَيْرِهِ، وَيَجِبُ التَّلَفُّظُ بِهَا بِاللَّفْظِ الْمَشْهُورِ (بِالْعَرَبِيَّةِ) تَأَسِّيًا بِصَاحِبِ الشَّرْعِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ فَعَلَ كَذَلِكَ وَأَمَرَنَا بِالتَّأَسِّي بِهِ (وَ) كَذَا تُعْتَبَرُ الْعَرَبِيَّةُ فِي (سَائِرِ الْأَذْكَارِ الْوَاجِبَةِ)، أَمَّا الْمَنْدُوبَةُ فَيَصِحُّ بِهَا وَبِغَيْرِهَا فِي أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ هَذَا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، أَمَّا مَعَ الْعَجْزِ وَضِيقِ الْوَقْتِ عَنْ التَّعَلُّمِ فَيَأْتِي بِهَا حَسْبَ مَا يَعْرِفُهُ مِنْ اللُّغَاتِ، فَإِنْ تَعَدَّدَ تَخَيَّرَ مُرَاعِيًا مَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ مِنْ الْمَعْنَى وَمِنْهُ الْأَفْضَلِيَّةُ .

(وَتَجِبُ الْمُقَارَنَةُ لِلنِّيَّةِ) بِحَيْثُ يُكَبِّرُ عِنْدَ حُضُورِ الْقَصْدِ الْمَذْكُورِ بِالْبَالِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَخَلَّلَ بَيْنَهُمَا زَمَانٌ وَإِنْ قَلَّ، عَلَى الْمَشْهُورِ، وَالْمُعْتَبَرُ حُضُورُ الْقَصْدِ عِنْدَ أَوَّلِ جُزْءٍ مِنْ التَّكْبِيرِ، وَهُوَ الْمَفْهُومُ مِنْ الْمُقَارَنَةِ بَيْنَهُمَا فِي عِبَارَةِ الْمُصَنِّفِ، لَكِنَّهُ فِي غَيْرِهِ اُعْتُبِرَ اسْتِمْرَارُهُ إِلَى آخِرِهِ إِلَّا مَعَ الْعُسْرِ، وَالْأَوَّلُ أَقْوَى (وَاسْتِدَامَةُ حُكْمِهَا) بِمَعْنَى أَنْ لَا يُحْدِثَ نِيَّةً تُنَافِيهَا، وَلَوْ فِي بَعْضِ مُمَيِّزَاتِ الْمَنْوِيِّ (إِلَى الْفَرَاغِ) مِنْ الصَّلَاةِ، فَلَوْ نَوَى الْخُرُوجَ مِنْهَا وَلَوْ فِي

ثَانِی الْحَالِ قَبْلَهُ أَوْ فَعَلَ بَعْضَ الْمُنَافِيَاتِ كَذَلِكَ، أَوْ الرِّيَاءَ وَلَوْ بِبَعْضِ الْأَفْعَالِ وَنَحْوِ ذَلِكَ بَطَلَتْ.

تکبیرۃالاحرام کواحرام کی طرف نسبت اس لیے دی کہ اس تکبیر سے انسان نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے جو چیزیں جائز تھیں جیسے کلام وغیرہ وہ حرام ہو جاتی ہیں اور اس کا معروف لفظ کے ساتھ عربی میں ہونا ضروری ہے نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کہ ہمیں آپ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح دیگر واجب اذکار میں بھی عربی معتبر ہے اور مشہور تر قول کی بناء پر مستحب اذکار عربی و دیگر زبانوں میں جائز ہوتے ہیں، بہرحال عربی میں تکبیر کہنا تب لازم ہے جب اس کی قدرت ہو جب عاجز ہو اور سیکھنے کا وقت بھی نہ ہو تو جو زبان جانتا ہو اسی میں بجالائے اور اگر کئی زبانیں جانتا ہو تو اسے اختیار ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ جس سے اس کا معنی بہتر ادا ہو اور اسی سے اس زبان کو افضلیت بھی ہو گی اور تکبیر کو نیت کے ساتھ ملا ہونا چاہیے اس طرح کہ جب ذہن میں قصد ہو اس وقت تکبیر کہے اور پھر آخر نماز تک اس میں خلل نہ ڈالے اگرچہ تھوڑا سا زمانہ ہو یہ مشہور ہے اور تکبیر کے پہلے جزء سے قصد کا ہونا معتبر ہے اور یہی مصنف کی عبارت میں موجود لفظ مقارنت سے سمجھا جاتا ہے لیکن دیگر کتابوں میں اسے آخر تک جاری رہنا معتبر قرار دیا ہے مگر جب مشکل ہو لیکن پہلی بات بہتر ہے اور نیت کا آخر نماز تک باقی رہنا معتبر ہے یعنی اس نیت کے منافی کوئی نیت نہ کرے اگرچہ وہ اس معین نماز کی بعض خصوصیات میں منافی ہو اگر اس سے نکلنے کی نیت کرے اگرچہ ایک لحظے کے لیے اور نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اس سے نکلنے کا قصد کرے یا نماز کے منافی کام کرے یا ریاء کاری کرے اگرچہ نماز کے بعض افعال میں اس کی نماز باطل ہے۔

۳ـ قراءت

(وَقِرَاءَةُ الحمد، وَسُورَةٍ كَامِلَةٍ) فِى أَشهَرِ القَولَينِ (إِلَّا مَعَ الضَّرُورَةِ) كَضِيقِ وَقت، وَحَاجَةٍ يَضُرُّ فَوتُهَا، وَجِهَالَةٍ لَهَا مَعَ العجزِ عَنِ التَّعَلُّمِ فَتَسقُطُ السُّورَةُ من غَيرِ تَعوِيضٍ عَنهُ. هَذَا (فِى) الرَّكعَتَينِ (الْاولَيَين) سَوَاءٌ لَم يَكُن غَيرُهُمَا كَالثُّنَائيَةِ أَم كَانَ كَغَيرِهَا.(وَيُجزِى فِى غَيرِهِمَا) مِنَ الرَّكعَاتِ (الحَمدُ وَحدَهَا،أَوالتَّسبِيحُ بِالأَربَعِ المَشهُورَةِ (أَربَعًا): بِأَن يَقُولَهَا مَرَّةً (أَو تِسعًا) بِاسقَاطِ التَّكبِيرِ من الثَّلَاثِ عَلَى مَا دَلَّت عَلَيهِ رِوَايَةُ حَرِيزٍ.

(أَو عَشراً) بِاثبَاتِهِ فِى الاَخِيرَةِ(أَوِ اثنَى عَشر) بِتَكرِيرِ الاَربَعِ ثَلَاثاً. وَوَجهُ الاجتِزَاءِ بِالجَمِيعِ وُرُودُ النَّصِّ الصَّحِيحِ بِهَا.وَلَا يَقدَحُ إِسقَاطُ التَّكبِيرِ فِى الثَّانِى، لِذَلِکَ وَلِقِيامِ غَيرِهِ مَقَامَهُ، وَزِيَادَةَ وَحَيثُ يُؤَدَّى الوَاجِبُ بِالاَربَعِ جَازَ تَرکُ الزَّائِدِ فَيُحتَمَلُ كَونُهُ مُستَحَبًّا، نَظَرًا إِلىَ ذَلِکَ، وَوَاجِباً مُخَيَّراً، إِلتِفَاتًا إِلىَ أَنَّهُ أَحَدُ أَفرَادِ الوَاجِبِ وَجَوَازُ تَركِهِ إِلىَ بَدَلٍ: وَهُوَ الاَربَعُ وَإِن كَانَ جُزءهُ كَالرَّكعَتَينِ، وَالاَربَعِ فِى مَوَاضِعِ التَّخيِيرِ.

وَظَاهِرُ النَّصِّ وَالفَتوَى: الوُجُوبُ، وَبِهِ صَرَّحَ المُصَنِّفُ فِى الذِّكرَى، وَهُوَ ظَاهِرُ العِبَارَةِ هُنَا، وَعَلَيهِ الفَتوَى.فَلَو شَرَعَ فِى الزَّائِدِ عَن مرتَبَةٍ فَهَل يَجِبُ

عَلَيه البُلُوغُ إلَى أُخرَى؟ يَحتَملُهُ، قَضيَّةً للوُجُوب، وَإن جَازَ تَركُهُ قَبلَ الشُّرُوعِ. وَالتَّخييرُ ثَابتٌ قَبل الشُّرُوعِ فَيُوقعُهُ عَلَى وَجهه، أَو يَترُكُهُ حَذراً من تَغيير الهَيئَة الوَاجبَة.

وَوَجهُ العَدمِ: أَصَالَةُ عَدمِ وُجُوب الاكمَال، فَيَنصَرفُ إلَى كَونه ذكرَ الله تَعَالىَ، إن لَم يَبلُغ فَرداً آخرَ. (وَالحَمدُ) فِي غَيرِ الأُولَيَينِ (أَولَى) مِن التَّسبيحِ مُطلَقاً لروَايَة مُحَمَّد بنِ حُكَيمٍ عَن أَبِي الحَسَنِ عَلَيه السَّلَامُ.

وَرُوِىَ أَفضَليَّةُ التَّسبيحِ مُطلَقاً، وَلغَيرِ الامَامِ وَتَسَاويهمَا. وَبحَسَبهَا اختَلَفت الاَقوَالُ وَاختَلَفَ اختيَارُ المُصَنِّف، فَهُنَا رَجَّحَ القرَاءَةَ مُطلَقاً.وَفى الدُّرُوسِ للامَامِ، وَالتَّسبيح للمُنفَرد. وَفى البَيَانِ جَعَلَهُمَا لَهُ سَوَاءً. وَتَرَدَّدَ فى الذّكرَى، وَالجَمعُ بَينَ الاَخبَارِ هُنَا لَا يَخلُو مِن تَعَسُّفٍ.

نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں تکبیرۃالاحرام کے بعد سورہ حمد اور کوئی پوری سورت پڑھنا واجب ہے زیادہ مشہور قول کی بناء پر مگر کوئی مشکل ہو جیسے وقت تنگ ہو یا کوئی دوسری مشکل ہو جس کے گزر جانے کا خطرہ ہو اور جب سورت کو سیکھنے سے عاجز ہوں تو اس سے جاہل ہونا بھی ایک مشکل ہے تو وہ سورت بغیر کسی بدل کی ساقط ہو جائے گی۔

اور نماز کی دو رکعتوں کے بعد دوسری رکعتوں میں صرف حمد پڑھیں یا معروف تسبیحات اربعہ (سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر) چار یعنی ایک مرتبہ پڑھے کہ چار تسبیحات ہیں یا نو تسبیحیں کہ تین سے تکبیر کو گرا دے جس پر حریز کی روایت دلالت کرتی ہے یا دس تسبیحیں کہ آخری بار تکبیر کہے یا بارہ تسبیحیں کہ تسبیحات اربعہ کو تین بار دہرائے اور ان سب کے کافی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان سب کے لیے صحیح روایت نقل ہوئی

ہے اور دوسری قسم میں تکبیر کا ساقط ہونا مشکل نہیں ہے اسی روایت کی وجہ سے اور دیگر اذکار کے اس کی جگہ آ جانے کی وجہ سے بلکہ کچھ زیادہ اذکار کے ساتھ اور جب صرف چار تسبیحیں واجب کو ادا کرتی ہیں تو باقی کو چھوڑنا جائز ہے تو احتمال ہے کہ وہ مستحب ہوں اسی وجہ کی بناء پر اور احتمال ہے کہ وہ واجب تخییری ہو اس چیز کو دیکھتے ہوئے کہ وہ واجب کے مستقل افراد ہیں اور اس کو چھوڑنا بدل کے ساتھ ہے یعنی جب چار تسبیح پڑھے جیسے واجب تخییری کے دو اور چار رکعتوں میں اختیار ہونے کی صورتوں میں ہے، روایات اور فتاوی سے ظاہر ہے کہ یہ واجب تخییری ہیں اور ذکری میں شہید اول نے اس کی تصریح کی ہے اور یہاں بھی عبارت کا ظاہر یہی ہے اور اسی پر فتوی ہے پس اگر زائد تسبیح شروع کر دے تو کیا اس کو آخر تک پہنچانا واجب ہے تو ان کے واجب تخییری ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اسے پورا کرے اگرچہ شروع کرنے سے پہلے اسے ترک کرنا جائز تھا اور تخییر شروع کرنے سے پہلے ثابت ہے تو اسے اس کے طریقے پر انجام دے یا اسے ترک کرے تاکہ اس کی واجب ہیئت نہ بدل جائے اور اسے کامل نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ اس کا کامل کرنا واجب نہ ہو تو اسے ذکر خدا قرار دے کر چھوڑ دے اور دوسرے کو کامل نہ کرے۔

اور پہلی دو رکعتوں کے بعد کی رکعتوں میں سورہ حمد تسبیح کی نسبت بطور مطلق افضل ہے اس کو محمد بن حکیم نے امام ابو الحسنؑ سے اور تسبیح کی بطور مطلق افضلیت بھی نقل ہوئی ہے اور بعض روایات میں پیش نماز کے غیر کے لیے تسبیح کو افضل قرار دیا گیا اور بعض میں حمد اور تسبیح کو برابر قرار دیا گیا اور انہی روایات کی وجہ سے اقوال علماء میں بھی اختلاف ہے اور مصنف نے بھی مختلف اقوال اختیار کیئے یہاں قراءت کو تسبیح کی نسبت بطور مطلق افضل قرار دیا اور دروس میں امام کے حمد کو اور فرادی کے لیے تسبیح کو ترجیح دی اور بیان میں دونوں کو برابر قرار دیا اور ذکری میں تردد کیا اور روایات کے درمیان یہاں جمع کرنا راہ مستقیم سے ہٹنے کے مترادف ہے۔

۱۔ جہر واخفات کا حکم

(وَيَجِبُ الْجَهْرُ) بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْمَشْهُورِ (فِي الصُّبْحِ وَأُولَيَيْ الْعِشَاءَيْنِ وَالْإِخْفَاتُ فِي الْبَوَاقِي) لِلرَّجُلِ .وَالْحَقُّ أَنَّ الْجَهْرَ وَالْإِخْفَاتَ كَيْفِيَّتَانِ مُتَضَادَّتَانِ مُطْلَقًا، لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مَادَّةٍ، فَأَقَلُّ الْجَهْرِ : أَنْ يَسْمَعَهُ مَنْ قَرُبَ مِنْهُ صَحِيحًا، مَعَ اشْتِمَالِهَا عَلَى الصَّوْتِ الْمُوجِبِ لِتَسْمِيَتِهِ جَهْرًا عُرْفًا، وَأَكْثَرُهُ : أَنْ لَا يَبْلُغَ الْعُلُوَّ الْمُفْرِطَ، وَأَقَلُّ السِّرِّ : أَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ خَاصَّةً صَحِيحًا، أَوْ تَقْدِيرًا، وَأَكْثَرُهُ : أَنْ لَا يَبْلُغَ أَقَلَّ الْجَهْرِ .

(وَلَا جَهْرَ عَلَى الْمَرْأَةِ) وُجُوبًا، بَلْ تَتَخَيَّرُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السِّرِّ فِي مَوَاضِعِهِ إِذَا لَمْ يَسْمَعْهَا مَنْ يَحْرُمُ اسْتِمَاعُهُ صَوْتَهَا، وَالسِّرُّ أَفْضَلُ لَهَا مُطْلَقًا، (وَيَتَخَيَّرُ الْخُنْثَى بَيْنَهُمَا) فِي مَوْضِعِ الْجَهْرِ إِنْ لَمْ يَسْمَعْهَا الْأَجْنَبِيُّ، وَإِلَّا تَعَيَّنَ الْإِخْفَاتُ، وَرُبَّمَا قِيلَ : بِوُجُوبِ الْجَهْرِ عَلَيْهَا، مُرَاعِيَةً عَدَمَ سَمَاعِ الْأَجْنَبِيِّ مَعَ الْإِمْكَانِ، وَإِلَّا وَجَبَ الْإِخْفَاتُ، وَهُوَ أَحْوَطُ .

مردوں پر واجب ہے صبح اور مغرب و عشاء کی نماز میں حمد و سورہ کو بلند آواز سے پڑھیں اور ظہر و عصر کی نماز میں آہستہ پڑھیں، یہ مشہور فتوی ہے اور حق یہ ہے کہ جہر (بلند آواز) اور اخفات (آہستہ آواز) بطور مطلق متضاد کیفیات ہیں کسی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں تو جہر کی کم ترین حدّ یہ ہوگی کہ جو شخص اس کے قریب ہو وہ اس کو صحیح طرح سن سکے اور وہ آواز پر مشتمل ہو جس کی وجہ سے اسے عرف میں بلند آواز کہا جائے اور اس کی زیادہ مقدار اتنی ہے کہ اسے بہت زیادہ بلند (چیخنا) نہ کہا جائے اور آہستہ پڑھنے کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ خود صحیح طریقے

سے سن سکے یا فرض کے لحاظ سے کہ اگر باآواز پڑھتا تو سن لیتا اور اس کی زیادہ مقدار یہ ہے کہ بلند آواز کی حد تک نہ پہنچے[1]۔

اور عورتوں کے جہر پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کو ان جہر کے موارد میں بلند آواز اور آہستہ میں اختیار ہے جب کوئی اجنبی نہ سن رہا ہو ورنہ اگر کوئی اجنبی سن رہا ہو تو آہستہ آواز سے پڑھنا متعین ہے اور ایک قول ہے کہ اجنبی کے نہ سننے کی رعایت کرکے ممکنہ صورت میں اس کے لیے بھی جہری نمازوں کو بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے ورنہ آہستہ آواز سے پڑھے اور یہی احتیاط کے قریب ہے۔

۲۔قراءت کے مستحبات

(ثُمَّ التَّرْتِيلُ) لِلْقِرَاءَةِ، وَهُوَ لُغَةً : التَّرَسُّلُ فِيهَا، وَالتَّبْيِينِ بِغَيْرِ بَغْيٍ، وَشَرْعًا، قَالَ فِي الذِّكْرَى : هُوَ حِفْظُ الْوُقُوفِ، وَأَدَاءِ الْحُرُوفِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَرِيبٌ مِنْهُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : وَبَيَانُ الْحُرُوفِ، بَدَلَ أَدَائِهَا .

(وَالْوُقُوفُ) عَلَى مَوَاضِعِه، وَهِيَ مَا تَمَّ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ، أَوْ أَحَدُهُمَا، وَالْأَفْضَلُ : التَّامُّ، ثُمَّ الْحَسَنُ، ثُمَّ الْكَافِي، عَلَى مَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي مَحَلِّه وَلَقَدْ كَانَ يُغْنِي عَنْهُ ذِكْرُ التَّرْتِيلِ عَلَى مَا فَسَّرَهُ بِهِ الْمُصَنِّفُ، فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا تَأْكِيدٌ، نَعَمْ : يَحْسُنُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا لَوْ فُسِّرَ التَّرْتِيلُ بِأَنَّهُ : تَبْيِينُ الْحُرُوفِ مِنْ غَيْرِ مُبَالَغَةٍ كَمَا

---

[1]۔ تتمہ : جہاں حمد و سورہ کو بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے اگر عمداً ایک کلمہ بھی آہستہ پڑھے تو نماز باطل ہے اسی طرح جہاں آہستہ حمد و سورہ پڑھنا چاہیئے اگر عمداً ایک کلمہ بھی بلند آواز سے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے۔ جہاں قرائت بلند ہونی چاہیئے وہاں عمداً آہستہ پڑھنے سے اور جہاں آہستہ ہونی چاہیئے وہاں عمداً بلند آواز سے پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن اگر بھولے سے یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا کرے تو نماز صحیح ہے البتہ اگر مسئلہ کو یاد کرنے میں کوتاہی کی ہو تو اعادہ کرے۔

فَسَّرَهُ به فِی الْمُعْتَبَرُ وَالْمُنْتَهَی، أَوْ بَيَانُ الْحُرُوف وَإِظْهَارُهَامِنْ غَيْر مَدٍّ يُشْبِهُ الْغِنَاءَ كَمَا فَسَّرَهُ به فِی النِّهَايَة وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِتَعْرِيف أَهْلِ اللُّغَة .

(وَتَعَمُّد الْإِعْرَابَ) إمَّا بِإِظْهَار حَرَكَاته وبَيَانها بَيَانًا شَافِيًا بحَيْثُ لَا يَنْدَمِجُ بَعْضُهَا فِی بَعْضٍ إلَی حَدٍّ لَا يَبْلُغُ حَدَّ الْمَنْعِ، أَوْ بأَنْ لَا يُكْثِرَ الْوُقُوفَ الْمُوجِبَ لِلسُّكُونِ خُصُوصًا فِی الْمَوْضِعِ الْمَرْجُوحِ، وَمِثْلُهُ حَرَكَةُ الْبِنَاء .

(وَسُؤَالُ الرَّحْمَة وَالتَّعَوُّذُ مِنْ النِّقْمَة) عِنْدَ آيَتَيْهِمَا (مُسْتَحَبٌّ) خَبَرُ التَّرْتيل وَمَا عُطِفَ عَلَيْه .

وَعَطَفَهَا بِثُمَّ الدَّال عَلَی التَّرَاخِی لِمَا بَيْنَ الْوَاجِب وَالنَّدْب مِنْ التَّغَايُر (وَكَذَا) يُسْتَحَبُّ (تَطْوِيلُ السُّورَة فِی الصُّبْحِ) كَهَلْ أَتَی وَعَمَّ، لَا مُطْلَقُ التَّطْوِيل، (وَتَوَسُّطهَا فِی الظُّهْر وَالْعشَاء) كَهَلْ أَتَاک، وَالْأَعْلَی كَذَلِکَ، (وَقَصْرُهَا فِی الْعَصْر وَالْمَغْرِب) بِمَا دُونَ ذَلِکَ .

وَإِنَّمَا أَطْلَقَ وَلَمْ يَخُصَّ التَّفْصِيلَ بِسُوَر الْمُفَصَّل لِعَدَم النَّصِّ عَلَی تَعْيِينه بِخُصُوصه عِنْدَنَا، وَإِنَّمَا الْوَارِدُ فِی نُصُوصِنَا هَذه السُّوَرُ وَأَمْثَالُهَا، لَكِنَّ الْمُصَنِّفَ وَغَيْرَهُ قَيَّدُوا الْأَقْسَامَ بِالْمُفَصَّل، وَالْمُرَادُ به مَا بَعْدَ مُحَمَّدٍ أَوْ الْفَتْحِ، أَوْ الْحُجُرَات، أَوْ الصَّفِّ، أَوْ الصَّافَّات إلَی آخر الْقُرْآن .

وَفِی مَبْدَئه أَقْوَالٌ أُخَرُ أَشْهَرُهَا الْأَوَّلُ، سُمِّيَ مُفَصَّلًا لِكَثْرَة فَوَاصله بِالْبَسْمَلَة بِالْإِضَافَة إلَی بَاقِی الْقُرْآنِ، أَوْ لِمَا فِيه مِنْ الْحُكْمِ الْمُفَصَّل لِعَدَمِ الْمَنْسُوخِ مِنْهُ .

(وَكَذَا يُسْتَحَبُّ) (قَصْرُ السُّورَةِ مَعَ خَوْفِ الضِّيقِ) بَلْ قَدْ يَجِبُ (وَاخْتِيَارُ { هَلْ أَتَى } وَ { هَلْ أَتَاكَ } فِي صُبْحِ الاثْنَيْنِ)، وَصُبْحِ (الْخَمِيسِ) فَمَنْ قَرَأَهُمَا فِي الْيَوْمَيْنِ وَقَاهُ اللَّهُ شَرَّهُمَا، (وَ) سُورَةَ (الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ فِي ظُهْرَيْهَا وَجُمُعَتِهَا) عَلَى طَرِيقِ الاسْتِخْدَامِ، وَرُوِيَ أَنَّ مَنْ تَرَكَهُمَا فِيهَا مُتَعَمِّدًا فَلَا صَلَاةَ لَهُ، حَتَّى قِيلَ بِوُجُوبِ قِرَاءَتِهِمَا فِي الْجُمُعَةِ وَظُهْرِهَا لِذَلِكَ وَحُمِلَتْ الرِّوَايَةُ عَلَى تَأَكُّدِ الاسْتِحْبَابِ جَمْعًا، (وَالْجُمُعَةِ وَالتَّوْحِيدِ فِي صُبْحِهَا) وَقِيلَ : الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ، وَهُوَ مَرْوِيٌّ أَيْضًا، (وَالْجُمُعَةِ وَالْأَعْلَى فِي عِشَاءَيْهَا) : الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَرُوِيَ فِي الْمَغْرِبِ : الْجُمُعَةُ وَالتَّوْحِيدُ، وَلَا مُشَاحَّةَ فِي ذَلِكَ، لِأَنَّهُ مَقَامُ اسْتِحْبَابٍ .

۱۔ قراءت کو ترتیل سے پڑھے، لغت میں ترتیل کا معنی تجاوز کے بغیر واضح کرنا ہے اور شرعیت میں اس کی تعریف ذکری میں ہے کہ حروف کو اداء کرے اور وقف کا لحاظ کرے اور یہی ابن عباس سے مروی ہے اور اسی کے قریب معنی امام علیؑ سے منقول ہے مگر امامؑ نے فرمایا؛ حروف کو بیان کرنا اور واضح پڑھنا[1]۔

۲۔اور وقوف کو اس کے مقام پر انجام دینا اور وہ یہ ہے کہ ایسی جگہوں پر وقف کرے جہاں اس کا لفظ و معنی تمام ہو یا ان میں سے کوئی ایک تمام ہو ان میں سے افضل وقف تامّ پھر

[1]۔ بحار الانوار ج ۸۴. ص ۱۸۸ باب وصف الصلاۃ، تفسیر الصافی، مقدمہ ۱۱ ص ۱۸. حدیث ابن عباس در مجمع البیان (طبع صیدا، ج ۷ ص ۱۶۷) ذیل آیت سورۃ الفرقان: آیت ۳۲: "ورتل القرآن ترتیلا"

وقف حسن پھر وقف کافی ہے[1] جس کو اس کے مناسب مقام (علم تجوید و قراءت) میں بیان کیا گیا، وقف کے بیان سے ترتیل کا ذکر ہونا بے نیاز کرتا ہے جیسا کہ مصنف نے اس کی تفسیر کی تو ان دونوں کو ذکر کرنا تاکید کی خاطر ہے ہاں ان دونوں کو جمع کر کے بیان کرنا تب اچھا تھا اگر ترتیل کی تعریف یہ ہو کہ وہ حروف کو بغیر مبالغے کے واضح پڑھنا جیسا کہ محقق حلی نے معتبر میں اور علامہ حلی نے منتہی میں اس کی تعریف کی ہے، اور بعض نے ترتیل کی تعریف کی کہ وہ حروف کو واضح بیان کرنا اور بغیر ایسی مدّ کے جو غناء کے ساتھ مشابہہ کیے جیسا کہ نہایہ میں ہے اور یہی اہل لغت کی تعریف کے مطابق ہے۔

۳۔اعراب کو ادا کرنا بھی قراءت میں مستحب ہے یا اس کی حرکات کو واضح کر کے پڑھنا اس طرح کہ بعض حرکات دوسری میں اس حدّ تک ملا نہ دے کہ ممنوع کی مقدار تک نہ پہنچے یا وقف زیادہ نہ کرے جو سکون کا موجب ہو خصوصا جہاں وقف کرنا مرجوح ہو اور اسی طرح مبنی کی حرکات کو ادا کرنا ہے[2]۔

---

[1]۔۱)التام: هو الوقوف علی ما لا تعلق له بما بعده لالفظا ولا معنی کما فی أکثر الفواصل، ورؤوس الای الشریفة.۲)الحسن: هوالوقوف علی مایتعلق بمابعده من حیث اللفظ دون المعنی کالحمد لله، فان المعنی تام، لکنه موقوف علی ذکر الصفة وهی: (رب العالمین). ۳)القبیح: هو الوقوف علی ما لا یفید معنی مستقلا کالوقف علی المبتدأ، أو المضاف. ۴) الکافی: هو الوقوف علی ما یتعلق بما بعده من حیث المعنی دون اللفظ کقوله تعالی: (لا ریب فیه)

[2] تتمہ : واجب ہے کہ نماز میں وقف بحرکت نہ کرے۔ وقف بحرکت کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ کے آخری حرکت کا اظہار کرے اور(اسی کے ساتھ)ایک کلمہ اور اس کے بعد والے کلمہ میں فاصلہ دے مثلا اللہ اکبر کی را کو پیش دے یا تھوڑی دیر سکوت کے بعد بسم اللہ شروع کرے۔ البتہ وصل بہ سکون میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ اس کا ترک کرنا بھی بہترہے۔ وصل بہ سکون کا مطلب یہ ہے کہ آخر کلمہ کو زیر و زبر کے بغیر پڑھے اور فورا اس کے بعد والی آیت یا کلمہ کو کہے : (مثلا الرحمٰن الرحیم میں الرحیم کی میم کو ساکن پڑھ کر فورا مالک یوم الدین کہے۔

۴۔قراءت کے دوران رحمت و عذاب کے آیات کے پاس خدا سے رحمت کی دعا کرنا اور عذاب سے پناہ مانگنا مستحب ہے، یہ مستحب ترتیل کی خبر ہے اور ترتیل کو ثم کے ساتھ عطف کیا تاکہ واجب سے مستحب کے مرتبے کا موخر ہونا بیان کرے۔

۵۔ صبح کی نماز میں لمبی سورہ پڑھنا مستحب ہے جیسے ھل اتی، عمّ یتساء لون، نہ بطور مطلق لمبی سورتیں جیسے سورہ بقرہ اور ظہر و عشاء میں متوسط سورہ جیسے ھل اتاک، سورہ اعلی نہ بطور مطلق متوسط، اور عصر و مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا، مصنف نے بطور مطلق یہ بات کہی اور مفصل سوتوں کے ساتھ تفصیل کو خاص نہیں کیا کیونکہ ان کی بالخصوص تعیین کے لیے ہمارے ہاں دلیل نہیں ہے ہماری روایات میں یہ سورتیں اور ان جیسی سورتیں نقل ہوئی ہیں لیکن مصنف اور دیگر علماء نے اقسام کو مفصل سورتوں سے مقید کیا ہے اور ان سے مراد سورت محمد یا فتح یا حجرات یا صف یا یا صافات کے بعد قرآن کریم کے آخر تک کی سورتیں ہیں اور ان کی ابتداء کے متعلق اور بھی اقوال ہیں مشہور ترین یہی پہلا قول ہے انہیں مفصل سورتیں اس لیے کہتے ہیں کہ باقی قرآن کی نسبت بسملہ کے ساتھ ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلے ہیں یا اس لیے کہ ان میں مفصل حکم موجود ہیں کیونکہ ان میں کوئی منسوخ نہیں ہے۔

۶۔اسی طرح وقت تنگ ہونے کا خوف ہو تو چھوٹی سورت پڑھنی مستحب ہے بلکہ کبھی واجب ہو جاتی ہے۔

۷۔اور سورہ ھل اتی اور ھل اتاک کو سوموار اور خمیس کی صبح میں پڑھنا مستحب ہے، پس جس نے ان کو ان دنوں میں پڑھا خدا اسے ان کے شرّ سے محفوظ رکھے گا اور سورہ جمعہ و منافقین کو جمعہ کی نماز اور اس کی ظہر و عصر میں پڑھنا مستحب ہے بلکہ روایت میں ہے کہ جس نے ان نمازوں میں ان کو جان بوجھ کو چھوڑا اس کی نماز ہی نہیں، اسی وجہ سے ان کا جمعہ اور اس دن کی ظہر میں پڑھنا واجب بھی قرار دیا گیا ہے لیکن روایات کو جمع کرتے ہوئے اس روایت کو استحباب موکّد کے معنی میں لیا گیا، اور جمعہ و سورہ توحید کو جمعہ کے دن کی صبح میں

پڑھنا اور ایک قول ہے کہ اس میں سورہ جمعہ و منافقین پڑھے اور وہ بھی روایت میں ہے اور جمعہ کے دن مغرب و عشاء میں سورہ جمعہ و سورہ اعلیٰ پڑھے اور نماز مغرب میں جمعہ اور توحید بھی روایت میں ہے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ استحباب کا مقام ہے۔

۳۔ سجدے والی سورتوں کو فریضہ نماز میں پڑھنے کا حکم

(وَتَحْرُمُ) قِرَاءَةُ (الْعَزِيمَةِ فِي الْفَرِيضَةِ) عَلَى أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ.فَتَبْطُلُ بِمُجَرَّدِ الشُّرُوعِ فِيهَا عَمْدًا لِلنَّهْيِ، وَلَوْ شَرَعَ فِيهَا سَاهِيًا، عَدَلَ عَنْهَا وَإِنْ تَجَاوَزَ نِصْفَهَا، مَا لَمْ يَتَجَاوَزْ مَوْضِعَ السُّجُودِ، وَمَعَهُ فَفِي الْعُدُولِ، أَوْ إِكْمَالِهَا وَالِاجْتِزَاءِ بِهَا، مَعَ قَضَاءِ السُّجُودِ بَعْدَهَا، وَجْهَانِ، فِي الثَّانِي مِنْهُمَا قُوَّةٌ وَمَالَ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى إلَى الْأَوَّلِ، وَاحْتَرَزَ بِالْفَرِيضَةِ عَنْ النَّافِلَةِ، فَيَجُوزُ قِرَاءَتُهَا فِيهَا، وَيَسْجُدُ لَهَا فِي مَحَلِّهِ، وَكَذَا لَوْ اسْتَمَعَ فِيهَا إلَى قَارِئٍ أَوْ سَمِعَ عَلَى أَجْوَدِ الْقَوْلَيْنِ .

وَيَحْرُمُ اسْتِمَاعُهَا فِي الْفَرِيضَةِ فَإِنْ فَعَلَ، أَوْ سَمِعَ اتِّفَاقًا وَقُلْنَا بِوُجُوبِهِ لَهُ أَوْمَأَ لَهَا وَقَضَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَلَوْ صَلَّى مَعَ مُخَالِفٍ تَقِيَّةً فَقَرَأَهَا تَابَعَهُ فِي السُّجُودِ وَلَمْ يَعْتَدَّ بِهَا عَلَى الْأَقْوَى وَالْقَائِلُ بِجَوَازِهَا مِنَّا لَا يَقُولُ بِالسُّجُودِ لَهَا فِي الصَّلَاةِ " فَلَا مَنْعَ مِنْ الِاقْتِدَاءِ بِهِ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ، بَلْ مِنْ حَيْثُ فِعْلُهُ مَا يَعْتَقِدُ الْمَأْمُومُ الْإِبْطَالَ بِهِ .

فریضہ نماز میں ان چار سوروں میں سے کوئی سورہ پڑھنا حرام ہے جن میں سجدہ کی آیت ہے، یہ مشہور تر قول ہے تو اس کو جان بوجھ کو شروع کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور عبادت سے نہی ہونا اس کے باطل ہونے کا سبب ہے، اگر

بھول کر شروع کر دے تو ان کو چھوڑ دے اگرچہ ان کے نصف سے گزر چکا ہو جب تک مقام سجدہ سے نہ گزرے اور اگر مقام سجدہ سے گزر چکا ہو تو آیا انہیں چھوڑ سکتے ہیں یا انہیں کامل کرنا لازم ہے اور وہی کافی ہوں اور نماز کے بعد سجدہ کی قضاء کرے؟ اس میں دو وجہیں ہیں دوسرا قول قوی ہے اور مصنف نے ذکری میں پہلی وجہ کی طرف میلان ظاہر کیا ہے اور فریضہ نماز کہنے سے نافلہ نماز سے پرہیز کیا کہ اس میں سجدے والی سورت پڑھ سکتے ہیں اور جہاں سجدے کی آیت پڑھیں وہیں سجدہ کریں اور اسی طرح اگر کسی پڑھنے والے سے غور سے سنے تو بہترین قول یہی ہے کہ سجدہ کرے اور فریضہ نماز میں آیت سجدہ کو غور سے سننا حرام ہے اگر غور سے سنے یا اتفاقا سن لے اور ہم کہیں کہ اس کے لیے بھی سجدہ واجب ہے تو اس کے لیے اشارہ کرے اور نماز کے بعد اس کی قضا کرے اور اگر مخالف کے ساتھ تقیہ میں نماز پڑھے اور وہ سجدے والی آیت پڑھے تو اس کے ساتھ سجدے میں جائے اور اقوی قول ہے کہ اس نماز پر اکتفانہ کرے بلکہ بعد میں نماز کا اعادہ کرے اور ہم میں سے جو (ابن جنید) فریضہ میں سجدے والی سورت کا پڑھنا جائز کہتے ہیں وہ نماز میں اس کے سجدے کو ادا کرنے کے قائل نہیں ہیں تو اس جہت سے اس کی اقتداء کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس لحاظ سے مشکل ہے کہ اس سجدے کو نماز میں انجام دینا کہ ماموم اس سے نماز کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔

۴۔ مستحب نماز اور یومیہ کے علاوہ واجب نماز میں جہر و اخفات کا حکم

(وَيُسْتَحَبُّ الْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِی نَوَافِلِ اللَّيْلِ، وَالسِّرُّ فِی) نَوَافِلِ (النَّهَارِ) وَكَذَا قِيلَ فِی غَيْرِهَا مِنْ الْفَرَائِضِ، بِمَعْنَى اسْتِحْبَابِ الْجَهْرِ بِاللَّيْلِيَّةِ مِنْهَا، وَالسِّرِّ فِی نَظِيرِهَا نَهَاراً كَالْكُسُوفَيْنِ، أَمَّا مَا لَا نَظِيرَ لَهُ فَالْجَهْرُ مُطْلَقًا كَالْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ،وَالزَّلْزَلَةِ، وَالْأَقْوَى فِی الْكُسُوفَيْنِ ذَلِكَ، لِعَدَمِ اخْتِصَاصِ الْخُسُوفِ بِاللَّيْلِ-

نماز شب میں بلند آواز سے قراءت کرنا اور دن کے نوافل کو آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب ہے اور یومیہ کے علاوہ واجب نمازوں میں بھی اسی طرح کہا گیا یعنی جو رات کو واجب ہوں ان میں بلند آواز سے قراءت کرنا مستحب ہے اور جو دن کو واجب ہوں ان کو آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب ہے جیسے سورج اور چاند گرہن کہ سورج گرہن دن کو اور چاند گرہن رات کو لگتا ہے اور جس واجب نماز کے لیے کوئی مقابل نہ ہو تو ان میں بطور مطلق بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے جیسے جمعہ، عید، زلزلہ اور گرہن میں بھی یہی قوی تر نظریہ ہے کیونکہ چاند گرہن رات سے خاص نہیں، بلکہ دن میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

۵۔ سورت حمد نہ جاننے والے کا حکم

(وَجَاهِلُ الْحَمْدِ يَجِبُ عَلَيْهِ التَّعَلُّمُ) مَعَ إِمْكَانِ وَسَعَةِ الْوَقْتِ (فَإِنْ ضَاقَ الْوَقْتُ قَرَأَ مَا يُحْسِنُ مِنْهَا) أَيْ مِنْ الْحَمْدِ، هَذَا إِذَا سُمِّيَ قُرْآنًا، فَإِنْ لَمْ يُسَمَّ لِقِلَّتِهِ فَهُوَ كَالْجَاهِلِ بِهَا أَجْمَعَ .وَهَلْ يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ، أَوْ يُعَوِّضُ عَنْ الْفَائِتِ ؟ ظَاهِرُ الْعِبَارَةِ الْأَوَّلُ، وَفِي الدُّرُوسِ : الثَّانِي وَهُوَ الْأَشْهَرُ.ثُمَّ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ غَيْرَهَا مِنْ الْقُرْآنِ كَرَّرَ مَا يَعْلَمُهُ بِقَدْرِ الْفَائِتِ، وَإِنْ عَلِمَ فَفِي التَّعْوِيضِ مِنْهَا، أَوْ مِنْهُ قَوْلَانِ مَأْخَذُهُمَا كَوْنُ الْأَبْعَاضِ أَقْرَبَ إِلَيْهَا، وَأَنَّ الشَّيْءَ الْوَاحِدَ لَا يَكُونُ أَصْلًا وَبَدَلًا، وَعَلَى التَّقْدِيرَيْنِ فَيَجِبُ الْمُسَاوَاةُ لَهُ فِي الْحُرُوفِ، وَقِيلَ فِي الْآيَاتِ.وَالْأَوَّلُ أَشْهَرُ .

وَيَجِبُ مُرَاعَاةُ التَّرْتِيبِ بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ، فَإِنْ عَلِمَ الْأَوَّلَ أَخَّرَ الْبَدَلَ أَوْ الْآخِرَ قَدَّمَهُ، أَوْ الطَّرَفَيْنِ وَسَّطَهُ، أَوْ الْوَسَطَ حَفَّهُ بِهِ، وَهَكَذَا وَلَوْ أَمْكَنَهُ الْإِتْمَامُ قَدَّمَ عَلَى ذَلِكَ، لِأَنَّهُ فِي حُكْمِ الْقِرَاءَةِ التَّامَّةِ، وَمِثْلُهُ مَا لَوْ أَمْكَنَ مُتَابَعَةُ قَارِئٍ،

أَوْ الْقِرَاءَةُ مِنْ الْمُصْحَفِ، بَلْ قِيلَ بِإِجْزَائِهِ اخْتِيَاراً، وَالْأَوْلَى اخْتِصَاصُهُ بِالنَّافِلَةِ

.

(فَإِنْ لَمْ يُحْسِنْ) شَيْئًا مِنْهَا (قَرَأَ مِنْ غَيْرِهَا بِقَدْرِهَا) أَيْ بِقَدْرِ الْحَمْدِ حُرُوفًا، وَحُرُوفُهَا مِائَةٌ وَخَمْسَةٌ وَخَمْسُونَ حَرْفًا بِالْبَسْمَلَةِ إِلَّا لِمَنْ قَرَأَ " مَالِك " فَإِنَّهَا تَزِيدُ حَرْفًا، وَيَجُوزُ الِاقْتِصَارُ عَلَى الْأَقَلِّ، ثُمَّ قَرَأَ السُّورَةَ إِنْ كَانَ يُحْسِنُ سُورَةً تَامَّةً وَلَوْ بِتَكْرَارِهَا عَنْهُمَا مُرَاعِيًا فِي الْبَدَلِ الْمُسَاوَاةَ (فَإِنْ تَعَذَّرَ) ذَلِكَ كُلُّهُ وَلَمْ يُحْسِنْ شَيْئًا مِنْ الْقِرَاءَةِ (ذَكَرَ اللَّهَ تَعَالَى بِقَدْرِهَا) أَيْ بِقَدْرِ الْحَمْدِ خَاصَّةً، أَمَّا السُّورَةُ فَسَاقِطَةٌ كَمَا مَرَّ .

وَهَلْ يُجْزِي مُطْلَقُ الذِّكْرِ، أَمْ يُعْتَبَرُ الْوَاجِبُ فِي الْأَخِيرَتَيْنِ ؟ قَوْلَانِ، اخْتَارَ ثَانِيَهُمَا الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى لِثُبُوتِ بَدَلِيَّتِهِ عَنْهَا فِي الْجُمْلَةِ.وَقِيلَ يُجْزِئُ مُطْلَقُ الذِّكْرِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِقَدْرِهَا عَمَلًا بِمُطْلَقِ الْأَمْرِ، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى، وَلَوْ لَمْ يُحْسِنْ الذِّكْرَ قِيلَ وَقَفَ بِقَدْرِهَا لِأَنَّهُ كَانَ يَلْزَمُهُ عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِرَاءَةِ قِيَامٌ وَقِرَاءَةٌ، فَإِذَا فَاتَ أَحَدُهُمَا بَقِيَ الْآخَرُ، وَهُوَ حَسَنٌ .

جو شخص سورہ حمد کو نہ جانتا ہو تو امکانی صورت میں اور وقت وسیع ہونے کی حالت میں اسے سیکھنا واجب ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو جتنی مقدار حمد میں سے اچھی طرح پڑھ سکے پڑھے جب اتنی مقدار ہو کہ اسے قرآن پڑھنا کہا جائے اور اگر بہت کم ہو تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس کو اصلا سورت حمد نہ آتی ہو تو کیا وہ اسی پر انحصار کرے یا جو حصہ رہ جائے اس کا بدل لائے ؟ عبارت سے ظاہر ہے کہ اس پر انحصار کرے اور دروس میں دوسری وجہ کو اختیار کیا ہے اور یہی مشہور تر ہے اور اگر اس کے علاوہ قرآن سے کچھ نہ جانتا ہو تو حمد کی جتنی مقدار یاد

ہو اسے تکرار کرے اور اگر قرآن کی دیگر کچھ مقدار یاد ہو تو آیا اسے سے بدل لائے یا حمد کی یاد مقدار سے اس میں دو قول ہیں؛ان کی دلیل یہ ہے کہ حمد کا بعض حصہ اس حمد کا بدل ہونے کے قریب ہے اور بدل نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حصہ کو اصل اور بدل نہیں بنایا جاسکتا بہر حال بدل لائی جانے والی عبارت کا حروف میں اس کے برابر ہونا واجب ہے اور ایک قول ہے کہ فقط آیات کا برابر ہونا کافی ہے اور پہلی بات مشہور تر ہے اور بدل اور اس چیز میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے جس سے بدل لایا گیا پس اگر شروع سے حمد آتی ہے تو بدل کو آخر میں پڑھے اور اگر حمد آخر سے یاد ہو تو بدل پہلے پڑھے اور اگر حمد شروع اور آخر سے آتی ہو تو بدل کو درمیان میں پڑھے اور اگر حمد صرف درمیان سے یاد ہو تو اس کے شروع اور آخر میں وہ عبارت پڑھے جو اس کے بدلے میں پڑھی جائے اور اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہو تو ناقص قراءت کرنے سے اسے مقدّم کرے کیونکہ وہ کامل قراءت کے حکم میں ہے اور اسی طرح ہے اگر وہ کسی پڑھنے والے کی پیروی میں حمد کو پورا پڑھے یا قرآن کریم کے نسخے سے دیکھ کر پڑھے بلکہ کہا گیا کہ قرآن سے دیکھ کر پڑھنا اس وقت بھی کافی ہے جب اختیار کے ساتھ دیکھے لیکن بہتر ہے کہ یہ حکم نافلہ نماز سے خاص ہے۔

اور اگر سورت حمد میں سے کچھ بھی یاد نہ ہو تو اس کے حروف کی مقدار کے برابر کسی دوسری سورت کو پڑھے، سورت حمد کے حروف بسملہ کو ملا کر ۱۵۵ ہیں مگر جس نے مالک پڑھا تو ایک حرف زیادہ ہوگا اور کم مقدار پر انحصار کرنا جائز ہے اور اس کے بعد جو سورت اچھی طرح یاد ہو کامل طور پر پڑھے، اگرچہ اس کو تکرار کرے ایک مرتبہ حمد کے بدلے میں اور ایک بار سورت کے بدلے میں اور اگر یہ بھی مشکل ہو اور قرآن میں سے کچھ بھی نہ جانتا ہو تو صرف حمد کی مقدار کے برابر ذکر خدا کرے لیکن دوسری سورت کا بدل لانا ساقط ہے۔

آیا ہر قسم کا ذکر کافی ہے یا وہ ذکر کرے جو آخری دو رکعتوں میں ہوتا ہے یعنی تسبیحات اربعہ؟ اس میں دو قول ہیں دوسرے کو مصنف نے ذکری میں اختیار کیا کیونکہ اس کا بعض

صورتوں میں بدل ہونا ثابت ہے اور ایک قول ہے کہ ہر قسم کا ذکر خدا کافی ہے اگرچہ اس کی مقدار کے برابر نہ ہو کیونکہ بدل لانے کا حکم بطور مطلق آیا ہے لیکن پہلی بات بہتر ہے اور اگر کوئی ذکر بھی یاد نہ ہو تو ایک قول ہے کہ ذکر کی مقدار کے برابر ٹھہرے کیونکہ جب قراءت یاد ہوتی تو اتنی دیر قیام کرنا واجب ہوتا تو جب قراءت نہیں آتی تو قیام تو کرے اور یہی بہتر ہے۔

٦۔ سورتوں کے متحد ہونے اور بسملہ کا حکم اور قرآن میں عدم تحریف کی تحقیق

(والضُّحَى وَ { أَلَمْ نَشْرَحْ } سُورَةٌ) واحِدَةٌ (وَالْفيلُ وَالْإِيلَافُ سُورَةٌ) في الْمَشْهُورِ فَلَوْ قَرَأَ إحْدَاهُمَا فِي رَكْعَةٍ، وَجَبَتْ الْأُخْرَى عَلَى التَّرْتِيبِ، وَالْأَخْبَارُ خَالِيَةٌ مِنْ الدَّلَالَةِ عَلَى وَحْدَتِهِمَا وَإِنَّمَا دَلَّتْ عَلَى عَدَمِ إجْزَاءِ إحْدَاهُمَا، وَفِي بَعْضِهَا تَصْرِيحٌ بِالتَّعَدُّدِ مَعَ الْحُكْمِ الْمَذْكُورِ، وَالْحُكْمُ مِنْ حَيْثُ الصَّلَاةُ وَاحِدٌ، وَإِنَّمَا تَظْهَرُ الْفَائِدَةُ فِي غَيْرِهَا.(وَتَجِبُ الْبَسْمَلَةُ بَيْنَهُمَا) عَلَى التَّقْدِيرَيْنِ فِي الْأَصَحِّ لِثُبُوتِهَا بَيْنَهُمَا تَوَاتُرًا، وَكَتْبُهَا فِي الْمُصْحَفِ الْمُجَرَّدِ عَنْ غَيْرِ الْقُرْآنِ حَتَّى النَّقْطِ وَالْإِعْرَابِ، وَلَا يُنَافِي ذَلِكَ الْوَحْدَةَ لَوْ سُلِّمَتْ كَمَا فِي سُورَةِ النَّمْلِ .

سورت ضحیٰ اور الم نشرح ایک سورت ہیں اور سورت فیل اور ایلاف بھی ایک سورت ہیں اور یہ مشہور ہے پس اگر ایک رکعت میں ان میں سے ایک سورت کو پڑھے تو ترتیب کے ساتھ دوسری بھی واجب ہے اور روایات ان کو متحد قرار دینے کی دلالت سے خالی ہیں ان میں تو فقط یہ ہے کہ نماز میں ان میں سے ایک کافی نہیں ہے اور بعض روایات میں تصریح ہے کہ یہ الگ

الگ سورتیں ہیں لیکن نماز میں ان کے پڑھنے کا یہی حکم ہے یعنی نماز میں ان دونوں کو پڑھے اس کا فائدہ دیگر موارد میں ظاہر ہوگا (مثلاً اگر قرآن کی ایک سورت حفظ کرنے کی نذر کی ہو تو ان میں سے ایک کا حفظ کرنا کافی ہوگا)۔

اور بہرحال (چاہے یہ دو سورتیں ہوں یا ایک) ان کے درمیان بسملہ پڑھنا ضروری ہے یہ صحیح تر قول ہے کیونکہ ان کے درمیان بسملہ کا وجود تواتر سے ثابت ہے اور اسے ان دو سورتوں کے درمیان اس مصحف (قرآن کریم کے نسخوں) میں لکھا گیا ہے جس میں قرآن کے علاوہ کچھ نہیں حتی نقطے اور اعراب بھی[1] اور ان میں دو بسملہ کا ہونا ان کے ایک ہونے کے منافی نہیں ہوگا اگر ان کو ایک مان لیا جائے جیسے سورہ نمل میں دو بسملہ ہیں۔

---

[1]۔ قرآن کریم کی حفاظت کا خدا نے ذمہ لیا ہے اور قرآن کریم ابتداء نزول سے آج تک تواتر سے نقل ہوا ہے یعنی اسے ہر دور میں اتنے کثیر مسلمانوں نے حفظ کیا، لکھا اور پڑھا ہے کہ جن سے کسی اشتباہ یا خطا کا امکان باقی نہیں رہتا اس طرح قرآن کریم ہر قسم کی تحریف لفظی اور کمی وزیادتی سے مبرا ہے فریقین کے محققین اسی نظریئے کی تصریح کرتے ہیں اور قرآن کی حقانیت کے سامنے وہ بعض جعلی روایات توان مقاومت نہیں رکھتیں جو اسرائیلیات کے عنوان سے حدیث کی کتابوں میں داخل ہوگئیں قرآن اور اہل بیت قیامت تک ہدایت کا چراغ اور نجات کا سفینہ ہیں جیسا کہ متواتر حدیث نبوی (حدیث ثقلین) میں اس کی خبر غیب دی گئی ہے۔

۵۔رکوع کے احکام

(ثُمَّ يَجِبُ الرُّكُوعُ مُنْحَنِيًا إِلَى أَنْ تَصِلَ كَفَّاهُ) مَعًا (رُكْبَتَيْهِ) فَلَا يَكْفِي وُصُولُهُمَا بِغَيْرِ انْحِنَاءٍ كَالِانْخِنَاسِ مَعَ إِخْرَاجِ الرُّكْبَتَيْنِ، أَوْ بِهِمَا وَالْمُرَادُ بِوُصُولِهِمَا بُلُوغُهُمَا قَدْرًا لَوْ أَرَادَ إِيصَالَهُمَا وَصَلَتَا، إِذْ لَا يَجِبُ الْمُلَاصَقَةُ، وَالْمُعْتَبَرُ وُصُولُ جُزْءٍ مِنْ بَاطِنِهِ لَا جَمِيعِهِ، وَلَا رُءُوسِ الْأَصَابِعِ (مُطْمَئِنًّا) فِيهِ بِحَيْثُ تَسْتَقِرُّ الْأَعْضَاءُ (بِقَدْرِ وَاجِبِ الذِّكْرِ) مَعَ الْإِمْكَانِ .

(وَ) الذِّكْرُ الْوَاجِبُ (هُوَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، أَوْ سُبْحَانَ اللَّهِ ثَلَاثًا) لِلْمُخْتَارِ، (أَوْ مُطْلَقُ الذِّكْرِ لِلْمُضْطَرِّ)، وَقِيلَ يَكْفِي الْمُطْلَقُ مُطْلَقًا وَهُوَ أَقْوَى، لِدَلَالَةِ الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ عَلَيْهِ، وَمَا وَرَدَ فِي غَيْرِهَا مُعَيَّنًا غَيْرُ مُنَافٍ لَهُ لِأَنَّهُ بَعْضُ أَفْرَادِ الْوَاجِبِ الْكُلِّيِّ تَخْيِيرًا، وَبِهِ يَحْصُلُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ مَا لَوْ قَيَّدْنَاهُ، وَعَلَى تَقْدِيرِ تَعَيُّنِهِ فَلَفْظُ " وَبِحَمْدِهِ " وَاجِبٌ أَيْضًا تَخْيِيرًا لَا عَيْنًا، لِخُلُوِّ كَثِيرٍ مِنْ الْأَخْبَارِ عَنْهُ، وَمِثْلُهُ الْقَوْلُ فِي التَّسْبِيحَةِ الْكُبْرَى مَعَ كَوْنِ بَعْضِهَا ذِكْرًا تَامًّا.وَمَعْنَى سُبْحَانَ رَبِّي تَنْزِيهًا لَهُ عَنْ النَّقَائِصِ، وَهُوَ مَنْصُوبٌ عَلَى الْمَصْدَرِ بِمَحْذُوفٍ مِنْ جِنْسِهِ، وَمُتَعَلِّقُ الْجَارِّ فِي " وَبِحَمْدِهِ " هُوَ الْعَامِلُ الْمَحْذُوفُ، وَالتَّقْدِيرُ سَبَّحْتُ اللَّهَ تَسْبِيحًا وَسُبْحَانًا وَسَبَّحْتُهُ بِحَمْدِهِ.أَوْ بِمَعْنَى وَالْحَمْدُ لَهُ، نَظِيرُ { مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ } أَيْ وَالنِّعْمَةُ لَهُ، (وَرَفْعُ

الرَّأْسِ مِنْهُ)، فَلَوْ هَوَى مِنْ غَيْرِ رَفْعٍ بَطَلَ مَعَ التَّعَمُّدِ، وَاسْتَدْرَكَهُ مَعَ النِّسْيَانِ، (مُطْمَئِنًّا) وَلَا حَدَّ لَهَا، بَلْ مُسَمَّاهَا فَمَا زَادَ بِحَيْثُ لَا يَخْرُجُ بِهَا عَنْ كَوْنِهِ مُصَلِّيًا .

پھر قرائت کے بعد رکوع واجب ہے یعنی اتنا جھکے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زانووں پہنچ جائیں اور ان کا گھٹنوں پہنچ جانا بغیر جھکے کافی نہیں ہے جیسے ٹیڑھا ہو کر گھٹنوں کو آگے کرے ہاتھ پہنچالے اور ہتھیلیاں وہاں پہنچنے سے مراد ان کے برابر پہنچنا ہے کہ اگر ان کو چھونا چاہے تو چھو سکے لیکن ان زانووں سے ملانا واجب نہیں اور ہتھیلی کا اندرونی حصہ وہاں پہنچنا معتبر ہے نہ پورا ہاتھ اور نہ فقط انگلیوں کے سرے، اور امکانی صورت میں بدن کا سکون و آرام کی حالت میں ہونا ضروری ہے جب واجب ذکر پڑھے، اور رکوع کا واجب ذکر ہے؛ ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم و بحمده یا تین مرتبہ سبحان الله، جو شخص یہ پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو اور جو مضطر اور مجبور ہو اس کے کوئی بھی ذکر خدا کافی ہے اور ایک قول ہے کہ بطور مطلق (سب کے لیے) ہر قسم کا ذکر خدا کافی ہے اور یہ قوی تر ہے کیونکہ صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں اور جن روایات میں رکوع کے ذکر کو معین کیا گیا ہے وہ ان صحیح روایات کے مخالف نہیں کیونکہ وہ واجب کلی کے تخییری افراد میں سے بعض کو بیان کیا گیا ہے، اور اس طرح روایات کے درمیان جمع ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم رکوع کے ذکر کو معین کر دیں تو جمع روایات نہ گی، اور اگر رکوع کے ذکر کو معین فرض کر لیں تو لفظ (وبحمدہ) بھی تخییر کے طور پر واجب ہے نہ واجب عینی کیونکہ بہت سی روایات اس سے خالی ہیں یہی حال بڑی تسبیح (سبحان ربی العظیم) میں ہے کیونکہ اس کا بعض حصہ کامل ذکر ہے۔

اور سبحان ربّی کا معنی ہے کہ خدا تعالی ہر قسم کے نقص و کمی سے پاک ہے اور وہ مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس کے لفظ سے فعل محذوف ہے اور حرف جرّ کا متعلق

بھی وہی عامل محذوف ہے اصل میں ہے؛ سبحت اللہ تسبیحا و سبحانا و سبحتہ بحمدہ، یا الحمد لہ کے معنی میں ہے اور اس کے لیے شاہد مثال قرآن میں ہے؛ماانت بنعمۃ ربّک بمجنون یعنی النعمۃ لہ۔

اور رکوع سے سر اٹھانا ضروری ہے پس اگر سر اٹھائے بغیر سجدے کے لیے چلا جائے تو اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہو تو نماز باطل ہے اور اگر بھول گیا ہو تو اس کا تدارک کرے اور سکون کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اس کی کوئی معین حدّ نہیں بلکہ اس کا نام بولا جانا ہی کافی ہے اس سے جتنی مقدار زیادہ ہو لیکن اتنا زیادہ نہ رکے کہ نمازی ہونے سے نکل جائے۔

رکوع کے مستحبات

(وَيُسْتَحَبُّ التَّثْلِيثُ فِى الذِّكْرِ) الْأَكْبَرِ (فَصَاعِداً) إلَى مَا لَا يَبْلُغُ السَّأَمَ، فَقَدْ عُدَّ عَلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ سِتُّونَ تَسْبِيحَةً كُبْرَى إلَّا أَنْ يَكُونَ إمَامًا فَلَا يَزِيدُ عَلَى الثَّلَاثِ إلَّا مَعَ حُبِّ الْمَأْمُومِينَ الْإِطَالَةَ.وَفِى كَوْنِ الْوَاجِبِ مَعَ الزِّيَادَةِ عَلَى مَرَّةٍ الْجَمِيعُ، أَوْ الْأُولَى مَا مَرَّ فِى تَسْبِيحِ الْأَخِيرَتَيْنِ.وَأَنْ يَكُونَ الْعَدَدُ (وِتْراً) خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، أَوْ مَا زَادَ مِنْهُ، وَعُدَّ السِّتِّينَ لَا يُنَافِيهِ، لِجَوَازِ الزِّيَادَةِ مِنْ غَيْرِ عَدٍّ، أَوْ بَيَانِ جَوَازِ الْمُزْدَوِجِ (وَالدُّعَاءُ أَمَامَهُ) أَيْ أَمَامَ الذِّكْرِ بِالْمَنْقُولِ وَهُوَ اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ إلَى آخِرِهِ (وَتَسْوِيَةُ الظَّهْرِ) حَتَّى لَوْ صُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ لَمْ يَزُلْ لِاسْتِوَائِهِ (وَمَدُّ الْعُنُقِ) مُسْتَحْضِراً فِيهِ : آمَنْتُ بِكَ وَلَوْ ضُرِبَتْ عُنُقِى (وَالتَّجْنِيحُ) بِالْعَضُدَيْنِ وَالْمِرْفَقَيْنِ بِأَنْ يُخْرِجَهُمَا عَنْ مُلَاصَقَةِ جَنْبَيْهِ، فَاتِحًا إبْطَيْهِ كَالْجَنَاحَيْنِ (وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ) عَلَى عَيْنَيْ (الرُّكْبَتَيْنِ) حَالَةَ الذِّكْرِ أَجْمَعَ،مَالِئًا كَفَّيْهِ مِنْهُمَا(وَالْبَدْأَةُ)فِى الْوَضْعِ (بِالْيُمْنَى) حَالَةَ كَوْنِهِمَا

(مُفَرَّجَتَيْنِ) غَيْرَ مَضْمُومَتَيْ الْأَصَابِعِ (وَالتَّكْبِيرُ لَهُ) قَائِمًا قَبْلَ الْهُوِيِّ (رَافِعًا يَدَيْهِ إلَى حِذَاءِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) كَغَيْرِهِ مِنْ التَّكْبِيرَاتِ .

(وَقَوْلُ:سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) إلَى آخِرِهِ (فِي) حَالِ (رَفْعِهِ) مِنْهُ، (مُطْمَئِنًّا)، وَمَعْنَى سَمِعَ هُنَا اسْتَجَابَ تَضْمِينًا.وَمِنْ ثَمَّ عَدَّاهُ بِاللَّامِ كَمَا عَدَّاهُ بِإِلَى فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : { لَا يَسَّمَّعُونَ إلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى } لِمَا ضَمَّنَهُ مَعْنَى يَصْغُونَ، وَإِلَّا فَأَصْلُ السَّمَاعِ مُتَعَدٍّ بِنَفْسِهِ وَهُوَ خَبَرٌ مَعْنَاهُ الدُّعَاءُ، لَا ثَنَاءٌ عَلَى الْحَامِدِ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَرْكَعَ وَيَدَاهُ تَحْتَ ثِيَابِهِ)، بَلْ تَكُونَانِ بَارِزَتَيْنِ، أَوْ فِي كُمَّيْهِ، نَسَبَهُ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى إلَى الْأَصْحَابِ لِعَدَمِ وُقُوفِهِ عَلَى نَصٍّ فِيهِ.

۱۔رکوع کے بڑے ذکر کو تین بار یا اس سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے یہاں تک کہ تھکاوٹ کی حد تک نہ پہنچے اور امام صادقؑ کے ذکر کے شمار کیا گیا آپ نے بڑی تسبیح کو ساٹھ (۶۰) بار پڑھا مگر کوئی پیش نماز ہو تو تین سے زیادہ نہ پڑھے مگر اقتداء کرنے والے رکوع کے ذکر کو طول دینے کو پسند کرتے ہوں، اور جب ایک سے زیادہ بار پڑھے تو سب کا سب واجب ہو گا یا فقط پہلی تسبیح،اس کی بحث تسبیحات اربعہ کے ذیل میں گزر چکی۔

۲۔ تسبیح کے اضافے کا عدد طاق ہونا چاہیے پانچ یا سات یا نو وغیرہ، اور ساٹھ کا عدد اس کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس کو شمار کیے بغیر اضافہ کرنا جائز ہے یا اس لیے کہ عدد جفت کے اضافے کے جائز ہونے کو بیان کرنا مقصود ہو۔

۳۔ذکر رکوع سے پہلے منقول دعاء پڑھنا اور وہ ہے؛ اللهمّ لک رکعت، ولک أسلمت، وبک آمنت، وعلیک توکّلت، وأنت ربّی، خشع لک قلبی وسمعی

وبصری وشعری وبشری ولحمی ودمی ومخّی وعصبی وعظامی وما أقلّته قدمای، غیر مستنکفٍ ولا مستکبرٍ ولا مستحسرٍ[۱]۔

۴۔پیٹھ کو اس طرح سیدھا کرے کا اگر اس پر پانی گرایا جائے تو وہ اس کے برابر ہونے کی وجہ سے اس پر ٹھہر جائے۔

۵۔ گردن کو پھیلانا اور اس وقت ذہن میں اس مطلب کو یاد کرے کہ خدایا میں تجھ پر ایمان لایا چاہے میری گردن چلی جائے۔

۶۔ بازو اور کہنیوں سے پر پھیلانے کی کیفیت بنانا یعنی ان کو پہلوؤں سے ملانے کی کیفیت سے نکالے اور بغل کر کھلا رکھے۔

۷۔ذکر کے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھے۔

۸۔ پہلے دائیں ہاتھ کو زانو پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں۔

۹۔اور جھکنے سے پہلے حالت قیام میں تکبیر کہے اور ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرے جیسے دیگر تکبیروں کے وقت اسی طرح ہاتھوں کو بلند کرنا مستحب ہے۔

۱۰۔اور جب رکوع سے سر اٹھالے اور بدن سکون سے ٹھہر جائے تو کہے؛سمع الله لمن حمده،الحمد لله رب العالمین آخر تک، اور یہاں لفظ سمع،استجاب کے معنی کو متضمن اور شامل ہے ،اسی لیے اسے لام کے ساتھ متعدی کیا گیا جیسے آیت (لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى) میں اسے الی کے ساتھ متعدی کیا گیا؛کیونکہ یہاں وہ یصغون کے معنی کو متضمن ہے

---

[۱]۔ الکافی۳: ۳۱۹ الصلاۃ ب ۲۴،ح۱، التہذیب ۲: ۷۷ / ۲۸۹، الوسائل ۶: ۲۹۵ إبواب الرکوع ب ۱ ح ۱، جامع إحادیث الشیعۃ ۵: ۴۳۳|۸۲۲۹ باب ۲ کیفیۃ الرکوع۔

ورنہ خود سمع معتدی ہے اور یہ جملہ خبر یہ ہے جس کا معنی دعاء ہے نہ خدا کی ثناء کے معنی میں ہے۔

اور مکروہ ہے کہ رکوع کے وقت اس کے ہاتھ کپڑوں کے نیچے ہوں بلکہ انہیں ظاہر ہونا چاہیے یا آستینوں میں ہوں، مصنف نے ذکری میں اس کی نسبت علماء کی طرف دی ہے کیونکہ ان کو کوئی روایت اس مطلب پر نہیں ملی۔

۶۔دو سجدے

ثُمَّ تَجِبُ سَجْدَتَانِ (عَلَى الْأَعْضَاءِ السَّبْعَةِ) الْجَبْهَةِ وَالْكَفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَإِبْهَامَيْ الرِّجْلَيْنِ، وَيَكْفِي مِنْ كُلٍّ مِنْهَا مُسَمَّاهُ حَتَّى الْجَبْهَةِ عَلَى الْأَقْوَى.وَلَا بُدَّ مَعَ ذَلِكَ مِنْ الِانْحِنَاءِ إِلَى مَا يُسَاوِي مَوْقِفَهُ أَوْ يَزِيدُ عَلَيْهِ، أَوْ يَنْقُصُ عَنْهُ بِمَا لَا يَزِيدُ عَنْ مِقْدَارِ أَرْبَعِ أَصَابِعَ مَضْمُومَةً (قَائِلًا فِيهِمَا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ، أَوْ مَا مَرَّ) مِنْ الثَّلَاثَةِ الصُّغْرَى اخْتِيَاراً، أَوْ مُطْلَقِ الذِّكْرِ اضْطِرَاراً، أَوْ مُطْلَقًا عَلَى الْمُخْتَارِ(مُطْمَئِنًّا بِقَدْرِهِ) اخْتِيَاراً (ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ) بِحَيْثُ يَصِيرُ جَالِسًا، لَا مُطْلَقُ رَفْعِهِ (مُطْمَئِنًّا) حَالَ الرَّفْعِ بِمُسَمَّاهُ .

پھر سات اعضاء پر دو سجدے واجب ہیں، اور وہ درج ذیل ہیں؛ا۔پیشانی،۳،۲۔دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں،۴، ۵۔دونوں گھٹنے،۶، ۷۔دونوں پیروں کے انگوٹھوں کے سرے، اور ان میں سے ہر ایک کا اتنا زمین پر لگانا ضروری ہے کہ کہا جائے کہ انہیں زمین پر رکھا ہے حتیٰ پیشانی کے لیے بھی یہی ہے، قوی تر قول کی بناء پر یہ حکم ہے اور اس کے ساتھ اتنا جھکنا ضروری ہے کہ وہ اس طرح زمین پر ان اعضاء کو رکھ دے کہ سجدہ کرنا کہا جائے اور وہ زمین سے چار ملی ہوئی انگلیوں سے زیادہ بلند نہ ہو اور ان سجدوں میں یہ پڑھے؛سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ، یا تین بار سبحان اللہ کہے اختیاری حالت میں یا اضطراری حالت میں جو بھی ذکر خدا کرے یا مختار کے لیے لیے بھی ہر ذکر کی اجازت ہے اس کی بحث رکوع کے ذکر میں گزر چکی، اور رکوع کے ذکر کے وقت بدن کو سکون میں رکھے پھر اس طرح سر اٹھائے کہ بیٹھ جائے

نہ فقط سر اٹھانے پر اکتفا کرے او بیٹھ کر بھی بدن کو ساکن کرے اور سر اٹھانے کی مقدار کے لیے اس کے نام کا بولا جانا کافی ہے۔

سجدے کے مستحبات

(وَيُسْتَحَبُّ الطُّمَأْنِينَةُ)بِضَمِّ الطَّاءِ(عَقِيبَ)السَّجْدَةِ (الثَّانِيَةِ)وَهِيَ الْمُسَمَّاةُ بِجِلْسَةِ الِاسْتِرَاحَةِ اسْتِحْبَابًا مُؤَكَّدًا، بَلْ قِيلَ بِوُجُوبِهَا.(وَالزِّيَادَةُ عَلَى) الذِّكْرِ (الْوَاجِبِ) بِعَدَدٍ وِتْرٍ، وَدُونَهُ غَيْرُهُ (وَالدُّعَاءُ) أَمَامَ الذِّكْرِ اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ إلَى آخِرِهِ (وَالتَّكْبِيرَاتُ الْأَرْبَعُ) لِلسَّجْدَتَيْنِ إحْدَاهُمَا بَعْدَ رَفْعِهِ مِنْ الرُّكُوعِ مُطْمَئِنًّا فِيهِ وَثَانِيَتُهَا بَعْدَ رَفْعِهِ مِنْ السَّجْدَةِ الْأُولَى جَالِسًا مُطْمَئِنًّا، وَثَالِثَتُهَا قَبْلَ الْهُوِيِّ إلَى الثَّانِيَةِ كَذَلِكَ، وَرَابِعَتُهَا بَعْدَ رَفْعِهِ مِنْهُ مُعْتَدِلًا، (وَالتَّخْوِيَةُ لِلرَّجُلِ) بَلْ مُطْلَقُ الذَّكَرِ إمَّا فِي الْهُوِيِّ إلَيْهِ بِأَنْ يَسْبِقَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يَهْوِي بِرُكْبَتَيْهِ لِمَا رُوِيَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ إذَا سَجَدَ يَتَخَوَّى كَمَا يَتَخَوَّى الْبَعِيرُ الضَّامِرُ يَعْنِي بُرُوكَهُ، أَوْ بِمَعْنَى تَجَافِي الْأَعْضَاءِ حَالَةَ السُّجُودِ بِأَنْ يَجْنَحَ بِمِرْفَقَيْهِ وَيَرْفَعَهُمَا عَنْ الْأَرْضِ، وَلَا يَفْتَرِشَهُمَا كَافْتِرَاشِ الْأَسَدِ، وَيُسَمَّى هَذَا تَخْوِيَةً لِأَنَّهُ إلْقَاءُ الْخَوِيِّ بَيْنَ الْأَعْضَاءِ، وَكِلَاهُمَا مُسْتَحَبٌّ لِلرَّجُلِ، دُونَ الْمَرْأَةِ،بَلْ تَسْبِقُ فِي هُوِيِّهَا بِرُكْبَتَيْهَا، وَتَبْدَأُ بِالْقُعُودِ، وَتَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهَا حَالَتَهُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ، وَكَذَا الْخُنْثَى لِأَنَّهُ أَحْوَطُ وَفِي الذِّكْرَى سَمَّاهَا تَخْوِيَةً كَمَا ذَكَرْنَاهُ (وَالتَّوَرُّكُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ) بِأَنْ يَجْلِسَ عَلَى وَرِكِهِ الْأَيْسَرِ، وَيُخْرِجَ رِجْلَيْهِ جَمِيعًا مِنْ تَحْتِهِ، جَاعِلًا رِجْلَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْأَرْضِ وَظَاهِرَ قَدَمِهِ الْيُمْنَى عَلَى بَاطِنِ الْيُسْرَى

وَيُفْضِي بِمَقْعَدَتِهِ إِلَى الْأَرْضِ، هَذَا فِي الذَّكَرِ، أَمَّا الْأُنْثَى فَتَرْفَعُ رُكْبَتَيْهَا، وَتَضَعُ بَاطِنَ كَفَّيْهَا عَلَى فَخِذَيْهَا مَضْمُومَتَيْ الْأَصَابِعِ .

سجدہ میں چند چیزیں مستحب ہیں :

۱۔ دوسرے سجدے کے بعد سکون سے بیٹھنا کہ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں اور اس کے استحباب کی تاکید کی گئی ہے بلکہ ایک قول میں اسے واجب قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ واجب ذکر پر طاق عدد کے لحاظ سے ذکر کا اضافہ کرنا۔

۳۔ ذکر سے پہلے یہ دعاء پڑھنا؛ اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک أسلمت وعليک توکلت وأنت ربی سجد لک سمعی وبصری وشعری وعصبی ومخی وعظامی سجد وجهی الفانی البالی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله أحسن الخالقين[1]۔

۴۔ دو سجدوں کے لیے چار تکبیریں؛ ایک تو رکوع سے سر اٹھانے کے بعد جب جسم ساکن ہو جائے تو سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہے، دوسری تکبیر سجدہ اول کے بعد بیٹھ کر اور تیسری تکبیر دوسرے سجدے میں جانے سے پہلے اور چوتھی تکبیر دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد کہے۔

۵۔ مرد کے لیے تخویہ کرنا مستحب ہے اس کے دو معنی ہیں، ۱۔ مرد پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے پھر گھٹنوں کو کیونکہ نقل ہوا ہے کہ امام علیؑ جب سجدہ فرماتے تھے تو اس طرح جھکتے تھے جیسے ایک لاغر اونٹ بیٹھتے وقت جھکتا ہے یا ۲۔ اعضاء کو سجدے میں اس طرح زمین پر رکھے کہ کہنیاں پھیلادے اور ان کو زمین سے اٹھالے اور شیر کی بالکل زمین سے نہ چمٹ

---

[1]۔ الکافی ۳۲۱/۱ : ۳، التہذیب ۷۹/۲۹۵ : ۲، الوسائل ۹۵۱ : ۴ ابواب السجود ب ۲ ح ۱۔

جائے اور اسے تخویہ اس لیے کہتے ہیں کہ اعضاء کے درمیان خلا چھوڑ دیا جاتا ہے، بہر حال مرد کے لیے دونوں چیزیں مستحب ہیں لیکن عورتیں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھیں اور بیٹھ جائے اور سجدے میں بالکل زمین سے بازووں کو لگا دے کیونکہ یہ پردے کے لحاظ سے بہتر ہے اور خنثی کے لیے بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ زیادہ احتیاط ہے، اور ذکری میں اسے تخویہ کا نام دیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

۶۔ دو سجدوں کے درمیان تورّک مستحب ہے؛ یعنی سجدہ کے بعد بائیں ران پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کی پشت کو بائیں پیر کے تلوے پر رکھے اور مقعد کو زمین پر لگا دے، یہ مرد کے لیے ہے لیکن عورت گھٹنے کو بلند کرے اور ہتھیلیوں کے اندرونی حصے انگلیاں ملا کر رانوں کے نیچے قرار دے[۱]۔

---

[۱]۔ تتمہ: ۱) جس چیز پر سجدہ صحیح ہے اس پر پیشانی کے علاوہ ناک کو بھی رکھنا مستحب ہے، ۲) سجدہ میں دعاء کرے خدا سے اپنی حاجتوں کو طلب کرے اور ایک دعا یہ ہے: یاخیرالمسئولین ویاخیرالمعطین ارزقنی وارزق عیالی من فضلک فانک ذوالفضل العظیم، ترجمہ: اے بہترین ذات کہ جس سے لوگ اپنی حاجتوں کو طلب کرتے ہیں اور اے بہترین عطا کرنے والے اپنے فضل وکرم سے مجھے اور میرے عیال کو رزق دے کیونکہ تو ہی فضل عظیم کا مالک ہے ۔، ۳) پہلے سجدے کے بعد جب بدن ساکن ہو جائے تو کہیں "استغفراللہ ربی واتوب الیہ" ۴) سجدہ کو طول دے اور تسبیح وحمد وذکر کرے محمد و آل محمد پر درود بھیجنا، ۵) اٹھتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین سے اٹھائے اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو۔

۷۔تشہد اور اسکے احکام

(ثُمَّ يَجِبُ التَّشَهُّدُ : عَقِبَ) الرَّكْعَة (الثَّانِيَة) الَّتِى تَمَامُهَا الْقِيَامُ مِنْ السَّجْدَة الثَّانِيَة، (وكَذَا) يَجِبُ (آخرَ الصَّلَاة) إذَا كَانَتْ ثُلَاثِيَّةً، أَوْ رُبَاعِيَةً (وَهُوَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّد وَآل مُحَمَّد)، وَإِطْلَاقُ التَّشَهُّد عَلَى مَا يَشْمَلُ الصَّلَاةَ عَلَى مُحَمَّد وَآله إمَّا تَغْلِيبٌ، أَوْ حَقِيقَةٌ شَرْعِيَّةٌ، وَمَا اخْتَارَهُ من صيغَته أَكْمَلُهَا، وَهِيَ مُجْزِيَةٌ بِالْإِجْمَاع، إلَّا أَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَيِّن عنْدَ الْمُصَنِّف، بَلْ يَجُوزُ عنْدَهُ حَذْفُ " وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ "، وَلَفْظَة عَبْدُهُ، مُطْلَقًا، أَوْ مَعَ إضَافَة الرَّسُول إلَى الْمُظْهَر وَعَلَى هَذَا فَمَا ذُكرَ هُنَا يَجِبُ تَخْيِيرًا كَزِيَادَة التَّسْبِيح، وَيُمْكنُ أَنْ يُرِيدَ انْحصَارَهُ فيه لدَلَالَة النَّصِّ الصَّحِيح عَلَيْه، وَفِي الْبَيَان تَرَدُّدٌ فِي وُجُوب مَا حَذَفْنَاهُ، ثُمَّ اخْتَارَ وُجُوبَهُ تَخْيِيرًا .وَيَجِبُ التَّشَهُّدُ (جَالسًا مُطْمَئنًّا بِقَدْرِه، وَيُسْتَحَبُّ التَّوَرُّكُ) حَالَتَهُ كَمَا مَرَّ (وَالزِّيَادَةُ فِي الثَّنَاء وَالدُّعَاء) قَبْلَهُ، وَفِي أَثْنَائه وبَعْدَهُ بِالْمَنْقُول

پھر نماز کی دوسری رکعت کے بعد کہ وہ دوسرے سجدے کے بعد پوری ہوتی ہے، تشہد واجب ہے،اسی طرح نماز مغرب وعشاء ظہروعصر کی آخری رکعت میں بھی تشہد واجب ہے،اور تشہد یہ ہے؛(أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ

مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ اللَّھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ)اور اس سب کو تشہد کہنا جبکہ اس میں محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھی ہے یا شہادتین کو غلبہ دیا گیا ہے یا یہ حقیقت شرعیہ ہے یعنی شریعت کی اصطلاح ہے اور شہید اول نے تشہد کا صیغہ اختیار کیا یہ کامل ترین ہے اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ کافی ہے مگر یہ مصنف کے نزدیک متعین نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک وحدہ لاشریک لہ کو اور عبدہ کو بطور مطلق یا لفظ رسول کو اسم ظاہر کی طرف اضافت دیتے ہوئے چھوڑنا جائز ہے تو اس بناء پر جو صیغہ یہاں ذکر ہوا وہ واجب تخییری ہے جیسے تسبیحات کا اضافہ، اور ممکن ہے کہ اس کا اسی صیغے میں منحصر ہونا مراد ہو کیونکہ اس پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں اور بیان میں اس چیز کے وجوب میں تردد کیا ہے جسے ہم نے چھوڑا پھر اس کے وجوب تخییری کو اختیار کیا ہے۔

تشہد بیٹھ کر پڑھنا واجب ہے جب بدن ساکن ہو۔

اور اس میں تورّک (بائیں ران پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھنا) مستحب ہے اور اس سے پہلے، اس کے دوران اور اس کے بعد منقول حمد و دعاء پڑھنا بھی مستحب ہے[1]۔

---

[1]۔ تشہد سے پہلے "الحمد للہ" یا "بسم اللہ و باللہ والحمد للہ وخیر الاسماء للہ" کہنا اور آخر میں؛ وتقبل شفاعتہ وارفع درجتہ، یعنی پروردگار! رسول اکرمؐ کی شفاعت کو قبول فرما اور ان کے درجہ کو بلند فرما کہنا اور ہاتھوں کو ران پر رکھنا اور انگلیوں کو ملا کر رکھنا اور اپنی گود میں نظر کرنا مستحب ہے۔

۸۔ نماز کے سلام کے احکام

(ثُمَّ يَجِبُ التَّسْلِيمُ) عَلَى أَجْوَدِ الْقَوْلَيْنِ عِنْدَهُ، وَأَحْوَطِهِمَا عِنْدَنَا (وَلَهُ عِبَارَتَانِ : السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ) مُخَيَّرًا فِيهِمَا (وَبِأَيِّهِمَا بَدَأَ كَانَ هُوَ الْوَاجِبُ) وَخَرَجَ بِهِ مِنْ الصَّلَاةِ (وَاسْتُحِبَّ الْآخَرُ).أَمَّا الْعِبَارَةُ الْأُولَى فَعَلَى الِاجْتِزَاءِ بِهَا، وَالْخُرُوجِ بِهَا مِنْ الصَّلَاةِ دَلَّتْ الْأَخْبَارُ الْكَثِيرَةُ، وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَمُخْرِجَةٌ بِالْإِجْمَاعِ، نَقَلَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ.وَفِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ تَقْدِيمُ الْأَوَّلِ مَعَ التَّسْلِيمِ الْمُسْتَحَبِّ، وَالْخُرُوجُ بِالثَّانِي، وَعَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى وَالْبَيَانِ، وَأَمَّا جَعْلُ الثَّانِي مُسْتَحَبًّا كَيْفَ كَانَ كَمَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيلٌ وَاضِحٌ .

وَقَدْ اخْتَلَفَ فِيهِ كَلَامُ الْمُصَنِّفِ فَاخْتَارَهُ هُنَا وَهُوَ مِنْ آخِرِ مَا صَنَّفَهُ، وَفِي الرِّسَالَةِ الْأَلْفِيَّةِ وَهِيَ مِنْ أَوَّلِهِ، وَفِي الْبَيَانِ أَنْكَرَهُ غَايَةَ الْإِنْكَارِ فَقَالَ بَعْدَ الْبَحْثِ عَنْ الصِّيغَةِ الْأُولَى : وَأَوْجَبَهَا بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَخَيَّرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ " السَّلَامُ عَلَيْكُمْ "، وَجَعَلَ الثَّانِيَةَ مِنْهُمَا مُسْتَحَبَّةً، وَارْتَكَبَ جَوَازَ " السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ " بَعْدَ السَّلَامِ عَلَيْكُمْ .وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ فِي خَبَرٍ، وَلَا مُصَنَّفٍ .بَلْ الْقَائِلُونَ بِوُجُوبِ التَّسْلِيمِ وَاسْتِحْبَابِهِ يَجْعَلُونَهَا مُقَدَّمَةً عَلَيْهِ، وَفِي

الذِّکْرَی نَقَلَ وُجُوبَ الصِّيغَتَيْنِ تَخْيِيراً عَنْ بَعْضِ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَقَالَ إِنَّهُ قَوِیٌّ مَتِينٌ إِلَّا أَنَّهُ لَا قَائِلَ بِهِ مِنْ الْقُدَمَاءِ .وَكَيْفَ يَخْفَى عَلَيْهِمْ مِثْلُهُ لَوْ كَانَ حَقًّا .

ثُمَّ قَالَ : إِنَّ الِاحْتِيَاطَ لِلدِّينِ الْإِتْيَانُ بِالصِّيغَتَيْنِ جَمِيعًا بَادِئًا بِالسَّلَامِ عَلَيْنَا، لَا بِالْعَكْسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ بِهِ خَبَرٌ مَنْقُولٌ، وَلَا مُصَنَّفٌ مَشْهُورٌ سِوَى مَا فِی بَعْضِ كُتُبِ الْمُحَقِّقِ، وَيَعْتَقِدُ نَدْبِيَّةَ السَّلَامِ عَلَيْنَا، وَوُجُوبَ الصِّيغَةِ الْأُخْرَی، وَمَا جَعَلَهُ احْتِيَاطًا قَدْ أَبْطَلَهُ فِی الرِّسَالَةِ الْأَلْفِيَّةِ فَقَالَ فِيهَا : إِنَّ مِنْ الْوَاجِبِ جَعْلَ الْمَخْرَجِ مَا يُقَدِّمُهُ مِنْ إِحْدَى الْعِبَارَتَيْنِ فَلَوْ جَعَلَهُ الثَّانِيَةَ لَمْ تَجُزْ .

وَبَعْدَ ذَلِکَ كُلِّهِ فَالْأَقْوَى الِاجْتِزَاءُ فِی الْخُرُوجِ بِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا، وَالْمَشْهُورُ فِی الْأَخْبَارِ تَقْدِيمُ " السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ " مَعَ التَّسْلِيمِ الْمُسْتَحَبِّ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ احْتِيَاطًا كَمَا ذَكَرَهُ فِی الذِّكْرَی لِمَا قَدْ عَرَفْت مِنْ حُكْمِهِ بِخِلَافِهِ فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِ

پھر سلام کہنا واجب ہے مصنف کے نزدیک یہ بہترین قول اور شہید ثانی کے نزدیک احتیاط کے مطابق ہے اور اس کی دو عبارتیں ہیں؛۱۔ السلام علیناوعلی عباداللہ الصالحین،۲- السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ، ان میں اختیار ہے جس کو شروع کرے وہی واجب ہوگا اور اس کے ساتھ نماز سے خارج ہو جائیگا یعنی نماز تمام ہو جائے گی اور دوسرا مستحب ہوگا، پہلی عبارت کا کافی ہونا اوراس کے ذریعے نماز کا تمام ہونا تو کثیر روایات سے ثابت ہے لیکن دوسری عبارت کا اس طرح ہونا اتفاق علماء سے سمجھا گیا جسے مصنف وغیرہ نے نقل کیا اور بعض روایات میں ہے کہ پہلی عبارت کو مقدم کریں ساتھ مستحب سلام کہیں تو دوسرے کے ساتھ نماز تمام ہوگی، اسی کو مصنف نے ذکری و بیان میں اختیار کیا

لیکن دوسرے کو مستحب قرار دینا جیسا کہ مصنف نے یہاں اختیار کیا اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

اس میں مصنف کا کلام مختلف ہے یہاں اسے مستحب کہا اور یہ ان کی آخر تحریر ہے اور رسالہ الفیہ میں بھی جو ان کی پہلی تحریر تھی، اور بیان میں اس کا شدت سے انکار کیا ہے اور پہلے صیغے کی بحث کے بعد فرمایا؛ بعض متاخرین نے اسے واجب کیا اور اس کے درمیان اور اسلام علیکم کے درمیان اختیار دیا اور دوسرے کو مستحب کہا اور السلام علینا کو السلام علیکم کے بعد جائز کہا حالانکہ نہ یہ کسی روایت میں ہے اور نہ کسی کتاب میں بلکہ سلام کے وجوب اور استحباب کے قائلین اسے اس کا مقدمہ قرار دیتے ہیں۔

اور ذکری میں دوصیغوں کے وجوب تخییری کو بعض متاخرین سے نقل کرنے کے بعد فرمایا؛ یہی قوی اور متین قول ہے لیکن قدیم علماء سے اس کا کوئی قائل نہیں ہے، پس اگر یہ حق تھا تو ان پر کیسے مخفی رہا، پھر فرمایا احتیاط دینی کا تقاضا ہے کہ ان دونوں کو ترتیب سے انجام دیں، پہلے السلام علینا کو پڑھیں لیکن السلام علیکم کو مقدم نہ کریں کیونکہ نہ اس طرح کسی روایت میں آیا ہے اور نہ کسی مشہور کتاب میں سوائے محقق کی بعض کتابوں کے اور وہ السلام علینا کے استحباب اور دوسرے صیغہ کے وجوب کے قائل ہیں لیکن جسے یہاں احتیاط کہا اسے رسالہ نفلیہ میں باطل کر دیا اور فرمایا؛ واجب ہے کہ نماز کو تمام کونے والا صیغہ وہ ہو جو ان میں سے مقدم ہو پس اگر دوسری عبارت مقدم ہو تو کافی نہیں ہے۔

ان سب بیانات کے بعد اقوی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نماز تمام ہو جاتی ہے اور روایات میں مشہور یہ ہے کہ السلام علینا مستحب سلام کے ساتھ مقدم ہو مگر یہ احتیاط نہیں ہے جیسا کہ ذکری میں کہا کیونکہ اس کے خلاف خود ان کا حکم موجود ہے چاہے دیگر علماء کے فتاوی۔

سلام کے مستحبات کی تحقیق

(وَيُسْتَحَبُّ فِيهِ التَّوَرُّكُ)كَمَا مرَّ(وَإِيمَاءُ الْمُنْفَرِد) بِالتَّسْلِيمِ (إِلَى الْقِبْلَة ثُمَّ يُومِئُ بِمُؤَخِّرِ عَيْنِه عَنْ يَمِينِه).أَمَّا الْأَوَّلُ فَلَمْ نَقِفْ عَلَى مُسْتَنَدِه، وَإِنَّمَا النَّصُّ وَالْفَتْوَى عَلَى كَوْنِه إِلَى الْقِبْلَة بِغَيْرِ إِيمَاء، وَفِي الذِّكْرَى ادَّعَى الْإِجْمَاعَ عَلَى نَفْيِ الْإِيمَاء إِلَى الْقِبْلَة بِالصِّيغَتَيْنِ وَقَدْ أَثْبَتَهُ هُنَا وَفِي الرِّسَالَة الْأَلْفِيَّة .وَأَمَّا الثَّانِي فَذَكَرَهُ الشَّيْخُ وَتَبِعَهُ عَلَيْه الْجَمَاعَةُ وَاسْتَدَلُّوا عَلَيْه بِمَا لَا يُفِيدُهُ (وَالْإِمَامُ) يُومِئُ (بِصَفْحَة وَجْهه يَمِينًا) بِمَعْنَى أَنَّهُ يَبْتَدِئُ بِه إِلَى الْقِبْلَة ثُمَّ يُشِيرُ بِبَاقِيه إِلَى الْيَمِين بِوَجْهِه (وَالْمَأْمُومُ كَذَلِكَ) أَيْ يُومِئُ إِلَى يَمِينِه بِصَفْحَة وَجْهِه كَالْإِمَام مُقْتَصِراً عَلَى تَسْلِيمَة وَاحِدَة إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى يَسَارِه أَحَدٌ،(وَإِنْ كَانَ عَلَى يَسَارِه أَحَدٌ سَلَّمَ أُخْرَى) بِصِيغَة السَّلَامُ عَلَيْكُمْ (مُومِيًا) بِوَجْهِه(إِلَى يَسَارِه)أَيْضًا.وَجَعَلَ ابْنُ بَابَوَيْه الْحَائِطَ كَافِيًا فِي اسْتِحْبَاب التَّسْلِيمَتَيْن لِلْمَأْمُوم، وَالْكَلَامُ فِيه وَفِي الْإِيمَاء بِالصَّفْحَة كَالْإِيمَاء بِمُؤَخِّرِ الْعَيْنِ مِنْ عَدَمِ الدَّلَالَة عَلَيْه ظَاهِراً، لَكِنَّهُ مَشْهُورٌ بَيْنَ الْأَصْحَاب لَا رَادَّ لَهُ.(وَلْيَقْصِدْ الْمُصَلِّي) بِصِيغَة الْخِطَاب فِي تَسْلِيمِه (الْأَنْبِيَاءَ وَالْمَلَائِكَةَ وَالْأَئِمَّةَ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ الْإِنْس وَالْجِنِّ) بِأَنْ يُحْضِرَهُمْ بِبَالِه، وَيُخَاطِبَهُمْ بِه، وَإِلَّا كَانَ تَسْلِيمُهُ بِصِيغَة الْخِطَاب لَغْواً وَإِنْ كَانَ مُخْرِجًا عَنْ الْعُهْدَة .

(وَيَقْصِدُ الْمَأْمُومُ بِه) مَعَ مَا ذُكِرَ (الرَّدَّ عَلَى الْإِمَامِ) لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِيمَنْ حَيَّاهُ، بَلْ يُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ قَصْدَ الْمَأْمُومِينَ بِهِ عَلَى الْخُصُوص، مُضَافًا إِلَى

غَيْرِهِمْ، وَلَوْ كَانَتْ وَظِيفَةُ الْمَأْمُومِ التَّسْلِيمَ مَرَّتَيْنِ فَلْيَقْصِدْ بِالْأُولَى الرَّدَّ عَلَى الْإِمَامِ، وَبِالثَّانِيَةِ مَقْصِدَهُ .(وَيُسْتَحَبُّ السَّلَامُ الْمَشْهُورُ) قَبْلَ الْوَاجِبِ وَهُوَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَى أَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ السَّلَامُ عَلَى جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .

اور سلام کے دوران بھی تورّک مستحب ہے اور فرادی کا سلام کے ساتھ قبلہ کی طرف اشارہ کرنا پھر آنکھ کے گوشے سے دائیں جانب اشارہ کرے پہلی بات کی تو کوئی دلیل ہمیں نہیں ملی، روایت اور فتاوی میں ہے کہ سلام قبلہ کی طرح رخ کر کے کیا جائے اس میں اشارہ کرنا ذکر نہیں اور ذکری میں اتفاق علماء کا دعوی کیا ہے کہ قبلہ کی طرف ان دو صیغوں میں کسی کے ساتھ اشارہ نہیں کرنا لیکن یہاں اور رسالہ نفلیہ میں اسے لکھ دیا ہے اور دوسری بات کو شیخ طوسی نے ذکر کیا اور اس میں ان کی ایک جماعت نے پیروی کی اور اس پر غیر مفید دلیلیں قائم کیں، اور امام اپنے چہرے کے ساتھ دائیں اشارہ کرے یعنی سلام کو قبلہ کی جانب شروع کرے پھر باقی کو دائیں جانب منہ کر کے کہے اور مقتدی بھی اسی طرح کہے اگر اس کے بائیں کوئی نہ ہو تو ایک سلام پر اکتفا کرے اور اگر اس کے بائیں کوئی ہو تو دوسرا سلام السلام علیکم بائیں اشارہ کر کے کہے اور بابویہ کے دو بیٹوں نے دیوار کو کافی سمجھا ہے کہ ماموم کے لیے دو سلام مستحب ہوں لیکن اس اور اس سے پہلے چہرے کے ساتھ بحث اسی طرح ہے جیسے آنکھ کے گوشے سے اشارہ کرنے کے متعلق گزر چکی کہ ان پر ظاہرا کو دلیل نہیں ہے لیکن یہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور کسی نے اس کو ردّ نہیں کیا اور نمازی اپنے سلام میں خطاب سے انبیاء، ملائکہ اور ائمہؑ اور انسانوں اور جنّوں میں سے مسلمانوں کا قصد کرے یعنی ان کو ذہن میں لائے اور انہیں مخاطب قرار دے ورنہ اس کا سلام صیغہ خطاب کے ساتھ لغو ہوگا اگرچہ

اس سے نماز کا ذمہ پورا ہو جائیگا اور ماموم اس کے ساتھ ساتھ پیش نماز کے جواب کا بھی قصد کرے کیونکہ وہ ان میں داخل تھا جن کو سلام کیا بلکہ پیش نماز کے لیے مستحب ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ مقتدی افراد کا خاص قصد کرے اور اگر مقتدی کا وظیفہ دو مرتبہ سلام کرنا ہو تو پہلے سے پیش نماز کا اور دوسرے سے ملائکہ اور انبیاء و ائمہؑ کا قصد کرے ۔اور واجب سلام سے پہلے مشہور سلام مستحب ہے اور وہ ہے؛'' السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَى أَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ السَّلَامُ عَلَى جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ لَا نَبِیَّ بَعْدَهُ''-

فصل ۴: نماز میں باقی مستحبات

باقی مستحبات

(الْفَصْلُ الرَّابِعُ فِی بَاقِی مُسْتَحَبَّاتِهَا) قَدْ ذَكَرَ فِی تَضَاعِيفِهَا وَقَبْلَهَا جُمْلَةً مِنْهَا، وَبَقِیَ جُمْلَةٌ أُخْرَی(وَهِیَ تَرْتِيلُ التَّكْبِيرِ) بِتَبْيِينِ حُرُوفِهِ،وَإِظْهَارِهَا إِظْهَاراً شَافِياً(وَرَفْعُ الْيَدَيْنِ بِهِ) إِلَی حِذَاءِ شَحْمَتَیْ أُذُنَيْهِ(كَمَا مَرَّ)فِی تَكْبِيرِ الرُّكُوعِ وَلَقَدْ كَانَ بَيَانُهُ فِی تَكْبِيرِ الْإِحْرَامِ أَوْلَی مِنْهُ فِيهِ لِأَنَّهُ أَوَّلُهَا وَالْقَوْلُ بِوُجُوبِهِ فِيهِ زِيَادَةٌ .(مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِبُطُونِ الْيَدَيْنِ) حَالَةَ الرَّفْعِ، (مَجْمُوعَةَ الْأَصَابِعِ مَبْسُوطَةَ الْإِبْهَامَيْنِ) عَلَی أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ، وَقِيلَ : يَضُمُّهُمَا إِلَيْهَا مُبْتَدِئًا بِهِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الرَّفْعِ، وَبِالْوَضْعِ عِنْدَ انْتِهَائِهِ عَلَی أَصَحِّ الْأَقْوَالِ .

نماز کی کیفیت اور طریقے کے بیان کے دوران اور اس سے پہلے بہت سے مستحبات ذکر کر دیئے لیکن کچھ مستحبات باقی تھے جن کو یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔ تکبیر کو ترتیل کے ساتھ اور اس کے حروف کو واضح کر کے پڑھنا۔

۲۔ہاتھ بلند کرنا (رفع یدین)

ہاتھوں کو تکبیر کے وقت کانوں تک بلند کرنا جیسا کہ رکوع کی تکبیر میں گزر گیا اور اسے رکوع کی تکبیر میں ذکر کرنے کی نسبت تکبیرۃالاحرام میں ذکر کرنا بہتر تھا کیونکہ وہ پہلی تکبیر ہے اور اس میں اس کے وجوب کے قول کا اضافہ بھی ہے اور ہاتھ بلند کرتے وقت ان کی ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ قبلہ کی طرف ہو انگلیاں ملی ہوئی اور انگوٹھے کھلے ہوں، یہ مشہور تر قول ہے اور ایک قول ہے کہ انگوٹھے انگلیوں سے ملے ہوں اور جب ہاتھ اٹھانا شروع کرے تو تکبیر بھی شروع کرے اور جب تک تکبیر تمام ہو ہاتھ بھی نیچے لاچکے، یہ صحیح تر قول ہے۔

۳۔ تکبیرات توجہ

(وَالتَّوَجُّهُ بستٍّ تَكْبيرَات) أوَّلَ الصَّلَاة قَبلَ تَكْبيرَة الْإحرَام وَهُوَ الْأفْضَلُ، أوْ بَعْدَهَا، أوْ بالتَّفريق فى كُلِّ صَلَاة فَرْضٍ وَنَفْلٍ عَلَى الْأقْوَى،سرًّا مُطْلَقًا (يُكَبِّرُ ثَلَاثًا) منْهَا (وَيَدْعُو) بقَوْله:" اللَّهُمَّ أنْتَ الْمَلكُ الْحَقُّ لَا إلَهَ إلَّا أنْتَ " إلَى آخره،(وَاثْنَتَيْن وَيَدْعُو) بقَوْله"لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ"إلَى آخره،(وَوَاحدَة وَيَدْعُو) بقَوْله :" يَا مُحْسنُ قَدْ أتَاكَ الْمُسيءُ، إلَى آخره . وَرُوىَ أنَّهُ يَجْعَلَ هَذَا الدُّعَاءَ قَبْلَ التَّكْبيرَات، وَلَا يَدْعُو بَعْدَ السَّادسَة، وَعَلَيْه الْمُصَنِّفُ فى الذِّكْرَى، مَعَ نَقْله مَا هُنَا وَالدُّرُوس وَالنَّفْليَّة، وَفى الْبَيَان كَمَا هُنَا، وَالْكُلُّ حَسَنٌ .

وَرُوىَ جَعْلُهَا وَلَاءً منْ غَيْر دُعَاء بَيْنَهَا، وَالاقْتصَارُ عَلَى خَمْس، وَثَلَاث، (وَيَتَوَجَّهُ) أىْ يَدْعُو بدُعَاء التَّوَجُّه وَهُوَ : " وَجَّهْت وَجْهى للَّذى فَطَرَ السَّمَوَات وَالْأرْضَ " إلَى آخره (بَعْدَ التَّحْريمَة) حَيْثُ مَا فَعَلَهَا .

تکبیرۃالاحرام سے پہلے نماز کے شروع میں چھ تکبیروں سے توجہ کرنا یہ افضل ہے یا تکبیرۃ الاحرام کے بعد کہے یا مختلف کچھ پہلے کچھ بعد میں، اقوی قول کی بناء پر یہ ہر فرض اور نافلہ نماز میں ہے اور بطور مطلق اسے آہستہ آواز سے کہے تین تکبیریں کہے اور یہ دعا پڑھے؛ اللّهُمَّ أنتَ المَلکُ الحَقُّ لا إلهَ إلّا أنتَ سُبحانَکَ إنّی ظَلَمتُ نَفسی، فَاغفر لی ذَنبی إنَّهُ لا یَغفرُ الذُّنوبَ إلّا أنتَ، پھر دو تکبیریں کہے اور یہ دعا پڑھے؛ لَبَّیکَ وسَعدَیکَ والخَیرُ فی یَدَیکَ والشَّرُّ لَیسَ إلَیکَ والمَهدیُّ مَن هَدَیتَ، لا مَلجَأَ منکَ إلّا

إلَیکَ، سُبحانَکَ وحَنانَیکَ، تَبارَکتَ وتَعالَیتَ، سُبحانَکَ رَبَّ البَیت، پھر ایک تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے: یامحسن قدا اتاک المسیء وقد امرت المحسن ان یتجاوز عن المسیء، انت المحسن وانا المسیء فصلّ علی محمد وال محمد وتجاوز عن قبیح ماتعلم منی،اور روایت میں ہے کہ اس دعا کو تکبیروں سے پہلے قرار دے اور چھٹی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہ پڑھے اور اس کو ذکری میں اختیار کیا لیکن اس بات کو بھی وہاں نقل کیا اور دروس ونفلیہ میں بھی اسے اختیار کیا اور بیان میں اس لمعہ کی طرح کہا اور سب ہی اچھا ہے اور نقل ہوا ہے کہ انکو پے در پے کہے اور درمیان میں دعا نہ کہے اور یہ بھی نقل ہوا ہے کہ پانچ یا تین تکبیروں پر اکتفا کرے۔

۴۔اور پھر تکبیرۃ الاحرام کے بعد دعا توجہ پڑھے؛ وَجَّهتُ وَجهیَ للَّذی فَطَرَ السَّماواتِ والأَرضَ عالِمِ الغَیبِ والشَّهادَة حَنیفًا مُسلمًا وما أنَا منَ المُشرِکینَ، إنَّ صَلاتی ونُسُکی ومَحیایَ ومَماتی لله رَبِّ العالَمینَ لا شَریکَ لَهُ، وبذلکَ اُمرتُ وأنَا منَ المُسلمین،

متن شہیدین: (وَتَربَّعَ الْمُصَلِّی قَاعداً) لعَجزٍ، أوْ لکَوْنهَا نَافلَةً بأنْ یَجْلسَ عَلَی أَلْیَیْه ویَنْصبَ سَاقَیْه ووَرکَیه، کَمَا تَجْلسُ الْمَرْأَةُ مُتَشَهِّدَةً (حَالَ قراءَته، ویُثْنی رجْلَیْه حَالَ رُکُوعه جَالسًا) بأَنْ یَمُدَّهُمَا، ویُخْرجَهُمَا منْ وَرَائه، رَافعًا أَلْیَیْه عَنْ عَقبَیْه، مُجَافیًا فَخذَیْه عَنْ طَیَّة رُکْبَتَیْه، مُنْحَنیًا قَدْرَ مَا یُحَاذی وَجْهُهُ مَا قُدَّامَ رُکْبَتَیْه، (وَتوَرُّکُهُ حَالَ تَشَهُّده) بأَنْ یَجْلسَ عَلَی وَرکه الْأَیْسَر کَمَا تَقَدَّمَ، فَإنَّهُ مُشْتَرَکٌ بَیْن الْمُصَلِّی قَائمًا وَجَالسًا، (وَالنَّظَرُ قَائمًا إلَی مَسْجده)

بِغَيْرِ تَحْدِيقٍ، بَلْ خَاشِعًا بِهِ، (وَرَاكِعًا إِلَى مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَسَاجِدًا إِلَى) طَرَفِ (أَنْفِهِ، وَمُتَشَهِّدًا إِلَى حِجْرِهِ)، كُلُّ ذَلِكَ مَرْوِيٌّ إِلَّا الْأَخِيرَ فَذَكَرَهُ الْأَصْحَابُ وَلَمْ نَقِفْ عَلَى مُسْتَنَدِهِ نَعَمْ هُوَ مَانِعٌ مِنْ النَّظَرِ إِلَى مَا يَشْغَلُ الْقَلْبَ فَفِيهِ مُنَاسَبَةٌ كَغَيْرِهِ .

(وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ قَائِمًا عَلَى فَخْذَيْهِ بِحِذَاءِ رُكْبَتَيْهِ، مَضْمُومَةَ الْأَصَابِعِ) وَمِنْهَا الْإِبْهَامُ، (وَرَاكِعًا عَلَى عَيْنَيْ رُكْبَتَيْهِ الْأَصَابِعَ وَالْإِبْهَامَ مَبْسُوطَةً) هُنَا (جُمَعَ) تَأْكِيدٌ لِبَسْطِ الْإِبْهَامِ وَالْأَصَابِعِ وَهِيَ مُؤَنَّثَةٌ سَمَاعِيَّةٌ فَلِذَلِكَ أَكَّدَهَا بِمَا يُؤَكَّدُ بِهِ جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ .

وَذَكَرَ الْإِبْهَامَ لِرَفْعِ الْإِيهَامِ، وَهُوَ تَخْصِيصٌ بَعْدَ التَّعْمِيمِ لِأَنَّهَا إِحْدَى الْأَصَابِعِ، (وَسَاجِدًا بِحِذَاءِ أُذُنَيْهِ، وَمُتَشَهِّدًا وَجَالِسًا) لِغَيْرِهِ (عَلَى فَخْذَيْهِ كَهَيْئَةِ الْقِيَامِ) فِي كَوْنِهَا مَضْمُومَةَ الْأَصَابِعِ بِحِذَاءِ الرُّكْبَتَيْنِ-

۵۔ اور جو نماز گزار عاجز ہونے کی وجہ سے یا نافلہ نماز میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو قراءت کے وقت اس طرح بیٹھے جیسے عورت تشہد میں بیٹھتی ہے یعنی مقعد پر بیٹھے اور پنڈلیاں اٹھالے اور بیٹھ کر رکوع کرتے وقت ٹانگوں کو پھلادے اور پیچھے کی طرف کردے اور اتنا جھک جائے کہ چہرہ زانووں کے مقابل پہنچ جائے۔

۶۔ تشہد کے دوران تورک کرے یعنی بائیں ران پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کی پشت کو بائیں پیر کے تلوے پر رکھے اور مقعد کو زمین پر لگادے، یہ مشترک ہے چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر۔

۷۔ قیام کی حالت میں خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اور رکوع میں اپنی ٹانگوں کے درمیان اور سجدے میں ناک کے کنارے کی طرف اور تشہد کے وقت گود میں، آخری کے علاوہ سب منقول ہے اور آخری کو علماء نے ذکر کیا ہے لیکن ہمیں اس کی دلیل نہیں، ہاں اس طرح انسان ایسی چیزوں کی طرف نگاہ کرنے سے بچ جاتا ہے جو دل کو مشغول کرلیں تو اس میں بھی دیگر موارد کی طرح مناسبت ہے۔

۸۔ قیام کی حالت میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھے زانووں کے مقابل اور انگھوٹھوں سمیت انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور رکوع میں ہاتھوں کو خود زانو پر رکھے اور انگلیاں اور انگھوٹھے کھلے ہوں اور سجدے میں ہاتھوں کو کانوں کے بالمقابل رکھے اور تشہد اور اس کے علاوہ جب بیٹھے تو ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔

۹۔ قنوت

(وَيُسْتَحَبُّ الْقُنُوتُ)اسْتِحْبَابًا مُؤَكَّدًا، بَلْ قِيلَ بِوُجُوبِهِ (عَقِيبَ قِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ)فِي الْيَوْمِيَّةِ مُطْلَقًا، وَفِي غَيْرِهَا عَدَا الْجُمُعَةِ فَفِيهَا قُنُوتَانِ أَحَدُهُمَا فِي الْأُولَى قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَالْآخَرُ فِي الثَّانِيَةِ بَعْدَهُ، وَالْوَتْرُ فَفِيهَا قُنُوتَانِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ، وَقِيلَ يَجُوزُ فِعْلُ الْقُنُوتِ مُطْلَقًا قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ، وَهُوَ حَسَنٌ لِلْخَبَرِ، وَحَمْلُهُ عَلَى التَّقِيَّةِ ضَعِيفٌ لِأَنَّ الْعَامَّةَ لَا يَقُولُونَ بِالتَّخْيِيرِ، وَلْيَكُنْ الْقُنُوتُ (بِالْمَرْسُومِ)عَلَى الْأَفْضَلِ،وَيَجُوزُ بِغَيْرِهِ(وَأَفْضَلُهُ كَلِمَاتُ الْفَرَجِ) وَبَعْدَهَا " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "، (وَأَقَلُّهُ سُبْحَانَ اللَّهِ ثَلَاثًا،أَوْ خَمْسًا). وَيُسْتَحَبُّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ بِهِ مُوَازِيًا لِوَجْهِهِ، بُطُونُهُمَا إِلَى السَّمَاءِ، مَضْمُومَتَيْ الْأَصَابِعِ إِلَّا الْإِبْهَامَيْنِ، وَالْجَهْرُ بِهِ

لِلْإِمَامِ وَالْمُنْفَرِد، وَالسِّرُّ لِلْمَأْمُومِ، وَيَفْعَلُهُ النَّاسِى قَبْلَ الرُّكُوعِ بَعْدَهُ، وَإِنْ قُلْنَا بِتَعَيُّنِه قَبْلَهُ اخْتِيَاراً فَإِنْ لَمْ يَذْكُرْهُ حَتَّى تَجَاوَزَ قَضَاهُ بَعْدَ الصَّلَاةِ جَالِسًا، ثُمَّ فِى الطَّرِيقِ مُسْتَقْبِلًا (وَيُتَابِعُ الْمَأْمُومُ إِمَامَهُ فِيه) وَإِنْ كَانَ مَسْبُوقًا .

(وَلْيَدْعُ فِيه وَفِى أَحْوَالِ الصَّلَاةِ لِدِينِه وَدُنْيَاهُ مِنْ الْمُبَاحِ)،وَالْمُرَادُ بِه هُنَا مُطْلَقُ الْجَائِزِ وَهُوَ غَيْرُ الْحَرَامِ.(وَ تَبْطُلُ) الصَّلَاةُ (لَوْ سَأَلَ الْمُحَرَّمَ) مَعَ عِلْمِه بِتَحْرِيمِه، وَإِنْ جَهِلَ الْحُكْمَ الْوَضْعِيَّ وَهُوَ الْبُطْلَانُ.أَمَّا جَاهِلُ تَحْرِيمِه فَفِى عُذْرِه وَجْهَانِ أَجْوَدُهُمَا الْعَدَمُ، صَرَّحَ بِه فِى الذِّكْرَى وَهُوَ ظَاهِرُ الْإِطْلَاقِ هُنَا .

نماز میں قنوت پڑھنا مستحب موکد ہے بلکہ اسے واجب بھی کہا گیا ہے، یومیہ وغیرہ نمازوں میں سوائے نماز جمعہ کے بطور مطلق دوسری رکعت کی قراءت کے بعد قنوت پڑھا جائے اور نماز جمعہ میں دو قنوت ہیں پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے اور دوسری میں رکوع کے بعد اور نماز وتر میں بھی دو قنوت ہیں ایک رکوع سے پہلے اور دوسرا رکوع کے بعد، اور ایک قول ہے کہ قنوت بطور مطلق رکوع سے پہلے یا بعد میں انجام دیا جاسکتا ہے اور روایت ہونے کی وجہ سے یہ بہتر ہے اور اسے تقیہ کے معنی میں لینا ضعیف ہے کیونکہ عامہ اس طرح اختیار کے ساتھ قنوت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں اور قنوت منقول افضل ہے اور دیگر قنوت بھی پڑھے جاسکتے ہیں اور منقول قنوت میں بھی کلمات کشائش؛ لااله الا الله الحليم الكريم، لااله الاالله العلى العظيم، سبحان الله رب السموات السبع ورب الارضين السبع ومافيهن ومابينهن ورب العرش العظيم والحمدلله رب العالمين، افضل ہیں اور ان کے بعد کہے؛ اور قنوت کا کم ترین مقدار تین یا پانچ بار کہنا ہے۔

اور قنوت کے وقت ہاتھوں کو چہرے کے مقابل تک بلند کرنا مستحب ہے جبکہ ان کے اندرونی حصے آسمان کی طرف اور انگلیاں ملی ہو اور انگھوٹھے کھلے ہوں اور پیش نماز اور فرادی کے لیے باآواز بلند اور مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب ہے اور جو رکوع سے پہلے قنوت بھول جائے اسے اس کے بعد انجام دے اگر ہم اختیاری حالت میں اسے رکوع سے پہلے متعین سمجھیں اور اگر اسے رکوع کے بعد بھی یاد نہ آئے تو نماز کے بعد بیٹھ کر قضا کرے اور اگر راستے میں یاد آئے تو قبلہ رو ہو کر اس کی قضا کرے، مقتدی قنوت میں اپنے پیش نماز کی پیروی کرے۔

اور قنوت میں اور نماز کے دیگر حالات میں اپنے دین اور دنیا کے لیے مباح اور جائز چیز کا سوال کرے جو حرام نہیں اور اگر یہ جانتے ہوئے کہ فلاں کام حرام ہے اس کا سوال کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اگرچہ اس کے حکم وضعی (یعنی نماز میں حرام کی دعا کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے) کو نہ جانتا ہو لیکن جو شخص اسکے حرام ہونے کو نہ جانتا ہو تو آیا اس کا عذر قبول ہے اور اس کی نماز صحیح ہے یا نہ؟ اس میں دو وجہیں ہیں بہترین یہ ہے کہ اس کا عذر قبول نہیں اور نماز باطل ہو گی اس کی ذکری میں تصریح کی ہے اور یہاں بھی بطور مطلق بیان کرنے سے یہی ظاہر ہے۔

۱۰۔ تعقیبات نماز

(وَالتَّعْقِيبُ) وَهُوَ الِاشْتِغَالُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ بِدُعَاءٍ، أَوْ ذِكْرٍ وَهُوَ غَيْرُ مُنْحَصِرٍ، لِكَثْرَةِ مَا وَرَدَ مِنْهُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ (وَأَفْضَلُهُ التَّكْبِيرُ ثَلَاثًا)، رَافِعًا بِهَا يَدَيْهِ إلَى حِذَاءِ أُذُنَيْهِ، وَاضِعًا لَهُمَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُمَا مُسْتَقْبِلًا بِبَاطِنِهِمَا الْقِبْلَةَ، (ثُمَّ التَّهْلِيلُ بِالْمَرْسُومِ) وَهُوَ " لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ إلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ " إلَخْ .

نماز کے بعد دعا اور ذکر خدا میں مشغول ہونا مستحب ہے اور اہل بیتؑ تعقیبات نماز میں بہت کچھ منقول ہے اس لیے تعقیبات کادائرہ وسیع ہے اور ان میں افضل یہ ہے کہ تین تکبیریں کہے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک بلند کرے پھر ان کو گھٹنوں پر رکھے یا کانوں کے قریب تک لے جائے اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے پھر منقول کلمہ پڑھے اور وہ ہے؛" لا اله إلا الله الها واحدا ونحن له مسملمون " إلى آخره۔

۱۱۔ تسبیح فاطمہ زہراءؑ

(ثُمَّ تَسْبِيحُ الزَّهْرَاءِ عَلَيْهَا السَّلَامُ) وَتَعْقِيبُهَا بِثُمَّ مِنْ حَيْثُ الرُّتْبَةُ لَا الْفَضِيلَةُ وَإِلَّا فَهِيَ أَفْضَلُهُ مُطْلَقًا، بَلْ رُوِيَ أَنَّهَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ رَكْعَةٍ لَا تَسْبِيحَ عَقَبَهَا(وَكَيْفِيَّتُهَا أَنْ يُكَبِّرَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ) مَرَّةً (وَيَحْمَدَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَيُسَبِّحَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ ثُمَّ الدُّعَاءُ) بَعْدَهَا بِالْمَنْقُولِ، (ثُمَّ بِمَا سَنَحَ)

پھر تسبیح فاطمہ زہراءؑ پڑھے شہید کا اسے ثمّ کے ساتھ بیان کرنا اس کے رتبہ عمل کر بیان کرنا ہے نہ اس کی فضیلت کے رتبے کو بتانا ہے کیونکہ یہ بطور مطلق تعقیبات میں سب سے افضل ہے بلکہ منقول ہے کہ یہ ان ہزار رکعتوں سے افضل ہے جن میں تسبیح نہ ہو اور اس کا طریقہ ہے کہ ۳۴مرتبہ "اللہ اکبر" اور ۳۳مرتبہ "الحمد للہ " اور ۳۳مرتبہ "سبحان اللہ" کہے، پھر اس کے بعد منقول دعا کرے یا جو مناسب ہو۔

۱۲۔ سجدہ شکر

(ثُمَّ سَجْدَتَا الشُّكْرِ،وَيُعَفِّرُ بَيْنَهُمَا)جَبِينَيْهِ وَخَدَّيْهِ الْأَيْمَنِ مِنْهُمَا ثُمَّ الْأَيْسَرِ مُفْتَرِشًا ذِرَاعَيْهِ وَصَدْرَهُ وَبَطْنَهُ، وَاضِعًا جَبْهَتَهُ مَكَانَهَا حَالَ الصَّلَاةِ قَائِلًا فِيهِمَا"

الْحَمْدُ لِلَّهِ شُكْرًا شُكْرًا"مائَةَ مَرَّة،وَفِي كُلِّ عَاشِرَةَ شُكْرًا لِلْمُجِيبِ، وَدُونَهُ شُكْرًا مِائَةً، وَأَقَلُّهُ شُكْرًا ثَلَاثًا (وَيَدْعُو) فِيهِمَا وَبَعْدَهُمَا (بِالْمَرْسُومِ) .

پھر شکر کے دو سجدے بجالائے اور ان کے دوران پیشانی اور ردائی رخسارے کو اور پھر بائیں رخسارے کو زمیں پر رکھے اور بازو، سینہ اور پیٹ کو بھی زمین پر رکھے اور پیشانی کو سجدہ گاہ پر لگائے اور سجدہ شکر میں کہے: الحمد للہ شکرا شکرا سو مرتبہ، اور ہر دس میں کہے شکرا للمجیب، اور اس سے کم یہ ہے کہ سو مرتبہ شکرا کہے اور کم ترین یہ کہ تین مرتبہ شکرا کہے اور شکر کے دو سجدوں میں اور انکے بعد منقول دعائیں پڑھے۔

فصل ۵: نمازمیں ترک کی جانے والی چیزیں

تروک نماز

(الْفَصْلُ الْخَامِسُ فِی الْتّرُوک)یُمْکِنُ أَنْ یُرِیدَ بِهَا مَا یَجِبُ تَرْکُهُ، فَیَکُونُ الالْتِفَاتُ إِلَی آخِرِ الْفَصْلِ مَذْکُوراً بِالتَّبَعِ، وَأَنْ یُرِیدَ بِهَا مَا یُطْلَبُ تَرْکُهُ أَعَمَّ مِنْ کَوْنِ الطَّلَبِ مَانِعًا مِنْ النَّقِیضِ(وَهِیَ مَا سَلَفَ) فِی الشَّرْطِ السَّادِسِ، (وَالتَّأْمِینُ) فِی جَمِیعِ أَحْوَالِ الصَّلَاةِ، وَإِنْ کَانَ عَقِیبَ الْحَمْدِ، أَوْ دُعَاءً (إلَّا لِتَقِیَّةٍ) فَیَجُوزُ حِینَئِذٍ، بَلْ قَدْ یَجِبُ،(وَتَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِفِعْلِهِ لِغَیْرِهَا) لِلنَّهْیِ عَنْهُ فِی الْأَخْبَارِ الْمُقْتَضِی لِلْفَسَادِ فِی الْعِبَادَةِ، وَلَا تَبْطُلُ بِقَوْلِهِ" اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ" وَإِنْ کَانَ بِمَعْنَاهُ، وَبَالَغَ مَنْ أَبْطَلَ بِهِ کَمَا ضَعُفَ قَوْلُ مَنْ کَرِهَ التَّأْمِینَ بِنَاءً عَلَی أَنَّهُ دُعَاءٌ بِاسْتِجَابَةِ مَا یَدْعُو بِهِ، وَأَنَّ الْفَاتِحَةَ تَشْتَمِلُ عَلَی الدُّعَاءِ لَا لِأَنَّ قَصْدَ الدُّعَاءِ بِهَا یُوجِبُ اسْتِعْمَالَ الْمُشْتَرَکِ فِی مَعْنَیَیْهِ عَلَی تَقْدِیرِ قَصْدِ الدُّعَاءِ بِالْقُرْآنِ، وَعَدَمِ فَائِدَةِ التَّأْمِینِ مَعَ انْتِفَاءِ الْأَوَّلِ، وَانْتِفَاءُ الْقُرْآنِ مَعَ انْتِفَاءِ الثَّانِی.

لِأَنَّ قَصْدَ الدُّعَاءِ بِالْمُنَزَّلِ مِنْهُ قُرْآنًا لَا یُنَافِیهِ، وَلَا یُوجِبُ الاشْتِرَاکَ لِاتِّحَادِ الْمَعْنَی، وَلِاشْتِمَالِهِ عَلَی طَلَبِ الاسْتِجَابَةِ لِمَا یَدْعُو بِهِ أَعَمُّ مِنْ الْحَاضِرِ وَإِنَّمَا الْوَجْهُ النَّهْیُ، وَلَا تَبْطُلُ بِتَرْکِهِ فِی مَوْضِعِ التَّقِیَّةِ لِأَنَّهُ خَارِجٌ عَنْهَا.

وَالْإِبْطَالُ فِی الْفِعْلِ مَعَ کَوْنِهِ کَذَلِکَ لِاشْتِمَالِهِ عَلَی الْکَلَامِ الْمَنْهِیِّ عَنْهُ .

پانچویں فصل ان چیزوں میں ہے جن کو نماز میں ترک کرنا چاہیے؛ ممکن ہے ان تروک سے مراد وہ چیزیں لی جائیں جن کو نماز میں ترک کرنا واجب

ہے یعنی مبطلات نماز تو اس فصل کے آخر میں جو بعض مکروہات نماز بیان ہوئی ہیں وہ ان کی اتباع میں بیان ہوئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان تروک سے مراد وہ چیزیں ہوں جن کو ترک کرنا نماز میں مطلوب ہے چاہے یہ مطلوبیت ایسی ہو کہ اپنی نقیض سے مانع ہو یعنی اس کو انجام دینے سے مکمل منع ہو یا فقط ترک کرنا مطلوب ہو اگرچہ مکروہ کے طریقے سے ہی،اس سے پہلے چند تروک شرائط نماز کی بحث میں چھٹی شرط میں گزر چکیں، بقیہ کو یہاں بیان کیا جاتا ہے؛

ا۔آمین کہنا۔

نماز کی تمام حالتوں میں آمین کہنا منع ہے چاہے حمد کے بعد آمین کہے یا کسی اور مقام پر دعا کی نیت سے کہے مگر تقیہ کی حالت میں کہنا جائز ہے بلکہ بعض حالتوں میں واجب ہے اور بغیر تقیہ کے آمین کہنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ روایات میں اس سے نہی اور منع وارد ہوئی ہے جو عبادت کے فاسد ہونے کا تقاضا کرتی ہے لیکن اس طرح کہنے سے نماز باطل نہ ہوگی؛خدایا اسے قبول فرما اگرچہ یہ اسی آمین کے معنی میں ہے اور جس نے کہا ہے کہ خدایا اسے قبول فرما،کہنے سے نماز باطل ہوگی اس نے مبالغہ کیا ہے جیسا کہ اس کا قول بھی ضعیف ہے جس نے نماز میں آمین کہنے کو مکروہ جانا ہے یہ تاویل کرتے ہوئے کہ یہ اپنی دعا کی قبولیت کی دعا ہے اور فاتحہ میں دعا بھی موجود ہے، تو اس کے قول کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آمین سے دعا کا قصد کرنا ایک لفظ مشترک کو ایک سے زیادہ معانی میں استعمال ہونے کا موجب ہوگا کیونکہ وہ تو قرآن سمجھ کر پڑھا ہے اور اس سے دعا کا قصد نہیں کر سکتے کہ جب اسے قرآن کے طور پر پڑھا تو آمین کہنے کا فائدہ نہیں ہوگا اور اگر اس سے دعا کا قصد کریں تو قرآن نہیں ہوگا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جن آیات کو نازل کیا ان سے قرآن کا قصد کرنا اس سے دعا کا قصد کرنے کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی لفظ کے مشترک ہونے یعنی اس

کے ایک سے زیادہ معانی کے وضع ہونے کا سبب ہے کیونکہ معنی ایک ہی ہے اور آمین کہنے سے اس میں قبولیت دعا کو طلب کیا ہے چاہے ابھی دعا کی ہو یا بعد میں کرے، آمین کہنے سے نماز کے باطل ہونے کی اصل وجہ اس کا روایات میں ممنوع ہونا ہے لیکن تقیہ کے مورد میں اسے چھوڑ دینے سے نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ تقیہ کرنا نماز کی حقیقت سے خارج ہے اس سے نہی کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی لیکن تقیہ کے بغیر نماز میں آمین کہنے سے نماز باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی کلام کی ہے کہ جس سے نہی کی گئی ہے۔

۲۔واجب یا رکن کا ترک کرنا

(وَكَذَا تَرْكُ الْوَاجِبِ عَمْدًا) رُكْنًا كَانَ أَمْ غَيْرَهُ، وَفِي إِطْلَاقِ التَّرْكِ عَلَى تَرْكِ التَّرْكِ - الَّذِي هُوَ فِعْلُ الضِّدِّ وَهُوَ الْوَاجِبُ نَوْعٌ - مِنْ التَّجَوُّزِ (أَوْ) تَرْكَ (أَحَدِ الْأَرْكَانِ الْخَمْسَةِ وَلَوْ سَهْوًا، وَهِيَ النِّيَّةُ وَالْقِيَامُ وَالتَّحْرِيمَةُ وَالرُّكُوعُ وَالسَّجْدَتَانِ مَعًا)

اسی طرح کسی واجب کو جان بوجھ کو ترک کرنا بھی نماز کو باطل کرتا ہے چاہے وہ واجب رکن ہو یا رکن نہ ہو اور ترک کرنے کے لفظ سے ترک واجب کو ترک کرنا جو کہ اس کی ضد (یعنی واجب) کو بجالانا ہے مراد لینا ایک قسم کا مجاز ی معنی میں استعمال کرنا ہے، نماز کے پانچ ارکان میں سے کسی کو چھوڑنا چاہے انہیں بھول کر چھوڑے اور وہ پانچ ارکان نیت، قیام، تکبیرۃ الاحرام، رکوع اور دونوں سجدے ہیں۔

سجدے کے رکن ہونے کی تحقیق

أَمَّا إِحْدَاهُمَا فَلَيْسَتْ رُكْنًا عَلَى الْمَشْهُورِ، مَعَ أَنَّ الرُّكْنَ بِهِمَا يَكُونُ مُرَكَّبًا، وَهُوَ يَسْتَدْعِي فَوَاتَهُ بِفَوَاتِهَا .وَاعْتِذَارُ الْمُصَنِّفِ فِي الذِّكْرَى بِأَنَّ الرُّكْنَ مُسَمَّى

السُّجُود وَلَا يَتَحَقَّقُ الْإِخْلَالُ بِهِ إِلَّا بِتَرْكِهِمَا مَعًا خُرُوجٌ عَنْ الْمُتَنَازَعِ فِيهِ لِمُوَافَقَتِهِ عَلَى كَوْنِهِمَا مَعًا هُوَ الرُّكْنُ وَهُوَ يَسْتَلْزِمُ الْفَوَاتَ بِإِحْدَاهُمَا، فَكَيْفَ يَدَّعِي أَنَّهُ مُسَمَّاهُ، وَمَعَ ذَلِكَ يَسْتَلْزِمُ بُطْلَانَهَا بِزِيَادَةٍ وَاحِدَةٍ لِتَحَقُّقِ الْمُسَمَّى، وَلَا قَائِلَ بِهِ، وَبِأَنَّ انْتِفَاءَ الْمَاهِيَّةِ هُنَا غَيْرُ مُؤَثِّرٍ مُطْلَقًا، وَإِلَّا لَكَانَ الْإِخْلَالُ بِعُضْوٍ مِنْ أَعْضَاءِ السُّجُود مُبْطِلًا بَلْ الْمُؤَثِّرُ انْتِفَاؤُهَا رَأْسًا، فِيهِ مَا مَرَّ .وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْأَعْضَاءِ غَيْرِ الْجَبْهَةِ وَبَيْنَهَا بِأَنَّهَا وَاجِبَاتٌ خَارِجَةٌ عَنْ حَقِيقَتِهِ كَالذِّكْرِ وَالطُّمَأْنِينَةِ دُونَهَا .

دونوں سجدے ملکر رکن ہیں، مشہور قول کی بناء پر ایک سجدہ رکن نہیں ہے حالانکہ اگر وہ دونوں مل کر رکن ہوں تو جب ایک کو چھوڑا جائے تو بھی دونوں کا اکٹھے نہ ہونا لازم آتا ہے پس رکن کو فوت ہونا چاہیے اور نماز باطل ہونی چاہیے لیکن شہید اول نے ذکری میں اس کا یہ عذر پیش کیا کہ سجدے میں رکن اتنا ہے کہ اس پر سجدے کا نام بولا جائے اور یہ اس وقت تک فوت نہ ہوگا جب تک ان دونوں کو ترک نہ کریں لیکن ان کی یہ بات محل بحث سے نکل جانے کے مترادف ہے کیونکہ وہ دونوں سجدوں کو اکٹھے رکن سمجھتے ہیں تو اگر دونوں کو اکٹھے رکن سمجھیں تو ایک سجدہ چھوڑنے سے بھی دونوں کا اکٹھے نہ ہونا لازم آتا ہے تو کس طرح وہ دعوی کرتے ہیں کہ رکن فقط سجدے کا نماز بولا جانا ہے اور پھر شہید کے اس نظریئے کو مان لیں کہ رکن فقط سجدے کا نام صدق آنا ہے تو ایک سجدے کے اضافے سے نماز باطل ہونی چاہیے کیونکہ ایک کے اضافے سے رکن کا اضافہ ہوگا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور مصنف نے دوسرا عذر یہ پیش کیا کہ سجدے کی

ماہیت کا کچھ حد تک نہ ہونا نماز کو باطل نہیں کرتا ورنہ اگر اعضاء سجدہ میں سے کسی کے زمین پر نہ ہونے سے نماز کو باطل ہونا چاہیے کیونکہ اس وقت سجدے کی ماہیت ناقص ہوگی بلکہ نماز باطل تب ہوگی جب سرے سے نماز میں سجدے کی ماہیت اور حقیقت نہ ہو، مصنف کی یہ تاویل بھی محل بحث سے نکلنے کے مترادف ہے کیونکہ وہ ایک نیا دعوی کررہے ہیں اس بات کو حل نہیں کررہے کہ دونوں سجدے مل کر اکٹھے رکن ہیں ۔

اور اس بات میں فرق ہے کہ پیشانی کے علاوہ دیگر اعضاء سجدے کی حقیقت سے خارج ہیں اور سجدے کے واجبات ہیں لیکن پیشانی کو زمین پر رکھنا سجدے کی ماہیت اور حقیقت کو تشکیل دیتا ہے اس لیے اسے چھوڑنے سے سجدے کا نہ ہونا لازم آتا ہے

رکن کے زیادہ کرنے کا حکم

وَلَمْ يَذْكُرْ الْمُصَنِّفُ حُكْمَ زِيَادَةِ الرُّكْنِ مَعَ كَوْنِ الْمَشْهُورِ أَنَّ زِيَادَتَهُ عَلَى حَدِّ نَقِيصَتِه، تَنْبِيهًا عَلَى فَسَادِ الْكُلِّيَّةِ فِى طَرَفِ الزِّيَادَةِ، لِتَخَلُّفِه فِى مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ لَا تَبْطُلُ بِزِيَادَتِه سَهْوًا، كَالنِّيَّةِ فَإِنَّ زِيَادَتَهَا مُؤَكِّدَةٌ لِنِيَابَةِ الاسْتِدَامَةِ الْحُكْمِيَّةِ عَنْهَا تَخْفِيفًا فَإِذَا حَصَلَتْ كَانَ أَوْلَى، وَهِىَ مَعَ التَّكْبِيرِ فِيمَا لَوْ تَبَيَّنَ لِلْمُحْتَاطِ الْحَاجَةُ إِلَيْه أَوْ سَلَّمَ عَلَى نَقْصٍ، وَشَرَعَ فِى صَلَاةٍ أُخْرَى قَبْلَ فِعْلِ الْمُنَافِى مُطْلَقًا. وَالْقِيَامُ إِنْ جَعَلْنَاهُ مُطْلَقًا رُكْنًا كَمَا أَطْلَقَهُ، وَالرُّكُوعِ فِيمَا لَوْ سَبَقَ بِه الْمَأْمُومُ إِمَامَهُ سَهْوًا ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمُتَابَعَةِ، وَالسُّجُود فِيمَا لَوْ زَادَ وَاحِدَةً إِنْ جَعَلْنَا الرُّكْنَ مُسَمَّاهُ، وَزِيَادَةَ جُمْلَةِ الْأَرْكَانِ غَيْرِ النِّيَّةِ، وَالتَّحْرِيمَةِ

فِيمَا إِذَا زَادَ رَكْعَةً آخِرَ الصَّلَاةِ وَقَدْ جَلَسَ بِقَدْرٍ وَاجِبِ التَّشَهُّدِ، أَوْ أَتَمَّ الْمُسَافِرُ نَاسِيًا إِلَى أَنْ خَرَجَ الْوَقْتُ .

شہید اول نے رکن کی کمی سے نماز کے باطل ہونے کے حکم کو بیان کردیا لیکن اس کو زیادہ کرنے کے حکم کو ذکر نہیں کیا حالانکہ مشہور یہ ہے کہ رکن کو زیادہ کرنا اس کو کم کرنے کی طرح مبطل ہے،مصنف کے اس کو ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انکے نزدیک رکن کے زیادہ کرنے سے بطور مطلق نماز ہونے کا حکم صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سے موارد میں رکن کو بھولے سے زیادہ کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی؛ ان میں چند یہ ہیں،

۱۔ نیت کا بھولے سے اضافہ کرنا مبطل نہیں بلکہ نماز میں اصل نیت کی تاکید کرتا ہے اور تاکید اس لیے کہ وہ نیت کے حکم میں دائم و جاری رہنے کی نیابت کرتا ہے اور اس کا جاری رہنا اسے تکرار کرنے سے معاف رکھا گیا تھا پس جب نیت کو زیادہ کردیا تو بہتر ہوگا کیونکہ نیت حکم کے لحاظ سے باقی تھی اسے لفظوں میں تاکید کردی ۔

۲۔ نیت اور تکبیرۃ الاحرام کا نماو احتیاط میں اضافہ کرنا نماز کے باطل ہونے کا موجب نہیں ہے جب نماز گزار کو بعد میں معلوم ہو کہ اس کی نماز احتیاط اس کی اصل نماز میں کمی کے برابر تھی لیکن نماز احتیاط میں نیت و تکبیر تو زیادہ ہوئی ہے اس سے نماز باطل نہ ہوگی [1]۔

---

[1] زيادة النية مع التكبيرة لا تكون موجبة لبطلان الصلاة لو أتى بهمافى صلاة الاحتياط فيما إذا شك بين الثلاث والاربع ويبنى على الاربع فأتى بركعة من قيام، أو بركعتين من جلوس، فان الواجب عليه هو اتيان ركعة واحدة مجردة عن النية والتكبيرة وقد أتى المصلى بركعة فيها نية وتكبيرة زائدة على

۳۔اگر نماز گزار ایک نماز (مثلا چار رکعتی)کو کم(دورکعت) پڑھ کرسلام پھیر دے اور اس کے بعدنماز کے منافی کسی کام کو کرنے سے پہلے دوسری نماز شروع کردے اور دوسری نماز کے دوران اسے یاد آئے کہ پہلی نماز تو کامل نہیں ہوئی تو دوسری نماز کے لیے جو کچھ پڑھا ہے اسے پہلی نماز کے لیے شمار کرلے اگر ایسا کرنا ممکن ہو اگرچہ دوسری کے لیے نیت و تکبیر کا اضافہ کرچکا ہے پہلی نماز صحیح شمار ہوجائے گی۔

۴۔اگر قیام کو بطور مطلق رکن قراردیں جیسے شہید اول نے بطور مطلق اسے ارکان نماز میں شمار کیا ہے تو اگر بھولے سے قیام کا اضافہ ہوجائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی مثلا جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے اور تشہد بھول جائے تو تشہد کے لیے بیٹھ جائے اس سے نماز باطل نہ ہوگی۔

۵۔اگر جماعت کے ساتھ نمازپڑھنے والا بھول کر پیش نماز سے پہلے رکوع میں چلا جائے پھر پیش نماز کے ساتھ رکوع میں جانے کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس کے ساتھ دوبارہ رکوع کرے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی ۔

۶۔اگر شہید اول کی طرح سجدے میں اس کے نام صدق آنے کو رکن قرار دیں تو ایک سجدے کو بھول کر اضافہ کرنے سے نماز کو باطل ہونا چاہیے حالانکہ اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ۔

نفس الرکعة، وقد حکم الفقهاء بصحة صلاته مع هذه الزیادة وأن الرکعة المأتی بها جزء مکمل للصلاة المرددة بین الثلاث والاربع وأنها الرابعة.

۷۔نیت و تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ بعض ارکان (قیام،رکوع و سجود)کانماز کے آخر میں اضافہ جب اس کے آخر میں واجب تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھا ہو اور اس کے بعد ایک رکعت پوری زیادہ پڑھی ہو تو بھی نماز صحیح ہوگی۔

۸۔اگر مسافر نے بھول کر نماز قصر کو پورا پڑھ دیا تو جب وقت کے بعد یاد آئے تو اس کی نماز صحیح ہے اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں ہے، پس رکن کے اضافے کو اس کی کمی کی طرح مبطل قرار دینا صحیح نہیں ہے ۔

ارکان کی حدود کی تحقیق

وَاعْلَمْ أَنَّ الْحُكْمَ بِرُكْنِيَّةِ النِّيَّةِ هُوَ أَحَدُ الْأَقْوَالِ فِيهَا، وَإِنْ كَانَ التَّحْقِيقُ يَقْتَضِي كَوْنَهَا بِالشَّرْطِ أَشْبَهَ .

وَأَمَّا الْقِيَامُ فَهُوَ رُكْنٌ فِي الْجُمْلَةِ إِجْمَاعًا عَلَى مَا نَقَلَهُ الْعَلَّامَةُ، وَلَوْلَاهُ لَأَمْكَنَ الْقَدْحُ فِي رُكْنِيَّتِهِ، لِأَنَّ زِيَادَتَهُ وَنُقْصَانَهُ لَا يُبْطِلَانِ إِلَّا مَعَ اقْتِرَانِهِ بِالرُّكُوعِ، وَمَعَهُ يُسْتَغْنَى عَنْ الْقِيَامِ، لِأَنَّ الرُّكُوعَ كَافٍ فِي الْبُطْلَانِ.وَحِينَئِذٍ فَالرُّكْنُ مِنْهُ، إِمَّا مَا اتَّصَلَ بِالرُّكُوعِ وَيَكُونُ إِسْنَادُ الْإِبْطَالِ إِلَيْهِ بِسَبَبِ كَوْنِهِ أَحَدَ الْمُعَرِّفَيْنِ لَهُ، أَوْ يُجْعَلُ رُكْنًا كَيْفَ اتَّفَقَ، وَفِي مَوْضِعٍ لَا تَبْطُلُ بِزِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ يَكُونُ مُسْتَثْنًى كَغَيْرِهِ، وَعَلَى الْأَوَّلِ لَيْسَ مَجْمُوعُ الْقِيَامِ الْمُتَّصِلِ بِالرُّكُوعِ رُكْنًا، بَلْ الْأَمْرُ الْكُلِّيُّ مِنْهُ، وَمِنْ ثَمَّ لَوْ نَسِيَ الْقِرَاءَةَ، أَوْ أَبْعَاضَهَا لَمْ تَبْطُلْ الصَّلَاةُ، أَوْ يُجْعَلُ الرُّكْنُ مِنْهُ مَا اشْتَمَلَ عَلَى رُكْنٍ كَالتَّحْرِيمَةِ، وَيُجْعَلُ مِنْ قَبِيلِ الْمُعَرِّفَاتِ السَّابِقَةِ .

وَأَمَّا التَّحْرِيمَةُ فَهِيَ التَّكْبِيرُ الْمَنْوِيُّ بِهِ الدُّخُولَ فِي الصَّلَاةِ، فَمَرْجِعُ رُكْنِيَّتِهَا إِلَى الْقَصْدِ لِأَنَّهَا ذِكْرٌ لَا تَبْطُلُ بِمُجَرَّدِهِ.وَأَمَّا الرُّكُوعُ فَلَا إِشْكَالَ فِي رُكْنِيَّتِهِ، وَيَتَحَقَّقُ بِالانْحِنَاءِ إِلَى حَدِّهِ، وَمَا زَادَ عَلَيْهِ مِنْ الطُّمَأْنِينَةِ، وَالذِّكْرِ، وَالرَّفْعِ مِنْهُ وَاجِبَاتٌ زَائِدَةٌ عَلَيْهِ، وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ بُطْلَانُهَا بِزِيَادَتِهِ كَذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يَصْحَبْهُ غَيْرُهُ وَفِيهِ بَحْثٌ وَأَمَّا السُّجُودُ، فَفِي تَحَقُّقِ رُكْنِيَّتِهِ مَا عَرَفْتَهُ .

جان لیں کہ نیت کو رکن قرار دینا یہ ایک قول کی بناء پر ہے اگرچہ تحقیق شہید ثانی یہ ہے کہ یہ نماز کی شرط ہونے کے ساتھ زیادہ سازگار ہے چونکہ لازم ہے جس چیز کی نیت اور ارادہ کیا جائے وہ نیت کے علاوہ ہو۔

اور قیام کے رکن ہونے پر علامہ حلی نے اجماع اور اتفاق علماء کو نقل کیا ہے اگر یہ اتفاق علماء نہ ہوتو اس کی رکنیت میں اشکال کرنا ممکن ہے کیونکہ اس کا اضافہ یا کمی نماز کو باطل نہیں کرتے مگر جب وہ رکوع کے ساتھ ملا ہوا ہو اور جب یہ رکوع کے ساتھ ہو تو اسے رکن شمار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ رکوع ہی نماز کے باطل ہونے کے لیے کافی ہے،توقیام میں سے جو رکن ہے یا وہ ہے جو قیام رکوع کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مطلق قیام کی طرف نماز کے باطل ہونے کی نسبت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی نماز کے باطل ہونے کی علت اور سبب کا ایک حصہ ہے اس لیے اسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ مبطل نماز ہے [1]۔

---

[1]۔الوهم: أنه لو كان الركن في القيام هو الركن المتصل بالركوع فكيف يسند الركن إلى القيام ويقال: القيام ركن؟ فأجاب عنه بأن الاسناد المذكور لاجل أن القيام أحد السببين لبطلان الصلاة، بناء على أن العلل والاسباب الشرعية معروفات فلا ضير في استناد البطلان إلى زيادة الركوع، وإلى

یا قیام کو بطور مطلق رکن شمار کریں اور جہاں اس کی کمی زیادتی سے نماز باطل نہیں ہوتی اسے دیگر موارد کی طرح اس حکم سے مستثنی سمجھیں پس اگر پہلی بات ہو یعنی قیام متصل بر کوع کو رکن سمجھیں تو تمام قیام جو رکوع کے ساتھ ملا ہو رکن نہیں بلکہ اس کا آخری جزء جو رکوع کے ساتھ ملا ہوتا ہے اس لیے اگر قراءت یا اس کا کچھ حصہ بھول جائے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

یا قیام میں سے وہ حصہ رکن قرار دیا جائے جو کسی رکن پر مشتمل ہو جیسے تکبیرۃ الاحرام کے ساتھ ہو تو اس وقت قیام اور تکبیر دو رکن نماز کے بطلان میں دخیل ہونگے اور ایک معلول میں دو علتوں کے جمع ہونے کا خدشہ ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی اسباب و علتیں حقیقی علتیں نہیں ہیں بلکہ یہ معرفات ہیں یعنی حقیقت میں جو علت ہے اس سے عکاسی اور کشف کرتی ہیں

۔

اور تکبیرۃ الاحرام وہ تکبیر ہے جس کے ساتھ نماز میں داخل ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کا رکن ہونا قصد و ارادے کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ وہ ذکر خدا ہے اور صرف ذکر نماز کو باطل نہیں کرتا ۔

اور رکوع کے رکن ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور جب رکوع کی حد تک جھک جائیں تو اس سے رکن حاصل ہوجاتا ہے اس کے علاوہ اشیاء جیسے جسم کا ساکن ہونا اور ذکر کرنا اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا یہ رکن کے اوپر زائد واجبات ہیں اور رکوع کے رکن ہونے سے معلوم ہوگا کہ جب اس کو

زيادة القيام المتصل بالركوع معا. فكل واحدة من الزيادتين معرفة ودالة على البطلان. إذا فالقيام المتصل بالركوع ركن باعتبار أنه أحد المعرفين لبطلان الصلاة، والمعرف الثانى هو الركوع بنفسه.

ان واجبات کے علاوہ اضافہ کیا جائے تو بھی نماز باطل ہوگی اور اس میں بحث اور اشکال ہے (اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بعض موارد میں اس کا اس طرح رکن ہونا ثابت نہیں ہوتا،جیسے مقتدی کا پیش نماز سے پہلے بھول کر رکوع سے سر اٹھا لینا تو وہ پیش نماز کی پیروی کے لیے دوبارہ رکوع میں جاسکتا ہے اور اس کی نماز بھی باطل نہ ہوگی اگر صرف جھکنے سے رکوع ہوجاتا تو اس کی نماز باطل ہونی چاہیے اس سے ظاہر ہوا کہ رکوع کے عنوان کے لیے نیت بھی دخالت رکھتی ہے اور نیت کے بغیر جھکنے سے نماز باطل نہ ہوگی)[1]۔اور سجدوں کے رکن ہونے کی بحث پہلے گزر چکی ہے ۔

۳۔حدث کا واقع ہونا

(وَكَذَا الْحَدَثُ) الْمُبْطِلُ لِلطَّهَارَةِ مِنْ جُمْلَةِ التُّرُوكِ الَّتِي يَجِبُ اجْتِنَابُهَا، وَلَا فَرْقَ فِي بُطْلَانِ الصَّلَاةِ بِهِ بَيْنَ وُقُوعِهِ عَمْدًا وَسَهْوًا عَلَى أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ .

اسی طرح حدث(باطنی ناپاکی) کا واقع ہونا بھی نماز کو باطل کرتا ہے پس اگر طہارت (وضو، غسل یا تیمّم)ختم ہونے سے نماز باطل ہوتی ہے اس سے نماز کے باطل ہونے میں فرق نہیں کہ جان بوجھ کر حدث واقع ہو یا بھولے سے،یہی مشہور تر قول ہے ۔

---

[1]۔ یحتمل أن یکون وجه النظر مخالفة ما ذکر مع بعض المقامات کسبق المأموم الامام سهوا فی رفع رأسه عن الرکوع، فانه یجوز للمأموم متابعة الامام فی الرجوع إلی الرکوع، ولا تکون صلاته باطلة. فلو کان الرکوع یتحقق بنفس الانحناء المذکور لکانت صلاته باطلة بنفس الانحناء. فتبین أن النیة دخیلة فی عنوان تحقق الرکوع، ولا تبطل الصلاة بزیادة رکوع غیر مصحوب بالنیة.

۴۔ نماز توڑنے کا حکم

(وَيَحْرُمُ قَطْعُهَا) أَىْ قَطْعُ الصَّلَاةِ الْوَاجِبَةِ (اخْتِيَاراً) لِلنَّهْىِ عَنْ إِبْطَالِ الْعَمَلِ الْمُقْتَضِى لَهُ إِلَّا مَا أَخْرَجَهُ الدَّلِيلُ،وَاحْتَرَزَ بِالاخْتِيَارِ عَنْ قَطْعِهَا لِضَرُورَةٍ كَقَبْضِ غَرِيمٍ، وَحِفْظِ نَفْسٍ مُحْتَرَمَةٍ مِنْ تَلَفٍ، أَوْ ضَرَرٍ، وَقَتْلِ حَيَّةٍ يَخَافُهَا عَلَى نَفْسٍ مُحْتَرَمَةٍ، وَإِحْرَازِ مَالٍ يَخَافُ ضَيَاعَهُ، أَوْ لِحَدَثٍ يَخَافُ ضَرَرَ إِمْسَاكِهِ وَلَوْ بِسَرَيَانِ النَّجَاسَةِ إِلَى ثَوْبِهِ أَوْ بَدَنِهِ، فَيَجُوزُ الْقَطْعُ فِى جَمِيعِ ذَلِكَ .

وَقَدْ يَجِبُ لِكَثِيرٍ مِنْ هَذِهِ الْأَسْبَابِ، وَيُبَاحُ لِبَعْضِهَا كَحِفْظِ الْمَالِ الْيَسِيرِ الَّذِى يَضُرُّ فَوْتُهُ وَقَتْلِ الْحَيَّةِ الَّتِى لَا يَخَافُ أَذَاهَا.وَيُكْرَهُ لِإِحْرَازِ يَسِيرِ الْمَالِ الَّذِى لَا يُبَالِى بِفَوَاتِهِ، وَقَدْ يُسْتَحَبُّ لِاسْتِدْرَاكِ الْأَذَانِ الْمَنْسِيِّ، وَقِرَاءَةِ الْجُمُعَتَيْنِ فِى ظُهْرَيْهَا وَنَحْوِهِمَا فَهُوَ يَنْقَسِمُ بِانْقِسَامِ الْأَحْكَامِ الْخَمْسَةِ. (وَيَجُوزُ قَتْلُ الْحَيَّةِ) وَالْعَقْرَبِ فِى أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ مِنْ غَيْرِ إِبْطَالٍ إِذَا لَمْ يَسْتَلْزِمْ فِعْلًا كَثِيراً لِلْإِذْنِ فِيهِ نَصًّا، (وَعَدُّ الرَّكَعَاتِ بِالْحَصَى) وَشِبْهِهَا خُصُوصًا لِكَثِيرِ السَّهْوِ (وَالتَّبَسُّمِ) وَهُوَ مَا لَا صَوْتَ فِيهِ مِنْ الضَّحِكِ عَلَى كَرَاهِيَةٍ .

واجب نماز کو اختیاری صورت میں توڑنا حرام ہے کیونکہ اس سے نہی کی گئی ہے جو اس کے حرام ہونے کا تقاضاکرتی ہے مگر جس صورت میں نماز توڑنے کو خود شرعی دلیلوں میں جائز کہا گیا ہو اور اختیار کی قید لگا کر اجتناب کیا اس صورت سے جب نماز کو کسی شدید ضرورت کے تحت توڑے جیسے قرض ادا کرنے کے لیے اور کسی مسلمان کی جان کو تلف ہونے کا ضرر پہنچنے سے

بچانے کے لیے اور اس سانپ کو مارنے کے لیے کسی نفس محترم کے لیے باعث خوف ہو یا اس مال کی حفاظت کے لیے جس کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس وقت جب پیشاب کا اتنا زور ہو کہ اسے روکنا بہت ضرر کا سبب ہو اگرچہ وہ ضرر کپڑے و بدن میں نجاست کا پھیل جانا ہو تو ان تمام موارد میں نماز توڑنا جائز ہے ۔اور کبھی مکروہ ہوتا ہے جب اتنے تھوڑے مال کے لیے نماز کو توڑے جس کے ضائع ہونے کی پرواہ نہ کی جاتی ہو،اور کبھی نماز توڑنا مستحب ہے جیسے اگر رکوع سے پہلے متوجہ ہوجائے کہ اذان واقامت نہیں کہی ہے اوروقت وسیع ہے توبہتر ہے کہ نماز کوتوڑ کراذان واقامت کہہ کردوبارہ نماز شروع کرے، اسی طرح جمعہ کے دن نماز جمعہ یااس دن کی نماز ظہر میں سورہ جمعہ وسورہ منافقین پڑھنے کے لیے نماز توڑنا بھی مستحب ہے اوراسی طرح دیگر موارد جیسے فقط اقامت بھول جائے تواس کے لیے نماز توڑسکتا ہے، پس نماز کا توڑنا شریعت کے احکام پنجگانہ کی طرح پانچ قسموں میں تقسیم ہوتا ہے؛وجوب،حرمت،کراہت،استحباب اوراباحہ۔

اور نماز کے دوران نماز توڑے بغیر سانپ و بچھو کو مارنا جائز ہے جب اس سے فعل کثیر لازم نہ آئے کیونکہ روایات میں اس کی اجازت دی گئی ہے اوراسی طرح کنکریوں وغیرہ کے ساتھ رکعتوں کو شمار کرنا بھی جائز ہے خصوصاجب بہت زیادہ بھولنے کی مشکل ہواور نماز میں مسکرانا جائز ہے جب ہنسنے کی آواز نہ نکلے، لیکن یہ مکروہ ہے۔

۵۔نماز گزار کے مکروہات

(وَيُكْرَهُ الالْتِفَاتُ يَمِينًا وَشِمَالًا) بِالْبَصَرِ أَوْ الْوَجْهِ، فَفِي الْخَبَرِ أَنَّهُ { لَا صَلَاةَ لِمُلْتَفِتٍ }، وَحُمِلَ عَلَى نَفْيِ الْكَمَالِ جَمْعًا وَفِي خَبَرٍ آخَرَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ { أَمَا يَخَافُ الَّذِي يُحَوِّلُ وَجْهَهُ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يُحَوِّلَ

اللَّهُ وَجْهَهُ وَجْهَ حِمَارٍ }.وَالْمُرَادُ تَحْوِيلُ وَجْهِ قَلْبِهِ كَوَجْهِ قَلْبِ الْحِمَارِ فِي عَدَمِ اطِّلَاعِهِ عَلَى الْأُمُورِ الْعُلْوِيَّةِ، وَعَدَمِ إكْرَامِهِ بِالْكَمَالَاتِ الْعَلِيَّةِ (وَالتَّثَاؤُبُ) بِالْهَمْزِ، يُقَالُ تَثَاءَبْتُ وَلَا يُقَالُ تَثَاوَبْتُ قَالَهُ الْجَوْهَرِيُّ (وَالتَّمَطِّي) وَهُوَ مَدُّ الْيَدَيْنِ، فَعَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُمَا مِنْ الشَّيْطَانِ (وَالْعَبَثُ) بِشَيْءٍ مِنْ أَعْضَائِهِ لِمُنَافَاتِهِ الْخُشُوعَ الْمَأْمُورَ بِهِ، وَقَدْ { رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعْبَثُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هَذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ }، (وَالتَّنَخُّمُ) وَمِثْلُهُ الْبُصَاقُ وَخُصُوصًا إلَى الْقِبْلَةِ، وَالْيَمِينِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ، (وَالْفَرْقَعَةُ) بِالْأَصَابِعِ،(وَالتَّأَوُّهُ بِحَرْفٍ وَاحِدٍ)، وَأَصْلُهُ قَوْلُ " أَوَّهْ " عِنْدَ الشِّكَايَةِ وَالتَّوَجُّعِ .

وَالْمُرَادُ هُنَا النُّطْقُ بِهِ عَلَى وَجْهٍ لَا يَظْهَرُ مِنْهُ حَرْفَانِ، (وَالْأَنِينُ بِهِ) أَيْ بِالْحَرْفِ الْوَاحِدِ، وَهُوَ مِثْلُ التَّأَوُّهِ، وَقَدْ يُخَصُّ الْأَنِينُ بِالْمَرِيضِ، (وَمُدَافَعَةُ الْأَخْبَثَيْنِ) الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ (وَالرِّيحِ)، لِمَا فِيهِ مِنْ سَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْإِقْبَالِ بِالْقَلْبِ الَّذِي هُوَ رُوحُ الْعِبَادَةِ، وَكَذَا مُدَافَعَةُ النَّوْمِ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ إذَا وَقَعَ ذَلِكَ قَبْلَ التَّلَبُّسِ بِهَا مَعَ سَعَةِ الْوَقْتِ، وَإِلَّا حَرُمَ الْقَطْعُ إلَّا أَنْ يَخَافَ ضَرَرًا.قَالَ الْمُصَنِّفُ فِي الْبَيَانِ : وَلَا يَجْبُرُهُ فَضِيلَةُ الِائْتِمَامِ، أَوْ شَرَفُ الْبُقْعَةِ، وَفِي نَفْيِ الْكَرَاهَةِ بِاحْتِيَاجِهِ إلَى التَّيَمُّمِ نَظَرٌ .

ا۔ نماز میں دائیں بائیں دیکھنا یا چہرہ کرنا مکروہ ہے اور روایت میں ہے؛ نماز میں دائیں بائیں توجہ کرنے والے کی نماز نہیں اس سے مراد نماز کے کمال کی نفی لی گئی ہے اور دوسری روایت

میں ہے شخص نماز میں دائیں بائیں چہرہ پھیرتا ہے کیا اسے ڈر نہیں کہ خدا اس کا چہرہ گدھے کے منہ کی طرح پھیر دے، اور یہاں اس کے دل کو گدھے کے دل کی طرح پھیرنا مراد ہے جو بلند پایہ معارف اور اعلی کمالات کو پانے اور سمجھنے سے محروم ہے۔

۲۔ نماز میں جمائی لینا مکروہ ہے، یہ لفظ عربی میں ہمزہ کے ساتھ ہے نہ واو کے ساتھ کہ علم لغت کے معروف دانشمند جوہری نے اپنی کتاب صحاح اللغۃ میں اس کی تصریح کی ہے (یہ شخص آخری وقت میں چھت سے اڑنے کی کوشش کرتے ہوئے گر گیا تھا اور فوت ہوا اسی لیے اسے بعض نکتہ داں افراد نے شہید پرواز کا نام دیا)۔

۳۔ اپنے ہاتھوں کو پھیلانا مکروہ ہے بلکہ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے۔

۴۔ اپنے اعضاء (ڈاڑھی اور ہاتھوں) سے کھیلنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کام نماز کے خضوع و خشوع کو ختم کر دیتا ہے حالانکہ نماز میں خشوع کرنے کا حکم ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں عبث کاموں میں مشغول تھا فرمایا؛ اگر اس کا دل خضوع و خشوع کی حالت میں ہوتا تو اس کے اعضاء سے بھی خضوع و خشوع ظاہر ہوتا ہے۔

۵۔ نماز کی حالت میں ناک صاف کرنا اور اسی طرح تھوکنا خصوصا قبلہ کی سمت میں اور دائیں اور سامنے زیادہ مکروہ ہے۔

۶۔ انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسانا مکروہ ہے۔

۷۔ ایک حرف کے ساتھ کسی بات پر افسوس کرنا (تاوّہ) ہے اور مکروہ ہے اس کی اصل اوہ کہنا ہے جب درد یا شکایت کو ظاہر کرنا ہو اور یہاں مراد اس طرح کہنا ہے کہ اس سے دو حرف ظاہر نہ ہوں ورنہ نماز باطل ہو گی۔

۸۔ ایک حرف کے ساتھ درد سے چیخنا ہے، درد سے افسوس کرنے کی طرح ہے لیکن انین مریض کے ساتھ خاص ہے۔

۹۔ پیشاب، پاخانہ یا پیٹ کی ہوا روک کر نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے نماز کا خضوع و خشوع نہیں رہتا اور نہ دل عبادت کی طرح متوجہ ہو پاتا ہے حالانکہ یہی چیزیں عبادت کی روح ہیں، اور اسی طرح نیند کی روک کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، یہ تب مکروہ ہے جب نماز شروع کرنے سے پہلے یہ حالت ہو اور نماز کا وقت بھی وسیع ہو ورنہ نماز شروع کرنے کے بعد ان چیزوں کے لیے نماز نہیں توڑی جاسکتی مگر یہ کہ شدید ضرر کا خطرہ ہو اور مصنف نے بیان میں کہا ہے کہ اس کراہت کا جبران نماز کا جماعت کے ساتھ یا کسی فضیلت کے مقام پر پڑھنا بھی نہیں کر سکتا اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو اور پیشاب کا زور ہو تو آیا اسے روک کر نماز پڑھنا تاکہ تیمّم نہ کرے کراہت کر ختم کر دیتا ہے اس میں اشکال ہے کیونکہ نماز کو وضو کے ساتھ پڑھنا اسے تیمّم کے ساتھ پڑھنے سے افضل و اکمل ہے۔

٦۔ نمازی عورت کے مستحبات

(تَتِمَّةٌ)الْمرأَةُ كَالرَّجُلِ فِى جَمِيعِ مَا سَلَفَ إِلَّا مَا أُسْتُثْنِىَ، وَتَخْتَصُّ عَنْهُ أَنَّهُ (يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ) حُرَّةً كَانَتْ أَمْ أَمَةً(أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ قَدَمَيْهَا فِى الْقِيَامِ، وَالرَّجُلُ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا بِشِبْرٍ إِلَى فِتْرٍ)، وَدُونَهُ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مُنْفَرِجَاتٍ، (وَتَضُمُّ ثَدْيَهَا إِلَى صَدْرِهَا) بِيَدَيْهَا (وَتَضَعُ يَدَيْهَا فَوْقَ رُكْبَتَيْهَا رَاكِعَةً) .

ظَاهِرُهُ أَنَّهَا تَنْحَنِى قَدْرَ انْحِنَاءِ الرَّجُلِ، وَتُخَالِفُهُ فِى الْوَضْعِ، وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يَجْزِيهَا مِنْ الانْحِنَاءِ أَنْ تَبْلُغَ كَفَّاهَا مَا فَوْقَ رُكْبَتَيْهَا، لِأَنَّهُ عَلَّلَهُ فِيهَا بِقَوْلِه:"لِئَلَّا تُطَأْطَأَ كَثِيراً فَتَرْتَفِعَ عَجِيزَتُهَا". وَذَلِكَ لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ وَضْعِهِمَا، بَلْ بِاخْتِلَافِ الانْحِنَاءِ،(وَتَجْلِسُ) حَالَ تَشَهُّدِهَا وَغَيْرِهِ (عَلَى

أَلْيَيْهَا)بِالْيَاءَيْنِ مِنْ دُونِ تَاءٍ بَيْنَهُمَا عَلَى غَيْرِ قِيَاسٍ، تَثْنِيَةُ أَلْيَةٍ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ فِيهِمَا، وَالتَّاءُ فِي الْوَاحِدَةِ .

(وَتَبْدَأُ بِالْقُعُودِ) عَلَى تِلْكَ الْحَالَةِ (قَبْلَ السُّجُودِ)، ثُمَّ تَسْجُدُ (فَإِذَا تَشَهَّدَتْ ضَمَّتْ فَخِذَيْهَا، وَرَفَعَتْ رُكْبَتَيْهَا مِنْ الْأَرْضِ، وَإِذَا نَهَضَتْ انْسَلَّتْ) انْسِلَالًا مُعْتَمِدَةً عَلَى جَنْبَيْهَا بِيَدَيْهَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ تَرْفَعَ عَجِيزَتَهَا وَيَتَخَيَّرُ الْخُنْثَى بَيْنَ هَيْئَةِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ .

عورت سابقہ تمام احکام میں مرد کی طرح ہے مگر جن کو جدا کیاگیا اور عورت کے بعض دیگر مخصوص احکام یہ ہیں؛

ا۔عورت چاہے آزاد ہو یا کنیز اس کے لیے مستحب ہے کہ قیام کے دوران اپنے قدموں کو ملائے اور مرد کے لیے ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ دے اور اس سے کم تین کھلی انگلیوں کا فاصلہ ہے[1] ۔

۲۔اور اپنے پستانوں کو ہاتھوں کے ساتھ اپنے سینے سے ملائے ۔

۳۔رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اس سے ظاہر ہے کہ مرد کے جھکنے کی مقدار کے برابر جھکے لیکن کیفیت میں مختلف ہے لیکن روایت کا ظاہر یہ ہے کہ اس کے لیے اتنا جھکنا کافی ہے کہ اس کی ہتھیلیاں اس کے گھٹنوں کے اوپر پہنچ جائیں کیونکہ اس میں امام نے یہ علت بیان کی کہ زیادہ نہ جھکے کہ اس کا پچھلا حصہ بلند نہ ہو تو یہ ان کے جھکنے کی کیفیت کے بدلنے سے نہیں ہوگا بلکہ جھکنے کی مقدار میں تفاوت ہونا لازم ہے ۔

---

[1]۔ الشبر: ما بین الابہام والبنصر ممدوتین، والفتر: مابین الابہام والسبابۃ ممدودتین، وکلاہما بکسر الاول وسکون الثانی.

۴۔تشہد وغیرہ کے لیے بیٹھتے ہوئے وہ اپنی رانوں پر بیٹھے(الیین دو یاوں کے ساتھ بغیر اس کے کہ ان کے درمیان تاء ہو الیۃ کی تثنیہ ہے لیکن قانون و قیاس علم صرف کے خلاف ہے)۔
۵۔سجدے سے پہلے اسی طرح بیٹھے پھر سجدہ کرے ۔
۶۔جب تشہد پڑھے تو رانوں کو ملائے اور گھٹنوں کو زمین سے اٹھائے ۔
۷۔جب کھڑی ہو تو اسی حالت سے آہستہ سے اوپر ہوجائے اپنے ہاتھوں سے اپنے پہلووں کا سہارا لیتے ہوئے لیکن اپنے پچھلے حصے کو نہ اٹھائے، اور خنثی کو مرد اور عورت کے طریقے کو اختیار کرنے میں اختیار ہے ۔

فصل ٦: بقیہ نمازیں

ا۔ نماز جمعہ

(الْفَصْلُ السَّادِسُ)فِی بَقِیَّةِ الصَّلَوَاتِ الْوَاجِبَةِ، وَمَا یَخْتَارُہُ مِنْ الْمَنْدُوبَة(فَمِنْهَا الْجُمُعَةُ، وَهِیَ رَکْعَتَانِ کَالصُّبْحِ عِوَضُ الظُّهْرِ) فَلَا یَجْمَعُ بَیْنَهُمَا، فَحَیْثُ تَقَعُ الْجُمُعَةُ صَحِیحَةً تُجْزِئُ عَنْهَا۔

چھٹی فصل میں بقیہ واجب نمازیں اور بعض وہ مستحب نمازیں ہیں جن کو شہید اول نے یہاں انتخاب کیا ہے ، ان میں سے نماز جمعہ ہے جو نماز ظہر کے بدلے میں نماز صبح کی طرح دورکعت ہے پس نماز جمعہ اور نماز ظہر دونوں کو نہ پڑھے،جب نماز جمعہ صحیح پڑھی جائے تو وہ نماز ظہر سے مجزی اور کافی ہے، ذیل میں نماز جمعہ کے احکام کو بیان کیا جائے گا۔

نماز جمعہ کا وقت

وَرُبَّمَا اُسْتُفِیدَ مِنْ حُکْمِهِ بِکَوْنِهَا عِوَضَهَا مَعَ عَدَمِ تَعَرُّضِهِ لِوَقْتِهَا : أَنَّ وَقْتَهَا وَقْتُ الظُّهْرِ فَضِیلَةً وَإِجْزَاءً، وَبِهِ قَطَعَ فِی الدُّرُوسِ وَالْبَیَانِ، وَظَاهِرُ النُّصُوصِ یَدُلُّ عَلَیْهِ، وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ إلَی امْتِدَادِ وَقْتِهَا إلَی الْمِثْلِ خَاصَّةً، وَمَالَ إلَیْهِ الْمُصَنِّفُ فِی الْأَلْفِیَّةِ، وَلَا شَاهِدَ لَهُ إلَّا أَنْ یُقَالَ بِأَنَّهُ وَقْتٌ لِلظُّهْرِ أَیْضًا .

شہید اول نے حکم لگایا کہ نماز جمعہ نماز ظہر کے بدلے میں ہےاور اس کے وقت کو ذکر نہیں کیا تو اس سے استفادہ ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا وقت فضیلت اور کافی ہونے میں نماز ظہر کے وقت کی طرح ہے اور اسی کا انہوں

نے دروس و بیان میں یقین کیا ہے اور روایات کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ اس کا وقت شاخص کے سایہ کے اس کے برابر ہونے تک ہے اور شہید اول نے الفیہ میں اس کی میلان ظاہر کیا لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے مگر یہ کہا جائے کہ وہ ظہر کا بھی وقت ہے ۔

نماز جمعہ کا خطبہ اور اسکے اجزاء

(وَيَجِبُ فِيهَا تَقْدِيمُ الْخُطْبَتَيْنِ الْمُشْتَمِلَتَيْنِ عَلَى حَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى) بِصِيغَةِ " الْحَمْدُ لِلَّهِ " (وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ) بِمَا سَنَحَ .وَفِي وُجُوبِ الثَّنَاءِ زِيَادَةً عَلَى الْحَمْدِ نَظَرٌ، وَعِبَارَةُ كَثِيرٍ – وَمِنْهُمْ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى – خَالِيَةٌ عَنْهُ .

نَعَمْ هُوَ مَوْجُودٌ فِي الْخُطَبِ الْمَنْقُولَةِ عَنْ النَّبِيِّ وَآلِهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ السَّلَامُ، إلَّا أَنَّهَا تَشْتَمِلُ عَلَى زِيَادَةٍ عَلَى أَقَلِّ الْوَاجِبِ .

(وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ) بِلَفْظِ الصَّلَاةِ أَيْضًا، وَيَقْرُنُهَا بِمَا شَاءَ مِنْ النَّسَبِ (وَالْوَعْظِ) مِنْ الْوَصِيَّةِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالْحَثِّ عَلَى الطَّاعَةِ، وَالتَّحْذِيرِ مِنْ الْمَعْصِيَةِ، وَالِاغْتِرَارِ بِالدُّنْيَا، وَمَا شَاكَلَ ذَلِكَ .وَلَا يَتَعَيَّنُ لَهُ لَفْظٌ، وَيُجْزِي مُسَمَّاهُ فَيَكْفِي أَطِيعُوا اللَّهَ أَوْ اتَّقُوا اللَّهَ وَنَحْوُهُ، وَيُحْتَمَلُ وُجُوبُ الْحَثِّ عَلَى الطَّاعَةِ، وَالزَّجْرِ عَنْ الْمَعْصِيَةِ لِلتَّأَسِّي (وَقِرَاءَةِ سُورَةٍ خَفِيفَةٍ) قَصِيرَةٍ، أَوْ آيَةٍ تَامَّةِ الْفَائِدَةِ بِأَنْ تَجْمَعَ مَعْنًى مُسْتَقِلًّا يُعْتَدُّ بِهِ مِنْ وَعْدٍ، أَوْ وَعِيدٍ، أَوْ حُكْمٍ، أَوْ قِصَّةٍ تَدْخُلُ فِي مُقْتَضَى الْحَالِ، فَلَا يُجْزِي مِثْلُ { مُدْهَامَّتَانِ }، { وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ } وَيَجِبُ : فِيهِمَا النِّيَّةُ وَالْعَرَبِيَّةُ، وَالتَّرْتِيبُ بَيْنَ الْأَجْزَاءِ كَمَا ذُكِرَ، وَالْمُوَالَاةُ وَقِيَامُ الْخَطِيبِ مَعَ الْقُدْرَةِ، وَالْجُلُوسُ بَيْنَهُمَا، وَإِسْمَاعُ الْعَدَدِ

الْمُعْتَبَرِ، وَالطَّهَارَةُ مِنْ الْحَدَثِ، وَالْخَبَثِ فِي أَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ وَالسَّتْرُ، كُلُّ ذَلِكَ لِلاتِّبَاعِ، وَإِصْغَاءُ مَنْ يُمْكِنُ سَمَاعُهُ مِنْ الْمَأْمُومِينَ، وَتَرْكُ الْكَلَامِ مُطْلَقًا .

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے ضروری ہیں جن میں درج ذیل چیزیں ضروری ہیں؛

ا۔ وہ خطبے خدا کی حمد و ثناء پر مشتمل ہوں،حمد کے الفاظ تو الحمد للہ ہوں لیکن ثناء جس لفظ سے کرے کرسکتا ہے، آیا حمد کے علاوہ ثناء کرنا بھی واجب ہے اس میں اشکال ہے،بہت سے علماء اور خود مصنف ذکری میں اس کو ذکر نہیں کرتے لیکن یہ ان خطبوں میں مذکور ہے جس نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اہل بیت ؑ سے منقول ہیں مگر ان خطبات میں کم از کم واجب مقدار سے زیادہ چیزوں پر بھی مشتمل ہیں ۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اہل بیت ؑپر درود و صلوات بھیجنا جو صلوات کے لفظ کے ساتھ ہو اور اس کے ساتھ جو چاہے ان ہستیوں کی صفات بیان کرے ۔

۳۔ان خطبوں میں وعظ و نصیحت کرے، تقوی کی تلقین کرے اور خدا کی اطاعت کی تاکید کرے اور اس کی معصیت و نافرمانی اور دنیا سے دھوکا کھانے سے ڈرائے اس کے لیے کوئی معین لفظ نہیں ہے، اتنا ہو کہ اس پر وعظ و نصیحت کا نام بولا جائے پس کافی ہے کہ کہے خدا کی اطاعت کرو یا خدا کا تقوا اختیار کرو اور احتمال ہے کہ اطاعت خدا کی تاکید اور اس کی معصیت سے ڈرانا واجب ہو کیونکہ اسی میں معصومینؑ کے طریقے کی پیروی ہے ۔

۴۔ایک چھوٹی سورت کا پڑھنا ایک کامل معنی پر مشتمل آیت کا قراءت کرنا جس میں ثواب کا وعدہ یا عذاب سے وعید یا کوئی شرعی حکم یا قرآنی قصہ

موجود ہو جس میں زمان و مکان سے مناسبت ہو پس صرف مدھامّتان،دوہرے باغ اور یہ آیت کہ جادو گر سجدے میں گرگئے پڑھنا کافی نہیں ہے ۔

۵۔خطبوں میں قربت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے ۔

۶۔خطبوں کی واجب مقدار کا عربی میں ہونالازم ہے ۔

۷۔خطبوں کے اجزاء کے درمیان ترتیب ہونا لازم ہے ۔

۸۔ خطبوں کے اجزاء کاپے در پے ہونا لازم ہے ۔

۹۔خطبہ دیتے وقت خطیب کا ممکنہ صورت میں کھڑا ہونا اور ان کے درمیان بیٹھنا بھی ضروری ہے ۔

۱۰۔ نماز جمعہ کی معتبر تعداد کو سنانا بھی لازم ہے،پس دل میں پڑھنا کافی نہیں ۔

۱۱۔ صحیح تر قول کی بناء پر خطیب کا حدث و خبث (باطنی و ظاہری نجاستوں)سے پاک ہونااور واجب لباس پہننا ضروری ہے ۔

۱۲۔خطبہ کے وقت جن مقتدی حضرات کے لیے سننا ممکن ہو غور سے سننا ضروری ہے۔

۱۳۔بطور مطلق یعنی پیش نماز و مقتدیوں کے لیے خطبہ کے وقت دنیاوی باتوں کو چھوڑنا لازم ہے ۔

خطیب کے مستحبات

(وَيُسْتَحَبُّ بَلَاغَةُ الْخَطِيب) بِمَعْنَى جَمْعِه بَيْنَ الْفَصَاحَةِ الَّتی هِیَ : مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنْ مَقْصُوده بِلَفْظٍ فَصِيحٍ، أَیْ خَالٍ عَنْ ضَعْفِ التَّأْلِيف، وَتَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ، وَالتَّعْقِيدِ، وَعَنْ كَوْنِهَا غَرِيبَةً وَحْشِيَّةً، وَبَيْنَ الْبَلَاغَةِ الَّتی هِیَ

: مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنْ الْكَلَامِ الْفَصِيحِ، الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَى الْحَالِ بِحَسَبِ الزَّمَانِ، وَالْمَكَانِ، وَالسَّامِعِ، وَالْحَالِ، (وَنَزَاهَتُهُ) عَنْ الرَّذَائِلِ الْخُلُقِيَّةِ، وَالذُّنُوبِ الشَّرْعِيَّةِ بِحَيْثُ يَكُونُ مُؤْتَمِرًا بِمَا يَأْمُرُ بِهِ، مُنْزَجِرًا عَمَّا يَنْهَى عَنْهُ، لِتَقَعَ مَوْعِظَتُهُ فِي الْقُلُوبِ، فَإِنَّ الْمَوْعِظَةَ إِذَا خَرَجَتْ مِنْ الْقَلْبِ دَخَلَتْ فِي الْقَلْبِ، وَإِذَا خَرَجَتْ مِنْ مُجَرَّدِ اللِّسَانِ لَمْ تَتَجَاوَزْ الْآذَانَ (وَمُحَافَظَتُهُ عَلَى أَوَائِلِ الْأَوْقَاتِ) لِيَكُونَ أَوْفَقَ لِقَبُولِ مَوْعِظَتِهِ (وَالتَّعَمُّمُ) شِتَاءً وَصَيْفًا لِلتَّأَسِّي مُضِيفًا إِلَيْهَا الْحَنَكَ، وَالرِّدَاءَ، وَلُبْسَ أَفْضَلِ الثِّيَابِ، وَالتَّطَيُّبَ، (وَالِاعْتِمَادُ عَلَى شَيْءٍ) حَالَ الْخُطْبَةِ مِنْ سَيْفٍ، أَوْ قَوْسٍ، أَوْ عَصًا لِلِاتِّبَاعِ .

۱۔خطیب کا فصیح و بلیغ ہونا مستحب ہے یعنی اس میں فصاحت پائی جائے فصاحت وہ قابلیت اور ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ اپنے مقصود اور مطلوب کو فصیح لفظ کے ساتھ بیان کرسکتا ہو جس میں گرائمر کے لحاظ سے ترکیب کی کمزوری، کلمات کا غیر مانوس ہونا اور ان میں پیچیدگی نہ اور نہ ہی وہ بالکل عجیب و غریب اور وحشی قسم کے الفاظ استعمال کرے ۔

اور اس میں بلاغت ہو بلاغت وہ ملکہ ہے جس کے ساتھ وہ فصیح کلام کے ساتھ اپنے مقصود کو بیان کرتا ہے اور وہ زمانے اور مکان،سامعین اور حالات کے اعتبار سے مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے ۔

۲۔خطیب کا اخلاقی رذیلتوں اور شرعی گناہوں سے بری ہونا مستحب ہے اس طرح کہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دے ان پر خود بھی عمل کرتا ہو اور جن چیزوں سے روکتا ہے ان سے خود بھی رکتا ہو تاکہ اس کا وعظ و نصیحت دلوں میں گھر کرلے کیونکہ وعظ و نصیحت جب دل سے نکلتا ہے تو دلوں میں

گھر کرلیتا ہے اور جب صرف زبانی وعظ و نصیحت ہو تو وہ کانوں سے آگے نہیں جاتا ہے ۔

۳۔خطیب نماز کے اول وقت کی پابندی کرتا ہو تاکہ اس کا موعظہ قبول کرنے کے ساتھ سازگار ہو ۔

۴۔موسم سرما ہو یا گرما خطیب کو عمامہ پہننا چاہیے کیونکہ اس میں معصومینؑ کے طریقے کی پیروی ہے ۔

۵۔ عمامہ کے ساتھ تحت الحنک اور رداء پہنے اور بہترین کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ۔

۶۔خطبہ دیتے وقت کسی چیز (تلوار، کمان یا عصاوغیرہ)پر سہارا لے، کیونکہ اس میں معصومینؑ کے طریقے کی پیروی ہے ۔

نماز جمعہ کے وجوب کی بحث اور اسکی حرمت کے قول کا نقد

(ولَا تَنْعَقدُ) الْجُمُعَةُ (إلَّا بِالْإمَامِ) الْعَادلِ عَلَيْه السَّلَامُ، (أَوْ نَائبه) خُصُوصًا، أَوْ عُمُومًا (وَلَوْ كَانَ) النَّائبُ (فَقيهًا) جَامعًا لشَرَائط الْفَتْوَى (مَعَ إمْكَان الاجْتمَاع في الْغَيْبَة).هَذَا قَيْدٌ في الاجتزَاء بالْفَقيه حَالَ الْغَيْبَة لأَنَّهُ مَنْصُوبٌ منْ الْإمَامِ عَلَيْه السَّلَامُ عُمُومًا بقَوْله :" أُنْظُرُوا إلَى رَجُلٍ قَدْ رَوَى حَديثَنَا " إلَى آخره، وَغَيْره .

وَالْحَاصلُ أَنَّهُ مَعَ حُضُور الْإمَام عَلَيْه السَّلَامُ لَا تَنْعَقدُ الْجُمُعَةُ إلَّا به، أَوْ بنَائبه الْخَاصِّ وَهُوَ الْمَنْصُوبُ للْجُمُعَة، أَوْ لمَا هُوَ أَعَمُّ منْهَا، وَبدُونه تَسْقُطُ، وَهُوَ مَوْضعُ وفَاقٍ .

وَأَمَّا فِی حَالِ الْغَیْبَةِ -کَهَذَا الزَّمَانِ- فَقَدْ اخْتَلَفَ الْأَصْحَابُ فِی وُجُوبِ الْجُمُعَةِ وَتَحْرِیمِهَا: فَالْمُصَنِّفُ هُنَا أَوْجَبَهَا مَعَ کَوْنِ الْإِمَامِ فَقِیهًا لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ وَهُوَ إِذْنُ الْإِمَامِ الَّذِی هُوَ شَرْطٌ فِی الْجُمْلَةِ إِجْمَاعًا، وَبِهَذَا الْقَوْلِ صَرَّحَ فِی الدُّرُوسِ أَیْضًا، وَرُبَّمَا قِیلَ بِوُجُوبِهَا حِینَئِذٍ وَإِنْ لَمْ یَجْمَعْهَا فَقِیهٌ عَمَلًا بِإِطْلَاقِ الْأَدِلَّةِ وَاشْتِرَاطُ الْإِمَامِ عَلَیْهِ السَّلَامُ، أَوْ مَنْ نَصَّبَهُ إِنْ سُلِّمَ فَهُوَ مُخْتَصٌّ بِحَالَةِ الْحُضُورِ، أَوْ بِإِمْکَانِهِ، فَمَعَ عَدَمِهِ یَبْقَى عُمُومُ الْأَدِلَّةِ مِنْ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ خَالِیًا عَنْ الْمُعَارِضِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الْأَکْثَرِ وَمِنْهُمْ الْمُصَنِّفُ فِی الْبَیَانِ، فَإِنَّهُمْ یَکْتَفُونَ بِإِمْکَانِ الِاجْتِمَاعِ مَعَ بَاقِی الشَّرَائِطِ .

وَرُبَّمَا عَبَّرُوا عَنْ حُکْمِهَا حَالَ الْغَیْبَةِ بِالْجَوَازِ تَارَةً، وَبِالِاسْتِحْبَابِ أُخْرَى نَظَرًا إِلَى إِجْمَاعِهِمْ عَلَى عَدَمِ وُجُوبِهَا حِینَئِذٍ عَیْنًا، وَإِنَّمَا تَجِبُ عَلَى تَقْدِیرِهِ تَخْیِیرًا بَیْنَهَا، وَبَیْنَ الظُّهْرِ، لَکِنَّهَا عِنْدَهُمْ أَفْضَلُ مِنْ الظُّهْرِ وَهُوَ مَعْنَى الِاسْتِحْبَابِ، بِمَعْنَى أَنَّهَا وَاجِبَةٌ تَخْیِیرًا مُسْتَحَبَّةٌ عَیْنًا کَمَا فِی جَمِیعِ أَفْرَادِ الْوَاجِبِ الْمُخَیَّرِ إِذَا کَانَ بَعْضُهَا رَاجِحًا عَلَى الْبَاقِی، وَعَلَى هَذَا یَنْوِی بِهَا الْوُجُوبَ وَتُجْزِئُ عَنْ الظُّهْرِ، وَکَثِیرًا مَا یَحْصُلُ الِالْتِبَاسُ فِی کَلَامِهِمْ بِسَبَبِ ذَلِکَ حَیْثُ یَشْتَرِطُونَ الْإِمَامَ، أَوْ نَائِبَهُ فِی الْوُجُوبِ إِجْمَاعًا، ثُمَّ یَذْکُرُونَ حَالَ الْغَیْبَةِ، وَیَخْتَلِفُونَ فِی حُکْمِهَا فِیهَا فَیُوهِمُ أَنَّ الْإِجْمَاعَ الْمَذْکُورَ یَقْتَضِی عَدَمَ جَوَازِهَا حِینَئِذٍ بِدُونِ الْفَقِیهِ، وَالْحَالُ أَنَّهَا فِی حَالِ الْغَیْبَةِ لَا تَجِبُ عِنْدَهُمْ عَیْنًا، وَذَلِکَ شَرْطُ الْوَاجِبِ الْعَیْنِیِّ خَاصَّةً .

وَمنْ هُنَا ذَهَبَ جمَاعَةٌ منَ الْأَصْحَاب إلَى عَدَمِ جوَازهَا حَالَ الْغَيْبَة لفَقْد الشَّرْط الْمَذْكُور وَيُضَعَّفُ بِمَنْعِ عَدَمِ حُصُولِ الشَّرْط أَوَّلًا لإمْكَانه بحُضُور الْفَقيه،وَمَنْعِ اشْترَاطه ثَانيًا لعَدَمِ الدَّليل عَلَيْه منْ جهَة النَّصِّ فيمَا عَلمْنَاهُ .

وَمَا يَظْهَرُ منْ جَعْلِ مُسْتَنَده الْإجْمَاعَ فَإنَّمَا هُوَ عَلَى تَقْدير الْحُضُور، أَمَّا فى حَالِ الْغَيْبَة فَهُوَ مَحَلُّ النِّزَاعِ فَلَا يُجعَلُ دَليلًا فيه مَعَ إطْلَاق الْقُرْآن الْكَريمِ بالْحَثِّ الْعَظيمِ الْمُؤَكَّد بوُجُوه كَثيرَة مُضَافًا إلَى النُّصُوص الْمُتَضَافرَة عَلَى وُجُوبهَا بغَيْرِ الشَّرْط الْمَذْكُور، بَلْ فى بَعْضهَا مَا يَدُلُّ عَلَى عَدَمه نَعَمْ يُعْتَبَرُ اجْتمَاعُ بَاقى الشَّرَائط وَمنْهُ الصَّلَاةُ عَلَى الْأَئمَّة وَلَوْ إجْمَالًا، وَلَا يُنَافيه ذكْرُ غَيْرهمْ.

وَلَوْلَا دَعْوَاهُمْ الْإجْمَاعَ عَلَى عَدَمِ الْوُجُوب الْعَيْنيِّ لَكَانَ الْقَوْلُ به فى غَايَة الْقُوَّة، فَلَا أَقَلَّ منْ التَّخْييرِيِّ مَعَ رُجْحَان الْجُمُعَة، وَتَعْبيرُ الْمُصَنِّف وَغَيْره بإمْكَان الاجْتمَاع يُريدُ به الاجْتمَاعَ عَلَى إمَامٍ عَدْلٍ، لأَنَّ ذَلکَ لَمْ يَتَّفقْ فى زَمَن ظُهُور الْأئمَّة غَالبًا وَهُوَ السِّرُّ فى عَدَمِ اجْتزَائهمْ بهَا عَنْ الظُّهْر مَعَ مَا نُقلَ منْ تَمَامِ مُحَافَظَتهمْ عَلَيْهَا، وَمنْ ذَلکَ سَرَى الْوَهْمُ

نماز جمعہ منعقد نہیں ہوتی مگر امام عادلؑ کے ساتھ یا ان کے نائب خاص یا عام کے ساتھ اگرچہ وہ نائب فقیہ جامع الشرائط ہو جب زمانہ غیبت میں اجتماع ممکن ہو، یہ قید زمانہ غیبت میں فقیہ جامع الشرائط کے ساتھ جمعہ کے کافی ہونے میں ہے، کیونکہ وہ بھی امام معصومؑ کی طرف سے نیابت عمومی رکھتا ہے

جیسا کہ انہوں نے فرمایا؛دیکھو اس شخص کو جو ہماری حدیثیں بیان کرے اور دیگر حدیثیں۔

خلاصہ یہ کہ امام معصومؑ کے حضور کے زمانے میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا مگر اس کے ساتھ یا اس کے نائب خاص کے ساتھ جسے انہوں نے جمعہ کے لیے یا اس سے عام تر مسائل کے لیے منصوب کیا ہو اور اگر امامؑ یا اس کا نائب موجود نہ ہو تو جمعہ ساقط ہوگا،اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے ۔

لیکن زمانہ غیبت میں علماء کے اقوال جمعہ کے وجوب و حرمت میں مختلف ہیں؛

۱۔ شہید اول نے یہاں اسے اس شرط کے ساتھ واجب کیا ہے کہ پیش نماز فقیہ جامع الشرائط موجود ہو اس صورت میں جمعہ کے وجو ب کی دلیل یہ ہے کہ اس کی شرط موجود ہے جو کہ امام معصوم کا اذن ہے اور وہ اس کے وجوب کی تمام علماء کے اتفاق سے شرط ہے اور انہوں نے دروس میں اسی قول کی تصریح کی ہے ۔

۲۔ایک قول ہے کہ زمانہ غیبت میں نماز جمعہ واجب ہے اگرچہ اس کے لیے فقیہ جامع الشرائط موجود نہ ہو یہ اس کی دلیلوں کے اطلاق کی روشنی میں کہا گیا اور امام معصوم ؑ یا اس کے منصوب کا ہونا اگر اسے جمعہ کے وجوب میں شرط مان لیا جائے تو یہ امام معصوم ؑ کے زمانہ حضور سے مختص ہے یا جب ان تک رسائی ممکن ہو جب ان تک رسائی ممکن نہ ہو تو قرآن کی آیت جس میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور معصومین ؑ کی روایات اپنے عموم پر باقی ہونگی ان کا کوئی مخالف نہیں،یہی اکثر علماء کے کلمات سے ظاہر ہے اور

مصنف نے بیان میں یہی قول اختیار کیا کہ وہ باقی شرائط کے ساتھ اجتماع کے امکان کو وجوب جمعہ کے لیے کافی سمجھتے ہیں ۔

۳۔بعض اوقات جمعہ کے حکم کو زمان غیبت میں اس کے جائز ہونے سے تعبیر کیا گیا ۔

۴۔اور کبھی اسے مستحب کہا گیا یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کا اتفاق ہے کہ زمانہ غیبت میں یہ واجب عینی تو نہیں ہے اگر واجب ہو بھی تو نماز جمعہ و ظہر کے درمیان تخییر ی واجب ہوگا لیکن ان کے نزدیک نماز جمعہ نماز ظہر سے افضل ہے اور یہی استحباب کا معنی ہے یعنی وہ واجب تخییری اور مستحب عینی ہے جیسا کہ یہ اس واجب تخییری کے تمام افراد میں ہوتا ہے جب بعض افراد دیگر بعض سے ترجیح رکھتے ہوں، اس بناء پر وہ اس کے ساتھ وجوب کی نیت کرے گا اور وہی نماز ظہر سے کافی ہوگا ۔

علماء کے کلام میں بہت زیادہ اشتباہ اسی وجہ سے حاصل ہوا ہے کہ اس کے وجوب میں اتفاقی طور پر امام یا اس کے نائب کی شرط لگاتے ہیں، پھر زمانہ غیبت کو ذکر کرتے ہیں تو اس کے حکم میں اختلاف کرتے ہیں تو گمان ہوتا ہے کہ وہ اتفاقی شرط تقاضا کرتی ہے کہ زمانہ غیبت میں نماز جمعہ فقیہ کے بغیر جائز نہیں ہوگی حالانکہ نماز جمعہ زمان غیبت میں واجب عینی تو نہیں ہے اور امام معصوم ؑ یا اس کے نائب کی شرط صرف واجب عینی میں ہے ۔

۵۔اسی گمان کی وجہ سے کہ نماز جمعہ کے وجوب کی اتفاقی شرط امام معصوم ؑ یا اس کے نائب کا حاضر ہونا ہے؛علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ زمانہ غیبت میں اس شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ جائز نہیں ہے ۔

لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اولازمانہ غیبت میں جو یہ دعوی کیا گیا کہ یہ شرط حاصل نہیں ہوسکتی تو یہ غلط ہے کیونکہ فقیہ جامع الشرائط کا ہونا ممکن ہے جو امام کا نائب ہے اور ثانیا نماز جمعہ کے وجوب میں امام یا اس کے نائب کا شرط ہونا ہی صحیح نہیں کیونکہ جہاں تک ہم نے روایات کی تحقیق و بررسی کی تو اخبار میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے،جہاں تک ظاہر ہے کہ اس کی دلیل اجماع و اتفاق علماء کو قرار دیا گیا تووہ امام معصوم کے حضور کے زمانے سے خاص ہے لیکن زمانہ غیبت میں اس میں اختلاف ہے تو اسے اس مورد میں دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے جبکہ قرآن کی آیت بطور مطلق نماز جمعہ کوواجب کرتی ہے اور کئی طریقوں سے اس کی تاکید کرتی ہے اور بہت سی روایات میں اس شرط کے بغیر نماز جمعہ کو واجب کیا گیا بلکہ بعض میں ہے کہ نماز جمعہ کے وجوب میں یہ شرط نہیں ہے ہاں باقی شرائط جمعہ کا ہونا معتبر ہے انہی شرائط میں سے ہے کہ ائمہ معصومین پر درود و صلوات بھیجی جائے اگرچہ اجمالا ہی سہی، اوردوسروں کا ذکر کرنا اس شرط کے منافی نہیں ۔

اگر زمانہ غیبت میں نماز جمعہ کے واجب عینی نہ ہونے پر اجماع و اتفاق نہ ہوتا تو اسے واجب عینی کہنا بہت قوی اور پختہ نظریہ تھا پس کم از کم اسے واجب تخییری کہا جائے اور نماز جمعہ نماز ظہر سے رجحان رکھتی ہو اور مصنف و دیگر علماء کا تعبیر کرنا کہ نماز جمعہ کے لیے لوگوں کا جمع ہونا ممکن ہو تو اس سے لوگوں کا امام عادل کے پاس جمع ہونا مراد لیا ہے کیونکہ غالبا یہ بات ائمہ کرام کے ظہور کے زمانے میں نہیں ہوسکا اور یہی راز تھا کہ وہ اسے ظہر سے کافی نہ سمجھتے تھے حالانکہ وہ باقاعدگی سے نماز جمعہ پڑھتے اور اسی سے وہم و گمان پیدا ہوئے اور لوگوں کے ذہنوں میں سرایت کرگئے۔

عدد اور جماعت کی شرط

(وَاجْتِمَاعُ خَمْسَةٍ فَصَاعِداً أَحَدُهُمْ الْإِمَامُ) فِی الْأَصَحِّ، وَهَذَا يَشْمَلُ شَرْطَيْنِ : أَحَدُهُمَا: الْعَدَدُ وَهُوَ الْخَمْسَةُ فِی أَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ لِصِحَّةِ مُسْتَنَدِهِ وَقِيلَ سَبْعَةٌ، وَيُشْتَرَطُ كَوْنُهُمْ ذُكُوراً أَحْرَاراً مُكَلَّفِينَ مُقِيمِينَ سَالِمِينَ عَنْ الْمَرَضِ وَالْبُعْدِ الْمُسْقِطَيْنِ، وَسَيَأْتِی مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ .

وَثَانِيهِمَا: الْجَمَاعَةُ بِأَنْ يَأْتَمُّوا بِإِمَامٍ مِنْهُمْ، فَلَا تَصِحُّ فُرَادَى، وَإِنَّمَا يُشْتَرَطَانِ فِی الِابْتِدَاءِ لَا فِی الِاسْتِدَامَةِ، فَلَوْ انْفَضَّ الْعَدَدُ بَعْدَ تَحْرِيمِ الْإِمَامِ أَتَمَّ الْبَاقُونَ وَلَوْ فُرَادَى، مَعَ عَدَمِ حُضُورِ مَنْ يَنْعَقِدُ بِهِ الْجَمَاعَةُ، وَقَبْلَهُ تَسْقُطُ وَمَعَ الْعَوْدِ فِی أَثْنَاءِ الْخُطْبَةِ يُعَادُ مَا فَاتَ مِنْ أَرْكَانِهَا .

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ پیش نماز سمیت کم از کم پانچ یا اس سے زیادہ افراد جمع ہوں یہ صحیح تر قول ہے اور اس شرط میں دو شرطیں پوشیدہ ہیں؛

۱۔عدد کا مکمل ہونا صحیح ترقول کی بناء پانچ افراد کا ہونا اس کی دلیل معتبر ہے اور ایک قول ہے کہ سات شخص ہوں اور ان کا مرد، آزاد، مکلّف (بالغ عاقل ہونا)اپنے وطن میں ہونا مرض اور ایسی دوری جو نماز جمعہ کے وجوب کو ساقط کردے اس سے خالی ہونا بھی شرط ہے اس کی دلیل آئے گی ۔

۲۔دوسری چیز یہ ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں یعنی وہ ایک پیش نماز کی اقتداء کریں پس ان کا فرادی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، اگرچہ یہ ابتداء میں شرط ہے پس اگر نماز شروع کرتے وقت وہ پانچ افراد ہوں لیکن پیش نماز کے تکبیرۃ الاحرام کہنے کے بعد کچھ چلے جائیں تو باقی اس نماز جمعہ کو پورا

کریں اگرچہ فرادی ہی جب وہ شخص نہ ہو جس کے ساتھ جماعت منعقد ہوتی ہے اور اس پہلے نماز جمعہ ساقط ہوگی اور اگر خطبہ کے درمیان لوٹ آئیں تو جوارکان رہ گئے ہوں ان کو دوبارہ بجالائیں ۔

نماز جمعہ کا ساقط ہونا

(وَتَسْقُطُ) الْجُمُعَةُ(عَنْ الْمَرْأَةِ) وَالْخُنْثَى لِلشَّكِّ فِي ذُكُورِيَّتِهِ الَّتِي هِيَ شَرْطُ الْوُجُوبِ، (وَالْعَبْدِ) وَإِنْ كَانَ مُبَعَّضًا وَاتَّفَقَتْ فِي نَوْبَتِهِ مُهَايَئًا، أَمْ مُدَبَّرًا، أَمْ مُكَاتَبًا لَمْ يُؤَدِّ جَمِيعَ مَالِ الْكِتَابَةِ، (وَالْمُسَافِرِ) الَّذِي يَلْزَمُهُ الْقَصْرُ فِي سَفَرِهِ، فَالْعَاصِي بِهِ وَكَثِيرُهُ، وَنَاوِي إقَامَةِ عَشْرَةٍ كَالْمُقِيمِ، (وَالْهِمِّ) وَهُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ الَّذِي يَعْجَزُ عَنْ حُضُورِهَا، أَوْ يَشُقُّ عَلَيْهِ مَشَقَّةً لَا تُتَحَمَّلُ عَادَةً، (وَالْأَعْمَى) وَإِنْ وَجَدَ قَائِدًا، أَوْ كَانَ قَرِيبًا مِنْ الْمَسْجِدِ (وَالْأَعْرَجِ) الْبَالِغِ عَرَجُهُ حَدَّ الْإِقْعَادِ، أَوْ الْمُوجِبِ لِمَشَقَّةِ الْحُضُورِ كَالْهِمِّ، (وَمَنْ بَعُدَ مَنْزِلُهُ) عَنْ مَوْضِعٍ تُقَامُ فِيهِ الْجُمُعَةُ كَالْمَسْجِدِ (بِأَزْيَدَ مِنْ فَرْسَخَيْنِ) وَالْحَالُ أَنَّهُ يَتَعَذَّرُ عَلَيْهِ إقَامَتُهَا عِنْدَهُ، أَوْ فِيمَا دُونَ فَرْسَخٍ

نماز جمعہ چند افرد سے ساقط ہے ہوتی ہے وہ درج ذیل ہیں؛

۱۔عورت اور اسی طرح خنثی بھی کیونکہ اس کے مرد ہونے میں شک ہے اور نماز جمعہ کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط ہے ۔

۲۔غلام سے اگرچہ اس کا کچھ حصہ آزاد ہوچکا ہو اور اس کی اپنے مولا و آقا کے ساتھ قرار داد ہوچکی ہو[1] کہ فلاں وقت میں وہ غلام اپنے لیے کا م کرے اور جمعہ بھی اسی وقت میں ہو یا وہ غلام مکاتب و معاہدہ کرچکا ہو اور ابھی اپنا پورا مال نہ چکایا ہو ۔

۳۔مسافر جسے سفر میں نماز قصر پڑھنا لازم ہے، پس معصیت اور نافرمانی کا سفر کرنے والا اور کثیر السفر اور جس نے سفر کے دوران کسی جگہ ۱۰ دن رہنے کا قصد کیا ہو وہ اس شخص کے حکم میں ہیں جو اپنے وطن میں ہو ۔

۴۔بہت بوڑھا شخص جس کے لیے نماز جمعہ میں حاضر ہونا ممکن نہ ہو یا اس پر اتنی زیادہ مشقت ہو کہ عادۃً اس کے قابل برداشت نہ ہو ۔

۵۔نابینا شخص اگرچہ اسے کوئی رہنمائی کرنے والا مل سکتا ہو یا وہ مسجد کے قریب رہتا ہو ۔

۶۔وہ اپاہج و زمین گیر شخص جس کے چلنا ممکن نہ ہو یا اس کے لیے نماز جمعہ میں حاضر ہونا شدید مشقت کا سبب ہو ۔

۷۔ جس شخص کا گھر نماز جمعہ قائم ہونے کے مقام سے دو فرسخ (۱۱کلو میٹر)سے زیادہ دور ہو اور اس کے اپنے ہاں یا ایک فرسخ سے کم فاصلے کے اندر جمعہ قائم کرنا مشکل ہو ۔

[1] المھایاۃ: التسالم والتوافق علی شئ بین شخصین وہی مشتقۃ من ہایأ یہایأ مہایاۃ، وہی العبد المکاتب: تبعیض اِوقاتہ حسبما یتفق علیہ مع مولاہ من تقسیطھا، لیترتب علی ذلک تقسیط المنافع بینھما بحسب الاوقات. إذا فالعبد المھایا وإن کان حرافی وقتہ المختص بہ تسقط عنہ الجمعۃ.

دو نماز جمعہ کے درمیان فاصلہ

(وَلَا يَنْعَقِدُ جُمُعَتَانِ فِي أَقَلَّ مِنْ فَرْسَخٍ) بَلْ يَجِبُ عَلَى مَنْ يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ الْفَرْسَخُ الاجْتِمَاعُ عَلَى جُمُعَةٍ وَاحِدَةٍ كِفَايَةً.وَلَا يَخْتَصُّ الْحُضُورُ بِقَوْمٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْإِمَامُ فِيهِمْ، فَمَتَى أَخَلُّوا بِهِ أَثِمُوا جَمِيعًا وَمُحَصَّلُ هَذَا الشَّرْطِ وَمَا قَبْلَهُ أَنَّ مَنْ بَعُدَ عَنْهَا بِدُونِ فَرْسَخٍ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ الْحُضُورُ، وَمَنْ زَادَ عَنْهُ إِلَى فَرْسَخَيْنِ يَتَخَيَّرُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ إِقَامَتِهَا عِنْدَهُ، وَمَنْ زَادَ عَنْهُمَا يَجِبُ إِقَامَتُهَا عِنْدَهُ، أَوْ فِيمَا دُونَ الْفَرْسَخِ مَعَ الْإِمْكَانِ، وَإِلَّا سَقَطَتْ .

وَلَوْ صَلُّوا أَزْيَدَ مِنْ جُمُعَةٍ فِيمَا دُونَ الْفَرْسَخِ صَحَّتْ السَّابِقَةُ خَاصَّةً، وَيُعِيدُ اللَّاحِقَةَ ظُهْرًا، وَكَذَا الْمُشْتَبَهُ مَعَ الْعِلْمِ بِهِ فِي الْجُمْلَةِ أَمَّا لَوْ اشْتَبَهَ السَّبْقُ وَالاقْتِرَانُ وَجَبَ إِعَادَةُ الْجُمُعَةِ مَعَ بَقَاءِ وَقْتِهَا خَاصَّةً عَلَى الْأَصَحِّ مُجْتَمِعِينَ، أَوْ مُتَفَرِّقِينَ بِالْمُعْتَبَرِ، وَالظُّهْرُ مَعَ خُرُوجِهِ .

ایک فرسخ سے کم فاصلے کے اندر دو جمعے منعقد نہیں ہوسکتے بلکہ واجب ہے کہ جو لوگ ایک فرسخ کے اندر رہتے ہوں وہ نماز جمعہ کے لیے ایک جگہ جمع ہوں اور کسی قوم کے ہاں حاضر ہونا مخصوص نہیں مگر پیش نماز ان میں ہو پس جب اس میں خلل ڈال دیں اور نماز جمعہ قائم نہ کریں تو سب گناہ گار ہونگے، اس شرط اور اس سے پہلے بیان شدہ شرط کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اس جمعہ سے ایک فرسخ سے کم فاصلے پر ہو تو اس پر نماز جمعہ کے لیے حاضر ہونا ضروری ہے اور جو ایک فرسخ سے دو فرسخ تک کے فاصلے پر ہو اسے اختیار ہے کہ اپنے ہاں جمعہ قائم کرے یا اسی نماز جمعہ میں شرکت کرے

اور جو دو فرسخ سے زیادہ دور ہو تو اسے اپنے ہاں جمعہ قائم کرنا لازم ہے یا امکانی حالت میں جو جمعہ اس سے ایک فرسخ سے کم فاصلے پہ قائم ہو اس میں شرکت کرے ورنہ ساقط ہوگا ۔

پس اگر ایک فرسخ کے اندر دو نماز جمعہ قائم ہوں توجو پہلے شروع ہوگی صرف وہی صحیح ہوگی اور جو بعد میں قائم ہو وہ نماز پڑھے اور اسی طرح معاملہ مشتبہ ہو لیکن نماز جمعہ کے لیے دوسرے اجتماع کا علم ہو لیکن اگر سبقت کا دو نمازوں کا ملا ہوا ہونا مشتبہ ہو تو جمعہ کو وقت باقی ہونے کی صورت میں تکرار کرنا واجب ہے اور جب وقت باقی نہ ہو تو ظہر پڑھیں ۔

زوال کے بعد سفر کی حرمت کی بحث

(وَيَحْرُمُ السَّفَرُ) إلَى مَسَافَةٍ أَوْ الْمُوجِبِ تَفْوِيتَهَا (بَعْدَ الزَّوَالِ عَلَى الْمُكَلَّفِ بِهَا) اخْتِيَاراً لِتَفْوِيتِهِ الْوَاجِبَ وَإِنْ أَمْكَنَهُ إقَامَتُهَا فِي طَرِيقِهِ، لِأَنَّ تَجْوِيزَهُ عَلَى تَقْدِيرِهِ دَوْرِيٌّ نَعَمْ يَكْفِي ذَلِكَ فِي سَفَرٍ قَصِيرٍ لَا يُقْصَرُ فِيهِ، مَعَ احْتِمَالِ الْجَوَازِ فِيمَا لَا قَصْرَ فِيهِ مُطْلَقًا لِعَدَمِ الْفَوَاتِ.وَعَلَى تَقْدِيرِ الْمَنْعِ فِي السَّفَرِ الطَّوِيلِ يَكُونُ عَاصِيًا بِهِ إلَى مَحَلٍّ لَا يُمْكِنُهُ فِيهِ الْعَوْدُ إلَيْهَا، فَتُعْتَبَرُ الْمَسَافَةُ حِينَئِذٍ، وَلَوْ اضْطُرَّ إلَيْهِ شَرْعًا كَالْحَجِّ حَيْثُ يَفُوتُ الرُّفْقَةُ أَوْ الْجِهَادُ حَيْثُ لَا يَحْتَمِلُ الْحَالُ تَأْخِيرَهُ، أَوْ عَقْلًا بِأَدَاءِ التَّخَلُّفِ إلَى فَوَاتِ غَرَضٍ يَضُرُّ بِهِ فَوَاتُهُ لَمْ يَحْرُمْ، وَالتَّحْرِيمُ عَلَى تَقْدِيرِهِ مُؤَكَّدٌ.وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ قَوْمًا سَافَرُوا كَذَلِكَ فَخُسِفَ بِهِمْ، وَآخَرُونَ اضْطَرَمَ عَلَيْهِمْ خِبَاؤُهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَرَوْا نَاراً .

جس پر جمعہ پڑھنا واجب ہو تو اس کا زوال آفتاب کے بعد سفر کرنا جو نماز جمعہ کے نہ پڑھنے کا سبب ہو اختیاری صورت میں یہ سفر حرام ہے اگرچہ راستے میں اس کا نماز جمعہ پڑھنا ممکن ہو کیونکہ اس سفر کو جائز قرار دینے سے دور لازم آتا ہے[1] کیونکہ اسے امکان اقامہ جمعہ کی صورت میں جائز قرار دینا تکلیف دوری ہے (یعنی سفر کو حرام قرار دینے سے اس کا حرام نہ ہونا لازم آئے اور جس چیز کے وجود سے اس کا عدم لازم ہو وہ باطل ہے ملازمے کا بیان یہ ہے کہ جمعہ کے دن سفر کرنا نماز جمعہ کی نماز کو فوت کرتا ہے پس اس کا سفر حرام ہوگا اور جب سفر حرام ہو تو اس پر پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور جب پوری نماز پڑھنا واجب ہو تو نماز جمعہ ساقط نہیں ہوتی اور وہ سفر میں پڑھے اور جب سفر میں نماز جمعہ پڑھ لی تو سفر کے حرام ہونے کا کوئی سبب نہیں ہے، اگرچہ یہ فقہاء کی اصطلاح میں دور ہے لیکن دور حقیقی نہیں ہے کیونکہ وہ ایک چیز کا واسطے کے ساتھ یا بلا واسطہ اپنے آپ پر موقوف ہونا ہے)۔

---

[1]۔ إشكال مشهور: وهو أنه يلزم من تحريم السفر عدم تحريمه وما يلزم من وجوده عدمه باطل.بيان الملازمة: أن منشئ السفر يوم الجمعة مفوت لصلاتها فسفره حرام، ومتى حرم سفره وجب عليه الاتمام فی صلاته، ومتى وجب الاتمام لم تسقط الجمعة ويمكنه حضورها فی السفر. إذالم تفته الجمعة، وحيث لم تفته الجمعة لا وجه لتحريم سفره.لانه مع جوازإقامة الجمعة فی السفر يصير سفره مباحا وجائزا وعند ذلک يجب القصر، فاذا وجب القصر سقطت الجمعة وإذا سقطت الجمعة حرم السفر.وهذا فی اصطلاحهم: من قبيل ما يلزم من وجوده عدمه وليس دورا اصطلاحيا: وهو توقف وجود الشئ على نفسه بواسطة أوبغير واسطة.

ہاں نماز جمعہ کا اتنے کم سفر میں قائم کرنا ممکن ہے جس میں نماز قصر نہیں ہوتی اور احتمال ہے کہ ہر وہ سفر جائز ہو جس میں نماز قصر نہ ہو اگرچہ سفر طویل ہو لیکن کثیر سفر ہونے کی وجہ سے قصر واجب نہ ہو اور اس وقت جمعہ ادا کرلی جائے اور لمبے سفر کو حرام سمجھنے کی صورت میں اتنا دور چلا جانا حرام ہوگا جہاں سے نماز جمعہ کے لیے لوٹنا ممکن نہ ہو تو اس میں مسافت معتبر ہے لیکن اگر شرعی طور پر سفر کرنے پر مجبور ہو جیسے حج کے لیے جانا ہو اور قافلہ چل پڑے یا جہاد کے لیے کہ اس کو دیر کرنا مصلحت نہ ہو یا عقلا سفر پر مجبور ہو یعنی سفر نہ کرنے سے ایسی غرض فوت ہوجائے جس کا رہ جانا مضر ہو تو سفر حرام نہ ہوگا اور جب سفرکرنے کی حرمت کو مان لیا جائے تو وہ حرام موکّد ہے روایت میں ہے کہ ایک قوم نے نماز جمعہ کے وقت سفر کیا تو انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا اور دوسری قوم نے سفر کیا تو ان کے خیموں میں آگ لگ گئی بغیر اس کے کہ وہ کسی آگ کو دیکھتے[1]۔

جمعہ کے نوافل

(وَیُزَادُ فِی نَافِلَتِهَا) عَنْ غَیْرِهَا مِنْ الْأَیَّامِ (أَرْبَعُ رَكَعَات) مُضَافَةً إلَی نَافِلَةِ الظُّهْرَیْنِ یَصِیرُ الْجَمِیعُ عِشْرِینَ كُلُّهَا لِلْجُمُعَةِ فِیهَا،(وَالْأَفْضَلُ جَعْلُهَا) أَیْ الْعِشْرِینَ (سُدَاسَ) مُفَرَّقَةً سِتًّا سِتًّا (فِی الْأَوْقَاتِ الثَّلَاثَةِ الْمَعْهُودَةِ) وَهِیَ انْبِسَاطُ الشَّمْسِ بِمِقْدَارِ مَا یَذْهَبُ شُعَاعُهَا وَارْتِفَاعُهَا وَقِیَامُهَا وَسَطَ النَّهَارِ قَبْلَ الزَّوَالِ،(وَرَكْعَتَانِ) وَهُمَا الْبَاقِیَتَانِ مِنْ الْعِشْرِینَ عَنْ الْأَوْقَاتِ الثَّلَاثَةِ تُفْعَلُ (

---

[1]۔یہ دومرسلہ اور بے سند روایتیں ہیں ، دیکھئے؛ بحار الانوار،ج۸۹. ص۲۱۴الباب۴۹.

عِنْدَ الزَّوَالِ) بَعْدَهُ عَلَى الْأَفْضَلِ، أَوْ قَبْلَهُ بِيَسِيرٍ عَلَى رِوَايَةٍ، وَدُونَ بَسْطِهَا كَذَلِكَ جَعْلُ الِانْبِسَاطِ بَيْنَ الْفَرِيضَتَيْنِ، وَدُونَهُ فِعْلُهَا أَجْمَعُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَيْفَ اتَّفَقَ .

جمعہ کے دن دیگر دنوں کی نسبت چار رکعت نافلہ زیادہ ہونگے یا ظہرین کے نوافل کے ساتھ اضافہ ہونگے تو وہ ۲۰رکعت ہوجائیں گے اور افضل طریقہ یہ ہے کہ ان ۲۰ رکعتوں کو تین اوقات میں چھ چھ رکعت کرکے پڑھے اور وہ تین وقت ہیں؛سورج کی شعاعوں کا پھیل جانا، سورج کا کافی حد تک بلند ہونا اور زوال سے پہلے سورج کا وسط النہار میں قائم ہونا اور دورکعتیں جو ۲۰ رکعتوں سے باقی ہوں انہیں زوال کے بعد پڑھنا افضل ہے یا ایک روایت کی بناء پر اس سے تھوڑا پہلے پڑھے اور اس سے کم یہ ے کہ چھ رکعتوں کو دو فریضوں کے درمیان قرار دے اور اس سے بھی کم یہ ہے کہ انہیں جمعہ کے دن پڑھے جیسے ممکن ہو۔

جمعہ کی جماعت میں سجدے نہ کرسکنے والے کا حکم

(وَالْمُزَاحَمُ) فِي الْجُمُعَةِ (عَنْ السُّجُودِ) فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى (يَسْجُدُ) بَعْدَ قِيَامِهِمْ عَنْهُ، (وَيَلْتَحِقُ) وَلَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ، (فَإِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْهُ) إلَى أَنْ سَجَدَ الْإِمَامُ فِي الثَّانِيَةِ، وَ (سَجَدَ مَعَ ثَانِيَةِ الْإِمَامِ نَوَى بِهِمَا) الرَّكْعَةَ (الْأُولَى) لِأَنَّهُ لَمْ يَسْجُدْ لَهَا بَعْدُ، أَوْ يُطْلِقُ فَتَنْصَرِفَانِ إلَى مَا فِي ذِمَّتِهِ .وَلَوْ نَوَى بِهِمَا الثَّانِيَةَ بَطَلَتْ الصَّلَاةُ لِزِيَادَةِ الرُّكْنِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ، وَكَذَا لَوْ زُوحِمَ عَنْ رُكُوعِ الْأُولَى، وَسُجُودِهَا، فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُمَا مَعَ ثَانِيَةِ الْإِمَامِ فَاتَتْ الْجُمُعَةُ لِاشْتِرَاطِ

إدْرَاک رَکْعَة مِنْهَا مَعَہ،وَاسْتَأْنَفَ الظُّهْرَ مَعَ احْتِمَالِ الْعُدُولِ لانْعِقَادِهَا صَحِیحَةً، وَالنَّهْیُ عَنْ قَطْعِهَا مَعَ إمْکَانِ صِحَّتِهَا .

جو شخص نماز جمعہ میں لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے پہلی رکعت میں سجدے نہ کرسکے تو وہ لوگوں کے کھڑے ہونے کے بعد سجدے کرے اور ان کے ساتھ مل جائے اگرچہ رکوع کے بعد ہی اور اگر وہ ایسا نہ کرسکے یہاں تک کہ پیش نماز دوسری رکعت کے سجدوں میں پہنچ جائے تو امام جماعت کی دوسری رکعت کے سجدوں کے ساتھ سجدہ کرے اور ان سے پہلی رکعت کے سجدوں کی نیت کرے کیونکہ اس نے پہلی رکعت کے سجدے نہیں کیئے یا بطور مطلق ان کو بجالائے کہ ان سے مراد رہ سجدے ہوں جو اس کے ذمہ پر ہیں اگر اس نے ان سے دوسری رکعت کے سجدوں کی نیت کی تو اس کی نماز باطل ہوگی کیونکہ رکن کو بے محلّ اضافہ کیا ہے اور اسی طرح ہے اگر پہلی رکعت کا رکوع اور سجود دونوں نہ کرسکے پس اگر ان کو امام جماعت کی دوسری رکعت کے ساتھ نہ پڑھ سکے تو اس کی نماز جمعہ رہ جائے گی کیونکہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پڑھنے کی شرط نہیں ملی تو شروع سے نماز ظہر پڑھے اور احتمال ہے کہ اسی نماز کو نماز ظہر کی نیت سے پورا کرے کیونکہ وہ صحیح نماز ہے اور نماز توڑنے سے منع کیا گیا ہے جب اس کا صحیح ہونا ممکن ہو ۔

۲۔ نماز عیدین

(وَمِنْهَا صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ)وَأَحَدُهُمَا عِيدٌ مُشْتَقٌّ مِنْ الْعَوْدِ لِكَثْرَةِ عَوَائِدِ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَعَوْدِ السُّرُورِ وَالرَّحْمَةِ بِعَوْدِهِ، وَيَاؤُهُ مُنْقَلِبَةٌ عَنْ وَاوٍ، وَجَمْعُهُ عَلَى أَعْيَادٍ غَيْرُ قِيَاسٍ، لِأَنَّ الْجَمْعَ يُرَدُّ إلَى الْأَصْلِ، وَالْتَزَمُوهُ كَذَلِكَ لِلُزُومِ الْيَاءِ فِي مُفْرَدِهِ وَتَمَيُّزِهِ عَنْ جَمْعِ الْعُودِ .

باقی نمازوں میں سے عید کی دو نمازیں ہیں،لفظ عید عود سے لیا گیا کیونکہ اس دن میں خدا کی نعمات اپنے بندوں پر بہت زیادہ ہوتی ہیں اور خدا کی بخشش سے رحمت و خوشیاں لوٹ آتی ہیں اور لفظ عید کی یاء اصل میں واو سے بدل کرآئی ہے اور اس کی جمع اعیاد قانون علم صرف کے خلاف ہے کیونکہ جمع کے وقت الفاظ اپنی اصل کی طرف پلٹ جاتے ہیں لیکن یہاں یاء کو باقی رکھا گیا کیونکہ اس کے مفرد میں یہ یاء لازم ہے اور اس لیے بھی کہ عید کی جمع کو عود بمعنی لکڑی کی جمع سے امتیاز دیا جائے۔

وجوب کی شرائط

(وَتَجِبُ)صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ وُجُوبًا عَيْنِيًّا(بِشُرُوطِ الْجُمُعَةِ) الْعَيْنِيَّةِ، أَمَّا التَّخْيِيرِيَّةُ فَكَاخْتِلَالِ الشَّرَائِطِ لِعَدَمِ إمْكَانِ التَّخْيِيرِ هُنَا،(وَالْخُطْبَتَانِ بَعْدَهَا) بِخِلَافِ الْجُمُعَةِ، وَلَمْ يُذْكَرْ وَقْتُهَا وَهُوَ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَالزَّوَالِ، وَهِيَ رَكْعَتَانِ كَالْجُمُعَةِ (وَيَجِبُ فِيهَا التَّكْبِيرُ زَائِدًا عَنْ الْمُعْتَادِ) مِنْ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ،

وَتَكْبِيرُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُود (خَمْسًا فِي) الرَّكْعَةِ(الْأُولَى وَأَرْبَعًا فِي الثَّانِيَة) بَعْدَ الْقِرَاءَةِ فِيهِمَا فِي الْمَشْهُورِ(وَالْقُنُوتُ بَيْنَهُمَا) عَلَى وَجْهِ التَّجَوُّزِ، وَإِلَّا فَهُوَ بَعْدَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَهَذَا التَّكْبِيرُ وَالْقُنُوتُ جُزْءَانِ مِنْهَا، فَيَجِبُ حَيْثُ تَجِبُ، وَيُسَنُّ حَيْثُ تُسَنُّ، فَتَبْطُلُ بِالْإِخْلَالِ بِهِمَا عَمْدًا عَلَى التَّقْدِيرَيْنِ.(وَيُسْتَحَبُّ) الْقُنُوتُ (بِالْمَرْسُومِ) وَهُوَ :" اللَّهُمَّ أَهْلَ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ"إلَى آخِرِه،وَيَجُوزُ بِغَيْرِه،وَبِمَا سَنَحَ،(وَمَعَ اخْتِلَالِ الشُّرُوطِ)الْمُوجِبَةِ(تُصَلَّى جَمَاعَةً،وَفُرَادَى مُسْتَحَبًّا)، وَلَا يُعْتَبَرُ حِينَئِذٍ تَبَاعُدُ الْعِيدَيْنِ بِفَرْسَخٍ .وَقِيلَ مَعَ اسْتِحْبَابِهَا تُصَلَّى فُرَادَى خَاصَّةً، وَتَسْقُطُ الْخُطْبَةُ فِي الْفُرَادَى، (وَلَوْ فَاتَتْ) فِي وَقْتِهَا لِعُذْرٍ وَغَيْرِهِ (لَمْ تُقْضَ) فِي أَشْهَرِ الْقَوْلَيْنِ لِلنَّصِّ، وَقِيلَ : تُقْضَى كَمَا فَاتَتْ، وَقِيلَ : أَرْبَعًا مَفْصُولَةً .وَقِيلَ : مَوْصُولَةً وَهُوَ ضَعِيفُ الْمَأْخَذِ .

نماز عیدین نماز جمعہ کے وجوب عینی کی شرائط کی موجودگی میں واجب عینی ہوتی ہے لیکن جب نماز جمعہ کے واجب تخییری ہونے کی شرائط ہوں تو واجب تخییری نہیں ہوتی کیونکہ یہاں تخییر ممکن نہیں کیونکہ اس کے مقابلے کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور اس کے بعد دو خطبے پڑھے لیکن نماز جمعہ میں خطبے نماز سے پہلے ہوتے ہیں اور نماز عید کا وقت شہید اول نے ذکر نہیں کیا جو عید کے دن طلوع آفتاب سے ظہر تک ہےاور نماز عید نماز جمعہ کی طرح دو رکعت ہوتی ہے لیکن اس میں عمومی تکبیروں (تکبیرۃ الاحرام اور رکوع و سجود کی تکبیروں) کے علاوہ پہلی

رکعت میں پانچ تکبیریں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں قراءت کے بعد[۱] زیادہ کرنا واجب ہیں، یہ مشہور قول ہے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک قنوت کا اضافہ کرنا واجب ہے قنوت کو دو تکبیروں کے درمیان کہنا مجاز گوئی ہے ورنہ تو ہر قنوت ہر تکبیر کے بعد ہے یہ تکبیر و قنوت نماز عید کا جزء ہیں تو جہاں نماز عید واجب ہو یہ واجب ہیں اور جہاں نماز عید مستحب ہو یہ بھی مستحب ہونگی تو انہیں جان بوجھ کر چھوڑ دینا نماز عید کو باطل کر دیتا ہے چاہے نماز عید واجب ہو یا مستحب ہو،اور نماز عید کے قنوت میں یہ منقول دعا پڑھنا مستحب ہے :اللهم أهل الكبرياء والعظمة، وأهل الجود والجبروت،وأهل العفو والرحمة، وأهل التقوى والمغفرة، أسألک بحق هذا اليوم الذى جعلته للمسلمين عيدا، ولمحمد (صلى الله عليه وآله وسلم) وسلم ذخرا ومزيدا، أن تصلى على محمد وآل محمد وان تدخلنى فى كل خير ادخلت فيه محمدا وآل محمد وان تخرجنى من كل شر[۲] اخرجت من محمدا وآل محمد صلواتک عليه وعليهم، اللهم إنى أسألک خير ما سألک به عبادک الصالحون وأعوذ بک من شر ما استعاذ بک منه عبادک الخالصون[۳].اگرچہ دیگر دعائیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور جب نماز عید کے وجوب کی شرائط موجود نہ ہوں تو اسے جماعت کے ساتھ اور فرادی دونوں طریقوں سے مستحب کی نیت سے پڑھا جاسکتا ہے اور اس وقت دو عیدوں کے درمیان

---

[۱]۔ مقابل المشهور قول ابن الجنيد، وقول الشيخ؛ قال الاول: " التكبير الاولى قبل القراءة، وفى الثانية بعدها". و قال الثانى: " من اخل بالتكبيرات لم يكن آثما،إلاانه تارک للسنة، و مهمل للفضل ".

[۲]۔ سوء؛خ. ل.

[۳]۔ عبادک المخلصون؛ خ. ل.

ایک فرسخ کا فاصلہ بھی ضروری نہیں ہے اور ایک قول ہے کہ جب مستحب ہو تو صرف فرادی پڑھے اور فرادی نماز عید میں خطبے بھی ساقط ہیں، اور اگر نماز عید اپنے وقت میں نہ پڑھ سکے کسی عذر کی وجہ سے تو مشہور تر قول کی بناء پر اس کی قضاء نہیں ہے اور معتبر روایت اس پہ موجود ہے اور ایک قول ہے کہ اس کی قضاء کرے جیسے فوت ہوئی اور کہا گیا کہ چار رکعت دو دو رکعت کر کے پڑھے اور ایک قول ہے کہ چار رکعت کر کے قضاء کرے لیکن ان کی دلیل ضعیف ہے۔

نماز عید کے مستحبات و مکروہات

(وَيُسْتَحَبُّ الْإِصْحَارُ بِهَا، مَعَ الاخْتِيَارِ لِلاتِّبَاعِ إِلَّا بِمَكَّةَ) فَمَسْجِدُهَا أَفْضَلُ (وَأَنْ يَطْعَمَ) بِفَتْحِ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ فَسُكُونِ الطَّاءِ فَفَتْحِ الْعَيْنِ مُضَارِعُ طَعِمَ بِكَسْرِهَا كَعَلِمَ أَيْ يَأْكُلُ (فِي) عِيدِ (الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِهِ) إِلَى الصَّلَاةِ،(وَفِي الْأَضْحَى بَعْدَ عَوْدِهِ مِنْ أُضْحِيَّتِهِ) بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ، لِلاتِّبَاعِ، وَالْفَرْقُ لَائِحٌ وَلْيَكُنْ الْفِطْرُ فِي الْفِطْرِ، عَلَى الْحُلْوِ لِلاتِّبَاعِ، وَمَا رُوِيَ شَاذًّا مِنْ الْإِفْطَارِ فِيهِ عَلَى التُّرْبَةِ الْمُشَرَّفَةِ مَحْمُولٌ عَلَى الْعِلَّةِ جَمْعًا (وَيُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَهَا) بِخُصُوصِ الْقَبْلِيَّةِ،(وَبَعْدَهَا) إِلَى الزَّوَالِ بِخُصُوصِهِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ (إِلَّا بِمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَإِنَّهُ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَقْصِدَهُ الْخَارِجُ إِلَيْهَا وَيُصَلِّيَ بِهِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ خُرُوجِهِ لِلاتِّبَاعِ .نَعَمْ لَوْ صُلِّيَتْ فِي الْمَسَاجِدِ لِعُذْرٍ، أَوْ غَيْرِهِ اُسْتُحِبَّ صَلَاةُ التَّحِيَّةِ لِلدَّاخِلِ وَإِنْ كَانَ مَسْبُوقًا وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ لِفَوَاتِ الصَّلَاةِ الْمُسْقِطِ لِلْمُتَابَعَةِ (وَيُسْتَحَبُّ التَّكْبِيرُ) فِي الْمَشْهُورِ، وَقِيلَ يَجِبُ لِلْأَمْرِ بِهِ (فِي الْفِطْرِ عَقِيبَ أَرْبَعِ) صَلَوَاتٍ (أَوَّلُهَا الْمَغْرِبُ لَيْلَتَهُ، وَفِي الْأَضْحَى

عَقیبَ خَمْسَ عَشْرَةَ)صَلَاةً للنَّاسک (بمنًی، وَ) عَقیبَ (عَشْرٍ بغَیْرهَا)، وَبهَا لغَیْره (أَوَّلُهَا ظُهْرُ یومِ النَّحْرِ) وَآخرُهَا صُبْحُ آخرِ التَّشْرِیق، أَوْ ثَانیه وَلَوْ فَاتَ بَعْضُ هَذه الصَّلَوَات کَبَّرَ مَعَ قَضَائهَا، وَلَوْ نَسیَ التَّکْبیرَ خَاصَّةً أَتی به حَیْثُ ذُکرَ (وَصُورَتُهُ : " اللَّهُ أَکْبَرُ، اللَّهُ أَکْبَرُ، لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ، وَاَللَّهُ أَکْبَرُ، اللَّهُ أَکْبَرُ عَلَی مَا هَدَانَا "، وَیَزِیدُ فی) تَکْبیر (الْأَضْحَی) عَلَی ذَلکَ (اللَّهُ أَکْبَرُ عَلَی مَا رَزَقَنَا منْ بهیمَة الْأَنْعَامِ) وَرُوِیَ فیهمَا غَیْرُ ذَلکَ بزیَادَة وَنُقْصَان،وَفی الدُّرُوس اخْتَارَ:" اللَّهُ أَکْبَرُ " ثَلَاثًا، لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ، وَاَللَّهُ أَکْبَرُ الْحَمْدُ للَّه عَلَی مَا هَدَانَا وَلَهُ الشُّکْرُ عَلَی مَا أَوْلَانَا " وَالْکُلُّ جَائزٌ، وَذکْرُ اللَّه حَسَنٌ عَلَی کُلِّ حَالٍ .

۱۔ مستحب ہے کہ نماز عید کو صحرا میں پڑھے لیکن مکہ مکرمہ میں مستحب ہے کہ مسجد الحرام میں پڑھے۔

۲۔ عید فطر میں نماز عید کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے لیکن نماز عید قربان میں نماز سے لوٹنے کے بعد قربانی سے کچھ کھانا مستحب ہے، اسی میں معصومین کے طریقے کی پیروی ہے اور فرق واضح ہے[1] اور عید فطر میں شیرین مٹھائی کھانی چاہیے اور ایک شاذ روایت میں آیا ہے کہ تربت امام حسینؑ کے ساتھ افطار کرے جس سے مراد مرض کی حالت لی گئی کہ

---

[1]۔ھو أن الخروج إلی صلاة عید الفطر یستلزم الافطار قبل ذلک، لیتحقق عنوان (عید الفطر) أولا ثم یخرج إلی صلاته. بخلاف عید الاضحی، حیث لایتوقف تحقق العنوان – بالنسبة إلی المصلی – علی تناول الاکل.

مریض کے لیے تربت امام حسین کے ساتھ افطار کرنا بہتر ہے اس طرح روایتوں میں جمع ہو جاتی ہے۔

۳۔اور نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد زوال آفتاب تک امام جماعت اور مقتدیوں کے لیے مستحب نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر مسجد نبی اکرم ﷺ کے پاس کہ جو شخص مدینہ منورہ میں ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز عید کے لیے مسجد نبوی میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے، اس میں پیامبر اسلام کے طریقے کی پیروی ہے، ہاں اگر کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھی جائے تو مسجد میں داخل ہونے والوں کے لیے نماز تحیہ مسجد پڑھنا لازم ہے اور اگرچہ وہ دیر سے آئے اور امام جماعت خطبہ دے رہا ہو کیونکہ اس وقت نماز عید رہ گئی ہے اور اس کی وجہ سے پیش نماز کے خطبوں کو سننا ضروری نہیں۔

۴۔ مشہور قول کی بناء پر مستحب ہے اور ایک قول ہے کہ امر ہونے کی وجہ سے واجب ہے کہ عید فطر میں چار نمازوں کے بعد تکبیریں کہے؛ جن میں سے پہلی نماز مغرب ہے یعنی عید کی رات نماز مغرب و عشاء کے بعد اور نماز صبح کے بعد اور نماز ظہر روز عید فطر کے بعد یہ تکبیریں کہے: الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد الله اکبر علی ما هدانا[1]۔

---

[1] تتمہ بحث؛۱) امام زمانہؑ کی غیبت کے زمانے میں مستحب ہے کہ نماز عید فطر و قربان کے بعد دو خطبے پڑھے اور بہتر ہے کہ عید فطر کے خطبے میں فطرہ کے احکام اور عید قربان کے خطبے میں قربانی کے احکام بیان کئے جائیں، ۲) نماز عید میں کوئی مخصوص سورہ نہیں لیکن بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ شمس (سورہ۹۱) اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ (سورہ۸۸) یا پہلی رکعت میں سورہ اعلی (سورہ۸۷) اور دوسری رکعت میں سورہ شمس (سورہ۹۱) پڑھے، ۳) مستحب ہے کہ نماز عید کیلئے پیدل اور پابرہنہ اور باوقار طریقے سے جائیں اور نماز سے پہلے غسل کریں اور سفید عمامہ سر پر باندھیں، ۴) مستحب ہے کہ نماز عید میں زمین پر سجدہ کیا جائے اور تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ بلند کیئے جائیں اور نماز عید پڑھنے والا اگر امام جماعت ہو تو بلند آواز سے قرائت کرے اور ماموم اور فرادی نماز پڑھنے والے کیلئے یہ مستحب نہیں ہے؛

نماز جمعہ و عید کا جمع ہونا

(وَلَوْ اتَّفَقَ عِيدٌ وَجُمُعَةٌ تَخَيَّرَ الْقَرَوِيُّ) الَّذِي حَضَرَهَا فِي الْبَلَدِ مِنْ قَرْيَةٍ قَرِيبَةٍ كَانَتْ، أَمْ بَعِيدَةٍ، (بَعْدَ حُضُورِ الْعِيدِ فِي حُضُورِ الْجُمُعَةِ) فَيُصَلِّيهَا وَاجِبًا وَعَدَمِهُ، فَتَسْقُطُ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ، فَيَكُونُ وُجُوبُهَا عَلَيْهِ تَخْيِيرِيًّا، وَالْأَقْوَى عُمُومُ التَّخْيِيرِ لِغَيْرِ الْإِمَامِ، وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ فِي غَيْرِهِ أَمَّا هُوَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ الْحُضُورُ، فَإِنْ تَمَّتْ الشَّرَائِطُ صَلَّاهَا، وَإِلَّا سَقَطَتْ عَنْهُ، وَيُسْتَحَبُّ لَهُ إِعْلَامُ النَّاسِ بِذَلِكَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ .

اگر نماز جمعہ اور نماز عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جو شخص گاوں سے شہر میں نماز کے لیے آیا ہو چاہے اس کا دیہات شہر کے قریب ہو یا دور اسے اختیار ہے کہ نماز عید کے بعد نماز جمعہ میں شرکت کرے اور اس کو واجب کی نیت سے پڑھے یا واپس چلا جائے اور نماز ظہر پڑھ لے تو اس پر نماز جمعہ کا وجوب تخییری ہوگا اور قوی تر یہ ہے کہ امام جماعت کے علاوہ سب لوگوں کے لیے یہ اختیار حاصل ہے چاہے اسی شہر کے رہنے والے ہوں یا دیہات سے آئے ہوں اور اسی کو شہید اول نے دیگر کتابوں میں پسند فرمایا لیکن پیش نماز کے لیے نماز جمعہ کے

---

۵) مستحب یہ ہے کہ عورتیں نماز عید کیلئے نہ جائیں لیکن یہ حکم بوڑھی عورتوں کیلئے نہیں ہے، ٦) نماز عید میں بھی دوسری نمازوں کی طرح ماموم حمد اور سورہ کے علاوہ دوسرے اذکار خود پڑھے، ۷) اگر مقتدی اس وقت پہنچے جب امام جماعت نماز کی کچھ تکبیریں کہہ چکا ہو تو امام کے رکوع میں جانے کے بعد ضروری ہے کہ مقتدی جتنی تکبیریں اور قنوت امام کے ساتھ نہیں پڑھے انہیں پڑھ لے اور اگر ہر قنوت میں ایک ذکر یا مختصر دعا جیسے ایک سبحان اللہ یا ایک العفو یا ایک الجبۂ کہے تو کافی ہے، ۸) اگر کوئی شخص اس وقت پہنچے جب امام جماعت نماز کے رکوع میں ہو تو وہ نیت کر کے اور نماز کی پہلی تکبیر کہہ کر رکوع میں جاسکتا ہے۔

لیے آنا لازم ہے اگر شرائط حاصل ہو جائیں تو نماز پڑھائے نہیں تو جمعہ اس سے ساقط ہو گا او
نماز عید کے خطبے میں اس کا لوگوں کو بتانا مستحب ہے۔

۳۔ نماز آیات

(وَمِنْهَا صَلَاةُ الْآيَاتِ) جَمْعُ آيَةٍ وَهِيَ الْعَلَامَةُ، سُمِّيَتْ بِذَلِكَ الْأَسْبَابِ الْمَذْكُورَةِ لِأَنَّهَا عَلَامَاتٌ عَلَى أَهْوَالِ السَّاعَةِ، وَأَخَاوِيفِهَا، وَزَلَازِلِهَا، وَتَكْوِيرِ الشَّمْسِ، وَالْقَمَرِ، دیگر نمازوں میں سے ایک نماز آیات ہے، یہ آیۃَ کی جمع ہے جس کا معنی علامت ہے اور اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ یہ جن اسباب کی وجہ سے واجب ہوتی ہے وہ قیامت کی خوفناک سختیوں،زلزلوں اور سورج چاند کے گرہن کی نشانیاں ہیں ۔

نماز آیات کے اسباب

(وَ) الْآيَاتُ الَّتِي تَجِبُ لَهَا الصَّلَاةُ(هِيَ الْكُسُوفَانِ)كُسُوفُ الشَّمْسِ، وَخُسُوفُ الْقَمَرِ، ثَنَّاهُمَا بِاسْمِ أَحَدِهِمَا تَغْلِيبًا، أَوْ لِإِطْلَاقِ الْكُسُوفِ عَلَيْهِمَا حَقِيقَةً، كَمَا يُطْلَقُ الْخُسُوفُ عَلَى الشَّمْسِ أَيْضًا، وَاللَّامُ لِلْعَهْدِ الذِّهْنِيِّ وَهُوَ الشَّائِعُ مِنْ كُسُوفِ النَّيِّرَيْنِ، دُونَ بَاقِي الْكَوَاكِبِ، وَانْكِسَافُ الشَّمْسِ بِهَا (وَالزَّلْزَلَةُ) وَهِيَ رَجْفَةُ الْأَرْضِ (وَالرِّيحُ السَّوْدَاءُ أَوْ الصَّفْرَاءُ، وَكُلُّ مَخُوفٍ سَمَاوِيٍّ) كَالظُّلْمَةِ السَّوْدَاءِ أَوْ الصَّفْرَاءِ الْمُنْفَكَّةِ عَنْ الرِّيحِ، وَالرِّيحُ الْعَاصِفَةُ زِيَادَةً عَلَى الْمَعْهُودِ وَإِنْ انْفَكَّتْ عَنْ اللَّوْنَيْنِ أَوْ اتَّصَفَتْ بِلَوْنٍ ثَالِثٍ .

وَضَابِطُهُ : مَا أَخَافَ مُعْظَمَ النَّاسِ، وَنِسْبَةُ الْأَخَاوِيفِ إِلَى السَّمَاءِ بِاعْتِبَارِ كَوْنِ بَعْضِهَا فِيهَا، أَوْ أَرَادَ بِالسَّمَاءِ مُطْلَقَ الْعُلُوِّ، أَوْ الْمَنْسُوبَةَ إِلَى خَالِقِ السَّمَاءِ وَنَحْوِهِ لِإِطْلَاقِ نِسْبَتِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى كَثِيراً.وَوَجْهُ وُجُوبِهَا لِلْجَمِيعِ صَحِيحَةُ زُرَارَةَ عَنْ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُفِيدَةِ لِلْكُلِّ، وَبِهَا يُضَعَّفُ قَوْلُ مَنْ خَصَّهَا بِالْكُسُوفَيْنِ، أَوْ أَضَافَ إِلَيْهِمَا شَيْئًا مَخْصُوصًا كَالْمُصَنِّفِ فِي الْأَلْفِيَّةِ .

وہ علامات جن کے لیے نماز واجب ہوتی ہے درج ذیل ہیں؛

ا۔ ۲ : سورج گرہن اور چاند گرہن، اگرچہ سورج گرہن کو عربی میں کسوف اور چاند گرہن کو خسوف کہتے ہیں لیکن شہید نے دونوں کو کسوفان سے اس لیے تعبیر کیا کہ سورج گرہن کو غلبہ دیا یا اس لیے کہ دونوں پر کسوف کا لفظ بھی حقیقت میں بولا جاتا ہے جیسا کہ خسوف کا لفظ سورج گرہن پر بھی حقیقت ہے اور الف لام عہد ذہنی کی ہے مراد سورج و چاند کا گرہن ہے نہ دیگر ستاروں کا گرہن کہ جس سے سورج کی روشنی متاثر ہوئی ہو۔

۳۔ زلزلہ جس میں زمین میں جھٹکے محسوس کیے جائیں۔

۴۔ سرخ و سیاہی آندھی اور ہر آسمانی خوفناک حادثہ جس سے اکثر لوگ خوفزدہ ہو جائیں جیسے شدید سیاہ تاریکی اور زردی جس میں آندھی نہ ہو یا تیز سخت ہوا چلے اگرچہ اس میں وہ دو رنگ نہ ہوں یا کوئی تیسیرا رنگ ملا ہو اور اس کا قانون یہ کہ اگر زمینی حادثہ ہو اور اکثر لوگوں کے خوفزدہ ہونے کا سبب ہو تو اس سے نماز آیات واجب ہو جائے گی اور شہید کی عبارت میں خوف ناک حادثے کو آسمان کی طرف نسبت دینا اس لیے ہے کہ کچھ تو حقیقت میں آسمان سے واقع ہوتے ہیں یا آسمان سے مراد ہر قسم کی بلندی ہے یا خالق آسمان کی طرف نسبت ہے کیونکہ ایسی چیزوں کو کثرت سے خدا کی طرف نسبت دی جاتی ہے اور ان سب کے لیے نماز واجب ہونے کی دلیل زرارہ کی امام باقر سے صحیح السند روایت ہے جس میں ان تمام اسباب کے

لیے نماز کو لازم قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ اس شخص کا قول ضعیف ہوا جس نے نماز آیات کو صرف سورج و چاند کے گرہن کی صورت میں واجب کیا اور ان کے ساتھ کسی ایک مخصوص چیز کا اضافہ کیا انہی میں سے مصنف ہیں جنہوں نے الفیہ میں ایسے قول کو اختیار کیا ہے۔

نماز آیات کا طریقہ

وَهَذِهِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَانِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سَجْدَتَانِ، وَخَمْسُ رَكَعَاتٍ، وَقِيَامَاتٌ وَقِرَاءَاتٌ، (وَيَجِبُ فِيهَا النِّيَّةُ، وَالتَّحْرِيمَةُ، وَقِرَاءَةُ الْحَمْدِ، وَسُورَةٍ، ثُمَّ الرُّكُوعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ) رَأْسَهُ مِنْهُ إِلَى أَنْ يَصِيرَ قَائِمًا مُطْمَئِنًّا،(وَيَقْرَأُهُمَا) هَكَذَا(خَمْسًا ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)، ثُمَّ يَقُومُ (إِلَى الثَّانِيَةِ وَيَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ أَوَّلًا) هَذَا هُوَ الْأَفْضَلُ (وَيَجُوزُ) لَهُ الِاقْتِصَارُ عَلَى (قِرَاءَةِ بَعْضِ السُّورَةِ) وَلَوْ آيَةً (لِكُلِّ رُكُوعٍ .وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى) قِرَاءَةِ (الْفَاتِحَةِ إِلَّا فِي الْقِيَامِ الْأَوَّلِ) وَمَتَى اخْتَارَ التَّبْعِيضَ (فَيَجِبُ إِكْمَالُ سُورَةٍ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مَعَ الْحَمْدِ مَرَّةً) بِأَنْ يَقْرَأَ فِي الْأَوَّلِ الْحَمْدَ وَآيَةً، ثُمَّ يُفَرِّقُ الْآيَاتِ عَلَى بَاقِي الْقِيَامَاتِ بِحَيْثُ يُكْمِلُهَا فِي آخِرِهَا،(وَلَوْ أَتَمَّ مَعَ الْحَمْدِ فِي رَكْعَةٍ سُورَةً) أَيْ قَرَأَ فِي كُلِّ قِيَامٍ مِنْهَا الْحَمْدَ وَسُورَةً تَامَّةً (وَبَعَّضَ فِي) الرَّكْعَةِ (الْأُخْرَى) كَمَا ذُكِرَ (جَازَ بَلْ لَوْ أَتَمَّ السُّورَةَ فِي بَعْضِ الرُّكُوعَاتِ، وَبَعَّضَ فِي آخَرَ جَازَ) .

وَالضَّابِطُ : أَنَّهُ مَتَى رَكَعَ عَنْ سُورَةٍ تَامَّةٍ وَجَبَ فِي الْقِيَامِ عَنْهُ الْحَمْدُ وَيَتَخَيَّرُ بَيْنَ إِكْمَالِ سُورَةٍ مَعَهَا وَتَبْعِيضِهَا، وَمَتَى رَكَعَ عَنْ بَعْضِ سُورَةٍ تَخَيَّرَ فِي الْقِيَامِ بَعْدَهُ بَيْنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْقَطْعِ وَمِنْ غَيْرِهِ مِنَ السُّورَةِ مُتَقَدِّمًا

وَمُتَأَخِّرًا، وَمِنْ غَيْرِهَا، وَتَجِبُ إِعَادَةُ الْحَمْدِ فِيمَا عَدَا الْأَوَّلِ مَعَ احْتِمَالِ عَدَمِ الْوُجُوبِ فِی الْجَمِيعِ .

وَيَجِبُ مُرَاعَاةُ سُورَةٍ فَصَاعِداً فِی الْخَمْسِ وَمَتَى سَجَدَ وَجَبَ إِعَادَةُ الْحَمْدِ سَوَاءٌ كَانَ سُجُودُهُ عَنْ سُورَةٍ تَامَّةٍ أَمْ بَعْضِ سُورَةٍ كَمَا لَوْ كَانَ قَدْ أَتَمَّ سُورَةً قَبْلَهَا فِی الرَّكْعَةِ، ثُمَّ لَهُ أَنْ يَبْنِیَ عَلَى مَا مَضَى، أَوْ يَشْرَعَ فِی غَيْرِهَا، فَإِنْ بَنَى عَلَيْهَا وَجَبَ سُورَةٌ غَيْرُهَا كَامِلَةٌ فِی جُمْلَةِ الْخَمْسِ .

نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں دو سجدے، پانچ رکوع اور قیام و قراءات ہیں، نماز آیات میں نیت کے بعد تکبیرۃ الاحرام کہہ کر ایک حمد و پورا سورہ پڑھے پھر جب رکوع کر کے سکون کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو دوبارہ حمد و پورہ سورہ پڑھ کر رکوع میں جائے پھر اسی طرح تیسری بار رکوع سے کھڑے ہو کر حمد و سورہ کو پڑھ کر رکوع کرے اور چوتھی بار کھڑے ہو کر حمد و پورا سورہ پڑھے پھر رکوع کر کے پانچویں بار کھڑا ہو تو دو سجدے بجالائے اور کھڑا ہو جائے اور اسی طرح سے دوسری رکعت بھی پڑھے اور تشہد و سلام پڑھ کر نماز ختم کرے، یہ نماز آیات کا افضل طریقہ ہے۔

اور اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ ہر رکوع کے لیے ایک سورت کا کچھ حصہ پڑھنے پر اکتفاء کرے اگرچہ ایک آیت ہی ہو تو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی مگر پہلے قیام میں[پس دوسرے طریقے سے نماز آیات پڑھنے کی تفصیل یہ ہوئی؛ نیت و تکبیرۃ الاحرام کے بعد ایک مرتبہ حمد پڑھے پھر کسی سورہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کر کے پہلا حصہ پڑھے مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور رکوع میں چلا جائے رکوع سے اٹھ کر حمد پڑھے بغیر قل ھو اللہ احد کہے اور رکوع میں چلا جائے پھر رکوع سے اٹھ کر حمد پڑھے بغیر اللہ الصمد کہے اور رکوع میں چلا جائے رکوع سے اٹھ کر حمد پڑھے بغیر لم یلد ولم یولد کہے اور رکوع میں

چلا جائے پھر رکوع سے اٹھ کر حمد پڑھے بغیر ولم یکن لہ کفوا احد کہے اور رکوع میں چلا جائے پھر رکوع سے کھڑے سے ہو کر دونوں سجدے کرے اور رکعت دوم بھی رکعت اول کی طرح بجالائے پھر تشہد و سلام پڑھ کر نماز تمام کرے]۔

نماز آیات کے قنوت اور بقیہ مستحبات

(وَيُسْتَحَبُّ الْقُنُوتُ عَقِيبَ كُلِّ زَوْجٍ) مِنْ الْقِيَامَاتِ.تَنْزِيلًا لَهَا مَنْزِلَةَ الرَّكَعَاتِ، فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ الثَّانِي وَالرَّابِعِ وَهَكَذَا، (وَالتَّكْبِيرُ لِلرَّفْعِ مِنْ الرُّكُوعِ) فِي الْجَمِيعِ عَدَا الْخَامِسِ وَالْعَاشِرِ مِنْ غَيْرِ تَسْمِيعٍ، وَهُوَ قَرِينَةُ كَوْنِهَا غَيْرَ رَكَعَاتٍ(وَالتَّسْمِيعُ) وَهُوَ قَوْلُ "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ"(فِي الْخَامِسِ وَالْعَاشِرِ خَاصَّةً) تَنْزِيلًا لِلصَّلَاةِ مَنْزِلَةَ رَكْعَتَيْنِ.هَكَذَا وَرَدَ النَّصُّ بِمَا يُوجِبُ اشْتِبَاهَ حَالِهَا، وَمِنْ ثَمَّ حَصَلَ الِاشْتِبَاهُ لَوْ شَكَّ فِي عَدَدِهَا نَظَرًا إلَى أَنَّهَا ثُنَائِيَّةٌ أَوْ أَزْيَدُ.وَالْأَقْوَى أَنَّهَا فِي ذَلِكَ ثُنَائِيَّةٌ، وَأَنَّ الرُّكُوعَاتِ أَفْعَالٌ، فَالشَّكُّ فِيهَا فِي مَحَلِّهَا يُوجِبُ فِعْلَهَا، وَفِي عَدَدِهَا يُوجِبُ الْبِنَاءَ عَلَى الْأَقَلِّ، وَفِي عَدَدِ الرَّكَعَاتِ مُبْطِلٌ .

(وَقِرَاءَةُ) السُّوَرِ(الطِّوَالِ) كَالْأَنْبِيَاءِ وَالْكَهْفِ(مَعَ السَّعَةِ)، وَيُعْلَمُ ذَلِكَ بِالْأَرْصَادِ، وَإِخْبَارِ مَنْ يُفِيدُ قَوْلُهُ الظَّنَّ الْغَالِبَ مِنْ أَهْلِهِ، أَوْ الْعَدْلَيْنِ، وَإِلَّا فَالتَّخْفِيفُ أَوْلَى، حَذَرًا مِنْ خُرُوجِ الْوَقْتِ خُصُوصًا عَلَى الْقَوْلِ بِأَنَّهُ الْأَخْذُ فِي الِانْجِلَاءِ.نَعَمْ لَوْ جَعَلْنَاهُ إلَى تَمَامِهِ اتَّجَهَ التَّطْوِيلُ، نَظَرًا إلَى الْمَحْسُوسِ، (

وَالْجَهْرُ فِيهَا) وَإِنْ كَانَتْ نَهَارِيَّةً عَلَى الْأَصَحِّ (وَكَذَا يَجْهَرُ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ) اسْتِحْبَابًا إِجْمَاعًا .

۱۔ہر دو قیام کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، ہر قیام ہو ایک رکعت کی طرح سمجھتے ہوئے تو ہر دوسرے رکوع سے پہلے قنوت پڑھے گا ۔

۲۔ سوائے پانچویں و دسویں رکوع کے ہر رکوع سے سر اٹھانے کس لیے تکبیر کہنا مستحب ہےلیکن ان تکبیروں کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ نہ پڑھے اور یہ قرینہ ہوگا کہ یہ رکعتیں نہیں ۔

۳۔اور پانچویں اور دسویں رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا مستحب ہے اور یہ قرینہ ہوگا کہ یہ رکعتیں ہیں اسی طرح روایات میں آیا ہے جو اس کی حالت کے مشتبہ ہونے کا موجب ہے[۱] اسی لیے شبہ ہوا کہ اگر اس کی رکعات کی تعداد میں شک ہو تو کیا یہ دو رکعتی نماز ہے یا زیادہ رکعتیں اور قوی یہ ہے کہ یہ دو رکعتی نماز ہے اور رکوع اس کے افعال ہیں تو ان میں شک کرنا اگر محل گزرنے سے پہلے ہو تو اس کو انجام دے اور اگر ان کی تعداد میں شک ہو تو کم پر بناء رکھے اور اگر رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو نماز باطل ہوگی ۔

۴۔جب وقت وسیع ہوتو لمبی سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے جیسے سورہ انبیاء و کہف اور اس علامت کے وقت کا وسیع ہونا علم فلکیات کی رصد گاہوں اور ان

---

[۱]۔ وسائل الشیعہ،ص ۱۴۹. باب ۷. حدیث ۱ وص ۱۵۰. حدیث ۲.مقصوده أن ورود النص بخمس قنوتات وتسميعين أوجب الاشتباه فى أنها عشر ركعات بالنظر إلى القنوتات، أو ركعتان بالنظر إلى التسميعين.

لوگوں کی خبر دینے سے علم حاصل ہوگا جن اس فن کے ماہر ہوں یا دو عادل ہوں ورنہ چھوٹی سورتیں پڑھنا ہی بہتر ہے تاکہ وقت نہ گزر جائے خصوصا جب کہا جائے کہ نماز آیات کا وقت تب ہوتا ہے جب گرہن ہٹنا شروع ہو ہاں اگر ہم اسے تمام وقت قرار دیں تو لمبی سورتیں پڑھنا قوی ہے اپنی حسّ پر اعتماد کرتے ہوئے جب اس کے زیادہ دیر رہنے کا احتمال ہو ۔

۵۔نماز آیا ت میں بلند آواز سے قراءت کرنا اگرچہ دن کے وقت واجب ہوئی ہو یہ صحیح تر قول ہے اوراسی طرح جمعہ و نماز عیدین مین بھی اتفاق علماء ہے کہ بلند آواز سے قراءت کرنا مستحب ہے ۔

نماز یومیہ اور نماز آیات کے جمع ہونے کا حکم

(وَلَوْ جَامَعَتْ)صَلَاةُ الْآيَات (الْحَاضِرَةَ) الْيَوْمِيَّةَ (قَدَّمَ مَا شَاءَ) مِنْهُمَا مَعَ سَعَة وَقْتهمَا، (وَلَوْ تَضَيَّقَتْ إحْدَاهُمَا) خَاصَّةً (قَدَّمَهَا) أَيْ الْمُضَيَّقَةَ، جَمْعًا بَيْنَ الْحَقَّيْنِ (وَلَوْ تَضَيَّقَتَا) مَعًا (فَالْحَاضِرَةُ) مُقَدَّمَةٌ، لِأَنَّ الْوَقْتَ لَهَا بِالْأَصَالَة، ثُمَّ إنْ بَقِيَ وَقْتُ الْآيَات صَلَّاهَا أَدَاءً، وَإِلَّا سَقَطَتْ إنْ لَمْ يَكُنْ فَرَّطَ فِي تَأْخِيرِ إحْدَاهُمَا، وَإِلَّا فَالْأَقْوَى وُجُوبُ الْقَضَاءِ-

اگر نماز یومیہ کے وقت پر نماز آیات واجب ہو جائے اور دونوں کے لئے کافی وقت ہو تو جس کو چاہے پہلے پڑھے اور اگر صرف ایک کا وقت تنگ ہو تو پہلے اسی کو پڑھے اور اگر دونوں کا وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پنجگانہ پڑھے کیونکہ اصل میں اس کا وقت ہے پھر اگر نماز آیات کا وقت باقی ہو تو اسے اداء کی نیت سے پڑھے ورنہ وہ ساقط ہو جائے گی اگر اس نے کوتاہی سے اس کو موخر نہ کیا ہو اور اگر کوتاہی سے دیر کی ہو تو قوی تر قول یہ ہے کہ اس کی قضاء کرے ۔

نماز آیات کو سواری پر پڑھنے اور اس کی قضاء کے احکام

(وَلَا تُصَلَّى) هَذِه الصَّلَاةُ (عَلَى الرَّاحِلَة) وَإِنْ كَانَتْ مَعْقُولَةً (إِلَّا لِعُذْرٍ) كَمَرَضٍ، وَزَمِنٍ يَشُقُّ مَعَهُمَا النُّزُولُ مَشَقَّةً لَا تُتَحَمَّلُ عَادَةً فَتُصَلَّى عَلَى الرَّاحِلَة حِينَئِذ (كَغَيْرِهَا مِنْ الْفَرَائِضِ، وَتُقْضَى) هَذِه الصَّلَاةُ (مَعَ الْفَوَاتِ وُجُوبًا مَعَ تَعَمُّدِ التَّرْك، أَوْ نِسْيَانِه) بَعْدَ الْعِلْمِ بِالسَّبَبِ مُطْلَقًا، (أَوْ مَعَ اسْتِيعَابِ الاحْتِرَاقِ) لِلْقُرْصِ أَجْمَعَ (مُطْلَقًا) سَوَاءٌ عَلِمَ بِه، أَمْ لَمْ يَعْلَمْ حَتَّى خَرَجَ الْوَقْتُ .أَمَّا لَوْ لَمْ يَعْلَمْ بِه، وَلَا اسْتَوْعَبَ الاحْتِرَاقَ فَلَا قَضَاءَ وَإِنْ ثَبَتَ بَعْدَ ذَلِكَ وُقُوعُهُ بِالْبَيِّنَة، أَوْ التَّوَاتُرِ فِي الْمَشْهُورِ .وَقِيلَ : يَجِبُ الْقَضَاءُ مُطْلَقًا وَقِيلَ لَا يَجِبُ مُطْلَقًا وَإِنْ تَعَمَّدَ مَا لَمْ يَسْتَوْعِبْ .وَقِيلَ : لَا يَقْضِي النَّاسِي مَا لَمْ يَسْتَوْعِبْ، وَلَوْ قِيلَ بِالْوُجُوبِ مُطْلَقًا فِي غَيْرِ الْكُسُوفَيْنِ، وَفِيهِمَا مَعَ الاسْتِيعَابِ كَانَ قَوِيًّا عَمَلًا بِالنَّصِّ فِي الْكُسُوفَيْنِ، وَبِالْعُمُومَاتِ فِي غَيْرِهِمَا .

اور اس نماز کو سواری پر نہ پڑھے اگرچہ رسی کے ساتھ بندھی ہوئی ہو مگر کوئی عذر ہو جیسے مرض اور زمین گیری جن کے ساتھ سواری سے اترنا مشقت کا باعث ہو جس کو برداشت نہ کر سکتا ہو تو سواری پر ہی پڑھ لے جیسے دیگر فرائض کو بھی عذر کی صورت میں سواری پر پڑھنا جائز ہے۔

اور اس نماز کی قضاء کرنا واجب ہے جب اسے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہو یا سبب کا علم ہونے کے بعد بھول گیا ہو یا جب سورج گرہن میں اس کی پوری ٹکیہ جل گئی ہو چاہے اسے اس کا علم ہوا ہو یا نہ یہاں تک کہ وقت ختم ہو جائے اور اگر اسے علم نہ ہو اور سورج کی ٹکیہ بھی پوری نہ جلی ہو تو قضاء نہیں ہے اگرچہ بعد میں اس کا واقع ہونا شرعی گواہی سے ثابت ہو یا تواتر سے اس

کو اس کی خبر دی جائے، مشہور قول یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بطور مطلق اس کی قضاء واجب ہے اور ایک قول ہے کہ بطور مطلق اس کی قضاء واجب نہیں اگرچہ ٹکیہ مکمل نہ جلی ہو اور ایک قول ہے کہ جو شخص بھول گیا ہو وہ نماز آیات کی قضاء کرے جب مکمل ٹکیہ نہ جلی ہو،، شہید ثانی فرماتے ہیں اگر کہا جائے کہ گرہن کے علاوہ اسباب میں بطور مطلق قضاء واجب ہے اور ان میں اس وقت قضاہ ضروری ہے کہ جب مکمل ٹکیہ جلے تو یہ بہت قوی نظریہ ہوگا گرہن کی روایات اور دیگر موارد میں عمومات پر عمل کرتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

مستحب غسلوں کا بیان[1]

(وَ يُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ)لِلْقَضَاءِ(مَعَ التَّعَمُّدِ وَالاسْتِيعَابِ) وَإِنْ تَرَكَهَا جَهْلًا، بَلْ قِيلَ : بِوُجُوبِهِ، (وَكَذَا يُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ لِلْجُمُعَةِ) اسْتَطْرَدَ هُنَا ذِكْرَ الْأَغْسَالِ الْمَسْنُونَةِ لِمُنَاسَبَةٍ مَا.وَوَقْتُهُ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ يَوْمَهَا إلَى الزَّوَالِ، وَأَفْضَلُهُ مَا قَرُبَ إلَى الْآخِرِ، وَيُقْضَى بَعْدَهُ إلَى آخِرِ السَّبْتِ كَمَا يُعَجِّلُهُ خَائِفُ عَدَمِ التَّمَكُّنِ مِنْهُ فِي وَقْتِهِ مِنْ الْخَمِيسِ،(وَ) يَوْمَيْ (الْعِيدَيْنِ، وَلَيَالِي فُرَادَى شَهْرِ رَمَضَانَ) الْخَمْسَ عَشْرَةَ، وَهِيَ الْعَدَدُ الْفَرْدُ مِنْ أَوَّلِهِ إلَى آخِرِهِ، (وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ) أَوَّلِهَا (وَلَيْلَتَيْ نِصْفِ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ) عَلَى الْمَشْهُورِ فِي الْأَوَّلِ، وَالْمَرْوِيِّ فِي الثَّانِي، (وَيَوْمِ الْمَبْعَثِ) وَهُوَ السَّابِعُ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَجَبٍ عَلَى الْمَشْهُورِ، (وَالْغَدِيرِ) وَهُوَ الثَّامِنَ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، (وَ) يَوْمِ (الْمُبَاهَلَةِ)، وَهُوَ الرَّابِعُ وَالْعِشْرُونَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ عَلَى الْأَصَحِّ .وَقِيلَ : الْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ، (وَ) يَوْمِ (عَرَفَةَ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِهَا، (وَنَيْرُوزِ الْفُرْسِ) .وَالْمَشْهُورُ الْآنَ أَنَّهُ يَوْمُ نُزُولِ الشَّمْسِ فِي الْحَمَلِ وَهُوَ الاعْتِدَالُ الرَّبِيعِيُّ، (وَالْإِحْرَامِ) لِلْحَجِّ، أَوْ الْعُمْرَةِ (وَالطَّوَافِ) وَاجِبًا كَانَ، أَمْ نَدْبًا،(وَ زِيَارَةِ) أَحَدِ(الْمَعْصُومِينَ).وَلَوْ

---

[1] ۔اس بحث کا مناسب موقع اور محلّ کتاب طہارت ہے لیکن جیسا کہ شہید ثانی نے تصریح کی ہے اسے ایک کمترین مناسبت کی وجہ سے یہاں ذکر کردیا گیا ہے۔

اجْتَمَعُوا فِی مَكَان وَاحِد تَدَاخَلَ كَمَا يَتَدَاخَلُ بِاجْتِمَاعِ أَسْبَابِه مُطْلَقًا(وَلِلسَّعْیِ إلَی رُؤْيَةِ الْمَصْلُوبِ بَعْدَ ثَلَاثَة) أَيَّامٍ مِنْ صَلْبِه مَعَ الرُّؤْيَة، سَوَاءٌ فِی ذَلِكَ مَصْلُوبُ الشَّرْعِ، وَغَيْرُهُ (وَالتَّوْبَةِ عَنْ فِسْقٍ، أَوْ كُفْرٍ)، بَلْ عَنْ مُطْلَقِ الذَّنْبِ وَإِنْ لَمْ يُوجِبْ الْفِسْقَ كَالصَّغِيرَةِ النَّادِرَةِ .وَنُبِّهَ بِالتَّسْوِيَةِ عَلَی خِلَافِ الْمُفِيدِ حَيْثُ خَصَّهُ بِالْكَبَائِرِ، (وَصَلَاةِ الْحَاجَةِ، وَ) صَلَاةِ (الِاسْتِخَارَةِ) لَا مُطْلَقِهِمَا، بَلْ فِی مَوَارِدَ مَخْصُوصَةٍ مِنْ أَصْنَافِهِمَا، فَإِنَّ مِنْهُمَا مَا يُفْعَلُ بِغُسْلٍ، وَمَا يُفْعَلُ بِغَيْرِه عَلَی مَا فُصِّلَ فِی مَحَلِّه، (وَدُخُولِ الْحَرَمِ) بِمَكَّةَ مُطْلَقًا، (وَ) لِدُخُولِ (مَكَّةَ وَالْمَدِينَة) مُطْلَقًا شَرَّفَهُمَا اللَّهُ تَعَالَی .وَقَيَّدَ الْمُفِيدُ دُخُولَ الْمَدِينَة بِأَدَاءِ فَرْضٍ، أَوْ نَفْلٍ، (وَ) دُخُولِ (الْمَسْجِدَيْنِ) الْحَرَمَيْنِ، (وَكَذَا) لِدُخُولِ (الْكَعْبَة) أَعَزَّهَا اللَّهُ تَعَالَی وَإِنْ كَانَتْ جُزْءًا مِنْ الْمَسْجِد إلَّا أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ بِخُصُوصِ دُخُولِهَا، وَتَظْهَرُ الْفَائِدَةُ فِيمَا لَوْ لَمْ يَنْوِ دُخُولَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ السَّابِقِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ فِيه، كَمَا لَا يَدْخُلُ غُسْلُ الْمَسْجِدِ فِی غُسْلِ دُخُولِ مَكَّةَ إلَّا بِنِيَّتِه عِنْدَهُ، وَهَكَذَا، وَلَوْ جَمَعَ الْمَقَاصِدَ تَدَاخَلَتْ .

نماز آیات کی قضاء کے لیے غسل کرنا مستحب ہے جب جان بوجھ کو اسے چھوڑا ہو اور مکمل ٹکیہ جل گئی ہو اگرچہ اس کے حکم سے جہالت ہی اسے چھوڑنے کا سبب ہو بلکہ کہا گیا کہ یہ غسل واجب ہے۔

اسی طرح (شریعت مقدس اسلام میں بہت سے غسل مستحب ہیں ان میں سے چند کا ذیل میں اسی مناسبت سے ذکر کر دیا تا کہ بحث کامل ہو جائے، بحث استطرادی یعنی بحث کی تکمیل کے لیے بحث):

۱۔ غسل جمعہ: اس کا وقت روز جمعہ کی طلوع فجر سے زوال آفتاب تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر کے نزدیک کیا جائے اور اگر ظہر تک غسل نہ کر سکے تو ظہر سے غروب تک بجالانا مستحب ہے اور اگر جمعہ کے دن غسل نہ کر سکے تو ہفتہ کو صبح سے لے کر غروب تک کسی وقت اس کی قضا بجالانا مستحب ہے، اور جس کو خطرہ ہو کہ جمعہ کے دن پانی نہ مل سکے گا وہ جمعرات کو رجا کی نیت سے غسل کر سکتا ہے [اور مستحب ہے کہ غسل جمعہ کے وقت یہ دعا پڑھے: اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله اللهم صل على محمد وآل محمد واجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين]

۲۔ عید فطر اور عید قربان کے دن کا غسل [ان کا وقت اذان صبح کے بعد ہے اور اگر ظہر کے بعد سے غروب تک غسل کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ رجاء کی نیت سے کریں اور مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے بجالائیں]۔

۳۔ ماہ رمضان کی تمام طاق راتوں کا غسل جو پندرہ راتیں ہیں۔

۴۔ عید الفطر کی رات کا غسل: عید الفطر کی رات جو غسل کیا جاتا ہے اس کا وقت اول مغرب سے اذان صبح تک ہے۔

۵۔ پندرہ رجب و شعبان کا غسل کہ پہلا مشہور اور دوسرا روایت کی بناء پر ہے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و نبوت کے دن کا غسل جو ۲۷ رجب ہے، یہ غسل مشہور قول کی بناء پر ہے [اگرچہ اس دن بعثت ہونے میں اتفاق ہے]۔

۷۔ عید غدیر کے دن کا غسل ۱۸ ذی الحجہ ہے۔

۸۔ مباہلہ کے دن کا غسل جو صحیح تر قول کی بناء پر ۲۴ ذی الحجہ ہے اور ایک قول کی بناء پر ۲۵ ذی الحجہ ہے۔

۹۔ روز عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا غسل اگرچہ حج کے لیے مکہ مکرمہ میں عرفات کے مقام پر نہ ہو۔

۱۰۔ عید نوروز کا غسل اور اب مشہور ہے کہ یہ سورج کے برج حمل میں پہنچنے کا دن ہے اور وہ بہار کی موسم ہے۔

۱۱۔ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کا غسل۔

۱۲۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لیے غسل چاہے طواف واجب ہو یا مستحب ہو۔

۱۳۔ ائمہ معصومینؑ کی دور یا نزدیک سے زیارت کا غسل اور اگر چند مستحب غسل جمع ہو جائیں تو ان کے بدلے میں ایک غسل کافی ہے جیسا کہ بہت سے اسباب کے اجتماع کی صورت میں ان کا تداخل ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ اس شخص کا غسل جو سولی چڑھے شخص کو تین دن کے بعد دیکھنے کے لئے جائے اور اسے دیکھ بھی لے (لیکن اگر اتفاقا یا مجبوراً نگاہ پڑ گئی ہو یا گواہی دینے کے لئے گیا ہے تو اس کے لئے غسل مستحب نہیں ہے) چاہے اسے شرعی حد جاری کرتے ہوئے سولی دی گئی ہو یا بغیر شرعی سبب کے ظلم کرتے ہوئے۔

۱۵۔ فسق یا کفر سے توبہ کرنے کا غسل بلکہ ہر قسم کے گناہ سے توبہ کا غسل اگرچہ وہ فسق کا موجب نہ ہو جیسے بعض اوقات صغیرہ گناہ کو انجام دے اور دونوں کو برابر قرار

دے کر شیخ مفید کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا کہ وہ توبہ کو صرف گناہان کبیرہ کے لیے قرار دیتے ہیں۔

۱۶۔ نماز حاجت کا غسل۔

۱۷۔ نماز استخارہ کا غسل، یہ دو غسل بطور مطلق مستحب نہیں بلکہ ان کی بعض اقسام کے لیے مستحب ہیں کیونکہ ان میں بعض ایسی ہیں جنہیں انجام دینے کے لیے غسل کرنا پڑتا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ غسل کے بغیر انجام دی جاتی ہیں جن کی تفصیل ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

۱۸۔مکہ مکرمہ کے حرم میں داخل ہونے کا غسل چاہے حرم میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا اسکے بعد،مکہ میں ہو یامکہ میں اپنے گھر میں ہو۔

۱۹۔ مکہ مکرمہ شہر میں داخل ہونے کا غسل۔

۲۰۔ مدینہ منورہ شہر میں داخل ہونے کا غسل لیکن شیخ مفید نے مدینہ میں واجب یا نفل انجام دینے کی صورت میں اس کے غسل کو مستحب کہا۔

۲۱۔ مکہ میں مسجد الحرام اور مدینہ منورہ میں مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے کے لئے غسل۔

۲۲۔ خانہ کعبہ میں داخل ہونے کا غسل، خداوند اس کی عزت کو زیادہ کرے اگرچہ وہ مسجد الحرام کا جزء ہے لیکن اس میں داخل ہونے کے لیے خصوصی غسل مستحب ہے اور اس کا فائدہ تب ظاہر ہوگا جب پہلے غسل کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کا قصد نہ کرے تو اس میں داخل نہ ہو جیسا کہ مسجد الحرام کا غسل مکہ داخل ہونے کے غسل میں

داخل نہیں مگر جب اس کی نیت کر چکا ہو، پس اگر چند مقصد جمع ہو جائیں تو ان سب کی نیت سے غسل کرے[1]۔

۴۔ نماز نذر و قسم

(وَمِنْهَا الصَّلَاةُ الْمَنْذُورَةُ وَشِبْهُهَا) مِنْ الْمُعَاهَدِ، وَالْمَحْلُوفِ عَلَيْهِ(وَهِيَ تَابِعَةٌ لِلنَّذْرِ الْمَشْرُوعِ، وَشِبْهُهُ) فَمَتَى نَذَرَ هَيْئَةً مَشْرُوعَةً فِي وَقْتِ إِيقَاعِهَا، أَوْ عَدَدًا مَشْرُوعًا انْعَقَدَتْ.وَاحْتَرَزَ بِالْمَشْرُوعِ عَمَّا لَوْ نَذَرَهَا عِنْدَ تَرْكِ وَاجِبٍ، أَوْ فِعْلِ مُحَرَّمٍ شُكْرًا، أَوْ عَكْسِهِ زَجْرًا، أَوْ رَكْعَتَيْنِ بِرُكُوعٍ وَاحِدٍ، أَوْ سَجْدَتَيْنِ وَنَحْوِ ذَلِكَ، وَمِنْهُ نَذْرُ صَلَاةِ الْعِيدِ فِي غَيْرِهِ وَنَحْوِهَا وَضَابِطُ الْمَشْرُوعِ مَا كَانَ فِعْلُهُ جَائِزًا قَبْلَ النَّذْرِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ، فَلَوْ نَذَرَ رَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، أَوْ مَاشِيًا، أَوْ بِغَيْرِ سُورَةٍ، أَوْ إلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ مَاشِيًا، أَوْ رَاكِبًا وَنَحْوَ ذَلِكَ انْعَقَدَ، وَلَوْ أَطْلَقَ فَشَرْطُهَا شَرْطُ الْوَاجِبَةِ فِي أَجْوَدِ الْقَوْلَيْنِ .

---

[1]۔ تتمہ بحث؛۱۔ روز ترویہ (ذوالحجہ کی آٹھویں) کا غسل، ۲۔ اس شخص کا غسل جس نے اس میت کو چھوا ہو جس کو غسل دیا جا چکا ہو، ۳۔ اونٹ نحر کرنے، قربانی ذبح کرنے اور حلق کرنے کا غسل۔ ۴۔ نبی اکرم ﷺ کی قبر مطہر سے وداع کرنے کا غسل، ۵۔ نو مولود کو غسل دینا، ۶۔ بارش کی دعا کرنے کے لیے غسل، ۷۔ اور اسکی آخری تمام دھائی کی راتوں کا غسل، اور ۲۹، ۲۷، ۲۵، ۱۵ کی راتوں کے غسل، ۸۔ اس عورت کا غسل جس نے نامحرم کے لئے خوشبو لگائی ہو، ۹۔ اس شخص کا غسل جو مستی کی حالت میں سو جائے ۱۰۔ اس شخص کا غسل جس نے چھپکلی ماری ہو۔ *اور رہے ان میں بعض غسلوں کا استحباب ثابت ہے اور بعض کا استحباب ثابت نہیں ہے جن غسلوں کا مشروع ہونا دلیل معتبر سے ثابت ہے جیسے واجب غسل یا معتبر دلیل سے مستحب ثابت ہونے والے غسل تو ان کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے اور وہ کام کیے جا سکتے ہیں جن میں وضو شرط ہے لیکن جن غسلوں کا مستحب ہونا ثابت نہیں اور ان کو رجاء کی نیت سے انجام دیا جاتا ہے اور ان سے نماز بھی نہیں پڑھی جا سکتی۔

باقی واجب نمازوں میں سے ایک وہ نماز ہے جو نذر کرنے یا قسم کھانے اور عہد کرنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو اور یہ نذر مشروع ہونے کے تابع ہے پس جب نذر کے شرعی احکام کو مدّنظر رکھ کر نماز پڑھنے کی نذر کرے تو نماز واجب ہوجائے گی اور شرعی نذر کی قید لگا کر اس صورت کو خارج کردیا جب واجب کو ترک کرنے یا کسی حرام کام کے کرنے کے وقت نذر کرے یا دو رکعتوں کو ایک رکوع یا صرف دو سجدوں کے ساتھ پڑھنے کی نذر کی کرے تو باطل ہے اور اسی طرح ہے اگر نماز عید کو دیگر مواقع پر پڑھنے کی نذر کرے اور شرعی نذر کا قانون اور کلیہ ہے کہ نذر کرنے سے پہلے وہ کام جائز ہو پس اگر نذر کرے کہ دو رکعت بیٹھ کر یا چلتے ہوئے یا بغیر سورہ کے یاچلنے سوار ہونے کی حالت میں قبلہ کے رخ سے ہٹ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کرے تو وہ صحیح ہوگی اور اگر بطور مطلق نذر کرے تو اس کی شرائط واجب نماز کی شرائط کی طرح ہونگی یہی بہترین قول ہے ۔

۵۔نماز نیابت و اجارہ کے احکام

(وَمِنْهَا صَلَاةُ النِّيَابَةِ بِإِجَارَةٍ) عَنْ الْمَيِّتِ تَبَرُّعًا، أَوْ بِوَصِيَّتِهِ النَّافِذَةِ،(أَوْ تَحَمُّلٍ) مِنْ الْوَلِيِّ وَهُوَ أَكْبَرُ الْوَلَدِ الذُّكُورِ(عَنْ الْأَبِ) لِمَا فَاتَهُ مِنْ الصَّلَاةِ فِي مَرَضِهِ، أَوْ سَهْوًا، أَوْ مُطْلَقًا، وَسَيَأْتِي تَحْرِيرُهُ (وَهِيَ بِحَسَبِ مَا يَلْتَزِمُ بِهِ) كَيْفِيَّةً وَكَمِّيَّةً .

نمازوں میں سے نیابتی نماز ہے جو کسی دوسرے کی طرف سے اجارہ کے ساتھ پڑھی جائے یامیت کی طرف سے مفت میں بغیر اجرت کے پڑھے یا اس کی وصیت سے پڑھے یا اس کے ولی کی طرف سے پڑھے جو اس کا بڑا

بیٹا ہو اپنے باپ کی مرض یا سہو کی حالت میں چھوٹ جانے والی نماز یں یا بطور مطلق جو اس سے رہ گئی ہوں اس کی تفصیل نماز قضاء کے احکام میں آئے گی اور وہ اسی طرح پڑھنی چاہیے جیسی صفات کے ساتھ پڑھنے کا معاہدہ ہوا ہو ۔

مستحب نمازیں

ا۔ نماز استسقاء

(وَمِنْ الْمَنْدُوبَات صَلَاةُ الاستِسْقَاءِ) وَهُوَ طَلَبُ السُّقْيَا، وَهُوَ أَنْوَاعٌ : أَدْنَاهُ الدُّعَاءُ بِلَا صَلَاة، وَلَا خَلْفَ صَلَاة،وَأَوْسَطُهُ الدُّعَاءُ خَلْفَ الصَّلَاة، وَأَفْضَلُهُ الاسْتِسْقَاءُ بِرَكْعَتَيْنِ، وَخُطْبَتَيْنِ،(وَهِيَ كَالْعِيدَيْنِ) فِي الْوَقْت، وَالتَّكْبِيرَات الزَّائِدَة فِي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْجَهْرِ، وَالْقِرَاءَة، وَالْخُرُوجِ إِلَى الصَّحْرَاء، وَغَيْرِ ذَلِكَ، إِلَّا أَنَّ الْقُنُوتَ هُنَا بِطَلَبِ الْغَيْث، وَتَوْفِيرِ الْمِيَاه، وَالرَّحْمَة (وَيُحَوِّلُ) الْإِمَامُ وَغَيْرُهُ (الرِّدَاءَ يَمِينًا وَيَسَاراً) بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ الصَّلَاة فَيَجْعَلُ يَمِينَهُ يَسَارَهُ، وَبِالْعَكْس، لِلاتِّبَاعِ، وَالتَّفَاؤُلِ، وَلَوْ جَعَلَ مَعَ ذَلِكَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ، وَظَاهِرَهُ بَاطِنَهُ كَانَ حَسَنًا، وَيُتْرَكُ مُحَوَّلًا حَتَّى يُنْزَعَ .

(وَلْتَكُنْ الصَّلَاةُ بَعْدَ صَوْمِ ثَلَاثَة) أَيَّامٍ، أَطْلَقَ بُعْدِيَّتَهَا عَلَيْهَا تَغْلِيبًا، لِأَنَّهَا تَكُونُ فِي أَوَّلِ الثَّالِث (آخِرُهَا الاثْنَيْنِ) وَهُوَ مَنْصُوصٌ فَلِذَا قَدَّمَهُ،(أَوْ الْجُمُعَةُ) لِأَنَّهَا وَقْتٌ لِإِجَابَة الدُّعَاء حَتَّى رُوِيَ أَنَّ الْعَبْدَ لَيَسْأَلُ الْحَاجَةَ فَيُؤَخَّرُ قَضَاؤُهَا إِلَى الْجُمُعَة، (وَ) بَعْدَ (التَّوْبَة) إِلَى اللَّه تَعَالَى مِنْ الذُّنُوب، وَتَطْهِيرِ الْأَخْلَاقِ مِنْ الرَّذَائِل،(وَ رَدِّ الْمَظَالِمِ) لِأَنَّ ذَلِكَ أَرْجَى لِلْإِجَابَة، وَقَدْ يَكُونُ الْقَحْطُ بِسَبَبِ هَذِهِ كَمَا رُوِيَ، وَالْخُرُوجُ مِنْ الْمَظَالِمِ مِنْ جُمْلَةِ التَّوْبَة جُزْءًا، أَوْ

شَرْطًا، وَخَصَّهَا اهْتِمَامًا بِشَأْنِهَا، وَلْيَخْرُجُوا حُفَاةً وَنِعَالُهُمْ بِأَيْدِيهِمْ، فِي ثِيَابِ بِذْلَةٍ وَتَخَشُّعٍ، وَيُخْرِجُونَ الصِّبْيَانَ، وَالشُّيُوخَ، وَالْبَهَائِمَ، لِأَنَّهُمْ مَظِنَّةُ الرَّحْمَةِ عَلَى الْمُذْنِبِينَ، فَإِنْ سُقُوا وَإِلَّا عَادُوا ثَانِيًا وَثَالِثًا مِنْ غَيْرِ قُنُوطٍ، بَانِينَ عَلَى الصَّوْمِ الْأَوَّلِ إِنْ لَمْ يُفْطِرُوا بَعْدَهُ، وَإِلَّا فَبِصَوْمٍ مُسْتَأْنَفٍ .

مستحب نمازوں میں سے نماز استسقاء ہے یعنی خدا سے بارش و باران رحمت طلب کرنا اور اس کی کئی قسمیں ہیں اس کی کم ترین مقدار نماز کے بغیر دعاء کرنا ہے جو نماز کے بغیر ہو اور نہ ہی نماز کے بعد ہو اور اس کی درمیانی قسم یہ ہے کہ نماز کے بعد دعاء کی جائے اور افضل یہ ہے کہ دو رکعت نماز اور دو خطبے پڑھے اور وہ وقت اور تکبیروں اور جہر و قراءت اور صحراء کی طرف جانے میں نماز عید کی طرح ہے مگر یہاں قنوت میں بارش اور پانی اور رحمت کی دعا کی جائے گی۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام جماعت اور مقتدی رداء کو دائیں بائیں الٹ لیں اسی میں معصومین کے طریقے کی اتباع اور نیک فال ہے (یعنی اسی طرح خشک سالی سبزے اور پانی کی فراوانی سے بدلے گی) اور اگر اس کے ساتھ رداء کے اوپر والے حصے کو نیچے اور نچلے حصے کو اوپر کرلے اور اندرونی حصے کو باہر اور بیرونی کو اندر کرلے تو مزید بہتر ہے اور اسے اسی طرح الٹا چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ گر جائے۔

اور نماز تین دن روزے رکھنے کے بعد پڑھی جائے اور اس نماز کے روزے کے بعد غلبہ دیتے ہوئے کہا کیونکہ وہ نماز تو تیسرے دن کی ابتداء میں پڑھی جائے گی ان تین روزوں کے دنوں کا آخری روز سوموار ہو یہ تو روایات میں آیا ہے یا جمعہ ہو کیونکہ وہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے حتی روایات میں آیا کہ جب کسی نے حاجت طلب کرنی ہو تو اسے جمعہ تک موخر کرے اور نماز گناہوں سے توبہ کرنے اور رذائل اخلاق سے پاک ہونے اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے

کے بعد ہو کہ اس صورت میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے اور کبھی قحط اور خشک سالی کا سبب یہی گناہ اور لوگوں کے حقوق کو ادا نہ کرنا ہوتا ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے[1] اور حقوق ادا کرنا توبہ کا (بطور جزء یا شرط) حصہ ہے، اور اسے خصوصی طور پر ذکر کیا اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور نماز کے لیے ننگے پاوں نکلیں جبکہ جوتے ہاتھوں میں اٹھائے ہوں کپڑے پھٹے پرانے ہوں جن سے خشوع ظاہر ہو اور بچوں، بوڑھوں اور جانوروں کو ساتھ لیں کیونکہ اس سے گناہگاروں پر رحمت الٰہی ہونے کا زیادہ گمان ہے اگر بارش ہو جائے تو ٹھیک ورنہ دوبارہ اسی طرح کریں تیسری مرتبہ اسی طرح کریں اور رحمت خدا سے ہرگز مایوس نہ ہوں اگر پہلے روزوں کے بعد افطار نہ کیا ہو انہیں پر بناء رکھ کر نماز کے لیے نکلتے رہیں اور اگر افطار کیا ہو تو پورے روزے دوبارہ رکھیں۔

۲۔ ماہ رمضان کے نوافل

(وَمِنْهَا نَافِلَةُ شَهْرِ رَمَضَانَ)(وَهِيَ) فِي أَشْهَرِ الرِّوَايَاتِ (أَلْفُ رَكْعَةٍ) مُوَزَّعَةٍ عَلَى الشَّهْرِ (غَيْرُ الرَّوَاتِبِ فِي) اللَّيَالِي(الْعِشْرِينَ) الْأُوَلُ (عِشْرُونَ : كُلَّ لَيْلَةٍ : ثَمَانٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَاثْنَتَا عَشْرَةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ)، وَيَجُوزُ الْعَكْسُ، (وَفِي) كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ (الْعَشْرِ الْأَخِيرَةِ ثَلَاثُونَ)رَكْعَةً : ثَمَانٍ مِنْهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَالْبَاقِي بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَيَجُوزُ اثْنَتَا عَشْرَةَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَالْبَاقِي بَعْدَ الْعِشَاءِ (

---

[1]۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا" وأن لو استقاموا علی الطریقة لاسقیناهم ماء غدقا " نوح: الآیۃ۱۶، اور روایت دیکھیں، وسائل الشیعہ ص ۱۶۸ باب ۷ حدیث ۱؛ عبدالرحمان بن کثیر عن الصادق علیہ السلام قال: اذا فشت أربعة ظهرت أربعة؛اذا فشا الزنا کثرت الزلازل.وإذا أمسکت الزکاة هلکت الماشیة.واذا جار الحکام فی القضاء أمسک القطر من السماء.واذا خفرت الذمة نصر المشرکون علی المسلمین.

وَفِی لَيَالِی الْأَفْرَادِ) الثَّلَاث، وَهِیَ التَّاسِعَةَ عَشْرَةَ، وَالْحَادِيَةُ وَالْعِشْرُونَ، وَالثَّالِثَةَ وَالْعِشْرُونَ، (كُلُّ لَيْلَةٍ مِائَةٌ) مُضَافَةً إِلَی مَا عُيِّنَ لَهَا سَابِقًا، وَذَلِكَ تَمَامُ الْأَلْفِ خَمْسُمِائَةٍ فِی الْعِشْرِينَ، وَخَمْسُمِائَةٍ فِی الْعَشْرِ.(وَيَجُوزُ الاقْتِصَارُ عَلَيْهَا فَيُفَرِّقُ الثَّمَانِينَ) الْمُتَخَلِّفَةَ وَهِیَ الْعِشْرُونَ فِی التَّاسِعَةَ عَشَرَ، وَالسِّتُّونَ فِی اللَّيْلَتَيْنِ بَعْدَهَا(عَلَی الْجَمْعِ) الْأَرْبَعِ، فَيُصَلِّی فِی يَوْمِ كُلِّ جُمُعَةٍ عَشْرًا بِصَلَاةِ عَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَجَعْفَرٍ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ وَلَوْ اتَّفَقَ فِيهِ خَامِسَةٌ تَخَيَّرَ فِی السَّاقِطَةِ وَيَجُوزُ أَنْ يُجْعَلَ لَهَا قِسْطًا يَتَخَيَّرُ فِی كَمِّيَّتِهِ، وَفِی لَيْلَةِ آخِرِ جُمُعَةٍ عِشْرُونَ بِصَلَاةِ عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِی لَيْلَةِ آخِرِ سَبْتٍ عِشْرُونَ بِصَلَاةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَأُطْلِقَ تَفْرِيقُ الثَّمَانِينَ عَلَی الْجَمْعِ مَعَ وُقُوعِ عِشْرِينَ مِنْهَا لَيْلَةَ السَّبْتِ تَغْلِيبًا، وَلِأَنَّهَا عَشِيَّةُ جُمُعَةٍ تُنْسَبُ إِلَيْهَا فِی الْجُمْلَةِ وَلَوْ نَقَصَ الشَّهْرُ سَقَطَتْ وَظِيفَةُ لَيْلَةِ الثَّلَاثِينَ، وَلَوْ فَاتَ شَیْءٌ مِنْهَا اُسْتُحِبَّ قَضَاؤُهُ وَلَوْ نَهَارًا وَفِی غَيْرِهِ، وَالْأَفْضَلُ قَبْلَ خُرُوجِهِ .

مستحب نمازوں میں سے ماہ رمضان کے نوافل ہیں اور وہ مشہور تر روایات کے مطابق ایک ہزار رکعت ہیں جنہیں پورے مہینے پر تقسیم کیا گیا اور روزانہ کی نمازوں کے معین مستحبات کے علاوہ ہیں،پہلی بیس راتوں میں ہر رات بیس رکعت پڑھے آٹھ رکعت نماز مغرب کے بعد اوربارہ رکعت نماز عشاء کے بعد یا اس کے برعکس اور آخری دس راتوں میں تیس رکعت پڑھے؛ آٹھ رکعت نماز مغرب کے بعد اورباقی نماز عشاء کے بعد اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز مغرب کے بعد بارہ رکعت نماز پڑھے اور باقی نماز عشاء کے بعد پڑھے

اور تین طاق راتوں (۱۹،۲۱،۲۳ویں)میں ہر رات ایک سو رکعت نماز پڑھے، اس کے علاوہ کہ جو راتوں کی ترتیب سے ان میں پڑھا جانا تھا تو اس طرح پانچ سو نمازیں پہلی بیس راتوں میں[۲۰*۲۰=۴۰۰+۱۰۰=۵۰۰] اور پانچ سو آخری دس راتوں میں[۳۰*۱۰=۳۰۰+۲۰۰(اکیس و تیئیس کی نافلہ)=۵۰۰] پڑھی جائیں گی ۔

۳۔ زیارت معصومین ؑ کی نماز

(وَمِنْهَا نَافِلَةُ الزِّيَارَةِ) لِلْأَنْبِيَاءِ وَالْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ.وَأَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ تُهْدَى لِلْمَزُورِ، وَوَقْتُهَا بَعْدَ الدُّخُولِ وَالسَّلَامِ، وَمَكَانُهَا مَشْهَدُهُ وَمَا قَارَبَهُ وَأَفْضَلُهُ عِنْدَ الرَّأْسِ بِحَيْثُ يَجْعَلُ الْقَبْرُ عَلَى يَسَارِهِ، وَلَا يَسْتَقْبِلُ شَيْئًا مِنْهُ.

انبیاء کرام ؑاور ائمہ اہل بیتؑ کی زیارت کے لیے نافلہ نمازیں ان کی کم از کم مقدار دو رکعت ہے جو ان حضرات کے حضور ہدیہ کی جائے اور اس کا وقت وہاں حاضر ہونے اور سلام کرنے کے بعد ہے اور اس کی جگہ ان کی قبور اور ان کے قریب تر جگہیں ہیں اور افضل یہ ہے کہ سر کے پاس ہو قبر کو بائیں قرارد ے اور اسے قبلہ کی طرف قرار نہ دے ۔

۴۔نماز استخارہ رقاع

(وَ) صَلَاةُ (الِاسْتِخَارَةِ) بِالرِّقَاعِ السِّتِّ وَغَيْرِهَا .

نماز استخارہ جو کاغذ کے چھ ٹکڑوں سے کیا جائے جس کی مخصوص نماز ہے جس کو ان کی کتابوں میں تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔

۵۔ نماز شکر

(وَ) صَلَاةُ (الشُّكْرِ) عِنْدَ تَجَدُّدِ نِعْمَةٍ، أَوْ دَفْعِ نِقْمَةٍ عَلَى مَا رُسِمَ فِي كُتُبٍ مُطَوَّلَةٍ، أَوْ مُخْتَصَّةٍ بِهِ (وَغَيْرُ ذَلِكَ) مِنْ الصَّلَوَاتِ الْمَسْنُونَةِ كَصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَجَعْفَرٍ وَغَيْرِهِمْ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ .(وَأَمَّا النَّوَافِلُ الْمُطْلَقَةُ فَلَا حَصْرَ لَهَا) فَإِنَّهَا قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَخَيْرُ مَوْضُوعٍ فَمَنْ شَاءَ اسْتَقَلَّ وَمَنْ شَاءَ اسْتَكْثَرَ .

نماز شکر جب بھی کوئی نئی نعمت ملے یا کوئی مشکل ٹل جائے اور اس کے منقول طریقے اعمال کی کتابوں میں ذکر ہیں اور اس کے علاوہ مستحب نمازیں ہیں جیسے جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی نماز اور نماز امام علی ؑ و نماز فاطمہ زہرا ؑ اور نماز جعفر طیارؓ وغیرہ، اور بطور مطلق نوافل اور مستحب نمازین تو بے شمار ہیں کیونکہ نماز ہر متقی کی قربانی اور بہترین موضوع ہے جو چاہے اسے کم پڑھے اور جو چاہے اسے زیادہ پڑھے ۔

فصل ۷: واجب نمازوں میں خلل کے احکام

(الْفَصْلُ السَّابِعُ)(فِی) بَیَانِ أَحْکَامِ(الْخَلَلِ) الْوَاقِعِ (فِی الصَّلَاۃِ)الْوَاجِبَۃِ (وَهُوَ)أَیْ الْخَلَلُ(إِمَّا) أَنْ یَکُونَ صَادِراً (عَنْ عَمْدٍ) وَقَصْدٍ إِلَی الْخَلَلِ سَوَاءٌ کَانَ عَالِمًا بِحُکْمِهِ، أَمْ لَا،(أَوْ سَهْوٍ) بِعُزُوبِ الْمَعْنَی عَنْ الذِّهْنِ حَتَّی حَصَلَ بِسَبَبِهِ إِهْمَالُ بَعْضِ الْأَفْعَالِ،(أَوْ شَکٍّ)وَهُوَ تَرَدُّدُ الذِّهْنِ بَیْنَ طَرَفَیْ النَّقِیضِ، حَیْثُ لَا رُجْحَانَ لِأَحَدِهِمَا عَلَی الْآخَرِ.وَالْمُرَادُ بِالْخَلَلِ الْوَاقِعِ عَنْ عَمْدٍ وَسَهْوٍ تَرْکُ شَیْءٍ مِنْ أَفْعَالِهَا، وَبِالْوَاقِعِ عَنْ شَکٍّ النَّقْصُ الْحَاصِلُ لِلصَّلَاۃِ بِنَفْسِ الشَّکِّ، لَا أَنَّهُ کَانَ سَبَبًا لِلتَّرْکِ کَقَسِیمَیْهِ-

ساتویں فصل واجب نماز میں واقع ہونے والے خلل کے متعلق ہے اور وہ خلل یا عمد اور جان بوجھ کر ہوتا ہے چاہے انسان اس کے حکم سے آشنا ہو یا نہ، یا سہو اور بھول جانے سے ہوتا ہے اور اس سے انسان نماز کے بعض افعال کو چھوڑ بیٹھتا ہے یا شک کی وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان کو دونوں طرفوں (کرنے یا نہ کرنے) کا احتمال ہوتا ہے اور اسی طرف کو دوسری پر ترجیح نہیں ہوتی ہے اور خلل عمدی اور سہوی کا معنی یہ ہے کہ ان کی وجہ سے نماز کے افعال میں سے بعض کو ترک کردیتا ہے اور شک کے ذریعے جو خلل ہوتا ہے وہ خود شک کا نماز میں حاصل ہونا ہے نہ یہ کہ شک کسی کام کے ترک کرنے کا موجب ہے (بلکہ خود شک کرنا ہی نماز میں نقص ہے) جیسے اس کے دو قسیم (عمد و سہو) ترک کا سبب ہیں۔

خلل عمدی کا حکم

(فَفِی الْعَمْدِ تَبْطُلُ)الصَّلَاةُ (لِلْإِخْلَالِ) أَیْ بِسَبَبِ الْإِخْلَالِ (بِالشَّرْطِ)کَالطَّهَارَةِ وَالسَّتْرِ،(أَوْ الْجُزْءِ) وَإِنْ لَمْ یَکُنْ رُکْنًا کَالْقِرَاءَةِ، وَأَجْزَائِهَا حَتَّى الْحَرْفِ الْوَاحِدِ، وَمِنْ الْجُزْءِ الْکَیْفِیَّةُ لِأَنَّهَا جُزْءٌ صُورِیٌّ.(وَلَوْ کَانَ) الْمُخِلُّ (جَاهِلًا) بِالْحُکْمِ الشَّرْعِیِّ کَالْوُجُوبِ، أَوْ الْوَضْعِیِّ کَالْبُطْلَانِ (إلَّا الْجَهْرَ وَالْإِخْفَاتَ) فِی مَوَاضِعِهِمَا فَیُعْذَرُ الْجَاهِلُ بِحُکْمِهِمَا، وَإِنْ عَلِمَ بِهِ فِی مَحَلِّه،کَمَا لَوْ ذَکَرَ النَّاسِی-

خلل عمدی کے ذریعے نماز باطل ہو جاتی ہے جب نماز کی کسی شرط کو خراب کرے جیسے طہارت اور لباس واجب یا نماز کے واجب اجزاء میں خلل ڈالے اگرچہ وہ رکن نہ ہوں جیسے قراءت اور اس کے اجزاء حتیٰ ایک حرف بھی اس کا جزء ہے اور نماز کی کیفیت بھی اسکے اجزاء میں سے ہے کیونکہ وہ نماز کا صوری اور شکلی جزء ہے اگرچہ جان بوجھ کر نماز کی شرط یا جزء میں خلل ڈالنے والا اس کے حکم شرعی تکلیفی (جیسے وجوب) یا حکم وضعی (اس خلل سے نماز کا باطل ہونے) سے جاہل ہو سوائے جہر واخفات کے موارد میں ان کو ترک کرنا کہ اگر ان کے حکم سے ناآشنا شخص انہیں جان بوجھ کر چھوڑتا رہا ہو تو وہ معذور شمار ہوگا اور اس کی نماز صحیح ہوگی اگرچہ ان کے محلّ کے اندر اسے حکم کا علم ہو جائے تو بھی دہرانا ضروری نہیں ہے جیسے اگر بھول کر ان میں خلل ڈالے تو محل میں یاد آ جائے تو بھی دہرانا لازم نہیں ہے۔

خلل سہوی کا حکم

اور سہو کی وجہ سے جب گذشتہ پانچ ارکان میں سے کسی کو ترک کر دے اور اسے یاد نہ آئے یہاں تک کہ اس کا محل گزر جائے تو اس سہو کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے (محل گزرنے سے یہاں مراد یہ ہے کہ کسی بعد والے رکن میں داخل ہو گیا ہو)

شک کے احکام

(وَفی الشَّکِّ) فِی شَیْءٍ مِنْ ذَلِکَ (لَا یُلْتَفَتُ إِذَا تَجَاوَزَ مَحَلَّه).وَالْمُرَادُ بِتَجَاوُزِ مَحَلِّ الْجُزْءِ الْمَشْکُوکِ فِیهِ، الانْتِقَالُ إِلَی جُزْءٍ آخَرَ بَعْدَهُ بِأَنْ شَکَّ فِی النِّیَّةِ بَعْدَ أَنْ کَبَّرَ، أَوْ فِی التَّکْبِیرِ بَعْدَ أَنْ قَرَأَ، أَوْ شَرَعَ فِیهِمَا، أَوْ فِی الْقِرَاءَةِ وَأَبْعَاضِهَا بَعْدَ الرُّکُوعِ، أَوْ فِیهِ بَعْدَ السُّجُودِ، أَوْ فِیهِ أَوْ فِی التَّشَهُّدِ بَعْدَ الْقِیَامِ.وَلَوْ کَانَ الشَّکُّ فِی السُّجُودِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ،أَوْ فِی أَثْنَائِهِ وَلَمَّایَقُمْ فَفِی الْعَوْدِ إِلَیْهِ قَوْلَانِ أَجْوَدُهُمَا الْعَدَمُ، أَمَّا مُقَدِّمَاتُ الْجُزْءِ کَالْهَوِیِّ، وَالْأَخْذِ فِی الْقِیَامِ قَبْلَ الْإِکْمَالِ فَلَا یُعَدُّ انْتِقَالًا إِلَی جُزْءٍ، وَکَذَا الْفِعْلُ الْمَنْدُوبُ کَالْقُنُوتِ.

۱۔ محل گزرنے کے بعد شک کا حکم

(نماز میں تین قسم کے شک واقع ہوتے ہیں؛ کچھ ایسے شک ہیں کہ ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور کچھ ایسے ہیں جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کچھ صحیح شکوک ہیں ان کا جبران کرنا پڑتا ہے، پہلی قسم کے بارے میں فرمایا) اگر کسی چیز کا محل اور موقع گزر جانے کے بعد اس میں شک ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور مشکوک جزء کے محل گزرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد والے جزء کی طرف منتقل ہو جائے یعنی تکبیر کہنے کے بعد نیت میں شک ہو یا قراءت کرنے کے بعد تکبیر کہنے میں شک ہو یا تکبیر کے دوران نیت میں اور قراءت کے دوران تکبیر کے بارے میں شک ہو یا رکوع کرنے کے بعد قراءت اور اس کے بعض حصوں میں شک ہو یا سجدوں کے بعد رکوع میں شک ہو یا قیام کے بعد سجود یا تشہد میں شک ہو تو ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور اگر تشہد کے بعد یا تشہد کے دوران سجدوں کے بارے میں شک ہو اور ابھی کھڑا نہ ہوا ہو تو سجدوں کے لیے لوٹنا واجب ہے یا نہیں، اس میں دو قول ہیں، بہترین یہ ہے کہ سجدے کے لیے لوٹنا ضروری نہیں ہے، لیکن کسی جزء کے مقدمات کی طرف

منتقل ہو چکا ہو لیکن اس کی حدّ تک نہ پہنچا ہو جیسے رکوع کے لیے جھکنے لگا ہو یا قیام کے لیے اٹھ رہا ہو لیکن ابھی مکمل طور پر ان کی حد تک نہ پہنچا ہو تو اسے دوسرے جزء کی طرف منتقل ہونا نہیں کہتے اور اگر اس دوران شک ہو تو اس کو بجالائے، اور اسی طرح اگر کسی مستحب کام میں مشغول ہونا بھی سابقہ جزء کے محل سے تجاوز کے معنی میں نہیں ہے پس اگر قنوت شروع کرنے کے بعد قراءت میں شک ہو تو قراءت کرے۔

۲۔ محل گزرنے سے پہلے شک کا حکم

(ولَوْ كَانَ) الشَّکُّ (فيه) أىْ فِى مَحَلِّه (أتَى به) لأَصَالَةِ عَدَمِ فعْله،(فَلَوْ ذَكَرَ فعْلَهُ) سَابقًا بَعْدَ أَنْ فَعَلَهُ ثَانيًا (بطَلَتْ) الصَّلَاةُ (إنْ كَانَ رُكْنًا) لَتحَقُّق زيَادَة الرُّكْنِ الْمُبْطلَة.وَإنْ كَانَ سَهْواً، وَمنْهُ مَا لَوْ شَکَّ فِى الرُّكُوعِ وَهُوَ قَائمٌ فَرَكَعَ، ثُمَّ ذَكَرَ فعْلَهُ قَبْلَ رَفْعه فِى أَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ، لأَنَّ ذَلکَ هُوَ الرُّكُوعُ، وَالرَّفْعُ منْهُ أَمْرٌ زَائدٌ عَلَيْه كَزيَادَةِ الذِّكْرِ وَالطُّمَأْنينَة (وَإلَّا يَكُنْ) رُكْنًا(فَلَا) إبْطَالَ لوُقُوعِ الزِّيَادَة سَهْواً-

اور اگر نماز کے کسی جزء میں اس کے محلّ اور موقع کے دوران شک ہو تو اس کو بجالائے کیونکہ اصل (استصحاب) یہ ہے کہ اس کو انجام نہیں دیا ہے لیکن اگر اسے دوبارہ بجالانے کے بعد یاد آئے کہ اس کو پہلے بھی انجام دیا تھا تو اگر وہ رکن ہو تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ رکن کا اضافہ ہوا ہے جس سے نماز باطل ہوتی ہے اگرچہ یہ رکن کا اضافہ سہو و شک کی وجہ سے ہی ہو۔

اور اسی میں سے اگر قیام کی حالت میں رکوع میں شک ہو اور رکوع کرے پھر سر اٹھانے سے پہلے یاد آجائے کہ رکوع تو کر چکا تھا تو صحیح تر قول کی بناء پر نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ

یہی جھکنا ہی رکوع ہے اور اس سے سر اٹھانا رکوع کی حقیقت سے زائد ایک دوسرا واجب ہے جیسے رکوع میں ذکر کرنا اور جسم کا ساکن ہونا اس کی حقیقت سے زائد واجبات میں سے ہیں۔

نماز میں بھولنے کے احکام

(وَلَوْ نَسِيَ غَيْرَ الرُّكْنِ) مِنْ الْأَفْعَالِ وَلَمْ يَذْكُرْ حَتَّى تَجَاوَزَ مَحَلَّهُ(فَلَا الْتِفَاتَ) بِمَعْنَى أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَبْطُلُ بِذَلِكَ، وَلَكِنْ قَدْ يَجِبُ لَهُ شَيْءٌ آخَرُ مِنْ سُجُودٍ، أَوْ قَضَاءٍ، أَوْ هُمَا كَمَا سَيَأْتِي (وَلَوْ لَمْ يَتَجَاوَزْ مَحَلَّهُ أُتِيَ بِهِ)وَالْمُرَادُ بِمَحَلِّ الْمَنْسِيِّ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَنْ يَصِيرَ فِي رُكْنٍ، أَوْ يَسْتَلْزِمَ الْعَوْدُ إلَى الْمَنْسِيِّ زِيَادَةَ رُكْنٍ، فَمَحَلُّ السُّجُودِ وَالتَّشَهُّدِ الْمَنْسِيَّيْنِ مَا لَمْ يَرْكَعْ فِي الرَّكْعَةِ اللَّاحِقَةِ لَهُ وَإِنْ قَامَ، لِأَنَّ الْقِيَامَ لَا يَتَمَحَّضُ لِلرُّكْنِيَّةِ إلَى أَنْ يَرْكَعَ كَمَا مَرَّ، وَكَذَا الْقِرَاءَةُ وَأَبْعَاضُهَا وَصِفَاتُهَا بِطَرِيقٍ أَوْلَى.وَأَمَّا ذِكْرُ السُّجُودِ وَوَاجِبَاتُهُ غَيْرُ وَضْعِ الْجَبْهَةِ فَلَا يَعُودُ إلَيْهَا مَتَى رَفَعَ رَأْسَهُ، وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي رُكْنٍ.وَوَاجِبَاتُ الرُّكُوعِ كَذَلِكَ لِأَنَّ الْعَوْدَ إلَيْهَا يَسْتَلْزِمُ زِيَادَةَ الرُّكْنِ، وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي رُكْنٍ.

(وَكَذَا الرُّكْنُ) الْمَنْسِيُّ يَأْتِي بِهِ مَا لَمْ يَدْخُلْ فِي رُكْنٍ آخَرَ، فَيَرْجِعُ إلَى الرُّكُوعِ مَا لَمْ يَصِرْ سَاجِداً،وَإِلَى السُّجُودِ مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الرُّكُوعِ.وَأَمَّا نِسْيَانُهُ التَّحْرِيمَةَ إلَى أَنْ شَرَعَ فِي الْقِرَاءَةِ، فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ مُبْطِلًا مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي رُكْنٍ إلَّا أَنَّ الْبُطْلَانَ مُسْتَنِدٌ إلَى عَدَمِ انْعِقَادِ الصَّلَاةِ مِنْ حَيْثُ فَوَاتُ الْمُقَارَنَةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النِّيَّةِ، وَمِنْ ثَمَّ جَعَلَ بَعْضُ الْأَصْحَابِ الْمُقَارَنَةَ رُكْنًا، فَلَا يَحْتَاجُ إلَى الِاحْتِرَازِ عَنْهُ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الصَّلَاةِ الصَّحِيحَةِ.

اگر نماز کے افعال میں سے ایسی چیز کو بھول جائے جو رکن نہ ہو اور اس کا محلّ گزر جانے تک یاد نہ آئے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے یعنی اس کی نماز باطل نہ ہوگی لیکن کبھی اس کے بدلے میں کوئی دوسری چیز (سجدہ سہو یا اس کام کی قضاء یا دونوں) واجب ہو جاتی ہے، کہ ان کی تفصیل بعد میں آتی ہے۔

اور اگر ابھی محل نہ گزرا ہو تو اسے بجالائے اور بھولی ہوئی چیز کے محل سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد کسی رکن میں داخل نہ ہوا ہو یا اسے بھولے ہوئے جزء کی طرف لوٹنے سے رکن کا اضافہ لازم نہ آتا ہو، پس بھولے ہوئے سجدے اور تشہد کا محل اس وقت تک ہے کہ بعد والے رکوع میں نہ پہنچا ہو اگرچہ کھڑا ہو چکا ہو کیونکہ صرف قیام رکن ہیں ہے جب تک رکوع کے لیے نہ جھکے اس کی تحقیق ارکان کی حقیقت کی بحث میں گزر گئی اور اسی طرح قراءت یا اس کے بعض اجزاء اور اسکی صفات (اعرابی) کو بھولنے سے اس کی بدرجہ اولی رکوع سے پہلے محل باقی ہے کیونکہ درمیان میں کوئی جزء فاصلہ نہیں ہے جس کے رکن ہونے کا گمان ہو لیکن سجدے کے لیے پیشانی زمین پر رکھنے کے علاوہ اس کا ذکر اور اس کے دیگر واجبات کے لیے نہیں لوٹنا چاہیے جب سر سجدے سے اٹھالے اگرچہ بعد والے رکن میں داخل نہ ہوا ہو اور رکوع کے واجبات بھی اسی طرح ہیں کیونکہ ان کے لیے لوٹنے سے رکن کا اضافہ لازم آتا ہے۔

اور اسی طرح بھولے ہوئے رکن کو بجالائے جب تک بعد والے رکن میں داخل نہ ہوا ہو پس رکوع کی طرف لوٹ آئے جب تک سجدے میں داخل نہ ہوا ہو اور اسی طرح سجود کی طرف لوٹ آئے جب تک بعد والے رکوع کی حد تک نہ جھکا ہو لیکن تکبیرۃ الاحرام کو بھول جانا یہاں تک کہ قراءت شروع کردے اگرچہ یہ مبطل ہے حالانکہ کسی رکن میں داخل نہیں ہوا مگر یہاں نماز باطل کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اصلا نماز شروع ہی نہیں ہوئی کیونکہ تکبیرۃ الاحرام اور نیت کے درمیان فاصلہ آگیا ہے اس لیے بعض علماء نے ان میں باہم ملے ہونے کو

رکن قرار دیا ہے پس اس مسئلے کو خارج کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بحث صحیح نماز کے متعلق ہے اور جب تکبیرۃالاحرام بھول جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی ہے۔

بھولے ہوئے بعض اجزاء کی قضاء

(وَيَقْضِى) مِنْ الْأَجْزَاءِ الْمَنْسِيَّةِ الَّتِى فَاتَ مَحَلُّهَا (بَعْدَ) إكْمَالِ(الصَّلَاةِ السَّجْدَةُ) الْوَاحِدَةُ (وَالتَّشَهُّدُ) أَجْمَعُ، وَمِنْهُ الصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآله،(وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِىِّ وَآله) لَوْ نَسِيَهَا مُنْفَرِدَةً،وَمِثْلُهُ مَا لَوْ نَسِيَ أَحَدَ التَّشَهُّدَيْنِ فَإِنَّهُ أَوْلَى بِإِطْلَاقِ التَّشَهُّدِ عَلَيْه، أَمَّا لَوْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِىِّ خَاصَّةً،أَوْ عَلَى آله خَاصَّةً، فَالْأَجْوَدُ أَنَّهُ لَا يُقْضَى،كَمَا لَا يُقْضَى غَيْرُهَا مِنْ أَجْزَاءِ التَّشَهُّدِ عَلَى أَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ، بَلْ أَنْكَرَ بَعْضُهُمْ قَضَاءَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِىِّ وَآله لِعَدَمِ النَّصِّ،وَرَدَّهُ الْمُصَنِّفُ فِى الذِّكْرَى بِأَنَّ التَّشَهُّدَ يُقْضَى بِالنَّصِّ فَكَذَا أَبْعَاضُهُ تَسْوِيَةً بَيْنَهُمَا، وَفِيهِ نَظَرٌ لِمَنْعِ كُلِّيَّةِ الْكُبْرَى وَبِدُونِهَا لَا يُفِيدُ،وَسَنَدُ الْمَنْعِ أَنَّ الصَّلَاةَ مِمَّا تُقْضَى،وَلَا يُقْضَى أَكْثَرُ أَجْزَائِهَا،وَغَيْرَ الصَّلَاةِ مِنْ أَجْزَاءِ التَّشَهُّدِ لَا يَقُولُ هُوَ بِقَضَائِه، مَعَ وُرُودِ دَلِيلِه فِيه، نَعَمْ قَضَاءُ أَحَدِ التَّشَهُّدَيْنِ قَوِىٌّ لِصِدْقِ اسْمِ التَّشَهُّدِ عَلَيْه لَا لِكَوْنِه جُزْءًا.إلَّا أَنْ يُحْمَلَ التَّشَهُّدُ عَلَى الْمَعْهُودِ، وَالْمُرَادُ بِقَضَاءِ هَذِه الْأَجْزَاءِ الْإِتْيَانُ بِهَا بَعْدَهَا مِنْ بَابِ"فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ"لَا الْقَضَاءُ الْمَعْهُودُ، إلَّا مَعَ خُرُوجِ الْوَقْتِ قَبْلَهُ.

نماز کے بعض اجزاء کا محل گزر گیا ہو ان کو نماز مکمل کرنے کے بعد قضاء کرنا ضروری ہے؛

۱۔ بھولے ہوئے ایک سجدے کی قضاء، ۲۔ بھولے ہوئے پورے تشہد کی قضاء جس میں درود اس کا جزء ہے۔

۳۔ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آلؑ پر درود جب صرف اسی کو بھول گیا ہو، اور اسی طرح ہے اگر دو شہادتوں میں سے ایک کو بھول گیا ہو تو اس کی قضاء کرے کہ اس پر تشہد کا نام بدرجہ اولی آتا ہے لیکن اگر فقط پیامبر اکرم ﷺ پر درود کہنا بھول جائے یا فقط آپ کی آل پر درود بھول جائے تو بہتر قول یہ ہے کہ اس کی قضاء نہیں ہے جیسا کہ تشہد کے دیگر اجزاء (جیسے وحدہ لاشریک لہ) کی قضاء بھی صحیح تر قول کی بناء پر واجب نہیں ہے بلکہ بعض فقہاء نے پوری صلوات (حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آلؑ دونوں پر درود) بھول جانے سے اس کی قضاء کے واجب ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ اس کی روایت نہیں ہے لیکن مصنف نے اسے اس دلیل کے ساتھ ردّ کیا ہے کہ پورے تشہد کی قضاء کرنا روایت کے ذریعے لازم ہے تو اس طرح اس کے بعض اجزاء کی قضاء بھی لازم ہے کیونکہ کل تشہد اور اس کے بعض اجزاء میں اس حکم کے لحاظ سے تساوی اور برابری ہے۔

لیکن اولا اس دلیل کا مقدمہ کبری کا کلی ہونا قبول نہیں ہے اور کبری کے کلی ہونے کے بغیر دلیل کا مفید نہیں ہے اور کبری کی کلیت کے قبول نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نماز اگر پوری قضاء ہو جائے تو اس کی قضاء ہے لیکن اگر اس کی اکثر اجزاء رہ جائیں تو ان کی قضاء لازم نہیں ہے، ثانیا تشہد کے اجزاء میں سے درود کے علاوہ کسی جزء کی قضاء کے خود مصنف قائل نہیں ہیں اور اس کی قضاء کی دلیل خاص آئی ہے ہاں دو شہادتوں میں سے ایک کا قضاء کرنا قوی ہے کیونکہ اس پر تشہد کا نام اطلاق آتا ہے نہ اس لیے کہ وہ تشہد کا جزء ہے اور ہر جزء کی قضاء لازم ہے مگر یہ کہا جائے کہ تشہد سے مراد معروف تشہد ہے جو پورے تشہد کو کہا جاتا ہے۔

اور ان اجزاء کی قضاء سے مراد یہ ہے کہ نماز کے بعد ان کو انجام دیا جائے یہ قضاء کے لغوی معنی کے باب سے ہے جیسے نماز جمعہ کے بارے میں آیت میں ہے؛(فَإِذَا قُضِيَتِ

الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِی الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ(جمعہ،۱۰) پھر جب نماز ختم ہوجائے تو(اپنے کاموں کی طرف)زمین میں بکھر جاواور اللہ کا فضل تلاش کرو) یہاں قضاء کا معروف معنی نہیں ہے جو وقت کے بعد کسی کام کو انجام دینے ہے مگر یہ کہ بھولے ہوئے جزء کو انجام دینے سے پہلے وقت نکل جائے تو اس وقت قضاء کا معروف معنی بھی صدق کرتا ہے۔

سجدہ سہو کے اسباب

(وَيَسْجُدُ لَهُمَا) كَذَا فِی النُّسَخِ بِتَثْنِيَةِ الضَّمِيرِ جَعْلًا لِلتَّشَهُّدِ وَالصَّلَاةِ بِمَنْزِلَةِ وَاحِدٍ، لِأَنَّهَا جُزْؤُهُ وَلَوْ جَمَعَهُ كَانَ أَجْوَدَ(سَجْدَتَیْ السَّهْوِ).وَالْأَوْلَى تَقْدِيمُ الْأَجْزَاءِ عَلَى السُّجُودِ لَهَا كَتَقْدِيمِهَا عَلَيْهِ بِسَبَبِ غَيْرِهَا وَإِنْ تَقَدَّمَ، وَتَقْدِيمُ سُجُودِهَا عَلَى غَيْرِهِ وَإِنْ تَقَدَّمَ سَبَبُهُ أَيْضًا وَأَوْجَبَ الْمُصَنِّفُ ذَلِكَ كُلَّهُ فِی الذِّكْرَى، لِارْتِبَاطِ الْأَجْزَاءِ بِالصَّلَاةِ، وَسُجُودِهَا بِهَا.

(وَيَجِبَانِ أَيْضًا)مُضَافًا إِلَى مَا ذَكَرَ (لِلتَّكَلُّمِ نَاسِيًا، وَلِلتَّسْلِيمِ فِی الْأُولَيَيْنِ نَاسِيًا) بَلْ لِلتَّسْلِيمِ فِی غَيْرِ مَحَلِّهِ مُطْلَقًا،(وَ)الضَّابِطُ وُجُوبُهُمَا(لِلزِّيَادَةِ، أَوْ النَّقِيصَةِ غَيْرِ الْمُبْطِلَةِ) لِلصَّلَاةِ، لِرِوَايَةِ سُفْيَانَ بْنِ السِّمْطِ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وَيَتَنَاوَلُ ذَلِكَ زِيَادَةَ الْمَنْدُوبِ نَاسِيًا، وَنُقْصَانَهُ حَيْثُ يَكُونُ قَدْ عَزَمَ عَلَى فِعْلِهِ كَالْقُنُوتِ، وَالْأَجْوَدُ خُرُوجُ الثَّانِی إِذْ لَا يُسَمَّى ذَلِكَ نُقْصَانًا، وَفِی دُخُولِ الْأَوَّلِ نَظَرٌ، لِأَنَّ السَّهْوَ لَا يَزِيدُ عَلَى الْعَمْدِ.وَفِی الدُّرُوسِ أَنَّ الْقَوْلَ بِوُجُوبِهِمَا

لِکُلِّ زِیَادَةٍ، وَنُقْصَانٍ لَمْ نَظْفَرْ بِقَائِلِهِ وَلَا بِمَأْخَذِهِ، وَالْمَأْخَذُ مَا ذَکَرْنَاهُ، وَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْقَائِلِینَ بِهِ،وَقَبْلَهُ الْفَاضِلُ،وَقَبْلَهُمَا الصَّدُوقُ(وَلِلْقِیَامِ فِی مَوْضِعِ قُعُودٍ وَعَکْسِهِ) نَاسِیًا، وَقَدْ کَانَا دَاخِلَیْنِ فِی الزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ،وَإِنَّمَا خَصَّهُمَا تَأْکِیداً، لِأَنَّهُ قَدْ قَالَ بِوُجُوبِهِ لَهُمَا مَنْ لَمْ یَقُلْ بِوُجُوبِهِ لَهُمَا مُطْلَقًا، (وَلِلشَّکِّ بَیْنَ الْأَرْبَعِ وَالْخَمْسِ) حَیْثُ تَصِحُّ مَعَهُ الصَّلَاةُ-

۱۔اور ان اجزاء کے لیے دو سجدہ سہو بجالائے، لمعہ کے نسخوں میں تثنیہ کی ضمیر ذکر ہے اس میں تشہد اور درود کی قضاء کو ایک شمار کیا گیا ہے کیونکہ وہ تشہد کا جزء ہے اور اسی طرح بھولی ہوئی،اس طرح بھولی ہوئی جن چیزوں کی قضاء ہے اور اس کے سجدہ سہو ضروری ہے وہ دو ہیں اور اگر مصنف اس ضمیر کو جمع لاتے تو بہتر ہوتا چونکہ انہوں نے پہلے تین کو جداگانہ ذکر کیا تھااور بہتر ہے کہ بھولے ہوئے اجزاء کو ان کے لیے سجدہ سہو سے پہلے بجالائے اوراسی طرح ان اجزاء کی قضاء کو اس سجدہ سہو سے بھی پہلے بجالائے جو کسی دوسرے سبب سے واجب ہوا ہو اگرچہ وہ سبب اس بھولے ہوئے جزء سے پہلے ہو اوران اجزاء کے سجدہ سہو کو دیگر اسباب کے سجدہ سہو پر مقدم کرے اگرچہ ان دیگر چیزوں کا سبب مقدم ہو لیکن مصنف نے اس کو ذکری میں اس لیے واجب کیا کہ بھولے ہوئے اجزاء اوراس کے سجدے نماز کے ساتھ متصل اور مرتبط ہوتے ہیں اس لیے پہلے ان کو بجالائے پھر دیگر سجدہ سہو کو بجالائے۔

بھولے ہوئے تشہد، ایک سجدے اور درود کے علاوہ کاموں کے لیے بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے؛

۲۔ بھول کر کلام کرنے کے لیے، ۳۔پہلی اور دوسری رکعت میں بھول کر سلام کرنے سے بلکہ بطور مطلق جہاں بھی بے محلّ سلام کیا جائے اس کے لیے سجدہ سہو کرے۔

۴۔ان دو سجدہ سہو کا قانون کلی یہ ہے کہ یہ نماز میں ہر اس کمی یا اضافے کے لیے واجب ہوتے ہیں جو نماز کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اس مطلب کو سفیان بن سمط نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے اور مصنف کی عبارت شامل ہے جب مستحب کو بھول کر اضافہ کرے اور اسکو کم کردے جہاں اس کو انجام دینے کی نیت کی ہو جیسے قنوت اور بہتر ہے کہ مستحب کا کم کرنا سجدہ سہو کا موجب نہیں ہے کیونکہ اس کو نماز میں کمی نہیں کہتے بلکہ اس کی فضیلت میں کمی ہے، اور مستحب کے اضافے کا نماز میں اضافہ ہونے میں اشکال ہے کیونکہ مستحب کو بھولے سے اضافہ کرنے کا حکم اسے جان بوجھ کر اضافہ کرنے سے زیادہ نہیں ہو سکتا (جب جان بوجھ کر نماز میں مستحب کا اضافہ کرنے سے سجدہ سہو نہیں تو بھول کر اضافہ کرنے سے بدرجہ اولی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا)۔

شہید اول نے دروس میں کہا کہ سجدہ سہو کے نماز میں ہر کمی وزیادتی کے لیے واجب ہونے کا نہ کوئی قائل ملا ہے اور نہ اس کی دلیل ملی ہے، شہید ثانی اس پر نقد فرماتے ہیں؛اس کی دلیل (سفیان بن سمط کی امام صادقؑ سے روایت) ہم نے ذکر کی ہے اور اس کے قائلین میں خود شہید اول ہیں، جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے اور ان سے پہلے فاضل علامہ حلی اور ان دونوں سے پہلے شیخ صدوق بھی اسی کے قائل تھے۔

۵۔اور بیٹھنے کی جگہ بھول کر کھڑا ہونا اور اس کے برعکس یعنی کھڑے ہونے کی جگہ بھول کر بیٹھ جانے کے لیے سجدہ سہو کرنا واجب ہے،اگرچہ یہ سابقہ کلی قانون میں ہر کمی وزیادتی میں داخل تھے لیکن انہیں خصوصی طور پر ذکر کیا ہے تاکہ سابقہ مطلب کی تاکید ہو جائے کیونکہ بعض فقہاء ان کے سجدہ سہو کو واجب جانتے ہیں درحالانکہ ہر کمی وزیادتی کے لیے بطور مطلق واجب نہیں سمجھتے۔

۶۔اور چار اور پانچ رکعتوں کے درمیان شک کے لیے بھی سجدہ سہو واجب ہے جب اس شک کے ساتھ نماز صحیح ہو (جب رکوع سے پہلے یہ شک ہو یا دو سجدوں کے بعد یہ شک ہو)۔

سجدہ سہو کا طریقہ

(وَتَجِبُ فِيهِمَا النِّيَّةُ) الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى قَصْدِهِمَا،وَتَعْيِينُ السَّبَبِ إنْ تَعَدَّدَ، وَإِلَّا فَلَا، وَاسْتَقْرَبَ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى اعْتِبَارَهُ مُطْلَقًا،وَفِي غَيْرِهَا عَدَمَهُ مُطْلَقًا، وَاخْتَلَفَ أَيْضًا اخْتِيَارُهُ فِي اعْتِبَارِ نِيَّةِ الْأَدَاءِ، أَوْ الْقَضَاءِ فِيهِمَا، وَفِي الْوَجْهِ: وَاعْتِبَارِهِمَا أَوْلَى، وَالنِّيَّةُ مُقَارِنَةً لِوَضْعِ الْجَبْهَةِ عَلَى مَا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ، أَوْ بَعْدَ الْوَضْعِ عَلَى الْأَقْوَى.

(وَمَا يَجِبُ فِي سُجُودِ الصَّلَاةِ) مِنْ الطَّهَارَةِ وَغَيْرِهَا مِنْ الشَّرَائِطِ، وَوَضْعِ الْجَبْهَةِ عَلَى مَا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ، وَالسُّجُودِ عَلَى الْأَعْضَاءِ السَّبْعَةِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ الْوَاجِبَاتِ، وَالذِّكْرِ، إلَّا أَنَّهُ هُنَا مَخْصُوصٌ بِمَا رَوَاهُ الْحَلَبِيُّ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَ ذِكْرُهُمَا"بِسْمِ اللَّهِ وَبِاَللَّهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ")وَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ،" وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ"،وَفِي الدُّرُوسِ"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ"(أَوْ"بِسْمِ اللَّهِ وَبِاَللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْك أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ")،أَوْ بِحَذْفِ وَاوِ الْعَطْفِ مِنْ السَّلَامِ وَالْجَمِيعُ مَرْوِيٌّ مُجْزِئٌ،(ثُمَّ يَتَشَهَّدُ)بَعْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مُعْتَدِلًا(وَيُسَلِّمُ)هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ بَيْنَ الْأَصْحَابِ،وَالرِّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ دَالَّةٌ عَلَيْهِ وَفِيهِ أَقْوَالٌ أُخَرُ ضَعِيفَةُ الْمُسْتَنَدِ.

سجدہ سہو میں نیت واجب ہے جو ان کے قصد اور ارادے پر مشتمل ہو اور اگر اس کے اسباب زیادہ ہوں تو اس کے سبب کو معین کیا جائے ورنہ سبب کو معین کرنا واجب نہیں ہے، شہید اول نے ذکری میں بطور مطلق سبب کو معین کرنے کو قریب تر جانا ہے چاہے اسباب متعدد ہوں یا نہ اور دیگر کتابوں میں بطور مطلق کہا ہے کہ سبب کو معین کرنا واجب نہیں اور مصنف کا نظریہ ان میں ادا یا قضاء کی نیت اور قصد وجہ (وجوب یا استحباب) کے معتبر ہونے میں بھی مختلف ہے اور ان دونوں کا معتبر ہونا بہتر ہے، اور نیت اس چیز پر پیشانی رکھنے کے ساتھ ملی ہوئی ہو جس پر سجدہ صحیح ہوتا ہے یا اس پر پیشانی رکھنے کے بعد نیت کرے، قوی تر نظریہ یہی دوسرا ہے۔

اور سجدہ سہو میں ان چیزوں کا خیال رکھنا واجب ہے جو نماز کے سجدوں میں واجب ہوتی ہیں جیسے طہارت وغیرہ (قبلہ رو ہونا) شرائط، اور پیشانی کو اس چیز پر رکھنا جس پر سجدہ صحیح ہوتا ہے اور سات اعضاء پر سجدہ کرنا وغیرہ واجبات اور ذکر کرنا بھی واجب ہے مگر سجدہ سہو میں مخصوص ذکر ہے جسے حلبی نے امام صادقؑ سے روایت کیا ہے:

۱۔اور ان کا ذکر ہے؛ بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ -

۲۔اور بعض نسخوں میں ہے؛ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ-

۳۔اور دروس میں ہے؛ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ-

۴۔ یا کہے؛ بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ-

۵۔ یا اس عبارت میں السلام سے پہلے واو عاطفہ حذف کرے۔

اور یہ سب عبارتیں سجدہ سہو کے ذکر میں منقول ہیں (یعنی حلبی کی روایت کو مختلف نسخوں میں ان عبارتوں کے ساتھ نقل کیا گیا) لہٰذا ان میں جس پر عمل کیا جائے وہ مجزی اور کافی ہے۔

پھر دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد معتدل طریقے سے بیٹھ جائے اور تشہد و سلام پڑھے، یہ فتوی علماء میں مشہور ہے اور اس پر صحیح روایت (جس کے تمام طبقات میں واری ثقہ وصادق اور عادل دوازدہ امامی ہیں) دلالت کرتی ہے اور اس میں دیگر اقوال بھی ہیں جن کی دلیل ضعیف ہے (جیسے بعض علماء نے کہا نماز کے سجدے کی شرائط سجدہ سہو میں واجب نہیں اور بعض دیگر نے کہا سجدہ سہو میں تشہد واجب نہیں)۔

نماز کو باطل کرنے والے شکّ

(وَالشَّاکُّ فِی عَدَدِ الثُّنَائِیَّۃِ، أَوْ الثُّلَاثِیَّۃِ، أَوْ فِی الْأُولَیَیْنِ مَنْ الرُّبَاعِیَّۃِ أَوْ فِی عَدَدٍ غَیْرِ مَحْصُورٍ) بِأَنْ لَمْ یَدْرِ کَمْ صَلَّی رَکْعَۃً،(أَوْ قَبْلَ إکْمَالِ السَّجْدَتَیْنِ) الْمُتَحَقِّقِ بِإِتْمَامِ ذِکْرِ السَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ(فِیمَا یَتَعَلَّقُ بِالْأُولَیَیْنِ) وَإِنْ أَدْخَلَ مَعَهُمَا غَیْرَهُمَا، وَبِهِ یَمْتَازُ عَنْ الثَّالِثِ(یُعِیدُ)الصَّلَاۃَ لَا بِمُجَرَّدِ الشَّکِّ بَلْ بَعْدَ اسْتِقْرَارِہِ بِالتَّرَوِّی عِنْدَ عُرُوضِہِ، وَلَمْ یَحْصُلْ ظَنٌّ بِطَرَفٍ مِنْ مُتَعَلَّقِہِ، وَإِلَّا بَنِیَ عَلَیْہِ فِی الْجَمِیعِ، وَکَذَا فِی غَیْرِہِ مِنْ أَقْسَامِ الشَّکِّ-

(پانچ قسم کے شک نماز کو باطل کر دیتے ہیں اور ان سے نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہیں)؛

۱۔ دو رکعتی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک کرنا۔

۲۔ تین رکعتی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک کرنا۔

۳۔ چار رکعتی نماز کی پہلی اور دوسری رکعتوں میں شک کرنا۔

۴۔ چار رکعتی نماز کی رکعتوں میں اسطرح شک کرے کہ اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟

۵۔ چار رکعتی نماز میں دو سجدوں کے مکمل کرنے سے پہلے جو دوسرے سجدے کے ذکر کے تمام ہونے سے پورے ہوتے ہیں پہلی دو رکعتوں میں شک کرنا اگرچہ ان دو رکعتوں کے ساتھ دیگر رکعتیں بھی داخل ہوں اس طرح یہ صورت تیسری صورت سے فرق کرتی ہے کہ اس میں دیگر رکعتوں کا شک بھی داخل ہے۔

ان موارد میں نماز کو دوبارہ پڑھے، نہ فقط شک پیدا ہونے سے بلکہ اگر شک کے بعد غور کرے اور شک باقی رہے اور کسی شک کی کسی ایک طرف کا گمان پیدا نہ ہو تو نماز دوبارہ پڑھے ورنہ جس طرف کا گمان پیدا ہو اسی پر بناء رکھے اور شک کی دیگر قسموں میں بھی اسی طرح کرے (یعنی فکر کرے اور جس طرف کا گمان ہو اسی پر عمل کرے اور اگر گمان حاصل نہ تو شک کے احکام پر عمل کرے)۔

صحیح شکوک

(وَإِنْ أَكْمَلَ)الرَّكْعَتَيْنِ(الْأُولَيَيْنِ) بِمَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ ذِكْرِ الثَّانِيَةِ، وَإِنْ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ مِنْهَا (وَشَكَّ فِي الزَّائِدِ) بَعْدَ التَّرَوِّي.(فَهُنَا صُوَرٌ خَمْسٌ) تَعُمُّ بِهَا الْبَلْوَى أَوْ أَنَّهَا مَنْصُوصَةٌ،وَإِلَّا فَصُوَرُ الشَّكِّ أَزِيدُ مِنْ ذَلِكَ كَمَا حَرَّرَهُ فِي رِسَالَةِ الصَّلَاةِ وَسَيَأْتِي أَنَّ الْأُولَى غَيْرُ مَنْصُوصَةٍ(الشَّكُّ بَيْنَ الِاثْنَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ) بَعْدَ الْإِكْمَالِ،(وَالشَّكُّ بَيْنَ الثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ)مُطْلَقًا،(وَيَبْنِي عَلَى الْأَكْثَرِ فِيهِمَا ثُمَّ يَحْتَاطُ)بَعْدَ التَّسْلِيمِ (بِرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، أَوْ رَكْعَةٍ قَائِمًا وَالشَّكُّ بَيْنَ الِاثْنَتَيْنِ وَالْأَرْبَعِ يَبْنِي عَلَى الْأَرْبَعِ وَيَحْتَاطُ بِرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا، وَالشَّكُّ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ وَالثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ يَبْنِي عَلَى الْأَرْبَعِ وَيَحْتَاطُ بِرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا ثُمَّ بِرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا عَلَى الْمَشْهُورِ)وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَاطِفًا لِرَكْعَتَيْ

الْجُلُوسِ بِثُمَّ كَمَا ذَكَرْنَا هُنَا، فَيَجِبُ التَّرْتِيبُ بَيْنَهُمَا.وَفِی الدُّرُوسِ جَعَلَهُ أَوْلَی،وَقِيلَ: يَجُوزُ إِبْدَالُ الرَّكْعَتَيْنِ جَالِسًا بِرَكْعَة قَائِمًا، لِأَنَّهَا أَقْرَبُ إِلَی الْمُحْتَمَلِ فَوَاتُه، وَهُوَ حَسَنٌ،(وَقِيلَ يُصَلِّی رَكْعَةً قَائِمًا، وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا)ذَكَرَهُ الصَّدُوقُ (ابْنُ بَابَوَيْه)وَأَبُوهُ وَابْنُ الْجُنَيْد(وَهُوَ قَرِيبٌ)مِنْ حَيْثُ الاعْتِبَارِلِأَنَّهُمَا يَنْضَمَّانِ حَيْثُ تَكُونُ الصَّلَاةُ اثْنَتَيْنِ، وَيَجْتَزِی بِإِحْدَاهُمَا حَيْثُ تَكُونُ ثَلَاثًا، إِلَّا أَنَّ الْأَخْبَارَ تَدْفَعُهُ،(وَالشَّکُّ بَيْنَ الْأَرْبَعِ وَالْخَمْسِ،وَحُكْمُهُ قَبْلَ الرُّكُوعِ كَالشَّکِّ بَيْنَ الثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ)فَيَهْدِمُ الرَّكْعَةَ وَيَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ وَيَصِيرُ بِذَلِکَ شَاكًّا بَيْنَ الثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ فَيَلْزَمُهُ حُكْمُه، وَيَزِيدُ عَنْهُ سَجْدَتَی السَّهْوِ لِمَا هَدَمَهُ مِنْ الْقِيَامِ،وَصَاحَبَهُ مِنْ الذِّكْرِ(وَبَعْدَهُ) أَیْ بَعْدَ الرُّكُوعِ سَوَاءٌ كَانَ قَدْ سَجَدَ، أَمْ لَا (يَجِبُ سَجْدَتَا السَّهْوِ) لِإِطْلَاقِ النَّصِّ"بِأَنَّ مَنْ لَمْ يَدْرِ أَرْبَعًا صَلَّی، أَمْ خَمْسًا يَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَی السَّهْوِ".(وَقِيلَ: تَبْطُلُ الصَّلَاةُ لَوْ شَکَّ وَلَمَّا يَكْمُلْ السُّجُودُ إِذَا كَانَ قَدْ رَكَعَ)لِخُرُوجِهِ عَنْ الْمَنْصُوصِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُكْمِلْ الرَّكْعَةَ حَتَّی يُصَدَّقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ شَکَّ بَيْنَهُمَا، وَتَرَدُّده بَيْنَ الْمَحْذُورَيْنِ:الْإِكْمَالِ الْمُعَرِّضِ لِلزِّيَادَة،وَالْهَدْمِ الْمُعَرِّضِ لِلنُّقْصَانِ(وَالْأَصَحُّ الصِّحَّةُ)لِقَوْلِهِمْ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ:"مَا أَعَادَ الصَّلَاةَ فَقِيهٌ" يَحْتَالُ فِيهَا وَيُدَبِّرُهَا،حَتَّی لَايُعِيدَهَا وَلِأَصَالَةِ عَدَمِ الزِّيَادَةِ وَاحْتِمَالِهَا لَوْ أَثَّرَ لَأَثَّرَ فِی جَمِيعِ صُوَرِهَا،وَالْمَحْذُورُ إِنَّمَا هُوَ زِيَادَةُ الرُّكْنِ،لَا الرُّكْنِ الْمُحْتَمَلِ زِيَادَتُه.

اگر چار رکعتی نماز میں دوسرے سجدے کا ذکر مکمل کرنے ساتھ دو رکعتیں مکمل کرلے اگرچہ اس سے سر نہ اٹھایا ہو اور غور و فکر کرنے کے بعد دو رکعت سے زیادہ رکعت کے انجام دینے میں شک رہے تو اس کی پانچ صورتیں ہیں جو لوگوں میں اکثر پیش آتی ہیں یا اس لیے کہ ان کو روایات میں ذکر کیا گیاہے ورنہ تو شک کی صورتیں اس سے زیادہ ہیں جن کو مصنف نے رسالہ نماز (الفیہ) میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی آگے بیان کیا جائیگا کہ ان میں سے پہلی صورت روایات میں نہیں ہے؛

۱۔ دو رکعتیں مکمل کرنے کے بعد دو اور تین میں شک ہو۔

۲۔ تین اور چار میں شک ہو بطور مطلق (چاہے دوسرے سجدے کے ذکر مکمل ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں)۔

ان دونوں صورتوں میں اکثر پر بناء رکھے پھر نماز کے سلام کے بعد ص ۲ رکعت بیٹھ کر یا ایک رکعت کھڑے ہو کر نماز احتیاط پڑھے (زیادہ پر بناء رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کم پر بناء رکھے تو احتمال ہے کہ حقیقت میں نماز میں رکعت کا اضافہ ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر اکثر پر بناء رکھے اور حقیقت میں نماز میں کمی ہو تو نماز احتیاط کے ذریعے وہ پوری ہو جائے گی اور اگر نماز میں کمی نہ ہو تو نماز احتیاط اصل نماز کو خراب نہیں کرے گی)۔

۳۔ دو اور چار رکعت کے درمیان شک کرنا، اس صورت میں چار پر بناء رکھے اور نماز کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر نماز احتیاط پڑھے۔

۴۔ دو، تین اور چار کے درمیان شک کرنا، اس صورت میں چار پر بناء رکھے اور دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر پڑھے پھر دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھے، یہ مشہور فتوی ہے اور اسے ابن ابی عمیر نے امام صادقؑ سے روایت میں نقل کیا ہے اس میں بیٹھ کر نماز احتیاط کو ثمّ کے ذریعے عطف کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، پس احتیاط کی ان دو نمازوں میں ترتیب ضروری ہے اور شہید اول نے دروس میں اسے بہتر قرار دیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ بیٹھ کر دو رکعت نماز احتیاط کو ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ وہ اس رکعت کے قریب تر ہے جس کے رہ جانے کا احتمال ہے (کیونکہ وہ کھڑے ہو کر چھوڑی گئی) اور یہی بہتر ہے۔

اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے، اس قول کو شیخ صدوق اور انکے والد نے اور ابن جنید اسکافی نے ذکر کیا ہے،اور یہ قول روایات سے قطع نظر عقلی اعتبار س قریب ہے کیونکہ اگر حقیقت میں دو رکعت نماز پڑھی ہو تو وہ دونوں نماز احتیاط مل کر اس کو پورا کریں گی اور اگر تین رکعت پڑھی ہو تو ان میں سے ایک ہی کافی ہو گی لیکن روایات اس قول کو ردّ کرتی ہیں۔

۵۔اور چار اور پانچ رکعت کے درمیان شک ہو تو اگر رکوع سے پہلے شک ہو تو اس کا حکم تین و چار کے درمیان شک کی طرح ہے کہ ایک رکعت کو گرا دے اور تشہد و سلام پڑھے اس طرح وہ تین و چار کے درمیان شک کرنے والا بن جائے گا تو اس کے حکم اور وظیفہ پر عمل کرے اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ دو سجدے سہو کے بھی بجالائے جو قیام اواس کے ساتھ ذکر بے جا کیا اور اسے گرا دیا۔

اور اگر رکوع کے بعد ہو چاہے سجدہ کر لیا ہو یا نہ تو دو سجدہ سہو واجب ہیں کیونکہ روایت مطلق ہے اس میں سجدے سے پہلے یا بعد کو معین نہیں کیا گیا یعنی جو شخص نہ جانتا ہو کہ چار پڑھی ہیں یا پانچ تو تشہد اور سلام کرے اور دو سجدے سہو کے بجالائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اگر شک کرے اور ابھی سجدے مکمل نہ ہوئے ہوں جب رکوع کر چکا ہو۔

ساتِ مسائل

مسئلہ ا۔ اگر شک کے بعد ایک طرف ظن غالب ہو تو اس پر بناء رکھے۔

(مَسَائِلُ سَبْعٌ)اَلْأُولَی –(لَوْ غَلَبَ عَلَی ظَنِّه) بَعْدَ التَّرَوِّی(أَحَدُ طَرَفَی مَا شَکَّ فیه،أَوْ أَطْرَافه بَنَی عَلَیْه) أَیْ عَلَی الطَّرَفِ الَّذی غَلَبَ عَلَیْه ظَنُّهُ،وَالْمُرَادُ أَنَّهُ غَلَبَ ظَنُّهُ عَلَیْه ثَانیًا، بَعْدَ أَنْ شَکَّ فیه أَوَّلًا، لأَنَّ الشَّکَّ لَا یُجَامعُ غَلَبَةَ الظَّنِّ، لمَا عَرَفْتَ منْ اقْتضَاء الشَّکِّ تَسَاوی الطَّرَفَیْن، وَالظَّنُّ رُجْحَانُ أَحَدهمَا.وَلَا فَرْقَ فی الْبنَاء عَلَی الطَّرَف الرَّاجح بَیْنَ الْأُولَیَیْن وَغَیْرهمَا، وَلَا بَیْنَ الرُّبَاعیَّة وَغَیْرهَا، وَمَعْنَی الْبنَاء عَلَیْه فَرْضُهُ وَاقعًا، وَالْتزَامُ حُکْمه منْ صحَّة وَبُطْلَان، وَزیَادَة وَنُقْصَان، فَإِنْ کَانَ فی الْأَفْعَال وَغَلَبَ الْفعْلُ بَنَی عَلَی وُقُوعه، أَوْ عَدَمُهُ فَعَلَهُ إنْ کَانَ فی مَحَلِّه، وَفی عَدَد الرَّکَعَات یُجْعَلُ الْوَاقعُ مَا ظَنَّهُ منْ غَیْر احْتیَاط.فَإِنْ غَلَّبَ الْأَقلَّ بَنَی عَلَیْه وَأَکْمَلَ، وَإِنْ غَلَّبَ الْأَکْثَرَ منْ غَیْر زیَادَة فی عَدَد الصَّلَاة کَالْأَرْبَع تَشَهَّدَ وَسَلَّمَ، وَإِنْ کَانَ زیَادَةً کَمَا لَوْ غَلَّبَ ظَنَّهُ عَلَی الْخَمْس صَارَ کَأَنَّهُ زَادَ رَکْعَةً آخرَ الصَّلَاة، فَتَبْطُلُ إنْ لَمْ یَکُنْ جَلَسَ عَقیبَ الرَّابعَة بقَدْر التَّشَهُّد وَهَکَذَا.

اگر شک کے بعد اس کی دو یا چند طرفوں میں سے کسی ایک طرف کا ظن غالب ہو جائے تو اس پر بناء رکھے یعنی اسی طرف پر جس کا ظن غالب ہوا اور مراد یہ ہے کہ اس میں شک ہونے کے بعد ظن غالب آ جائے کیونکہ شک ظن کے غلبہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ معلوم ہے

کہ شک میں دونوں طرفیں مساوی ہوتی ہیں اور ظن میں دونوں طرفوں میں سے کسی ایک طرف کی ترجیح ہوتی ہے اور ترجیح والی صورت پر بناء رکھنے میں فرق نہیں کہ وہ پہلی دو رکعتوں میں ہو یا ان کے بعد والی رکعتوں میں اور نہ فرق ہے کہ چار رکعتی نمازوں میں شک ہو یا تین یا دو رکعتی میں اور بناء رکھنے کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں اسی پر بناء رکھی جائے اور صحیح یا باطل ہونے اور کم یا زیادہ ہونے میں اس کے حکم کو ضروری سمجھا جائے پس اگر وہ افعال میں سے ہو اور اس کے انجام دینے کا گمان ہو جائے اور اگر اس کے واقع نہ ہونے کا گمان ہو تو اگر اس کے محل میں ہو تو اس کو بجالائے اور اگر رکعتوں کی تعداد میں ہو تو جس کا گمان ہو حقیقت میں وہی رکعتیں سمجھے اور نماز احتیاط پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں پس اگر کم رکعتوں کا ظن غالب ہو تو اس پر بناء رکھے اور اس کو کامل کرے اور اگر زیادہ کا ظن غالب ہو اور نماز کی رکعتوں کی تعداد سے زیادہ رکعتیں نہ ہوں جیسے چار رکعتی میں چار کا گمان ہو تو تشہد اور سلام پھیر کر نماز ختم کرے اور اگر نماز کی رکعتوں سے بڑھ جائے جیسے چار رکعتی میں پانچ رکعتوں کا گمان ہو تو ایسے ہو جائے گا کہ نماز کے آخر میں رکعت کا اضافہ کیا ہے تو اگر چوتھی رکعت کے بعد تشہد کی مقدار کے برابر نہ بیٹھا ہو تو اس کی نماز باطل ہو گی (اور اگر بیٹھا ہو تو نماز صحیح ہو گی)۔

نماز احتیاط یا بھولے ہوئے اجزاء حدث واقع ہونے کا حکم

(وَلَوْ أَحْدَثَ قَبْلَ الاحْتِيَاطِ، أَوْ الْأَجْزَاءِ الْمَنْسِيَّةِ) الَّتِى تَتَلَافَى بَعْدَ الصَّلَاةِ (تَطَهَّرَ وَأَتَى بِهَا) مِنْ غَيْرِ أَنْ تَبْطُلَ الصَّلَاةُ (عَلَى الْأَقْوَى) لِأَنَّهُ صَلَاةٌ مُنْفَرِدَةٌ، وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ فِيهَا النِّيَّةُ وَالتَّحْرِيمَةُ وَالْفَاتِحَةُ، وَلَا صَلَاةَ إِلَّا بِهَا وَكَوْنُهَا جَبْرًا لِمَا يُحْتَمَلُ نَقْصُهُ مِنْ الْفَرِيضَةِ وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَتْ الْمُطَابَقَةُ بَيْنَهُمَا لَا يَقْتَضِى الْجُزْئِيَّةَ، بَلْ يُحْتَمَلُ ذَلِكَ، وَالْبَدَلِيَّةُ إِذْ لَا يَقْتَضِى الْمُسَاوَاةَ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَلِأَصَالَةِ الصِّحَّةِ وَعَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِى مُخْتَصَرَاتِهِ، وَاسْتَضْعَفَهُ فِى الذِّكْرَى، بِنَاءً

عَلَى أَنَّ شَرْعِيَّتَهُ لِيَكُونَ اسْتِدْرَاكًا لِلْفَائِتِ مِنْهَا فَهُوَ عَلَى تَقْدِيرِ وُجُوبِهِ جُزْءٌ، فَيَكُونُ الْحَدَثُ وَاقِعًا فِي الصَّلَاةِ، وَلِدَلَالَةِ ظَاهِرِ الْأَخْبَارِ عَلَيْهِ وَقَدْ عَرَفْتَ دَلَالَةَ الْبَدَلِيَّةِ، وَالْأَخْبَارُ إِنَّمَا دَلَّتْ عَلَى الْفَوْرِيَّةِ وَلَا نِزَاعَ فِيهَا، وَإِنَّمَا الْكَلَامُ فِي أَنَّهُ بِمُخَالَفَتِهَا هَلْ يَأْثَمُ خَاصَّةً -كَمَا هُوَ مُقْتَضَى كُلِّ وَاجِبٍ- أَمْ يُبْطِلُهَا.وَأَمَّا الْأَجْزَاءُ الْمَنْسِيَّةُ فَقَدْ خَرَجَتْ عَنْ كَوْنِهَا جُزْءًا مَحْضًا، وَتَلَافِيهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فِعْلٌ آخَرُ.

وَلَوْ بَقِيَتْ عَلَى مَحْضِ الْجُزْئِيَّةِ كَمَا كَانَتْ لَبَطَلَتْ بِتَخَلُّلِ الْأَرْكَانِ بَيْنَ مَحَلِّهَا وَتَلَافِيهَا.

اگر نماز احتیاط یا بھولے ہوئے اجزاء جن کو نماز کے بعد تلافی اور تدارک کیا جاتا ہے، سے پہلے حدث (طہارت کو توڑنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز) واقع ہو جائے تو طہارت کرے اور اسے بجالائے اور اقوی قول کی بناء پر نماز باطل نہیں ہو گی کیونکہ نماز احتیاط علیحدہ نماز ہے اسی لیے اس میں نیت، تکبیرۃالاحرام، فاتحہ واجب ہوتی ہے اور کوئی نماز نہیں مگر اس میں یہ چیز یں ہوتی ہیں اور اس کا اصل نماز کی کمی کو جبران کرنا جس کا اصل فریضہ میں واقع ہونے کا احتمال ہے اسی لیے ان دونوں کے درمیان مطابقت لازمی ہے اس نماز احتیاط کے جزء اصل نماز کے لیے جزء ہونے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ جس کمی کا احتمال ہے اس احتمالی کمی کو جبران کرتا ہے اور اس کا بدل ہونا قبول ہے لیکن بدلیت ہر جہت سے دونوں کے مساوی ہونے کا تقاضا نہیں کرتی اور اگر شک ہو تو صحیح ہونے پر بناء رکھی جائے گی اور شہید اول نے اپنی مختصر کتابوں میں اسی کو ترجیح دی ہے

لیکن ذکری میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اس پر بناء رکھتے ہوئے کہ اس کو اس لیے شریعت میں بنایا گیا ہے کہ نماز میں رہ جانے والی چیز کا تدارک کرتی ہے اور جب حقیقت میں وہ کمی

اصل نماز میں واقع ہوئی ہو تو وہ اصل نماز کا جزء ہو گی تو حدث میں نماز کے دوران واقع ہونا لازم آئے گا تو نماز باطل ہو گی اور اس لیے بھی کہ روایات بھی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

نماز احتیاط کے بدل ہونے کا جواب تو ہو چکا (یہاں احتمالی کمی کے بدلے میں نماز احتیاط پڑھی جاتی ہے نہ یقینی کمی ہے) اور روایات کی فقط اتنی دلالت ہے کہ ان کو نماز کے فورا بعد انجام دیا جائے اور اس میں تو کوئی اشکال نہیں بحث اس میں ہے کہ اس (فوریت) کی مخالفت کرنے آیا وہ صرف گناہ گار ہو گا جیسا کہ ہر واجب کی مخالفت کا یہی تقاضا ہے یا وہ نماز ہی باطل ہو جائے گی اس کو روایات سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اور بھولے ہوئے اجزاء تو محض جزء ہونے سے خارج ہیں اور نماز کے بعد ان کی تلافی اور تدارک کرنا ایک علیحدہ فعل ہے اور اگر یہ نماز کا محض جزء ہوتے تو ان کے محل اور ان کی تلافی اور تدارک کے محل کے درمیان ارکان کا فاصلہ آجانے کی وجہ سے نماز باطل ہوتی۔

نماز احتیاط کے بعد اصل نماز کے یاد آجانے کا حکم

(وَلَوْ ذَكَر مَا فَعَلَ فَلَا إعَادَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَدْ أَحْدَثَ) أَيْ دَبْرَ نُقْصَانِ الصَّلَاة بحَيْثُ يَحْتَاجُ إلَى إكْمَالهَا بمثْلِ مَا فَعَلَ صَحَّتْ الصَّلَاةُ وكَانَ الاحْتيَاطُ مُتَمِّمًا لَهَا وَإِنْ اشْتَمَلَ عَلَى زيَادَة الْأَرْكَان منْ النِّيَّة، وَالتَّكْبير، ونُقْصَان بَعْض كَالْقيَامِ لَوْ احْتَاطَ جَالسًا، وزيَادَة الرُّكُوع، وَالسُّجُود فِي الرَّكَعَات الْمُتَعَدِّدَة للامْتثَال الْمُقْتَضِي للْإجْزَاء، ولَوْ اُعْتُبرَتْ الْمُطَابَقَةُ مَحْضًا لَمْ يَسْلَمْ احْتيَاطٌ ذَكَرَ فَاعلُهُ الْحَاجَةَ إلَيْه، لتَحَقُّق الزِّيَادَة وَإِنْ لَمْ تَحْصُلْ الْمُخَالَفَةُ، وَيَشْمَلُ ذَلكَ مَا لَوْ أَوْجَبَ الشَّكُّ احْتيَاطَيْن، وَهُوَ ظَاهرٌ مَعَ الْمُطَابَقَة، كَمَا لَوْ تَذَكَّرَ أَنَّهَا اثْنَتَانِ بَعْدَ أَنْ قَدَّمَ رَكْعَتَيْ الْقيَامِ، ولَوْ ذَكَرَ أَنَّهَا ثَلَاثٌ اُحْتُملَ كَوْنُهُ كَذَلكَ، وَهُوَ ظَاهرُ

الْفَتْوَى لِمَا ذُكِرَ.وَإِلْحَاقُهُ بِمَنْ زَادَ رَكْعَةً آخِرَ الصَّلَاةِ سَهْوًا، وَكَذَا لَوْ ظَهَرَ الْأَوَّلُ بَعْدَ تَقْدِيمِ صَلَاةِ الْجُلُوسِ، أَوْ الرَّكْعَةِ قَائِمًا إِنْ جَوَّزْنَاهُ وَلَعَلَّهُ السِّرُّ فِي تَقْدِيمِ رَكْعَتَيْ الْقِيَامِ .

وَعَلَى مَا اخْتَرْنَاهُ لَا تَظْهَرُ الْمُخَالَفَةُ إِلَّا فِي الْفَرْضِ الْأَوَّلِ مِنْ فُرُوضِهَا، وَأَمْرُهُ سَهْلٌ مَعَ إِطْلَاقِ النَّصِّ،وَتَحَقُّقِ الِامْتِثَالِ الْمُوجِبِ لِلْإِجْزَاءِ وَكَيْفَ كَانَ فَهُوَ أَسْهَلُ مِنْ قِيَامِ رَكْعَتَيْنِ مِنْ جُلُوسٍ مَقَامَ رَكْعَةٍ مِنْ قِيَامٍ إِذَا ظَهَرَتْ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ فِي جَمِيعِ الصُّوَرِ.هَذَا إِذَا ذُكِرَ بَعْدَ تَمَامِهِ، وَلَوْ كَانَ فِي أَثْنَائِهِ فَكَذَلِكَ مَعَ الْمُطَابَقَةِ أَوْ لَمْ يَتَجَاوَزْ الْقَدْرَ الْمُطَابِقَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ .

وَيُشْكِلُ مَعَ الْمُخَالَفَةِ –خُصُوصًا مَعَ الْجُلُوسِ– إِذَا كَانَ قَدْ رَكَعَ لِلْأُولَى، لِاخْتِلَالِ نَظْمِ الصَّلَاةِ، أَمَّا قَبْلَهُ فَيُكْمِلُ الرَّكْعَةَ قَائِمًا، وَيُغْتَفَرُ مَا زَادَهُ مِنْ النِّيَّةِ، وَالتَّحْرِيمَةُ كَالسَّابِقِ وَظَاهِرُ الْفَتْوَى اغْتِفَارُ الْجَمِيعِ .

أَمَّا لَوْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ أَعَادَ لِظُهُورِهِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ، مَعَ احْتِمَالِ الصِّحَّةِ، وَلَوْ ذَكَرَ بَعْدَ الْفَرَاغِ تَمَامَ الصَّلَاةِ فَأَوْلَى بِالصِّحَّةِ، وَلَكِنَّ الْعِبَارَةَ لَا تَتَنَاوَلُهُ، وَإِنْ دَخَلَ فِي ذِكْرِ مَا فَعَلَ إِلَّا أَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْحَدَثِ يُنَافِيهِ، إِذْ لَا فَرْقَ فِي الصِّحَّةِ بَيْنَ الْحَالَيْنِ وَلَوْ ذَكَرَ التَّمَامَ فِي الْأَثْنَاءِ تَخَيَّرَ بَيْنَ قَطْعِهِ وَإِتْمَامِهِ وَهُوَ الْأَفْضَلُ .

اگر نماز احتیاط کے بعد اصل نماز یاد آجائے کم پڑھی تھی اور اسے مکمل کرنے کی ضرورت تھی اور نماز احتیاط بھی اتنی پڑھی ہو تو نماز صحیح ہو گی اور نماز احتیاط اس کمی کو پورا کرے گی اگرچہ اس میں بعض ارکان کا اضافہ ہے جیسے نیت، تکبیر یا بعض چیزوں کی کمی ہو جیسے قیام اگر نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھی ہو اور نماز احتیاط کی متعدد رکوع و سجود کا اضافہ بھی مبطل نہیں ہے

جب نماز احتیاط کے معتبر طریقے سے اس کو پڑھا ہو تو اس کی اطاعت ہو چکی اور وہ اسی کے کافی ہونے کا تقاضا کرے گی اور اگر محض مطابقت یعنی ہر جہت سے مطابقت شرط ہو اصل نماز میں کمی کے یاد آنے کی صورت میں کوئی نماز احتیاط کافی نہیں ہوگی چونکہ بعض ارکان (نیت، تکبیر) تو اضافہ ہوئے ہیں اگرچہ رکعتوں کی تعدار میں اس کمی کی تعداد کے مخالف نہ ہو اور شہید اول کا یہ اس صورت کو بھی شامل ہوگا جب شک کی وجہ سے دو نماز احتیاط واجب ہوئی ہوں ان میں سے ایک اصل نماز کی کمی کے برابر ہو۔

مسئلہ ۲۔ دو اور چار رکعتوں کے درمیان شک میں بطلان کے حکم کی روایت

(الثَّانِيَةُ - حَكَمَ الصَّدُوقُ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَابَوَيْهِ بِالْبُطْلَانِ) أَيْ بُطْلَانِ الصَّلَاةِ (فِي) صُورَةِ (الشَّكِّ بَيْنَ الاثْنَتَيْنِ وَالْأَرْبَعِ) اسْتِنَاداً إِلَى مَقْطُوعَةِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ الرَّجُلِ لَا يَدْرِي أَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَمْ أَرْبَعًا؟ قَالَ : يُعِيدُ الصَّلَاةَ، (وَالرِّوَايَةُ مَجْهُولَةُ الْمَسْئُولِ) فَيُحْتَمَلُ كَوْنُهُ غَيْرَ إِمَامٍ، مَعَ مُعَارَضَتِهَا بِصَحِيحَةِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَنْ لَا يَدْرِي أَرَكْعَتَانِ صَلَاتُهُ، أَمْ أَرْبَعٌ ؟ قَالَ : يُسَلِّمُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَيَتَشَهَّدُ وَيَنْصَرِفُ، وَفِي مَعْنَاهَا غَيْرُهَا، وَيُمْكِنُ حَمْلُ الْمَقْطُوعَةِ عَلَى مَنْ شَكَّ قَبْلَ إِكْمَالِ السُّجُودِ، أَوْ عَلَى الشَّكِّ فِي غَيْرِ الرُّبَاعِيَّةِ .

شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے شک کی اس صورت میں نماز کے باطل ہونے کا حکم لگایا ہے جب چار رکعتی نماز میں دو سجدوں کے بعد دو اور چار میں شک ہو اور اس کی دلیل محمد ابن مسلم کی مقطوعہ روایت کو قرار دیا ہے؛ میں نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جیسے معلوم نہ ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا چار فرمایا نماز دوبارہ پڑھے۔

اس روایت میں وہ شخص مجہول ہے جس سے سوال کیا گیا (اصطلاح میں اسے مضمرہ کہتے ہیں یعنی امام کا نام ذکر نہیں) پس احتمال ہے کہ انہوں نے کسی اور شخص سے بحث کے دوران سوال کیا ہو اور اس نے نماز کے اعادے کا حکم لگایا ہو اور ثانیا یا محمد ابن مسلم کی امام صادق سے صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جسے معلوم نہ ہو کہ اس کی نماز دو رکعتیں ہیں یا چار تو سلام پھیر دے اور دو رکعت نماز احتیاط سورہ فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور تشہد پڑھے اور

لوٹ آئے (یعنی اس کی نماز صحیح ہے)اور اسی صحیح روایت کے معنی میں دیگر روایات بھی ہیں اور اس مجہول و مقطوعہ روایت سے یہ مراد لینا ممکن ہے کہ جسے دوسری رکعت کے سجدوں کے کامل کرنے سے پہلے شک ہو یا جیسے چار رکعتی کے علاوہ (دو یا تین رکعتی) میں شک ہو۔

مسئلہ ۳۔ نماز مغرب کے دو تین میں شک میں عمار فطحی کی روایت۔

(الثَّالثَةُ –أَوْجَبَ) الصَّدُوقُ (أَيْضًا الاحْتِيَاطَ بِرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا لَوْ شَکَّ فِی الْمَغْرِبِ بَيْنَ الاثْنَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ، وَذَهَبَ وَهْمُهُ) أَیْ ظَنُّهُ(إِلَى الثَّالِثَةِ عَمَلًا بِرِوَايَةِ عَمَّارِ) بْنِ مُوسَى(السَّابَاطِیِّ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ) أَیْ عَمَّارٌ(فَطْحِیُّ)الْمَذْهَبِ مَنْسُوبٌ إِلَى الْفَطْحِيَّةِ وَهُمْ الْقَائِلُونَ بِإِمَامَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْأَفْطَحِ فَلَا يُعْتَدُّ بِرِوَايَتِهِ، مَعَ كَوْنِهَا شَاذَّةً، وَالْقَوْلُ بِهَا نَادِرٌ، وَالْحُكْمُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَنَّهُ مَعَ ظَنٍّ أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ يَبْنِى عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَلْزَمُهُ شَیْءٌ.(وَأَوْجَبَ) الصَّدُوقُ (أَيْضًا رَكْعَتَيْنِ جُلُوسًا لِلشَّاکِّ بَيْنَ الْأَرْبَعِ وَالْخَمْسِ، وَهُوَ) قَوْلٌ (مَتْرُوکٌ)، وَإِنَّمَا الْحَقُّ فِيهِ مَا سَبَقَ مِنْ التَّفْصِيلِ، مِنْ غَيْرِ احْتِيَاطٍ، وَلِأَنَّ الاحْتِيَاطَ جَبْرٌ لِمَا يُحْتَمَلُ نَقْصُهُ، وَهُوَ هُنَا مَنْفِیٌّ قَطْعًا.

وَرُبَّمَا حُمِلَ عَلَى الشَّکِّ فِيهِمَا قَبْلَ الرُّكُوعِ، فَإِنَّهُ يُوجِبُ الاحْتِيَاطَ بِهِمَا كَمَا مَرَّ-

شیخ صدوق نے فرمایا ہے اگر نماز مغرب میں دو اور تین کے درمیان شک ہو اور اس کا گمان تین کی طرف جائے تو نماز کے بعد دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھنا واجب ہے کیونکہ عمار بن موسی ساباطی نے امام صادقؑ سے اس مطلب کو نقل کیا ہے درحالانکہ عمار فطحی المذہب ہے اور فطحیہ وہ لوگ ہیں جو امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ کی امامت کے قائل ہیں (اور امام موسی کاظمؑ کی امامت کے منکر ہیں) عبداللہ کا لقب افطح (چوڑے سر

والا) تھا، پس اس فطحی کی روایت کی پرواہ نہیں کی جاسکتی درحالانکہ یہ روایت شاذ بھی ہے یعنی مشہور روایات کے مخالف ہے اور اس پر فتویٰ بھی نادر ہے فقط شیخ صدوق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور صحیح حکم وہی ہے جو بیان ہو چکا کہ جب کسی طرف کا ظن غالب آجائے تو اسی پر بناء رکھے اور اس کے ساتھ نماز احتیاط پڑھنے کو واجب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اور شیخ صدوق نے اس صورت میں بھی دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھنا واجب قرار دی ہے جب چار اور پانچ کے درمیان شک ہو اور یہ قول ترک شدہ ہے (اس کے مطابق کسی مجتہد نے فتویٰ نہیں دیا) اس مسئلے میں حق وہ تفصیل ہے جو گزر چکی اگر رکوع سے پہلے یہ شک ہو تو بیٹھ جائے تو تین اور چار کے درمیان شک ہو جائے گا اور اس کا حکم ہوگا اور اگر رکوع کے بعد شک ہو تو فقط دو سجدہ سہو کرلے اور نماز احتیاط لازم نہیں ہے۔

اور اس لیے بھی کہ نماز احتیاط اس چیز کا جبران ہوتی ہے جس کمی کے واقع ہونے کا احتمال ہو اور یہاں کسی کمی احتمال ہی نہیں ہے بلکہ یہاں اضافے کا احتمال ہے اور بعض علماء نے اس شک کو رکوع سے پہلے والی صورت میں مراد لیا ہے تو وہ نماز احتیاط کا موجب ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۴۔ تین چار کے شک میں مشہور روایات کے مخالف روایت کا تجزیہ۔

(الرَّابِعَةُ-خَيَّرَ ابْنُ الْجُنَيْد) رَحِمَهُ اللَّهُ (الشَّاكَّ بَيْنَ الثَّلَاث وَالْأَرْبَعِ بَينَ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَقَلِّ وَلَا احْتِيَاطَ، أَوْ عَلَى الْأَكْثَرِ وَيُحْتَاطُ بِرَكْعَةٍ) قَائِمًا(أَوْ رَكْعَتَيْنِ) جَالِسًا(وَهُوَ خِيَرَةُ الصَّدُوقِ ابْنِ بَابَوَيْه)، جَمْعًا بَيْنَ الْأَخْبَارِ الدَّالَّةِ عَلَى الاحْتِيَاطِ الْمَذْكُورِ، وَرِوَايَةُ سَهْلِ بْنِ الْيَسَعَ عَنْ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ:" يَبْنِي عَلَى يَقِينِه، وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ " بِحَمْلِهَا عَلَى التَّخْيِيرِ، وَلِتَسَاوِيهِمَا فِي تَحْصِيلِ الْغَرَضِ مِنْ فِعْلِ مَا يُحْتَمَلُ فَوَاتُه، وَلِأَصَالَةِ عَدَمِ فِعْلِه، فَيَتَخَيَّرُ

بَيْنَ فعْله وبَدله. (وتَرُدُّه) أيْ هَذَا الْقوْلَ (الرِّوَايَاتُ الْمَشْهُورَةُ) الدَّالَّةُ عَلى الْبناء عَلَى الْأكْثر، إمَّا مُطْلَقًا كروَايَة عَمَّارٍ عَنْ أَبى عَبْد اللَّه عَلَيْه السَّلَامُ قَالَ:" إذَا سَهَوْتَ فَابْنِ عَلَى الْأكْثَر، فَإذَا فرَغْتَ وَسَلَّمْتَ فَقُمْ فَصَلِّ مَا ظَنَنْتَ أَنَّک نَقَصْتَ، فَإنْ كُنْتَ أَتْمَمْتَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْک شَيْءٌ، وَإنْ ذَكَرْتَ أَنَّک كُنْتَ نَقَصْتَ كَانَ مَا صَلَّيْتَ تَمَامَ مَا نَقَصْتَ "، وَغَيْرهَا. وَإمَّا بخُصُوص الْمَسْأَلَة كَروَايَة عَبْد الرَّحْمَن بْن سيَابَةَ، وَأَبى الْعَبَّاس عَنْهُ عَلَيْه السَّلَامُ : " إذَا لَمْ تَدْر ثَلَاثًا صَلَّيْتَ، أَوْ أَرْبَعًا، وَوَقَعَ رَأْيُک عَلَى الثَّلَاث فَابْن عَلَى الثَّلَاث وَإنْ وَقَعَ رَأْيُک عَلَى الْأَرْبَع فَسَلِّمْ وَانْصَرفْ، وَإنْ اعْتَدَلَ وَهْمُک فَانْصَرفْ وَصَلِّ رَكْعَتَيْن وَأَنْتَ جَالسٌ "، وَفي خَبَرٍ آخَرَ عَنْهُ عَلَيْه السَّلَامُ :"هُوَ بالْخيَار إنْ شَاءَ صَلَّى رَكْعَةً قَائمًا، أَوْ رَكْعَتَيْن جَالسًا"وَروَايَةُ ابْن الْيَسَع مُطْرَحَةٌ لمُوَافَقَتهَا لمَذْهَب الْعَامَّة، أَوْ مَحْمُولَةٌ عَلَى غَلَبَة الظَّنِّ بالنَّقيصَة .

ابن جنید اسکافی اختیار دیا ہے جب تین اور چار کے درمیان شک ہو تو کم پر بناء رکھے اور ایک اور رکعت پڑھ لے اور نماز احتیاط نہ پڑھے یا اکثر پر بناء رکھے اور نماز ختم کرنے کے بعد ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھے اور یہی شیخ صدوق نے فتوی اختیار کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے ک ہ نماز احتیاط کی روایات کے درمیان اسی طرح جمع کیا جائے کیونکہ بعض میں ہے کہ اکثر پر بناء رکھ کر بعد میں نماز احتیاط پڑھے اور سہل بن یسع کی امام رضا سے روایت میں ہے کہ فرمایا اپنے یقین (کہ وہ تین رکعتوں کا ہے اس) پر بناء رکھے اور اس کے بعد سجدہ سہو بجالائے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ دونوں طرفیں غرض کی برابر پورا کرتی ہیں یعنی جس چیز کے فوت ہو جانے (رہ جانے) کا احتمال ہے اس کو پورا کرتی ہیں اور تیسرے یہ کہ اصل اس پر رکھیں کہ ایک رکعت رہتی ہے اور اس کو بجالائیں یا اگر اسے نہ پڑھیں تو نماز کے بعد اس کے بدل نماز احتیاط کو بجالائیں۔

اس قول کو مشہور روایات ردّ کرتی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ اکثر پر بناء رکھے یا تو بطور مطلق شک کی صورت میں اسی حکم کو بیان کرتی ہیں جیسے عمار (بن موسی ساباطی فطحی) کی امام صادق سے روایت فرمایا؛جب شک ہو جائے تو اکثر پر بناء رکھو جب نماز تمام ہو اور سلام کہہ چکو تو کھڑے ہو کر اس کمی کو پر ہو جس کے رہ جانے کا گمان ہو پس اگر بعد میں یاد آئے کہ اصل نماز پوری پڑھی ہو تو تجھ پر کچھ نہیں ہے اور یاد آئے کہ کچھ کمی رہ گئی تو جو تو نے نماز احتیاط پڑھی اس کمی کو پورا کرے گی اور اس طرح کی دیگر روایات۔

اور خصوصی طور پر اس مسئلہ میں یعنی تین چار کے شک کے متعلق روایات بھی اس فتوے کو ردّ کرتی ہیں جیسے عبدالرحمٰن بن سیابہ اور ابو العباس کی امام صادق سے روایت فرمایا اگر معلوم نہ ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار اور تیری رائے (ظن اور گمان) قائم ہو کہ تین پڑھی ہیں تو تین پر بناء رکھے اور اگر تیری رائے چار پر واقع ہو تو سلام پھیر کر نماز تمام کر اور اگر تیرا وہم اور شک برابر ہو تو نماز تمام کر اور دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھ۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اسے اختیار ہے کہ چاہے تو ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر یا دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھے اور ابن یسع کی روایت عامہ کے مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے مردود ہے یا اس سے یہ مراد لی جائے جب کمی کا ظن غالب ہو۔

۵۔ دو تین میں شک اور تین کے گمان میں کس پر بناء رکھے؟

(الْخَامِسَةُ–قَالَ عَلِیُّ بْنُ بَابَوَیْهِ رَحِمَهُ اللَّهُ فِی الشَّکِّ بَیْنَ الاثْنَتَینِ وَالثَّلَاثِ: إِنْ ذَهَبَ الْوَهْمُ) وَهُوَ الظَّنُّ(إِلَى الثَّالِثَةِ أَتَمَّهَا رَابِعَةً ثُمَّ احْتَاطَ

بِرَكْعَةٍ، وَإِنْ ذَهَبَ الْوَهْمُ إِلَى الاثْنَتَيْنِ بَنَى عَلَيْهِ وَتَشَهَّدَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَبْقَى عَلَيْهِ) أَيْ بَعْدَهَا، أَمَّا عَلَى الثَّانِيَةِ فَظَاهِرٌ، وَأَمَّا عَلَى الثَّالِثَةِ فَلِجَوَازِ أَنْ تَكُونَ رَابِعَةً، بِأَنْ تَكُونَ صَلَاتُهُ عِنْدَ شَكِّهِ ثَلَاثًا، وَعَلَى الرَّابِعَةِ ظَاهِرٌ،(وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ، وَإِنْ اعْتَدَلَ الْوَهْمُ تَخَيَّرَ بَيْنَ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَقَلِّ وَالتَّشَهُّدِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، وَبَيْنَ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَكْثَرِ وَالاحْتِيَاطِ)وَهَذَا الْقَوْلُ مَعَ نُدُورِهِ لَمْ نَقِفْ عَلَى مُسْتَنَدِهِ(وَالشُّهْرَةُ) بَيْنَ الْأَصْحَابِ فِي أَنَّ حُكْمَ هَذَا الشَّاكِّ مَعَ اعْتِدَالِ وَهْمِهِ الْبِنَاءُ عَلَى الْأَكْثَرِ، وَالاحْتِيَاطُ الْمَذْكُورُ (تَدْفَعُهُ)وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُ لَا نَصَّ مِنْ الْجَانِبَيْنِ عَلَى الْخُصُوصِ، وَالْعُمُومُ يَدُلُّ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَالشَّكُّ بَيْنَ الثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ مَنْصُوصٌ وَهُوَ يُنَاسِبُهُ.

وَاعْلَمْ أَنَّ هَذِهِ الْمَسَائِلَ مَعَ السَّابِعَةِ، خَارِجَةٌ عَنْ مَوْضُوعِ الْكِتَابِ، لِالْتِزَامِهِ فِيهِ أَنْ لَا يَذْكُرَ إِلَّا الْمَشْهُورَ بَيْنَ الْأَصْحَابِ، لِأَنَّهَا مِنْ شَوَاذِّ الْأَقْوَالِ، وَلَكِنَّهُ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ .

شیخ صدوق کے والد علی بن بابویہ دو اور تین کے درمیان شک کی صورت میں جب تین کا گمان ہو تو فرماتے ہیں کہ چار کو پورا کرے پھر ایک رکعت نماز احتیاط پڑھے اور اگر گمان دو کا ہو تو اسی پر بناء رکھے اور ہر رکعت میں تشہد پڑھے دوسری کے بعد تو ظاہر ہے کہ تشہد ہوتا ہی ہے اور تیسری کے بعد اس لیے کہ ممکن ہے وہ چوتھی رکعت ہو یعنی شک کے وقت اس کی نماز تین رکعت ہو اور اس کے بعد چوتھی ہو اور چوتھی رکعت کے بعد تو تشہد پڑھنا واضح ہے اور سہو کے لیے سجدہ بھی کرے اور اگر اس کا شک و وہم برابر رہے تو اسے کم پر بناء رکھنے اور

ہر رکعت میں تشہد پڑھنے اور اکثر پر بناء رکھنے اور نماز تمام ہونے کے بعد نماز احتیاط پڑھنے میں اختیار ہے۔

یہ قول نادر ہونے کس ساتھ کہ کہ اس کا کوئی دوسرا مجتہد قائل نہیں ہوا اس کی دلیل بھی نہیں ملی اور علماء کے درمیان جس فتوی کو شہرت حاصل ہے کہ اس شک کرنے والے کا حکم جب اس کا شک برابر رہے تو اکثر پر بناء رکھنا ہے اور نماز کے بعد نماز احتیاط پڑھنا ہے یہ شہرت اس قول کر ردّ کرتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلے میں کسی طرف پر خصوصی کوئی روایت نہیں اور روایات کے عمومی شک کے احکام سے مشہور کا فتوی سمجھا جاتا ہے اور تین اور چار میں خصوصی روایت وارد ہے کہ اس میں اکثر پر بناء رکھے اور یہ مورد بھی اسی کے مناسب ہے۔

اور جان لیں یہ مسائل اور ساتواں مسئلہ اس مختصر کتاب لمعہ کے موضوع سے خارج ہیں کیونکہ اس میں مصنف نے ان مسائل کو بیان کرنا ضروری سمجھا تھا جو علماء کے درمیان مشہور ہیں درحالانکہ یہ مسائل شاذ اقوال ہیں لیکن وہ بہتر جانتے ہیں کہ جو انہوں نے مقدمے میں مشہور مسائل بیان کرنے کی بات کی تھی۔

۶۔ کثیر الشک کا حکم

(السَّادسَةُ–لَا حُكْمَ لِلسَّهْوِ مَعَ الْكَثْرَةِ) لِلنَّصِّ الصَّحِيحِ الدَّالِ عَلَيْهِ مُعَلِّلًا بِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَلْتَفِتْ تَرَكَهُ الشَّيْطَانُ فَإِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يُطَاعَ فَإِذَا عُصِيَ لَمْ يَعُدْ وَالْمَرْجِعُ فِي الْكَثْرَةِ إِلَى الْعُرْفِ وَهِيَ تَحْصُلُ بِالتَّوَالِي ثَلَاثًا وَإِنْ كَانَ فِي فَرَائِضَ وَالْمُرَادُ بِالسَّهْوِ مَا يَشْمَلُ الشَّكَّ، فَإِنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يُطْلَقُ عَلَى الْآخَرِ، اسْتِعْمَالًا شَرْعِيًّا، أَوْ تَجَوُّزًا لِتَقَارُبِ الْمَعْنَيَيْنِ، وَمَعْنَى عَدَمِ الْحُكْمِ مَعَهَا عَدَمُ الِالْتِفَاتِ إِلَى مَا شَكَّ فِيهِ مِنْ فِعْلٍ، أَوْ رَكْعَةٍ، بَلْ يَبْنِي عَلَى وُقُوعِهِ وَإِنْ كَانَ

فِی مَحَلِّه حَتَّی لَوْ فَعَلَهُ بَطَلَتْ نَعَمْ لَوْ کَانَ الْمَتْرُوکُ رُکْنًا لَمْ تُؤَثِّرْ الْکَثْرَةُ فِی عَدَمِ الْبُطْلَانِ، کَمَا أَنَّهُ لَوْ ذَکَرَ تَرْکَ الْفِعْلِ فِی مَحَلِّه، اسْتَدْرَکَهُ وَیَبْنِی عَلَی الْأَکْثَرِ فِی الرَّکَعَاتِ مَا لَمْ یَسْتَلْزِمْ الزِّیَادَةَ عَلَی الْمَطْلُوبِ مِنْهَا فَیَبْنِی عَلَی الْمُصَحَّحِ، وَسُقُوطِ سُجُودِ السَّهْوِ لَوْ فَعَلَ مَا یُوجِبُهُ بَعْدَهَا، أَوْ تَرَکَ وَإِنْ وَجَبَ تَلَافِی الْمَتْرُوکِ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَلَافِیًا مِنْ غَیْرِ سُجُودٍ.وَیَتَحَقَّقُ الْکَثْرَةُ فِی الصَّلَاةِ الْوَاحِدَةِ بِتَخَلُّلِ الذِّکْرِ، لَا بِالسَّهْوِ عَنْ أَفْعَالٍ مُتَعَدِّدَةٍ مَعَ اسْتِمْرَارِ الْغَفْلَةِ، وَمَتَی ثَبَتَتْ بِالثَّلَاثِ سَقَطَ الْحُکْمُ فِی الرَّابِعِ، وَیَسْتَمِرُّ إِلَی أَنْ تَخْلُوَ مِنْ السَّهْوِ وَالشَّکِّ فَرَائِضُ یَتَحَقَّقُ فِیهَا الْوَصْفُ، فَیَتَعَلَّقُ بِه حُکْمُ السَّهْوِ الطَّارِئِ وَهَکَذَا-

جس شخص کو کثرت سے سہو ونسیان ہوتا ہو اس کا کوئی حکم نہیں (اسے اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے) اس مطلب پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں جن میں اس چیز کا یہ سبب بیان ہوا ہے کہ جب وہ اس شک کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو شیطان اسے چھوڑ دے گا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی اطاعت اور پیروی کی جائے جب اس کی مخالفت کی جائے تو وہ دوبارہ نہیں آئے گا [۱]۔

اور کثرت سے شک ہونے کا معیار عرف ہے اور کثرت شک اس وقت حاصل ہوتا ہے جب پے در پے تین بار شک[۱] کا شکار ہوا اگرچہ کئی فرض نمازوں میں ہو اور یہاں سہو سے مراد وہ عام معنی ہے جو شک کو بھی شامل ہے کیونکہ شک اور سہو شرعی لحاظ سے ایکدوسرے پر بولے جاتے ہیں یا پھر سہو سے مراد شک[۲] اس لیے لیا ہے کہ وہ اس کا مجازی معنی ہے اور اس کا سبب دونوں معنوں (سہو کے حقیقی معنی اور اس مجازی معنی) کا قریب قریب ہونا ہے (یعنی

---

[۱]۔وسائل الشیعہ، باب۱۶ ، ابواب خلل نماز ،ح ۲،۱۔

چونکہ مجازی معنی کے لیے ایک مناسبت کا ہونا ضروری ہے یہاں قرب معنی کی مناسبت موجود ہے) اور سہو کی صورت میں حکم نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جس فعل یا رکعت کے بارے میں شک ہو اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ اس چیز کے انجام دیئے جانے پر بناء رکھے اور یہ سمجھے کہ اس کو انجام دے چکا ہے اگرچہ اس کے محلّ میں موجود ہو پس اگر اس کو انجام دے تو اس کی نماز باطل ہو گی ہاں اگر رہ جانے والی چیز رکن ہو تو (بعد میں یاد آئے کہ اس کو انجام نہیں دیا تو)اس کی نماز باطل ہو گی اور اس کا کثیر الشک ہونا اس میں موثر نہ ہو گا (اس نماز کو صحیح نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رکن کا اضافہ یا کمی سہو ہو تو بھی مبطل ہے) جیسا کہ اگر اسے محلّ گزرنے سے پہلے یاد آئے کہ اس کام کو انجام نہیں دیا تو انجام دے اور جب اسے نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو اکثر پر بناء رکھے جب اپنی مطلوبہ نماز کی رکعتوں سے زیادہ ہونا لازم نہ آئے (تو اگر اکثر پر بناء رکھنے سے رکعت کا اضافہ لازم ہو تو) کم پر بناء رکھے جس سے اس کی نماز صحیح ہوتی ہو اور شک کی پرواہ نہ کرنے کی صورت میں سجدہ سہو بھی واجب نہ ہو گا اور اگر کثرت شک کے بعد کوئی ایسا کام کرے جو سجدہ سہو کا موجب بنتا ہو یا کوئی ایسی چیز چھوڑ دے جو سجدہ سہو کی موجب ہو تو بھی سجدہ سہو معاف ہو گا اور اگر ایسی چیز کو ترک کرے جن کی قضاء نماز کے بعد واجب ہوتی ہے تو اس کی قضاء کرے (وہ کثرت سہو کی وجہ سے معاف نہ ہو گی) لیکن سجدہ سہو واجب نہ ہو گا، اور کثرت سہو حاصل ہو جاتی ہے جب ایک ہی نماز میں کئی بار سہو کرے لیکن ہر سہو کے بعد اسے یاد آجائے کہ سہو کیا ہے نہ وہ سہو جو کئی افعال کے بارے میں ہو لیکن ان کی طرف توجہ نہ ہو اور غفلت باقی رہے تو وہ ایک سہو شمار ہو گا پس جب تین بار سہو ہو چکے اور ہر سہو کے بعد یاد بھی آجائے تو چوتی بار سہو ہو تو اس کا حکم ساقط ہو گا اس کی پرواہ نہ کی جائے اور جب کثرت سہو حاصل ہو جائے تو اس کا حکم عدم توجہ جاری رہے گا یہاں تک کہ اس پر اتنی فریضہ نمازیں گزر جائیں جن کے ساتھ وصف

کثرت حاصل ہوتی تھی (یعنی تین عدد نمازیں بغیر سہو کے حاصل ہوں)اور ان میں کوئی شک نہ ہو تو اس وقت وہ کثیر الشک ہونے سے نکل جائے گا۔

(وَلَا لِلسَّهْوِ فِی السَّهْوِ) أَیْ فِی مُوجِبِهِ مِنْ صَلَاةٍ، وَسُجُودٍ، کَنِسْیَانِ ذِکْرٍ، أَوْ قِرَاءَةٍ، فَإِنَّهُ لَا سُجُودَ عَلَیْهِ نَعَمْ لَوْ کَانَ مِمَّا یُتَلَافَی تَلَافَاهُ مِنْ غَیْرِ سُجُودٍ.وَیُمْکِنُ أَنْ یرِیدَ بِالسَّهْوِ فِی کُلٍّ مِنْهُمَا الشَّکَّ، أَوْ مَا یَشْمَلُهُ عَلَی وَجْهِ الِاشْتِرَاکِ، وَلَوْ بَیْنَ حَقِیقَةِ الشَّیْءِ وَمَجَازِهِ، فَإِنَّ حُکْمَهُ هُنَا صَحِیحٌ، فَإِنْ أُسْتُعْمِلَ فِی الْأَوَّلِ فَالْمُرَادُ بِهِ الشَّکُّ فِی مُوجِبِ السَّهْوِ مِنْ فِعْلٍ، أَوْ عَدَدٍ، کَرَکْعَتَیْ الِاحْتِیَاطِ فَإِنَّهُ یُبْنَی عَلَی وُقُوعِهِ، إِلَّا أَنْ یَسْتَلْزِمَ الزِّیَادَةَ کَمَا مَرَّ، أَوْ فِی الثَّانِی فَالْمُرَادُ بِهِ مُوجِبُ الشَّکِّ کَمَا مَرَّ، وَإِنْ أُسْتُعْمِلَ فِیهِمَا فَالْمُرَادُ بِهِ الشَّکُّ فِی مُوجِبِ الشَّکِّ، وَقَدْ ذُکِرَ أَیْضًا،أَوْ الشَّکُّ فِی حُصُولِهِ، وَعَلَی کُلِّ حَالٍ لَا الْتِفَاتَ، وَإِنْ کَانَ إِطْلَاقُ اللَّفْظِ عَلَی جَمِیعِ ذَلِکَ یَحْتَاجُ إِلَی تَکَلُّفٍ۔

سہو میں سہو نہیں یعنی سہو کی وجہ سے جو نماز احتیاط اور سجدہ سہو واجب ہوتے ہیں اگر ان میں کوئی ذکر بھول جائے یا قراءت یاد نہ رہے تو اس کی وجہ سے دوبارہ سجدہ سہو واجب نہ ہونگے اور اگر جس چیز کا تدارک اور قضاء اصل نماز کے بعد واجب ہوتی ہے نماز احتیاط میں بھول جائے تو اسے بغیر سجدہ سہو کے بعد میں قضاء کرے اور ممکن ہے کہ ان دونوں جگہ سہو سے مراد شک ہو یا وہ جو شک اور نسیان کو شامل ہے اس طرح کہ ان دونوں معنوں میں اشتراک معنوی رکھتا ہو اگرچہ حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان اشتراک ہو تر بھی اس کا حکم یہاں صحیح ہے پس اگر سہو سے مراد پہلے مورد میں شک ہو تو اس سے مراد سہو کی وجہ سے واجب ہونے والی چیزوں میں شک کرنا ہے جیسے نماز احتیاط کی دو رکعتیں تو ان کے انجام دینے پو بناء رکھے مگر یہ کہ اس کے وقوع پر بناء رکھنے سے رکعت کا اضافہ لازم آتا ہو تو کم پر بناء رکھے

جیسا کہ گزر چکا ہے، یا سہو سے دوسرے مورد میں شک مراد ہو تو اس صورت میں شک سے مراد شک کی وجہ سے واجب ہونے والی چیز ہوگی جیسے نماز احتیاط اور سجدہ سہو (اور اگر دونوں مورد میں لفظ سہو شک کے معنی میں استعمال ہو تو اس سے مراد موجب شک میں شک کرنا مراد ہے جیسے نماز احتیاط میں شک کرنا اس کا حکم گزر چکا ہے) یا اس (سہو و شک) کے حصول میں شک مراد ہو یعنی کیا اس سے کوئی چیز بھولے سے رہ گئی تو ان تمام صورتوں میں اس کی طرف توجہ نہ کرے اگرچہ ان سب پر لفظ سہو کا بولا جانا تکلف اور مجاز کی احتیاج رکھتا ہے۔

(وَلَا لِسَهْوِ الْإِمَامِ) أَيْ شَكِّهِ وَهُوَ قَرِينَةٌ لِمَا تَقَدَّمَ (مَعَ حِفْظِ الْمَأْمُومِ وَبِالْعَكْسِ) فَإِنَّ الشَّاكَّ مِنْ كُلٍّ مِنْهُمَا يَرْجِعُ إِلَى حِفْظِ الْآخَرِ وَلَوْ بِالظَّنِّ، وَكَذَا يَرْجِعُ الظَّانُّ إِلَى الْمُتَيَقِّنِ، وَلَوْ اتَّفَقَا عَلَى الظَّنِّ وَاخْتَلَفَ مَحَلُّهُ تَعَيَّنَ الِانْفِرَادُ.وَيَكْفِي فِي رُجُوعِهِ تَنْبِيهُهُ بِتَسْبِيحٍ، وَنَحْوِهِ وَلَا يُشْتَرَطُ عَدَالَةُ الْمَأْمُومِ، وَلَا يَتَعَدَّى إِلَى غَيْرِهِ وَإِنْ كَانَ عَدْلًا نَعَمْ لَوْ أَفَادَهُ الظَّنُّ رَجَعَ إِلَيْهِ لِذَلِكَ، لَا لِكَوْنِهِ مُخْبِرًا.

وَلَوْ اشْتَرَكَا فِي الشَّكِّ وَاتَّحَدَا لَزِمَهُمَا حُكْمُهُ وَإِنْ اخْتَلَفَا رَجَعَا إِلَى مَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ، وَتَرَكَا مَا انْفَرَدَ كُلٌّ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجْمَعْهُمَا رَابِطَةٌ تَعَيَّنَ الِانْفِرَادُ،كَمَا لَوْ شَكَّ أَحَدُهُمَا بَيْنَ الِاثْنَيْنِ وَالثَّلَاثِ، وَالْآخَرُ بَيْنَ الْأَرْبَعِ وَالْخَمْسِ وَلَوْ تَعَدَّدَ الْمَأْمُومُونَ وَاخْتَلَفُوا مَعَ الْإِمَامِ، فَالْحُكْمُ كَالْأَوَّلِ فِي رُجُوعِ الْجَمِيعِ إِلَى الرَّابِطَةِ، وَالِانْفِرَادِ بِدُونِهَا، وَلَوْ اشْتَرَكَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَعْضِ الْمَأْمُومِينَ رَجَعَ الْإِمَامُ إِلَى الذَّاكِرِ مِنْهُمْ وَإِنْ اتَّحَدَا، وَبَاقِي الْمَأْمُومِينَ إِلَى الْإِمَامِ، وَلَوْ اُسْتُعْمِلَ السَّهْوُ فِي مَعْنَاهُ أَمْكَنَ فِي الْعَكْسِ لَا الطَّرْدِ.

بِنَاءً عَلَی مَا اخْتَارَهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ الْمُصَنِّفُ فِی الذِّکْرَی، مِنْ أَنَّهُ لَا حُکْمَ لِسَهْوِ الْمَأْمُومِ مَعَ سَلَامَةِ الْإِمَامِ عَنْهُ، فَلَا یَجِبُ عَلَیْهِ سُجُودُ السَّهْوِ لَوْ فَعَلَ مَا یُوجِبُهُ لَوْ کَانَ مُنْفَرِداً.نَعَمْ لَوْ تَرَکَ مَا یُتَلَافَی مَعَ السُّجُودِ سَقَطَ السُّجُودُ خَاصَّةً وَلَوْ کَانَ السَّاهِی الْإِمَامَ فَلَا رَیْبَ فِی الْوُجُوبِ عَلَیْهِ إِنَّمَا الْخِلَافُ فِی وُجُوبِ مُتَابَعَةِ الْمَأْمُومِ لَهُ وَإِنْ کَانَ أَحْوَطَ .

اور امام جماعت کے مقتدی کی طرف رجوع کرنے میں اتنا کافی ہے کہ مقتدی تسبیح وغیرہ (ایسا کام جو نماز کے منافی نہ ہو) کے ذریعے اسے متوجہ کرے (لیکن مقتدی کو متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ امام کے عمل کی پیروی کرتا جائے) اور اس میں شرط نہیں کہ مقتدی عادل ہو اور یہ حکم (کہ امام جماعت اور مقتدی میں سے جسے شک ہو وہ دوسرے کی طرف رجوع کرے) دوسروں میں جاری نہ ہوگا اگرچہ وہ دوسرا شخص عادل ہی کیوں نہ ہو (مثلاامام جماعت کو شک ہو تو مقتدی کےعلاوہ کسی کی بات پر اعتماد نہیں کر سکتا) ہاں اگراس شخص کے بات سے گمان پیدا ہو جائے تو گمان کی وجہ سے اس کی بات پر عمل کرلے نہ اس لحاظ سے کہ وہ خبر دینے والا ہے (بلکہ اس کی بات پر اس لیے عمل کرنا جائز ہوا ہے کہ اس کی بات سے گمان پیدا ہو رہا ہے)اور اگر وہ شک میں مشترک ہوں اور متعلق شک بھی ایک ہو تو ان دونوں کو شک کے حکم پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر ان کا محلّ شک مختلف ہو تو اس کی مقدار کی طرف رجوع کریں جو ان کے شکّ کے درمیان مشترک ہو اور جس مقدار میں وہ دونوں جدا ہو اس کو چھوڑ دیں اور اگر ان کے شک میں کسی مورد میں اشتراک اور نقطہ اجتماع نہ ہو تو فرادی کی نیت کرنا لازمی ہے جیسے ایک کو دو اور تین رکعت میں شک ہو اور دوسرے کو چار پانچ میں شک ہو تو فرادی کی نیت کریں اور اگر مقتدی زیادہ ہو اور امام جماعت کے ساتھ محلّ شک میں مختلف ہوں تو پہلی صورت کی طرح حکم ہے کہ دیکھیں اگر کوئی نقطہ اشتراک ہو تو اس کو اخذ

کریں اور اس کے مطابق عمل کریں (جیسے ایک کو دو اور چار میں شک ہو اور دوسرے کو تین چار میں اور چوتھے کو دو تین چار میں تو چار پر بناء رکھیں) اور اگر امام جماعت اور بعض مقتدیوں کے کے شک میں نقطہ اشتراک ہو تو امام جماعت اس مقتدی کی طرف رجوع کرے جسے ان میں سے یاد ہو اگرچہ وہ ان میں سے صرف ایک شخص ہو اور باقی مقتدی امام جماعت کی طرف رجوع کریں اور اگر لفظ سہو کو شک والے معنی کی بجائے اسکے حقیقی معنی میں لیا جائے تو ممکن ہے کہ اس کے برعکس کیا جائے (یعنی مقتدی کے سہو اور بھولنے کے لیے کوئی حکم نہ ہو جب امام جماعت کو یاد ہو لیکن طرح) کہنا صحیح نہ ہو گا کہ مقتدی کو کو یاد ہونے کی صورت میں امام جماعت کا سہو معاف ہو اور اس کا کوئی حکم نہ ہو کیونکہ امام جماعت جب کوئی چیز بھول جائے اور بعد میں اسے یاد آئے تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے اس بناء پر کہ یہ نظریہ علماء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جیسا کہ مصنف نے ذکری میں کہا ہے کہ جب امام جماعت بھول چوک کا شکار نہ ہو تو مقتدی کا کسی چیز کو بھول جانا کوئی حکم نہیں رکھتا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہو اگر ایسا کام کرے جس سے اس فرادی کی صورت میں سجدہ سہو اوجب ہو جاتا ہے ہاں اگر اس نے ایسی چیز کو چھوڑا ہو تو جس کی قضاء نماز کے بعد سجدہ سہو کے ساتھ واجب ہوتی ہے تو صرف سجدہ سہو اس کو معاف ہو گا (اس چیز کی قضاء لازمی ہو گی) اور اگر بھولنے والا امام جماعت ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس پر واجب ہے کہ اس سہو کے حکم کے مطابق عمل کرے اس مورد میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ کیا مقتدی بھی سجدہ سہو میں امام جماعت کے ساتھ سجدے میں جائے یا نہ؟ اگرچہ احتیاط کے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کے ساتھ سجدہ سہو میں جائے۔

۷۔ تین اور چار کے شکّ میں چار کا گمان غالب ہونے کا حکم

(السَّابِعَةُ – أَوْجَبَ ابْنَا بَابَوَیْهِ) عَلِیٌّ وَابْنُهُ مُحَمَّدٌ الصَّدُوقَانِ (رَحِمَهُمَا اللَّهُ سَجْدَتَیْ السَّهْوِ عَلَى مَنْ شَکَّ بَیْنَ الثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ وَظَنَّ الْأَکْثَرَ) وَلَا نَصَّ

عَلَيْهِمَا فِى هَذَا الشَّکِّ بِخُصُوصِه، وَأَخْبَارُ الاحْتِيَاطِ خَالِيَةٌ مِنْهُمَا، وَالْأَصْلُ يَقْتَضِى الْعَدَمَ، (وَفِى رِوَايَةِ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:" إِذَا ذَهَبَ وَهْمُک إِلَى التَّمَامِ أَبَداً فِى كُلِّ صَلَاةٍ فَاسْجُدْ سَجْدَتَىْ السَّهْوِ)، فَتَصْلُحُ دَلِيلًا لَهُمَا، لِتَضَمُّنِهِمَا مَطْلُوبَهُمَا، (وَحُمِلَتْ هَذِه) الرِّوَايَةُ (عَلَى النَّدْبِ).

وَفِيه نَظَرٌ، لِأَنَّ الْأَمْرَ حَقِيقَةٌ فِى الْوُجُوبِ، وَغَيْرُهَا مِنْ الْأَخْبَارِ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِنَفْىِ السُّجُودِ، فَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَهُمَا إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى زِيَادَة، مَعَ أَنَّهَا غَيْرُ مُنَافِيَةٍ لِجَبْرِ الصَّلَاةِ، لِاحْتِمَالِ النَّقْصِ، فَإِنَّ الظَّنَّ بِالتَّمَامِ لَا يَمْنَعُ النَّقْصَ بِخِلَافِ ظَنِّ النُّقْصَانِ فَإِنَّ الْحُكْمَ بِالْإِكْمَالِ جَائِزٌ نَعَمْ يُمْكِنُ رَدُّهَا مِنْ حَيْثُ السَّنَدُ .

بابویہ کے دو بیٹوں (شیخ صدوق اور ان کے باپ) نے اس شخص پر سہو کے دو سجدے واجب قرار دیئے جو تین اور چار کے درمیان شک کرے اور اکثر کا گمان رکھتا ہو اس شک کے مورد میں خصوصی طور پر سہو کے دو سجدوں کے پر کوئی دلیل اور روایت موجود نہیں ہے اور (گمان کی صورت میں) نماز احتیاط کو واجب کرنے والی روایات بھی سہو کے دو سجدوں کے ذکر سے خالی ہیں اور اصل براءت ذمہ بھی سہو کے سجدے نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اسحاق بن عمار نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے؛ جب تیرا گمان کسی بھی نماز کے تمام ہونے کی طرف ہو تو سہو کے دو سجدے کر۔

تو یہ روایت ان سجدوں کے لیے دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ یہ روایت صدوقین کے مطلوب پر مشتمل ہے اور اس روایت سے مراد دو سجدوں کا مستحب ہونا لیا گیا ہے اس میں اشکال ہے کیونکہ اس روایت میں سجدہ سہو کرنے کا امر اور حکم دیا گیا ہے اور کسی چیز کا حکم ہونا اس کے واجب ہونے میں حقیقت ہے اور دیگر روایات میں سجدہ سہو کی نفی نہیں کی گئی تو ان دونوں (روایت عمار اور دیگر روایات) میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس

روایت میں ان کے علاوہ کچھ اضافہ ہے (تو وہ لاگو ہوگا) پھر اس اضافے کا احتمال نقص کی وجہ سے نماز کو کمی کو جبران کرنے سے اختلاف نہیں کیونکہ جب تمام کا گمان ہو تو مانع نہیں کہ حقیقت میں اس میں نقص اور کمی موجود ہو۔بخلاف اس صورت کے جب کم کا گمان ہو تو اس میں کمی کا احتمال نہیں ہوگا کیونکہ اسے بعد والی رکعت پڑھ کر کامل کرنے کا حکم ہے اور اس سے اس کمی کا جبران ہو جاتا ہے[1]، ہاں روایت کو سند کے ضعیف ہونے کے لحاظ سے ردّ کرنا ممکن ہے[2]۔

---

[1] بعض نسخوں میں لفظ جائز ہے لیکن دیگر بعض میں جابر کا لفظ ہے اور یہی بہتر ہے کیونکہ یہاں جبران کا معنی لیا جارہا ہے ۔

[2]۔اس روایت کی سند میں محمد بن یحیٰی معاذی طیالسی واقع ہوا ہے جس کی مدح و ذم ذکر نہیں ہوئی وہ مجہول ہے اس طرح یہ روایت معتبر نہیں ہے ہاں بعض حواشی جیسے جواہر فخریہ ۲ص۴۶۱ میں اسحاق بن عمار کے فطحی ہونے کی وجہ سے اشکال کیا گیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسحاق اگرچہ فطحی ہے لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے اس لحاظ سے اس کی طرف سے سند میں کوئی مشکل نہیں اگر باقی سند صحیح ہو تو اسحاق بن عمار فطحی ثقہ کی روایت موثقہ کہلائے گی ،یہ بات واضح ہے جیسا کہ اس تحقیق کے دیگر کئی مقامات پر اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے ۔

فصل ۸ : نماز قضاء

قضاء واجب ہونے کی شرائط

(الْفَصْلُ الثَّامِنُ فِی الْقَضَاءِ) (يَجِبُ قَضَاءُ الْفَرَائِضِ الْيَوْمِيَّةِ مَعَ الْفَوَاتِ، حَالَ الْبُلُوغِ، وَالْعَقْلِ وَالْخُلُوِّ عَنْ الْحَيْضِ، وَالنِّفَاسِ، وَالْكُفْرِ الْأَصْلِيِّ) احْتَرَزَ بِهِ عَنْ الْعَارِضِيِّ بِالارْتِدَادِ فَإِنَّهُ لَا يُسْقِطُهُ كَمَا سَيَأْتِي، وَخَرَجَ بِالْعَقْلِ الْمَجْنُونُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ سَبَبُهُ بِفِعْلِهِ كَالسَّكْرَانِ مَعَ الْقَصْدِ وَالاخْتِيَارِ، وَعَدَمِ الْحَاجَةِ.وَرُبَّمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُغْمَى عَلَيْهِ فَإِنَّ الْأَشْهَرَ عَدَمُ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ يَتَنَاوَلُ الْغِذَاءَ الْمُؤَدِّيَ إِلَيْهِ، مَعَ الْجَهْلِ بِحَالِهِ، أَوْ الْإِكْرَاهِ عَلَيْهِ، أَوْ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ كَمَا قَيَّدَهُ بِهِ الْمُصَنِّفُ فِی الذِّكْرَى، بِخِلَافِ الْحَائِضِ، وَالنُّفَسَاءِ، فَإِنَّهُمَا لَا تَقْضِيَانِ مُطْلَقًا، وَإِنْ كَانَ السَّبَبُ مِنْ قِبَلِهِمَا.وَالْفَرْقُ أَنَّهُ فِيهِمَا عَزِيمَةٌ، وَفِی غَيْرِهِمَا رُخْصَةٌ، وَهِيَ لَا تُنَاطُ بِالْمَعْصِيَةِ.وَالْمُرَادُ بِالْكُفْرِ الْأَصْلِيِّ هُنَا مَا خَرَجَ عَنْ فِرَقِ الْمُسْلِمِينَ مِنْهُ، فَالْمُسْلِمُ يَقْضِی مَا تَرَكَهُ وَإِنْ حُكِمَ بِكُفْرِهِ كَالنَّاصِبِی وَإِنْ اسْتَبْصَرَ، وَكَذَا مَا صَلَّاهُ فَاسِدًا عِنْدَهُ.

روزانہ کی نمازیں جب درج ذیل حالات میں چھوٹ جائیں تو ان کی قضاء کرنا واجب ہے:

۱۔انسان بالغ ہو، ۲۔ عاقل ہو، ۳۔ حیض و نفاس سے خالی ہو، ۴۔ کفر اصلی سے خالی ہو، اس قید سے اس کفر کو خارج کر دیا جو مرتد ہونے کی وجہ سے عارض ہوتا ہے اس کی حالت میں جو نمازیں رہ جائیں تو ان کی قضاء معاف نہیں ہے اور عقل کی قید سے مجنون کو خارج کر دیا کہ اس پر جنون کی حالت میں چھوٹی ہوئی نمازوں کو قضاء نہیں ہے مگر یہ کہ خود اپنے کسی فعل کی

وجہ سے پاگل ہوا ہو جیسے مست ہونا جو اپنے قصد و اختیار کے ساتھ اور بغیر ضرورت کے پاگل ہو اور اس میں بے ہوش شخص بھی داخل ہے کہ مشہور تر قول کی بناء پر اس پر بھی قضاء نہیں ہے اگرچہ وہ بے ہوشی کسی ایسی غذا کھانے کی وجہ سے ہو جس کی حالت سے وہ بے خبر ہو (کہ وہ بے ہوش کردے گی) یا اس کو کھانے پر مجبور کیا گیا ہو یا اس کی ضرورت ہو (جیسے علاج کی خاطر کھائے) جیسا کہ مصنف نے ذکری میں بے ہوش میں یہ قیدیں لگائی ہیں لیکن حیض و نفاس والی عورت بطور مطلق نماز کی قضا نہیں کرے گی اگرچہ خود سبب بنی ہو کہ حیض و نفاس آجائے اس میں فرق یہ ہے کہ حیض و نفاس میں نماز چھوڑنے کا حکم عزیمت اور لازمی ہے لیکن دیگر موارد میں رخصت و چھوٹ ہے اور عزیمت کو معصیت و نافرمانی سے بدلا نہیں جاسکتا (یعنی اگر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کے لیے حیض آنے کی دوائی کھائی ہو وتو اگرچہ بد باطنی کی ہے لیکن حیض آجائے تو قضا نہ ہونے کا حکم نہیں بدلے گا)۔

اور یہاں کفر اصلی سے مراد وہ ہے جو مسلمانوں کے گروہوں میں سے کفر کے حکم میں ہیں ان سے خارج ہو جیسے یہودی و عیسائی اور مشرک، پس مسلمان نے جو نمازیں چھوڑی ہوں ان کی قضاء کرے اگرچہ اس کے کفر کا حکم لگایا جائے جیسے ناصبی (جو لوگ ائمہ اہل بیت سے دشمنی رکھنے کو عقیدے کا جزء سمجھتے ہیں) اگرچہ مذہب حق پر آجائے اور اسی طرح جو نمازیں اس نے اپنے عقیدے کے مطابق باطل پڑھی ہوں ان کی قضاء کرے۔

نماز قضاء پڑھنے میں ترتیب کا حکم

(وَيُرَاعَى فِيهِ) أَيْ فِي الْقَضَاءِ (التَّرْتِيبُ بِحَسَبِ الْفَوَاتِ) فَيُقَدَّمُ الْأَوَّلُ مِنْهُ، فَالْأَوَّلُ مَعَ الْعِلْمِ.هٰذَا فِي الْيَوْمِيَّةِ، أَمَّا غَيْرُهَا فَفِي تَرَتُّبِهِ، فِي نَفْسِهِ وَعَلَى الْيَوْمِيَّةِ، وَهِيَ عَلَيْهِ قَوْلَانِ، وَمَالَ فِي الذِّكْرَى إِلَى التَّرْتِيبِ وَاسْتَقْرَبَ فِي الْبَيَانِ عَدَمَهُ وَهُوَ أَقْرَبُ (وَلَا يَجِبُ التَّرْتِيبُ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْحَاضِرَةِ) فَيَجُوزُ تَقْدِيمُهَا

عَلَيْهِ مَعَ سعَةِ وَقْتِهَا وَإِنْ كَانَ الْفَائِتُ مُتَّحِداً، أَوْ لِيَوْمِه عَلَى الْأَقْوَى.(نَعَمْ يُسْتَحَبُّ) تَرْتِيبُهَا عَلَيْهِ مَا دَامَ وَقْتُهَا وَاسِعًا جَمْعًا بَيْنَ الْأَخْبَارِ الَّتِي دَلَّ بَعْضُهَا عَلَى الْمُضَايَقَةِ، وَبَعْضُهَا عَلَى غَيْرِهَا، بِحَمْلِ الْأُولَى عَلَى الِاسْتِحْبَابِ.وَمَتَى تَضَيَّقَ وَقْتُ الْحَاضِرَةِ قُدِّمَتْ إِجْمَاعًا، وَلِأَنَّ الْوَقْتَ لَهَا بِالْأَصَالَةِ-

(وَلَوْ جَهِلَ التَّرْتِيبَ سَقَطَ) فِي الْأَجْوَدِ لِأَنَّ النَّاسَ فِي سَعَةٍ مِمَّا لَمْ يَعْلَمُوا، وَلِاسْتِلْزَامِ فِعْلِهِ بِتَكْرِيرِ الْفَرَائِضِ عَلَى وَجْهٍ يُحَصِّلُهُ الْحَرَجُ وَالْعُسْرُ الْمَنْفِيَّيْنِ فِي كَثِيرٍ مِنْ مَوَارِدِهِ، وَسُهُولَتُهُ فِي بَعْضٍ يَسْتَلْزِمُ إِيجَابُهُ فِيهِ إِحْدَاثَ قَوْلٍ ثَالِثٍ.وَلِلْمُصَنِّفِ قَوْلٌ ثَانٍ، وَهُوَ تَقْدِيمُ مَا ظَنَّ سَبْقَهُ، ثُمَّ السُّقُوطُ، اخْتَارَهُ فِي الذِّكْرَى، وَثَالِثٌ وَهُوَ الْعَمَلُ بِالظَّنِّ، أَوْ الْوَهْمِ، فَإِنْ انْتَفَيَا سَقَطَ، اخْتَارَهُ فِي الدُّرُوسِ.وَلِبَعْضِ الْأَصْحَابِ رَابِعٌ، وَهُوَ وُجُوبُ تَكْرِيرِ الْفَرَائِضِ حَتَّى يُحَصِّلَهُ.

قضاء نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھا جائے پس جس طرح وہ چھوٹ گئی ہوں ان میں پہلے رہ جانے والی نماز کو پہلے قضاء کرے پھر اس کے بعد والی نماز کو پڑھے، یہ حکم اس وقت ہے جب ترتیب کا علم ہو، اور یہ روزانہ کی نمازوں میں ہے دیگر نمازوں میں آپس میں ترتیب کا خیال رکھنے اور یومیہ نمازوں کے ساتھ ان کی ترتیب کا خیال رکھنے میں دو قول ہیں؛ مصنف نے ذکری میں ان میں ترتیب رکھنے کی طرف میلان ظاہر کیا ہے لیکن بیان میں ترتیب نہ ہونے کو قریب تر قرار دیا ہے اور وہی بات ٹھیک ہے، نماز قضاء اور یومیہ نمازوں میں سے حالیہ نماز کے درمیان ترتیب رکھنا واجب نہیں پس حالیہ نماز کو قضاء نماز سے پہلے پڑھنا جائز ہے جب حالیہ نماز کا وقت وسیع ہو اگرچہ وہ نماز قضاء کے ساتھ ایک جیسی ہو یا اس دن کی رہ جانے والی نماز کو آئندہ اسی روز قضاء کرنا چاہتا ہو، یہ قوی تر قول ہے، ہاں حالیہ نماز کو قضاء نماز سے ترتیب کے

ساتھ پڑھنا مستحب ہے جب حالیہ نماز کا وقت وسیع ہو اس طرح روایات کے درمیان جمع ہو جاتی ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ پہلے نماز قضاء کو پڑھے اور بعض میں ہے یہ یہ لازم نہیں ہے تو پہلی قسم کی روایات سے مراد یہ ہے کہ ترتیب سے پڑھنا مستحب ہے اور جب حالیہ نماز کا وقت تنگ ہو تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حالیہ نماز کو مقدم کرنا ضروری ہے کیونکہ اصل میں یہ وقت اسی حالیہ نماز کا ہے۔

اور اگر ترتیب کو نہ جانتا ہو تو بہترین قول یہ ہے کہ ترتیب کا خیال رکھنا ساقط ہے کیونکہ لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس میں انہیں چھوٹ اور وسعت دی گئی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں ترتیب حاصل کرنا ضروری ہو تو فرائض کا اتنا تکرار کرنا لازم آئے گا جس سے حرج اور عسر لازم آتا ہے جن کی اسلام میں نفی کی گئی ہے اور یہ نماز کی ترتیب حاصل کرنے کے بہت سے موارد میں لازم آتے ہیں اور بعض موارد میں ترتیب کا حاصل کرنا آسان ہونے سے اگر اس مورد میں ترتیب حاصل کرنا واجب ہو تو اس سے قول سوم کا پیدا کرنا لازم آتا ہے (کیونکہ اس مسئلے میں دو قول ہیں بعض نے بہر صورت ترتیب کو حاصل کرنا لازم کیا اور بعض نے واجب نہیں کیا اگر ہم موارد کے درمیان تفصیل دیں کہ جہاں ترتیب کا حاصل کرنا عسر و حرج کا موجب نہ ہو تو ترتیب حاصل کرے تو اس سے ایک تیسرا قول لازم آئے گا جو دونوں اقوال کے خلاف اور اسے اجماع مرکب کی مخالفت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مشہور اسے اچھا نہیں جانتے)۔

مصنف نے اس مسئلے میں دوسرا قول یہ اختیار کیا ہے کہ جن نمازوں کے پہلے چھوٹ جانے کا گمان ہو ان کی پہلے قضاء کرے اور اس گمان کے بعد ترتیب ساقط ہے اسے مصنف نے ذکری میں اختیار کیا اور ان کا ایک تیسرا قول بھی اس مسئلے میں ہے؛ پہلے گمان یا وہم پر عمل کیا جائے اور اگر یہ دونوں حاصل نہ ہوں تو ترتیب ساقط ہے اور اسے دروس میں ذکر کیا اور بعض علماء

نے چوتھا قول اختیار کیا وہ یہ کہ قضاء نمازوں کو اس قدر تکرار کرے کہ اسے ترتیب کے حاصل ہونے کا یقین ہو جائے۔

ترتیب کے لازمی ہونے کی صورت میں تکرار نماز کے طریقے

فَيُصَلِّى مَنْ فَاتَهُ الظُّهْرَانِ مِنْ يَوْمَيْنِ ظُهْرًا بَيْنَ الْعَصْرَيْنِ، أَوْ بِالْعَكْسِ، لِحُصُولِ التَّرْتِيبِ بَيْنَهُمَا عَلَى تَقْدِيرِ سَبْقِ كُلٍّ وَاحِدَةٍ .وَلَوْ جَامَعَهُمَا مَغْرِبٌ مِنْ ثَالِثٍ صَلَّى الثَّلَاثَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَبَعْدَهَا، أَوْ عِشَاءً مَعَهَا فَعَلَ السَّبْعَ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا، أَوْ صُبْحٌ مَعَهَا فَعَلَ الْخَمْسَ عَشْرَةَ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا، وَهَكَذَا.وَالضَّابِطُ تَكْرِيرُهَا عَلَى وَجْهٍ يَحْصُلُ التَّرْتِيبُ عَلَى جَمِيعِ الِاحْتِمَالَاتِ، وَهِيَ اثْنَانِ فِى الْأَوَّلِ، وَسِتَّةٌ فِى الثَّانِى، وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ فِى الثَّالِثِ وَمِائَةٌ وَعِشْرُونَ فِى الرَّابِعِ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَرْبِ مَا اجْتَمَعَ سَابِقًا فِى عَدَدِ الْفَرَائِضِ الْمَطْلُوبَةِ، وَلَوْ أُضِيفَ إِلَيْهَا سَادِسَةٌ صَارَتْ الِاحْتِمَالَاتُ سَبْعَمِائَةٍ وَعِشْرِينَ.وَصِحَّتُهُ عَلَى الْأَوَّلِ مِنْ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ فَرِيضَةً، وَهَكَذَا، وَيُمْكِنُ صِحَّتُهَا مِنْ دُونِ ذَلِكَ: بِأَنْ يُصَلِّيَ الْفَرَائِضَ جَمْعًا كَيْفَ شَاءَ مُكَرَّرَةً عَدَدًا يَنْقُصُ عَنْهَا بِوَاحِدٍ، ثُمَّ يَخْتِمُهُ بِمَا بَدَأَ بِهِ مِنْهَا فَيَصِحُّ فِيمَا عَدَا الْأَوَّلَيْنِ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ فِى الثَّالِثِ، وَإِحْدَى وَعِشْرِينَ فِى الرَّابِعِ، وَإِحْدَى وَثَلَاثِينَ فِى الْخَامِسِ، وَيُمْكِنُ فِيهِ بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ وِلَاءً، وَالْخَتْمُ بِالْفَرِيضَةِ الزَّائِدَةِ.

پس جس شخص سے دو دنوں میں ظہر و عصر قضاء ہوں تو وہ دو عصر نمازوں کے درمیان ایک ظہر کو پڑھے یا اس کے برعکس کرے یعنی دو ظہر کے درمیان ایک عصر کو پڑھے تاکہ ظہرین کے درمیان ترتیب حاصل ہو جائے کہ ان میں سے جو بھی پہلے قضاء ہوئی وہ ترتیب حاصل

ہو گئی اور اگر ان کے ساتھ تیسرے دن کی ایک نماز مغرب بھی قضاء ہو تو وہ سابقہ تین نمازیں نماز مغرب سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی پڑھے اور اگر ایک عشاء بھی ان کے ساتھ رہ گئی تھی تو اس نماز عشاء سے پہلے اور بعد میں سات سات نمازیں پڑھے یا ان کے ساتھ ایک نماز صبح بھی رہ گئی ہو تو اس نماز صبح سے پہلے اور بعد میں پندرہ پندرہ نمازیں پڑھے اور اسی طرح کرتا جائے، اس کا ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ ان نمازوں کو اس قدر تکرار کرے کہ تمام احتمالات کی بناء پر ترتیب کے حاصل ہونے کا یقین ہو جائے پس پہلی صورت میں دو احتمال ہیں دوسری میں چھ، تیسری میں چوبیس احتمال، چوتھی میں ۱۲۰ احتمال ہیں اور اگر ان کے ساتھ چھٹی نماز اضافہ کی جائے تو کل احتمالات ۷۲۰ ہیں (جو سابقہ ۱۲۰ کو چھ سے ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں) اور اس فرض میں ترتیب کا حاصل ہونا ۶۳ نمازیں پڑھنے پر موقوف ہے (یعنی ۳۱ نمازیں اس چھٹی نماز سے پہلے اور اس ۳۱ اس کے بعد بعد پڑھے) اور اسی طرح دیگر فرضوں میں احتمالات کو ضرب دے اور ترتیب حاصل کرے۔

اور ان فرضوں میں ترتیب کا حاصل کرنا اس طرح بھی ممکن ہے جو پہلے طریقے سے قدرے کم تر تکرار کا موجب اور آسان ہے یعنی جتنے فرائض جمع ہوں ان کو ان کی تعداد سے ایک کم کر کے سب کو تکرار کریں جس طرح چاہیں پھر ان کو اس نماز پو ختم کرے جس سے ابتداء کی ہو تو پہلے دو فرضوں کو چھوڑ کر تیسرے فرض میں ۱۳ نمازوں کے ساتھ ترتیب حاصل ہو گی اور چوتھے فرض میں اکیس نمازوں کے ساتھ اور پانچویں فرض میں اکتیس نمازوں کے ساتھ ترتیب صحیح ہو جائے گی (حالانکہ پہلے طریقے سے تیسرے فرض میں پندرہ نمازیں، چوتھے فرض میں اکتیس نمازیں اور پانچویں میں تریسٹھ نمازیں لازم تھیں) اور پانچویں فرض میں (جہاں چھ نمازیں چھوٹ چکی ہوں) اس سے بھی آسان طریقہ ممکن ہے کہ پانچ دن کی نمازیں ہمیشہ کی ترتیب پنجگانہ سے پڑھے اور ان کو اس نماز کے ساتھ ختم کرے جو ان پانچ

نمازوں پر اضافہ ہوئی ہو (تو اس طرح ۲۶ نمازیں پڑھنا ہونگی جبکہ پہلے طریقے سے اس میں تریسٹھ اور دوسرے طریقے میں اس میں اکتیس نمازیں پڑھنا تھیں)۔

فوت شدہ نماز کا عنوان یاد نہ ہونے کا حکم

(وَلَوْ جَهِلَ عَيْنَ الْفَائِتَةِ) مِنْ الْخَمْسِ (صَلَّى صُبْحًا، وَمَغْرِبًا) مُعَيَّنَيْنِ، (وَأَرْبَعًا مُطْلَقَةً) بَيْنَ الرُّبَاعِيَّاتِ الثَّلَاثِ، وَيَتَخَيَّرُ فِيهَا بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِخْفَاتِ.وَفِي تَقْدِيمِ مَا شَاءَ مِنْ الثَّلَاثِ، وَلَوْ كَانَ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ رَدَّدَ بَيْنَ الْأَدَاءِ وَالْقَضَاءِ (وَالْمُسَافِرُ يُصَلِّي مَغْرِبًا وَثُنَائِيَّةً مُطْلَقَةً) بَيْنَ الثُّنَائِيَّاتِ الْأَرْبَعِ مُخَيَّرًا كَمَا سَبَقَ، وَلَوْ اشْتَبَهَ فِيهَا الْقَصْرُ وَالتَّمَامُ فَرُبَاعِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ ثُلَاثِيًّا وَثُنَائِيَّةٌ مُطْلَقَةً، رُبَاعِيًّا، وَمَغْرِبٌ يَحْصُلُ التَّرْتِيبُ عَلَيْهِمَا.

اور اگر کسی کو پانچ نمازوں میں سے رہ جانے والی نماز کا عنوان معلوم نہ ہو تو ایک صبح، ایک نماز مغرب معین کر کے اور ایک چار رکعتی نماز بطور مطلق پڑھے اور اس کو تین عدد چار رکعتی نمازوں (ظہر، عصر اور عشاء) میں سے کسی ایک کے لیے معین نہ کرے اور اس چار رکعتی میں اسے اختیار ہے کہ اسے جہر اور بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ آواز سے پڑھے اور اسی طرح اسے اختیار ہے کہ ان تین (دو، تین اور چار رکعتی) میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے، اور اگر وہ رہ جانے والی نماز اسی دن کے عشاء کے وقت میں ہو تو اس چار رکعتی کو اداء اور قضاء کی نیت کے درمیان مردّد کرے (کیونکہ احتمال ہے کہ وہ فوت شدہ نماز اسی دن کی عشاء ہو) اور اگر مسافر (کو معلوم نہ ہو کہ کونسی نماز اس کی سفر میں ترک ہوئی تو) وہ ایک نماز مغرب اور ایک دو رکعتی نماز، چار عدد دو رکعتی نمازوں کے درمیان مطلق کی نیت سے پڑھے اور اس میں اسے جہر و اخفات میں اختیار ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے اور اگر اس میں قصر و تمام کا شبہ ہو تو وہ تین نمازیں اس طرح پڑھے :ا۔ ایک چار رکعتی نماز جو تین نمازوں کے ظہر، عصر

اور عشاء کے درمیان مردد ہو، ۲۔ ایک دو رکعتی نماز جو چار نمازوں (ظہر، عصر و عشاء کی قصر اور نماز صبح) کے درمیان مردد ہو، ۳۔ایک نماز مغرب تین رکعت پڑھےاور دونوں فرضوں (قصر و تمام) میں نمازوں کی ترتیب کو بھی حاصل کرے[1]۔

مرتد کی قضاء کرنے کا حکم

(وَيَقْضِى الْمُرْتَدُّ) فِطْرِيًّا كَانَ أَوْ مِلِّيًّا إِذَا أَسْلَمَ (زَمَانَ رِدَّتِه) لِلْأَمْرِ بِقَضَاءِ الْفَائِتِ خَرَجَ عَنْهُ الْكَافِرُ الْأَصْلِيُّ، وَمَا فِى حُكْمِه، فَيَبْقَى الْبَاقِى.ثُمَّ إِنْ قُبِلَتْ تَوْبَتُهُ كَالْمَرْأَةِ وَالْمِلِّى قَضَى، وَإِنْ لَمْ تُقْبَلْ ظَاهِراً كَالْفِطْرِىِّ عَلَى الْمَشْهُورِ فَإِنْ أُمْهِلَ بِمَا يُمْكِنُهُ الْقَضَاءُ قَبْلَ قَتْلِه قَضَى، وَإِلَّا بَقِىَ فِى ذِمَّتِه.وَالْأَقْوَى قَبُولُ تَوْبَتِه مُطْلَقًا.

مرتد چاہے فطری ہو (جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہو پھر کافر ہو گیا ہو) یا ملیّ (جو کافروں کے گھر پیدا ہوا ہو پھر مسلمان ہوا ہو اور بعد میں مرتد ہوا ہے) جب وہ مسلمان ہو جائے تو ارتداد

---

[1]۔شہید ثانی شرح الفیہ مین فرماتے ہیں؛ اگر ایک نماز کا عنوان معین نہ ہو تو اس کا حکم بتایا گیا کہ کتنی نمازیں پڑھے اور ان میں ترتیب ضرور ی نہیں ہے لیکن اگر ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہوئی ہوں اور ان کا عنوان معلوم نہ ہو اس صورت میں ان کے درمیان ترتیب حاصل کرنا ضروری ہے (جب ترتیب کے ضروری ہونے پر معتبر دلیل موجود ہو)اورا س کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وطن میں دو نمازیں فوت ہونے کا یقین ہو اور ان کا عنوان واضح نہ ہو تو چارنمازیں اس ترتیب سے پڑھے؛ نماز صبح ، ایک چار رکعتی پھر نماز مغرب اور پھر ایک چار رکعتی نماز اس طرح تمام احتمالات کی بناء پر اس کا وظیفہ ادا ہوا اور اگر مسافر ہو اور دو نمازیں مجہول العنوان رہ گئی ہوں تو وہ تین نمازیں ا س ترتیب سے پڑھے؛ پہلے دو رکعت، پھر نماز ومغرب اور پھر دو رکعت، اور اگر قصر و تمام کے درمیان مشتبہ اور مجہول العنوان دو نمازیں رہ گئی ہوں اور معلوم نہ ہو کہ وہ دو نمازیں قصر تھیں یا تمام تو پانچ نمازیں اس ترتیب سے پڑھے تاکہ اسے ترتیب کے حاصل ہونے کا یقین ہوجائے؛ دو رکعت ، پھر چار رکعت ، پھر نماز مغرب، پھر دو رکعت پھر چاررکعت۔

کے زمانے کی نمازوں کی قضاء کرے کیونکہ نمازوں کو قضاء کرنے کا عمومی حکم موجود ہے اور اس عمومی حکم سے صرف کافر اصلی اور جو قضاء کے حکم میں اس کی ہے (جیسے حائض و نفساء)، ان کو خارج کیا گیا ہے تو باقی لوگ قضاء والے حکم میں باقی رہیں گے، پھر اگر اس کی توبہ قبول ہوئی جیسے مرتد عورت اور مرتد ملی مرد تو وہ قضاء کرے گا اور اگر ظاہرا اس کی توبہ قبول نہ ہوئی جیسے مرتد فطری کے بارے میں مشہور ہے تو اگر اسے قتل کرنے سے پہلے اتنی مہلت مل جائے جس میں وہ قضا کر سکے تو خود قضاء کرے و گرنہ وہ قضاء اس کے ذمہ میں باقی رہے گی اور قوی تر قول یہ ہے کہ اس کی توبہ بطور مطلق (ظاہر و باطن) میں قبول ہو گی[1]۔

فاقد طہارت کی قضاء کا حکم

(وَكَذَا) يَقْضِي (فَاقِدُ) جِنْسِ (الطَّهُورِ) مِنْ مَاءٍ، وَتُرَابٍ عِنْدَ التَّمَكُّنِ (عَلَى الْأَقْوَى) لِمَا مَرَّ وَلِرِوَايَةِ زُرَارَةَ عَنْ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَنْ صَلَّى بِغَيْرِ طَهُورٍ، أَوْ نَسِيَ صَلَوَاتٍ، أَوْ نَامَ عَنْهَا، قَالَ:"يُصَلِّيهَا إذَا ذَكَرَهَا فِي أَيِّ سَاعَةٍ ذَكَرَهَا، لَيْلًا، أَوْ نَهَارًا"،وَغَيْرِهَا مِنْ الْأَخْبَارِ الدَّالَّةِ عَلَيْهِ صَرِيحًا.وَقِيلَ لَا يَجِبُ لِعَدَمِ وُجُوبِ الْأَدَاءِ، وَأَصَالَةِ الْبَرَاءَةِ وَتَوَقُّفِ الْقَضَاءِ عَلَى أَمْرٍ جَدِيدٍ.وَدَفْعُ الْأَوَّلِ وَاضِحٌ لِانْفِكَاكِ كُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ الْآخَرِ وُجُوداً وَعَدَمًا وَالْآخَرَيْنِ بِمَا ذُكِرَ.

اور جس شخص کو کسی قسم کی طہارت (وضو، غسل اور تیمّم) کرنا ممکن نہ ہو تو جس وقت اسے طہارت کی قدرت حاصل ہو تو وہ قضاء کرے، یہ قول قوی تر ہے ایک تو نماز کی قضاء کی عمومی دلیلیں اس شخص کو شامل ہیں اور دوسرا زرارہ نے امام باقرؑ سے روایت کی جس شخص نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی یا کچھ نمازیں بھول گیا یا کچھ کچھ نمازوں کے وقت سویا رہا؟ فرمایا؛ جب

---

[1] ۔ شہید ثانی نے کتاب الحدود میں ظاہرا اس کی توبہ قبول نہ ہونے اور اسے قتل کرنے کو ترجیح دی ہے ۔

بھی اسے یاد آئے رات ہو یا دن، ان نمازوں کی قضاء کرے[1]، اور دیگر روایات بھی ہیں جو صریحا اس پر قضاء واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص پر قضاء واجب نہیں کیونکہ اس پر ادا واجب نہیں تھی (کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں) تو قضاء کے اداء کے تابع ہونے کی بناء پر قضاء واجب نہیں ہو گی، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ہمیں اس پر قضاء واجب ہونے کے متعلق شک ہے تو اصل براءت ذمہ جاری کریں اور اس لیے بھی کہ قضاء کا واجب ہونا جدید حکم پر موقوف ہے اور وہ جدید حکم نہیں ملا۔

پہلی دلیل کا جواب واضح ہے کیونکہ اداء اور قضاء دونوں وجود و عدم کے لحاظ سے آپس میں جدا جدا ہیں[2] اور آخری دو دلیلیں قضاء کی عمومی و خصوصی روایات کے ذریعے ردّ ہو جاتی ہیں (کیونکہ جب قضاء کو روایات میں واجب کیا گیا تو اصل براءت ذمہ جاری نہیں ہو گی)۔

فاقد لباس کا حکم

(وَأَوْجَبَ ابْنُ الْجُنَيْدِ الْإِعَادَةَ عَلَى الْعَارِي إذَا صَلَّى كَذَلِكَ) لِعَدَمِ السَّاتِرِ (ثُمَّ وَجَدَ السَّاتِرَ فِي الْوَقْتِ) لَا فِي خَارِجِهِ، مُحْتَجًّا بِفَوَاتِ شَرْطِ الصَّلَاةِ – وَهُوَ السَّتْرُ – فَتَجِبُ الْإِعَادَةُ كَالْمُتَيَمِّمِ (وَهُوَ بَعِيدٌ)، لِوُقُوعِ الصَّلَاةِ مُجْزِيَةً بِامْتِثَالِ الْأَمْرِ، فَلَا يُسْتَعْقَبُ الْقَضَاءُ، وَالسَّتْرُ شَرْطٌ مَعَ الْقُدْرَةِ لَا بِدُونِهَا .

---

[1]۔ وسائل الشیعہ باب۳۰ ابواب تیمّم ح۱، تہذیب ۱: ۴۰۷ | ۱۲۷۹ و ۲: ۲۲۴ | ۸۸۶ ، والاستبصار ۱: ۱۶۹ | ۵۸۷، محمد بن الحسن باسنادہ عن محمد بن احمد ، عن احمد بن الحسن ، عن عمرو بن سعید ، عن مصدق بن صدقۃ ، عن عمار الساباطی۔۔۔الخ۔

[2]۔ کبھی ادا واجب ہوتی ہے اور قضاء واجب نہیں ہوتی جیسے کافر اصلی کا حکم ہے اور کبھی قضاء واجب ہوتی ہے اور ادا واجب نہیں ہوتی جیسے حیض و نفاس والی عورت کے روزے کا حکم ہے ۔

نَعَمْ رَوَى عَمَّارٌ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي رَجُلٍ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا ثَوْبٌ، وَلَا تَحِلُّ الصَّلَاةُ فِيهِ، وَلَيْسَ يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُهُ كَيْفَ يَصْنَعُ ؟ قَالَ : " يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي، وَإِذَا أَصَابَ مَاءً غَسَلَهُ وَأَعَادَ الصَّلَاةَ " وَهُوَ - مَعَ ضَعْفِ سَنَدِهِ - لَا يَدُلُّ عَلَى مَطْلُوبِهِ، لِجَوَازِ اسْتِنَادِ الْحُكْمِ إِلَى التَّيَمُّمِ .

اور ابن جنید نے اس شخص پر جسے لباس نہیں ملا اور اس نے بغیر لباس کے نماز پڑھی وقت کے اندر اگر لباس مل جائے تو نماز کا تکرار کرنا واجب کیا ہے لیکن اگر لباس وقت کے بعد ملے تو اس کی قضاء واجب نہیں کی اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ نماز کی شرط (لباس) فوت ہو گئی تھی تو وقت کے اندر لباس مل جائے تو اس کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھے جیسے تیمّم والے شخص کا حکم ہے۔

لیکن یہ نظریہ بعید ہے کیونکہ وہ نماز جو پڑھی گئی نماز کے حکم کی اطاعت ہونے کی وجہ سے کافی ہے (کیونکہ اس وقت اس کا وہی حکم تھا جس کی اس نے اطاعت کی) تو بعد میں اس کی قضاء نہیں ہو گی اور لباس اس وقت شرط ہے جب اس کی قدرت ہو، اور جب اس کی قدرت نہ ہو تو وہ شرط ہی نہیں، ہاں عمار نے امام صادقؑ سے روایت کی اس شخص کے بارے میں جس پر صرف ایک کپڑا ہو اور وہ ایسا ہو کہ اس میں نماز پڑھنا جائز نہ ہو اور اس کے پانی بھی نہیں جس کے ساتھ اس کو دھو لے تو کیا حکم ہے ؟ فرمایا؛ وہ تیمّم کر کے نماز پڑھے اور جب پانی مل جائے تو اسے دھو لے اور دوبارہ نماز پڑھے۔ یہ دلیل بھی صحیح نہیں کیونکہ ایک تو اس کی سند ضعیف ہے[1]، ثانیا یہ اس کے مقصد پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ نماز کا اعادہ کرنے کا حکم اس

---

[1] ۔اس روایت کو عمار بن موسی ساباطی جو کہ فطحی مذہب سے تعلق رکھتا تھا کی وجہ سے ضعیف کہا جاتا ہے اس کی باقی سند کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں لیکن حق یہ ہےک ہ عمار کو ثقہ اور قابل اعتماد قراردیا گیا ہے اس لیے اس کی روایت معتبر ہوگی اور اسے اصطلاح میں موثقہ کہتے ہیں ، تعجب ہے جب نجاشی اور دیگر علماء رجال نے اس کی توثیق کی تو اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا جائے

وجہ سے ہو کہ اس نے تیمّم کے ساتھ نماز پڑھی نہ اس وجہ سے کہ اس نے نجس لباس میں نماز پڑھی۔

نافلہ نمازوں کی قضاء کا حکم

(وَيُسْتَحَبُّ قَضَاءُ النَّوَافِلِ الرَّاتِبَةِ) الْيَوْمِيَّةِ اسْتِحْبَابًا مُؤَكَّدًا، وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ مَنْ يَتْرُكُهُ تَشَاغُلًا بِالدُّنْيَا لَقِيَ اللَّهَ مُسْتَخِفًّا مُتَهَاوِنًا مُضَيِّعًا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِه.(فَإِنْ عَجَزَ عَنْ الْقَضَاءِ تَصَدَّقَ) عَنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِمُدٍّ، فَإِنْ عَجَزَ فَعَنْ كُلِّ أَرْبَعٍ، فَإِنْ عَجَزَ فَعَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ بِمُدٍّ، وَعَنْ صَلَاةِ النَّهَارِ بِمُدٍّ، فَإِنْ عَجَزَ فَعَنْ كُلِّ يَوْمٍ بِمُدٍّ، وَالْقَضَاءُ أَفْضَلُ مِنْ الصَّدَقَةِ .

روزانہ کے معین نوافل کی قضاء کرنا مستحب موکّد ہے اور منقول ہے کہ جو شخص دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر ان کو چھوڑ دے وہ خدا تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کو خفیف اور سبک سمجھنے والا، اس کو انجام دینے میں سستی کرنے والا اور اس کو ضائع کرنے والا شمار ہوگا۔ پس اگر وہ شخص نوافل کی قضاء کرنے سے عاجز ہے ہو تو ہر دو رکعت کے بدلے میں ایک مد طعام دے اور اس سے عاجز ہو تو ہر چار رکعت کے بدلے میں

، حالانکہ شہید ثانی اس فنّ رجال و درایہ کے ماہر اور حاذق ہیں ،دیکھئے عمار کے متعلق؛رجال طوسی ۲۵۰ و ۳۵۴. تنقیح المقال ۲: ۳۱۸ و ۳: باب کنیت ۵۲. فہرست طوسی ۱۱۷. رجال نجاشی ۲۰۶. معالم العلماء ۸۷. المقالات والفرق ۸۹ و ۲۳۳. رجال علامہ حلی ۲۴۳. معجم الثقات ۸۸. مجمع الرجال ۴: ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۷: ۱۲۹. جامع الرواۃ ۱: ۶۱۳ و ۲: ۴۴۶. رجال ابن داود ۲۶۳. رجال برقی ۳۶ و ۴۸. معجم رجال الحدیث ۱۲: ۲۶۰ و ۲۷۲ و ۲۳: ۱۰۱. فرق الشیعۃ ۷۹. نقد الرجال ۲۴۷ و ۴۰۸. رجال ابی عمرو کشی ۴۰۶. رجال بحر العلوم ۱: ۴۰۷. ہدایۃ المحدثین ۱۲۱ و ۳۱۴. ارشاد شیخ مفید ۳۱۰. بہجۃ الآمال ۵: ۵۶۴. منتہی المقال ۲۲۷. منہج المقال ۲۴۲. جامع المقال ۸۲. التحریر الطاووسی ۱۹۰. وسائل الشیعۃ ۲۰: ۲۷۴. اتقان المقال ۱۰۰. الوجیزۃ ۴۲. شرح مشیخۃ الفقیہ ۴. رجال الانصاری ۱۳۱. مقالات الاسلامیین ۱: ۹۹. الفرق بین الفرق ۶۲. الملل والنحل ۱: ۱۶۸.

ایک مد طعام دے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو رات کے نوافل کے بدلے میں ایک مد طعام اور دن کے نوافل کے بدلے میں ایک مد طعام دے اور اگر سے بھی عاجز ہو تو ہر دن رات کے بدلے میں ایک مد طعام دے اور قضاء کرنا صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

باپ کی قضاء نمازوں کا بڑے بیٹے پر واجب ہونا

(وَيَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ) وَهُوَ الْوَلَدُ الذَّكَرُ الْأَكْبَرُ.وَقِيلَ: كُلُّ وَارِثٍ مَعَ فَقْدِه.(قَضَاءُ مَا فَاتَ أَبَاهُ) مِنْ الصَّلَاة (فِي مَرَضِه) الَّذِي مَاتَ فِيه .(وَقِيلَ): مَا فَاتَهُ (مُطْلَقًا وَهُوَ أَحْوَطُ)، وَفِي الدُّرُوسِ قَطْعٌ بِقَضَاءِ مُطْلَقِ مَا فَاتَهُ، وَفِي الذِّكْرَى نَقَلَ عَنْ الْمُحَقِّقِ وُجُوبَ قَضَاءِ مَا فَاتَهُ لِعُذْرٍ كَالْمَرَضِ، وَالسَّفَرِ وَالْحَيْضِ، لَا مَا تَرَكَهُ عَمْدًا مَعَ قُدْرَتِه عَلَيْهِ، وَنَفَى عَنْهُ الْبَأْسَ، وَنَقَلَ عَنْ شَيْخِه عَمِيدِ الدِّينِ نُصْرَتَهُ.فَصَارَ لِلْمُصَنِّفِ فِي الْمَسْأَلَة ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ، وَالرِّوَايَاتُ تَدُلُّ بِإِطْلَاقِهَا عَلَى الْوَسَطِ وَالْمُوَافِقِ لِلْأَصْلِ مَا اخْتَارَهُ هُنَا.وَفِعْلُ الصَّلَاة عَلَى غَيْرِ الْوَجْه الْمَجْزِيِّ شَرْعًا كَتَرْكِهَا عَمْدًا لِلتَّفْرِيطِ،وَاحْتَرَزَ الْمُصَنِّفُ بِالْأَبِ عَنْ الْأُمِّ وَنَحْوِهَا مِنْ الْأَقَارِبِ، فَلَا يَجِبُ الْقَضَاءُ عَنْهُمْ عَلَى الْوَارِثِ فِي الْمَشْهُورِ، وَالرِّوَايَاتُ مُخْتَلِفَةٌ، فَفِي بَعْضِهَا ذِكْرُ الرَّجُلِ وَفِي بَعْضِ الْمَيِّت .وَيُمْكِنُ حَمْلُ الْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ خُصُوصًا فِي الْحُكْمِ الْمُخَالِف لِلْأَصْلِ، وَنُقِلَ فِي الذِّكْرَى عَنْ الْمُحَقِّقِ وُجُوبُ الْقَضَاءِ عَنْ الْمَرْأَة وَنَفَى عَنْهُ الْبَأْسَ، أَخْذًا بِظَاهِرِ الرِّوَايَاتِ، وَحَمْلًا لِلَفْظِ "الرَّجُلِ" عَلَى التَّمْثِيلِ.وَلَا فَرْقَ - عَلَى الْقَوْلَيْنِ - بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ عَلَى الْأَقْوَى -

ولی اور اس سے مراد بڑا بیٹا ہے اور ایک قول ہے کہ جب وہ نہ ہو تو ہر وارث، پر واجب ہے کہ باپ کی مرض میں جتنی نمازیں اس سے رہ گئی ہوں ان کی قضاء کرے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی تمام نمازیں جو اس سے زندگی میں رہ گئی ہوں (چاہے صحت کی حالت میں رہی ہوں) ان کی قضاء کرے اور یہی قول احتیاط کے زیادہ مطابق ہے اور دروس میں شہید اول نے تمام رہ جانے والی نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے کا یقین کیا ہے اور ذکری میں محقق سے نقل کیا ہے کہ اس نماز کی قضاء واجب ہوگی جو کسی بھی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو جیسے مرض و سفر و حیض، نہ وہ نمازیں جو اس نے قدرت کے باوجود جان بوجھ کر چھوڑی ہوں اور پھر شہید اول نے اس قول کے متعلق فرمایا؛ اس میں کوئی حرج نہیں اور اپنے استاد عمید الدین سے نقل کیا کہ وہ بھی اس قول کی تائید کرتے تھے تو مصنف کے اس مسئلے میں تین قول بن گئے اور روایات بطور مطلق (اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ) درمیانے قول پر دلالت کرتی ہیں (کہ تمام نمازوں کی قضاء واجب ہے) لیکن اصل براءت ذمہ کے مطابق پہلا قول درست ہے جو مصنف نے یہاں اس کتاب میں اختیار کیا ہے اور نماز کو اس کی شرعی شرائط و قیود کل لحاظ کیے بغیر اس طرح پڑھنا کہ شریعت میں کافی نہ ہو ایسے ہے جیسے اس نے سستی کی وجہ سے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی ہو اور مصنف نے باپ کی نمازوں کی قضاء واجب ہونے کو بیان کر کے یہ بھی بتادیا کہ ماں اور دیگر رشتہ داروں کی نمازوں کی قضاء بیٹے پر واجب نہیں ہے تو مشہور قول یہی ہے کہ ان کی قضاء وارثوں پر واجب نہیں ہے اور اس کے متعلق روایات میں اختلاف ہے، بعض میں مرد کا لفظ ذکر ہوا ہے اور بعض روایات میں میت کا ذکر ہے تو اس عمومی عنوان (میت) سے مراد وہ خصوصی عنوان مرد لیا جاسکتا ہے خصوصا جب کسی کی نمازوں کی قضاء دوسروں پر واجب ہونے کا حکم اصل براءت ذمہ کے خلاف ہے اور مصنف نے ذکری میں محقق سے نقل کیا ہے کہ عورت کی قضاء نمازیں پڑھنا بھی وارثوں پو واجب ہے اور مصنف نے کہا؛ اس قول میں کوئی حرج نہیں ہے ہے اور انہوں نے روایات کے ظاہری معنی کو اخذ

کیا ہے اور مرد کے لفظ کو بطور مثال ذکر ہونا مراد لیا، اور دونوں اقوال کی بناء پر اس میں فرق نہیں کہ مرنے والا آزاد تھا یا غلام، یہ قوی تر قول ہے۔

باپ کی قضاء نمازوں کے دیگر احکام

وَهَلْ يُشْتَرَطُ كَمَالُ الْوَلِيِّ عِنْدَ مَوْتِه؟ قَوْلَان، وَاسْتَقْرَبَ فِی الذِّكْرَی اشْتِرَاطَهُ لِرَفْعِ الْقَلَمِ عَنْ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ، وَأَصَالَةِ الْبَرَاءَةِ بَعْدَ ذَلِكَ، وَوَجْهُ الْوُجُوبِ عِنْدَ بُلُوغِه إِطْلَاقُ النَّصِّ، وَكَوْنُهُ فِی مُقَابَلَةِ الْحَبْوَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ خُلُوُّ ذِمَّتِه مِنْ صَلَاةٍ وَاجِبَةٍ، لِتَغَايُرِ السَّبَبِ فَيَلْزَمَانِ مَعًا.

وَهَلْ يَجِبُ تَقْدِيمُ مَا سَبَقَ سَبَبُهُ ؟ وَجْهَانِ اخْتَارَ فِی الذِّكْرَی التَّرْتِيبَ وَهَلْ لَهُ اسْتِئْجَارُ غَيْرِه ؟ يَحْتَمِلُهُ، لِأَنَّ الْمَطْلُوبَ الْقَضَاءُ، وَهُوَ مِمَّا يَقْبَلُ النِّيَابَةَ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَمِنْ تَعَلُّقِهَا بِحَيٍّ، وَاسْتِنَابَتُه مُمْتَنِعَةٌ وَاخْتَارَ فِی الذِّكْرَی الْمَنْعَ، وَفِی صَوْمِ الدُّرُوسِ الْجَوَازُ، وَعَلَيْهِ يَتَفَرَّعُ تَبَرُّعُ غَيْرِه بِه وَالْأَقْرَبُ اخْتِصَاصُ الْحُكْمِ بِالْوَلِيِّ فَلَا يَتَحَمَّلُهَا وَلِيُّهُ، وَإِنْ تَحَمَّلَ مَا فَاتَهُ عَنْ نَفْسِه.وَلَوْ أَوْصَی الْمَيِّتُ بِقَضَائِهَا عَلَی وَجْهٍ تُنَفَّذُ سَقَطَتْ عَنْ الْوَلِيِّ، وَبِالْبَعْضِ وَجَبَ الْبَاقِی-

۱۔ اور کیا موت کے وقت ولی کا کامل (عاقل و بالغ ہونا) شرط ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں؛ مصنف نے ذکری میں اس کا کامل ہونا شرط قرار دیا کیونکہ بچے اور مجنون سے ذمہ داری اور تکلیف شرعی کا قلم اٹھالیا گیا ہے اور اس کے عاقل و بالغ ہونے کے بعد اس پر قضاء واجب ہونے سے اصل براءت ذمہ جاری ہوتی ہے اور اس ر بالغ ہونے کے بعد قضاء واجب ہونے کی دلیل روایات کا وسیع مفہوم (اطلاق) ہے اور اس لیے بھی کہ وہ قضاء اس لیے واجب ہوتی ہے کہ وہ والد کی نفیس چیزوں کا مالک بنتا ہے اور قضاء ان کے بدلے میں ہے۔

۲۔ کیا واجب ہے کہ اس نماز کو پہلے ادا کرے جس کا سبب مقدم ہو ؟اس میں دو وجہیں ہیں ذکری میں مصنف نے اختیار کیا ہے کہ ترتیب کا لحاظ رکھے۔

۳۔ کیا وہ ان نمازوں کے لیے کسی کو اجیر بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں اس کا احتمال ہے کہ وہ اجیر بنا سکتا ہے کیونکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ نمازیں پڑھی جائیں اور وہ نمازیں ایسی ہیں کہ شخص کے مرنے کے بعد ان میں نیابت ہو سکتی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اجیر نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ اب اس کے بیٹے پر واجب ہیں جو زندہ ہے اور زندہ کی طرف سے نیابت جائز نہیں ہوتی ، شہید اول نے ذکری میں فرمایا؛ بیٹا کسی کو نائب نہیں بنا سکتا اور دروس میں روزے کی بحث میں نیابت کو جائز قرار دیا ہے

۴۔ اور اس مسئلے پر متفرع ہے کہ آیا بیٹے کے علاوہ کوئی شخص ان نمازوں کو مفت میں انجام دے سکتا ہے یا نہیں ؟اور قریب تر یہ ہے کہ قضاء نمازوں کا حکم ولی کے ساتھ خاص ہے پس ولی کے ولی (یعنی پوتے) پر وہ نمازیں واجب نہیں ہوگی اگرچہ خود ولی کی نمازیں جو رہ گئی ہوں ان کی قضاء کرے گا (کیونکہ اس کی نسبت سے وہ اس کا باپ ہے)۔

۵۔ اور اگر میت نے ان نمازوں کی قضاء کی اس طرح وصیت کر دی ہو جو وصیت نافذ ہو (یعنی ترکے کے ایک تہائی حصے میں ہو تو ولی سے ان نمازوں کی قضاء ساقط ہے اور اگر میت نے بعض نمازوں کی وصیت کی ہو تو باقی نمازوں کی قضاء واجب ہے۔

فوت شدہ نمازوں کی تعداد یاد نہ ہونے کا حکم

(وَلَوْ فَاتَ الْمُكَلَّفُ) مِنْ الصَّلَاةِ (مَا لَمْ يُحْصِه) لِكَثْرَتِه (تَحَرَّى) أَيْ اجْتَهَدَ فِي تَحْصِيلِ ظَنٍّ بِقَدْرٍ (وَيَبْنِي عَلَى ظَنِّه)، وَقَضَى ذَلِكَ الْقَدْرَ سَوَاءٌ كَانَ الْفَائِتُ مُتَعَدِّدًا كَأَيَّامٍ كَثِيرَةٍ، أَمْ مُتَّحِدًا كَفَرِيضَةٍ مَخْصُوصَةٍ مُتَعَدِّدَةٍ .وَلَوْ اشْتَبَهَ الْفَائِتُ

فِی عَدَدٍ مُنْحَصِرٍ عَادَةً وَجَبَ قَضَاءُ مَا تَيَقَّنَ بِهِ الْبَرَاءَةَ، كَالشَّكِّ بَيْنَ عَشْرٍ وَعِشْرِينَ، وَفِيهِ وَجْهٌ بِالْبِنَاءِ عَلَى الْأَقَلِّ وَهُوَ ضَعِيفٌ.

اگر کسی شخص سے اتنی نمازیں چھوٹ گئی ہوں کہ وہ ان کی تعداد کو نہ جانتا ہو تو وہ کوشش کرے کہ وہ ان کی تعداد کے گمان کو حاصل کرے اور جتنی نمازوں کے بارے میں گمان ہو کہ رہ گئی تھیں ان پر بناء رکھے اور اس مقدار کی قضاء کرے چاہے چھوٹ جانے والی نمازیں متعدد اور مختلف ہوں جیسے بہت سے دنوں کی نمازیں ہوں یا ایک قسم کی ہوں جیسے مخصوص فریضہ اور اگر فوت شدہ نمازیں عادۃ کسی منحصر د تعداد میں مشتبہ ہوں تو اتنی تعداد کی قضاء واجب ہے جس کے ساتھ ذمہ کے بری ہونے کا یقین ہو جائے جیسے دس اور بیس کے درمیان شک ہو تو بیس نمازیں پڑھے اور اس میں ایک وجہ یہ ہے کہ وہ کم پر بناء رکھے لیکن یہ وجہ ضعیف ہے (کیونکہ اس سے اس کو اپنے ذمہ کے بری ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ذمہ بری ہونے کا یقین حاصل کرے)۔

نماز میں نیت تبدیل کرنے کا حکم

(وَيَعْدِلُ إِلَى) الْفَرِيضَةِ (السَّابِقَةِ لَوْ شَرَعَ فِی) قَضَاءِ (اللَّاحِقَةِ) نَاسِيًا مَعَ إِمْكَانِهِ، بِأَنْ لَا يَزِيدَ عَدَدُ مَا فَعَلَ عَنْ عَدَدِ السَّابِقَةِ، أَوْ تَجَاوَزَهُ وَلَمَّا يَرْكَعُ فِی الزَّائِدَةِ، مُرَاعَاةً لِلتَّرْتِيبِ حَيْثُ يُمْكِنُ.وَالْمُرَادُ بِالْعُدُولِ أَنْ يَنْوِيَ بِقَلْبِهِ تَحْوِيلَ هَذِهِ الصَّلَاةِ إِلَى السَّابِقَةِ - إِلَى آخِرِ مُمَيِّزَاتِهَا - مُتَقَرِّبًا.وَيَحْتَمِلُ عَدَمَ اعْتِبَارِ بَاقِي الْمُمَيِّزَاتِ، بَلْ فِی بَعْضِ الْأَخْبَارِ دَلَالَةٌ عَلَيْهِ.(وَلَوْ تَجَاوَزَ مَحَلَّ الْعُدُولِ) بِأَنْ رَكَعَ فِی زَائِدَةٍ عَنْ عَدَدِ السَّابِقَةِ (أَتَمَّهَا ثُمَّ تَدَارَكَ السَّابِقَةَ لَا غَيْرَ) لِاغْتِفَارِ التَّرْتِيبِ مَعَ النِّسْيَانِ، وَكَذَا لَوْ شَرَعَ فِی اللَّاحِقَةِ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً،

وَلَوْ عدلَ إلَى السَّابقَة ثُمَّ ذَكَرَ سَابقَةً أُخْرَى عَدلَ إلَيْهَا، وهَكَذَا، ولَوْ ذَكَرَ بَعْدَ الْعُدُول بَرَاءَتَه منْ الْمَعْدُول إلَيْهَا عَدَلَ إلَى اللَّاحقَة الْمَنْويَّة أَوَّلًا، أَوْ فيمَا بَعْدَه، فَعَلَى هَذَا يُمْكنُ تَرَامى الْعُدُول وَدَوْره .

وَكَمَا يَعْدلُ منْ فَائتَة إلَى مثْلهَا فَكَذَا مَنْ حَاضرَة إلَى مثْلهَا كَالظُّهْرَيْن لمَنْ شَرَعَ في الثَّانيَة نَاسيًا، وَإلَى فَائتَة اسْتحْبَابًا عَلَى مَا تَقدَّمَ، أَوْ وُجُوبًا عَلَى الْقَوْل الْآخَر، وَمنْ الْفَائتَة إلَى الْأَدَاء لَوْ ذَكَرَ بَرَاءَتَهُ منْهُمَا، وَمنْهُمَا إلَى النَّافلَة في مَوَارد، وَمنْ النَّافلَة إلَى مثْلهَا، لَا إلَى فَريضَة، وَجُمْلَةُ صُوَره ستَّ عَشْرَةَ، وَهيَ الْحَاصلَةُ منْ ضَرْب صُوَر الْمَعْدُول عَنْهُ وَإلَيْه وَهيَ أَرْبَعٌ نَفْلٌ، وَفَرْضٌ، أَدَاءً، وَقَضَاءً في الْآخَر.

اگر بھول کر بعد والی نماز کی قضاء شروع کردے تو ممکنہ صورت میں اس سے پہلے والی نماز کی طرف نیت کو موڑ دے ممکن ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے اس کی رکعتیں سابقہ نماز کی رکعتوں سے زیادہ نہ ہوئی ہوں یا اس کی رکعتوں سے زیادہ ہو چکا ہو لیکن اگلی رکعت کا رکوع نہ کیا ہو یہ ممکنہ صورت میں نیت کو تبدیل کرے گا تاکہ ترتیب کی رعایت ہو جائے اور نیت تبدیل کرنے سے مراد یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے کہ اس نماز کو سابقہ نماز کی طرف تبدیل کردے اس کے تمام خصوصیات (وجوب، قضاء اور تمام یا قصر ہونے کے لحاظ سے) اور قربت کی نیت بھی رہے اور احتمال ہے کہ اس کے باقی خصوصیات کو تبدیل کرنا ضروری نہ ہو بلکہ بعض روایات میں بھی اس پر دلالت ہے۔

اور اگر نیت تبدیل کرنے کا موقع اور محلّ گزر چکا ہو یعنی بعد والی رکعت کے رکوع میں چلا گیا ہو تو اس نماز کو پورا کرے پھر اس کے بعد سابقہ نماز کی قضاء کرے اس پر دوسری کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ بھول جانے کی صورت میں ترتیب معاف ہے اور اسی طرح ہے جب وہ بعد

والی نماز شروع کرے پھر یاد آئے کہ اس پر کوئی پہلی نماز کی قضاء بھی واجب ہے تو ممکنہ صورت میں نیت تبدیل کرے۔

اور اگر ایک نماز سے اس سے پہلے والی نماز کی طرف نیت تبدیل کرے پھر یاد آئے کہ اس سے بھی پہلے والی نماز کی قضاء باقی ہے تو اس کی طرف نیت تبدیل کر سکتا ہے اور اس طرح اگر اسے سے بھی پہلے کوئی نماز ہو تو اس کی طرف نیت تبدیل کرے اور اگر پہلے والی نماز کی طرف نیت تبدیل کرنے کے بعد یاد آئے کہ اس سے اس کا ذمہ بری تھا (یعنی وہ قضاء نہیں تھی) تو اس بعد والی نماز کی طرف نیت دوبارہ پھیر لے جس کی پہلے نیت کی تھی یا اس کے بھی بعد والی نماز کی طرف نیت پھیر لے، اس بناء پر نیت پھیرنے کا پے در پے ہونا اور اس کا سلسل وار ہونا ممکن ہے۔

جس طرح ایک قضاء نماز سے دوسری قضاء کی طرف نیت پھیری جاسکتی ہے اسی طرح ایک حاضر نماز سے دوسری حاضر نماز کی طرف نیت پھیری جاسکتی ہے جیسے نماز ظہر و عصر کہ اگر کوئی شخص بھول کر نماز عصر شروع کر دے تو پہلی کی طرف نیت تبدیل کرے اور اسی طرح نماز حاضر سے نماز قضاء کی طرف نیت تبدیل کی جاسکتی ہے چاہے اس کی طرف نیت پھیرنا مستحب ہو جیسے گزر چکا (کہ اگر حاضر نماز کا وقت وسیع ہو تو پہلے قضاء پڑھ لے) یا واجب ہو جیسا کہ اس مسئلے میں دوسرا قول یہی تھا اور نماز قضاء سے نماز ادا کی طرف نیت پھیری جاسکتی ہے اگر اسے یاد آئے کہ جو قضاء نماز شروع کی ہے اس سے اس کا ذمہ بری تھا اور قضاء اور ادا فرض نماز سے نافلہ نماز کی طرف نیت پھیری جاسکتی ہے اس کے مخصوص موارد ہیں (جیسے جماعت کی فضیلت کو درک کرنے کے لیے یا اذان و اقامت بھول جانے والے کے لیے مستحب ہے کہ نیت نافلہ نماز کی طرف پھیر دے اور اذان اقامت کہہ کر نماز فریضہ کو دوبارہ شروع کرے)۔

اور نافلہ نماز سے دوسری نافلہ کی طرف بھی نیت پھیری جاسکتی ہے لیکن نافلہ سے فریضہ کی طرف نیت نہیں پھیری جاسکتی اس طرح نیت تبدیل کرنے کی کل سولہ صورتیں ہیں؛ جو ان نمازوں کی آپس میں ضرب سے حاصل ہوتی ہیں جن کی نیت کی اور جن کی طرف نیت پھیری جاتی ہے اور وہ کل چار نمازیں ہیں؛ نافلہ، فریضہ، ادا، قضاء (۴*۴=۱۶)۔

اوّل وقت میں عذر رکھنے والوں کے لیے جلدی نماز پڑھنے کا حکم

(مَسَائِلُ) (الْأُولَى – ذَهَبَ الْمُرْتَضَى وَابْنُ الْجُنَيْدِ وَسَلَّارَ إلَى وُجُوبِ تَأْخِيرِ أُولَى الْأَعْذَارِ إلَى آخِرِ الْوَقْتِ) مُحْتَجِّينَ بِإِمْكَانِ إيقَاعِ الصَّلَاةِ تَامَّةً بِزَوَالِ الْعُذْرِ، فَيَجِبُ كَمَا يُؤَخِّرُ الْمُتَيَمِّمُ بِالنَّصِّ، وَبِالْإِجْمَاعِ عَلَى مَا ادَّعَاهُ الْمُرْتَضَى، (وَجَوَّزَهُ الشَّيْخُ أَبُو جَعْفَرٍ الطُّوسِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ" أَوَّلَ الْوَقْتِ) وَإِنْ كَانَ التَّأْخِيرُ أَفْضَلَ.(وَهُوَ الْأَقْرَبُ) لِمُخَاطَبَتِهِمْ بِالصَّلَاةِ مِنْ أَوَّلِ الْوَقْتِ بِإِطْلَاقِ الْأَمْرِ، فَتَكُونُ مُجْزِئَةً لِلِامْتِثَالِ وَمَا ذَكَرُوهُ مِنْ الْإِمْكَانِ مُعَارَضٌ بِالْأَمْرِ، وَاسْتِحْبَابِ الْمُبَادَرَةِ إلَيْهَا فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ.وَمُجَرَّدُ الِاحْتِمَالِ لَا يُوجِبُ الْقُدْرَةَ عَلَى الشَّرْطِ، وَيُمْكِنُ فَوَاتُهَا بِمَوْتٍ وَغَيْرِهِ، فَضْلًا عَنْهُ، وَالتَّيَمُّمُ خَرَجَ بِالنَّصِّ، وَإِلَّا لَكَانَ مِنْ جُمْلَتِهَا.

نَعَمْ يُسْتَحَبُّ التَّأْخِيرُ مَعَ الرَّجَاءِ خُرُوجًا مِنْ خِلَافِهِمْ، وَلَوْلَاهُ لَكَانَ فِيهِ نَظَرٌ .

سید مرتضی، ابن جنید اسکافی اور سلّار کا نظریہ یہ ہے کہ اول وقت میں عذر رکھنے والوں کو آخر وقت تک نماز موخّر کرنا واجب ہے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ چونکہ امکان ہے کہ آخر وقت تک ان کا عذر زائل ہو جائے اور وہ کامل نماز ادا کرے تو اسے موخر کرنا لازم ہے جسے تیمّم کرنے والے کے لیے صریح روایت ہے کہ نماز کو آخری وقت تک موخر کرے اور دوسری دلیل اجماع ہے جس کا سید مرتضی نے دعوی کیا ہے۔

شیخ طوسی نے ان لوگوں کے لیے اول وقت میں نماز جائز قرار دی ہے اگرچہ تاخیر کرنا افضل ہے اور یہی نظریہ قریب تر ہے کیونکہ عذر والوں کے لیے اول وقت میں نماز کا خطاب موجود ہے کیونکہ نماز کا حکم مطلق اور وسیع مفہوم رکھتا ہے تو ان کی نماز بھی کافی ہوگی اور انہوں نے جو کہا کہ آخری وقت میں عذر زائل ہو کر کامل نماز پڑھنے کا امکان ہے تو وہ نماز کے مطلق امر کے ساتھ مخالف ہے وار اس کے بھی مخالف ہے جن ادلہ میں اول وقت میں کار خیر کی طرف جلدی کرنے کو مستحب قرار دیا گیا اور عذر زائل ہونے کا فقط احتمال سبب نہیں بنتا کہ شرط پر قدرت بھی حاصل ہو جائے بلکہ ممکن ہے کہ موت وغیرہ کی وجہ سے پوری نماز ہی رہ جائے چہ جائیکہ عذر زائل ہو اور وہ کامل نماز پڑھے اور تیمّم والے کے حکم یہاں قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ روایت خاص کے ذریعے اس نماز کے حکم سے خارج ہوا وگرنہ وہ بھی اسی حکم میں ہوتا (اور اول وقت میں تیمّم کے ساتھ نماز پڑھ سکتا) ہاں ان کے اختلاف سے بچنے کے لیے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ جب عذر زائل ہونے کی امید ہو تو نماز کو موخر کرنا مستحب ہے اور اگر ان کے اختلاف کو کم کرنا مقصود نہ ہوتا تو عذر کے زائل ہونے کی امید کی صورت میں بھی نماز کو موخر کرنے میں اشکال تھا (کیونکہ اول وقت میں نماز کا حکم موجود ہے اور وہ اپنے وظیفہ کے مطابق اس کو انجام دے سکتے ہیں)۔

پیٹ کے مریض کا حکم

(الثَّانِيَةُ الْمَرْوِيُّ فِي الْمَبْطُونِ) وَهُوَ مَنْ بِهِ دَاءُ الْبَطْنِ بِالتَّحْرِيكِ مِنْ رِيحٍ، أَوْ غَائِطٍ عَلَى وَجْهٍ لَا يُمْكِنُهُ مَنْعُهُ مِقْدَارَ الصَّلَاةِ (الْوُضُوءُ لِكُلِّ) صَلَاةٍ، (وَالْبِنَاءُ) عَلَى مَا مَضَى مِنْهَا (إِذَا فَجَأَهُ الْحَدَثُ) فِي أَثْنَائِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ، وَاغْتِفَارُ هَذَا الْفِعْلِ وَإِنْ كَثُرَ، وَعَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنْ الْمُتَقَدِّمِينَ،(وَأَنْكَرَهُ بَعْضُ الْأَصْحَابِ) الْمُتَأَخِّرِينَ، وَحَكَمُوا بِاغْتِفَارِ مَا يَتَجَدَّدُ مِنْ الْحَدَثِ بَعْدَ الْوُضُوءِ، سَوَاءٌ وَقَعَ

فِی الصَّلَاۃ، أَمْ قَبْلَهَا إنْ لَمْ یَتَمَکَّنْ مِنْ حِفْظِ نَفْسِه مِقْدَارَ الصَّلَاۃ، وَإِلَّا اسْتَأْنَفَهَا، مُحْتَجِّینَ بِأَنَّ الْحَدَثَ الْمُتَجَدِّدَ لَوْ نَقَضَ الطَّهَارَةَ لَأَبْطَلَ الصَّلَاۃَ، لأَنَّ الْمَشْرُوطَ عَدَمٌ عِنْدَ عَدَمِ شَرْطِه، وَبِالْأَخْبَارِ الدَّالَّة عَلَی أَنَّ الْحَدَثَ یَقْطَعُ الصَّلَاۃَ.(وَالْأَقْرَبُ الْأَوَّلُ لِتَوْثِیقِ رِجَالِ الْخَبَرِ) الدَّالِّ عَلَی الْبِنَاءِ عَلَی مَا مَضَی مِنْ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الطَّهَارَةِ (عَنْ الْبَاقِرِ عَلَیْهِ السَّلَامُ)، وَالْمُرَادُ تَوْثِیقُ رِجَالِه عَلَی وَجْهٍ یَسْتَلْزِمُ صِحَّةَ الْخَبَرِ، فَإِنَّ التَّوْثِیقَ أَعَمُّ مِنْهُ عِنْدَنَا، وَالْحَالُ أَنَّ الْخَبَرَ الْوَارِدَ فِی ذَلِکَ صُحِّحَ بِاعْتِرَافِ الْخَصْمِ، فَیَتَعَیَّنُ الْعَمَلُ بِه لِذَلِکَ (وَشُهْرَتُه بَیْنَ الْأَصْحَابِ) خُصُوصًا الْمُتَقَدِّمِینَ، وَمَنْ خَالَفَ حُکْمَهُ أَوَّلَهُ بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْبِنَاءِ الاسْتِئْنَافُ.وَفِیه: أَنَّ الْبِنَاءَ عَلَی الشَّیْءِ یَسْتَلْزِمُ سَبْقَ شَیْءٍ مِنْهُ یَبْنِی عَلَیْه، لِیَکُونَ الْمَاضِی بِمَنْزِلَةِ الْأَسَاسِ لُغَةً وَعُرْفًا، مَعَ أَنَّهُمْ لَا یُوجِبُونَ الاسْتِئْنَافَ، فَلَا وَجْهَ لِحَمْلِهِمْ عَلَیْه.وَالاحْتِجَاجُ بِالاسْتِلْزَامِ مُصَادَرَةٌ، وَکَیْفَ یَتَحَقَّقُ التَّلَازُمُ مَعَ وُرُودِ النَّصِّ الصَّحِیحِ بِخِلَافِه، وَالْأَخْبَارُ الدَّالَّةُ عَلَی قَطْعِ مُطْلَقِ الْحَدَثِ لَهَا مَخْصُوصَةٌ بِالْمُسْتَحَاضَةِ وَالسَّلَسِ اتِّفَاقًا، وَهَذَا الْفَرْدُ یُشَارِکُهُمَا بِالنَّصِّ الصَّحِیحِ، وَمَصِیرُ جَمْعٍ إِلَیْه، وَهُوَ کَافٍ فِی التَّخْصِیص.نَعَمْ هُوَ غَرِیبٌ لَکنَّهُ لَیْسَ بِعَادِمٍ لِلنَّظِیرِ، فَقَدْ وَرَدَ صَحِیحًا قَطْعُ الصَّلَاۃِ وَالْبِنَاءُ عَلَیْهَا فِی غَیْرِه مَعَ أَنَّ الاسْتِبْعَادَ غَیْرُ مَسْمُوعٍ .

وہ شخص جسے پیٹ کی بیماری ہو، ہوا یا پاخانہ اس طرح خارج ہوتا رہتا ہو کہ نماز کی مقدار کے لیے بھی ان کو روکنا ممکن نہ ہو تو اس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ شخص وضو کرے اور

جتنی نماز گزر چکی ہو اس پر بناء رکے جب وضو کے بعد نماز شروع کرنے کے بعد اچانک حدث طاری ہو جائے، اور نماز کے دوران یہ فعل (وضو کرنا) اگرچہ فعل کثیر ہو معاف ہے اور متقدمین کی ایک جماعت اسی نظریئے کی قائل تھی اور بعض متاخرین نے اس کا انکار کیا اور حکم لگایا کہ وضو کے بعد جو حدث واقع ہو وہ معاف ہے چاہے نماز کے دوران واقع ہو یا اس سے پہلے اگر وہ نماز کی مقدار وقت تک اپنے آپ کو نہ روک سکتا ہو وگرنہ دوبارہ وضو کرے اور شروع سے نماز پڑھے اور انہوں نے یہ دلیل دی کہ یہ بعد والا حدث اگر طہارت کو باطل کرے تو خود نماز کو بھی باطل کرے گا کیونکہ طہارت نماز میں شرط ہے اور جب شرط نہ ہو تو مشروط بھی معدوم ہو جاتا ہے اور ایسی روایات بھی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ حدث سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن پیٹ کے مریض کی نماز باطل نہ ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے پس اس کا پہلا وضو ہی باطل نہ ہو گا لیکن پہلا نظریہ قریب تر ہے کیونکہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں جو دلالت کرتی ہے کہ طہارت کرے اور جتنی نماز گزر چکی ہو اس پر بناء رکھے اور یہ روایت امام باقرؑ سے منقول ہے اور اس روایت کے روایت کرنے والوں کو قابل اعتماد قرار دینے سے مراد یہ ہے جس سے خبر کا صحیح ہونا لازم آتا ہے کیونکہ توثیق ہمارے نزدیک خبر کے صحیح ہونے سے عام معنی رکھتی ہے (وہ غیر امامی ثقہ اور قابل اعتماد راوی کی خبر موثق کو بھی شامل ہے) حالانکہ اس مورد میں جو روایت وارد ہوئی ہے مخالف نظریہ کے قائل کے اعتراف کے مطابق بھی صحیح ہے (اس کے تمام راوی امامی اور معتمد ہیں) تو اس پر عمل کرنا متعین ہے اور یہ روایت علماء کے درمیان خصوصا متقدمین میں مشہور تھی اور جس نے اس کے حکم کی مخالفت کی ہے اس نے اس کی تاویل کی ہے کہ بناء رکھنے سے مراد دوبارہ شروع کرنا ہے اس تاویل میں یہ اشکال ہے کہ کسی چیز پر بناء رکھنے کا لازمہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز ہو جس پر بناء رکھی جائے تاکہ وہ پہلی چیز اس کے لیے اساس اور بنیاد کی مانند ہو یہ بناء کا لغت اور عرف میں معنی ہے پھر وہ مخالفین خود بھی نماز کو شروع سے پڑھنے کو اجب

نہیں سمجھتے تو وہ مراد لینا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے جو یہ دلیل دی کہ اگر درمیان میں حدث کا واقع ہونا دوبارہ وضو کا سبب بنے اور طہارت کو باطل کرے تو نماز کو بھی باطل کرے گا، یہ ان کا دعوی بلادلیل ہے بھلا کس طرح اس وضو اور نماز کے باطل ہونے کے باہم لازم ملزوم ہونے کو مانا جاسکتا ہے حالانکہ اس کے خلاف صحیح روایت موجود ہے اور جن روایات میں ہے کہ ہر قسم کا حدث نماز کو باطل کردیتا ہے وہ مستحاضہ عورت اور اس شخص کے ساتھ خاص ہیں جسے پیشاب قطرہ قطرہ آتا رہتا ہو اور یہ فرد (پیٹ کا مریض) بھی ان کے ساتھ اس عمومی حکم میں شامل ہے کہ وضو باطل ہونے سے نماز باطل ہو لیکن صحیح روایت نے ان کے حکم سے اس کو خارج کردیا اور علماء کی ایک جماعت نے اس کے مطابق فتوی دیا اور یہ اس عمومی حکم کی تخصیص کرنے کے لیے کافی ہے۔

ہاں اگرچہ نماز کے دوران دوبارہ وضو کرنے کی اجازت عجیب ہے لین فقہ میں اس کی اور بھی کافی مثالیں ہیں دیگر موارد میں بھی صحیح اور معتبر روایات میں حکم ہوا کہ نماز کو چھوڑ دے اور پھر جتنی نماز پڑھ چکا ہو[1] اس پر بناء رکھے پھر اس چیز کا عجیب و غریب ہونا قابل غور نہیں (صحیح روایات میں اس کی اجازت ہے)۔

[1]۔جیسے موثقہ سماعہ میں ہے میں نے ان سے پوچھا ایک شخص نماز فریضہ کے لیے کھڑا ہوا اور اپنی تھیلی یا مال کو بھول گیا اسے اپنی جائیداد کے ضایع کا خوف ہوا تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اپنی نماز چھوڑ دے اور اپنے مال کو محفوظ کرے پھر نماز پوری کرے ، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی؛ ایک شخص نماز میں تھا کہ اس کے جانور سے کوئی جانور لڑنے لگا تو اس کے مرنے کا معذور ہونے کا خطرہ ہے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا؛ اس میں حرج نہیں کہ وہ نماز چھوڑ دے اور اس کے حفاظت کرے اور پھر نماز کی طرف لوٹ آئے، وسائل الشیعہ، ب۲۲ ابواب قطع نماز ، یہ روایت موثقہ ہیں اور مضمرہ بھی(یعنی اس میں امام معصوم کا اسم گرامی بھی ذکر نہیں) اگرچہ سماعہ کی مضمرہ روایات قبول ہیں جب ان کی باقی سند معتبر ہو اور دیگر روایات کی سند مجہول ہے تو اسے صحیح کہنے کی وجہ معلوم نہیں ہے۔

قضاء نمازوں کو جلدی انجام دینے کا استحباب

(الثَّالثَةُ يُسْتَحَبُّ تَعْجِيلُ الْقَضَاء) اسْتِحْبَابًا مُؤَكَّدًا، سَوَاءٌ الْفَرْضُ وَالنَّفَلُ، بَلْ الْأَكْثَرُ عَلَى فَوْرِيَّةِ قَضَاءِ الْفَرْضِ، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ الاشْتِغَالُ عَنْهُ بِغَيْرِ الضَّرُورِيِّ مِنْ أَكْلِ مَا يُمْسِكُ الرَّمَقَ، وَنَوْمٍ يُضْطَرُّ إلَيْهِ، وَشُغْلٍ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ وَأَفْرَدَهُ بِالتَّصْنِيفِ جَمَاعَةٌ، وَفِي كَثِيرٍ مِنْ الْأَخْبَارِ دَلَالَةٌ عَلَيْهِ، إلَّا أَنَّ حَمْلَهَا عَلَى الاسْتِحْبَابِ الْمُؤَكَّدِ طَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَا دَلَّ عَلَى التَّوْسِعَةِ.(وَلَوْ كَانَ) الْفَائِتُ (نَافِلَةً لَمْ يَنْتَظِرْ بِقَضَائِهَا مِثْلُ زَمَانِ فَوَاتِهَا) مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، بَلْ يَقْضِي نَافِلَةَ اللَّيْلِ نَهَاراً وَبِالْعَكْسِ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ كُلًّا مِنْهُمَا خِلْفَةً لِلْآخَرِ، وَلِلْأَمْرِ بِالْمُسَارَعَةِ إلَى أَسْبَابِ الْمَغْفِرَةِ وَلِلْأَخْبَارِ.وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنْ الْأَصْحَابِ إلَى اسْتِحْبَابِ الْمُمَاثَلَةِ اسْتِنَاداً إلَى رِوَايَةِ إسْمَاعِيلَ الْجُعْفِيِّ عَنْ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ :" أَفْضَلُ قَضَاءِ النَّوَافِلِ قَضَاءُ صَلَاةِ اللَّيْلِ بِاللَّيْلِ، وَصَلَاةِ النَّهَارِ بِالنَّهَارِ"، وَغَيْرِهَا.وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِالْحَمْلِ عَلَى الْأَفْضَلِ وَالْفَضِيلَةِ، إذْ عَدَمُ انْتِظَارِ مِثْلِ الْوَقْتِ فِيهِ مُسَارَعَةٌ إلَى الْخَيْرِ وَهُوَ أَفْضَلُ – كَذَا أَجَابَ فِي الذِّكْرَى، وَهُوَ يُؤْذِنُ بِأَفْضَلِيَّةِ الْمُمَاثَلَةِ، إذْ لَمْ يَذْكُرْ الْأَفْضَلَ إلَّا فِي دَلِيلِهَا.وَأَطْلَقَ فِي بَاقِي كُتُبِهِ اسْتِحْبَابَ التَّعْجِيلِ، وَالْأَخْبَارُ بِهِ كَثِيرَةٌ إلَّا أَنَّهَا خَالِيَةٌ عَنْ الْأَفْضَلِيَّةِ .

قضاء نمازوں کو جلدی انجام دینا مستحب موکّد ہے چاہے فرض نماز کی قضاء ہو یا نوافل کی بلکہ اکثر علماء نے فرض نماز کی قضاء کو فوراانجام دیناواجب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جائز نہیں کہ

انسان غیر ضروری کاموں میں مشغول ہو کر قضاء کو موخّر کرے ہاں ضروری کام کر سکتا ہے جیسے جان کی بقاء کے لیے کھانا پینا اور جتنا ضروری ہو سونا اور وہ کام کرنا جس پر اس کی اقتصادی زندگی کا دار و مدار ہو اس طرح ضروری چیزیں، اور بعض علماء نے اس کے متعلق مستقل تحقیقات لکھی ہیں اور بہت سی روایات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں مگر ان سے مراد مستحب موکّد لینا تمام روایات کو باہم جمع کر دیتا ہے کیونکہ کچھ ایسی روایت ہیں جو قضاء کے وقت کے وسیع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اگر چھوٹ جانے والی نماز نافلہ ہو تو اس کی قضاء کے لیے اس وقت تک انتظار ضروری نہیں کہ جس وقت کی وہ قضاء ہوئی ہے چاہے دن کی نافلہ ہو یا رات کی بلکہ نوافل شب کو دن میں قضاء کر سکتا ہے اور اس کے برعکس بھی جائز ہے کیونکہ خداوند متعال نے دن اور رات کو ایک دوسرے کے بعد قرار دیا ہے اور اس لیے بھی کہ مغفرت کے اسباب کی طرف جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تیسری دلیل وہ خصوصوی روایات ہیں جو اس مورد میں آئی ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ نافلہ نماز کی قضاء اس کے معین وقت میں کرنا مستحب ہے اور اس کی دلیل اسماعیل جعفی[1] کی امام باقرؑ سے روایت ہے فرمایا؛ نوافل کی قضاء کا افضل طریقہ یہ ہے کہ نماز شب کو رات میں اور دن کے نوافل کو

---

[1]۔ اسماعیل بن جابر بن یزید جعفی امام باقرؑ کے نجیب اصحاب میں سے ہے، اور اس نے امام صادقؑ اور کاظمؑ سے بھی روایت کی اور شیخ نے اسے رجال میں توثیق کی اگرچہ رجال کے بعض نسخوں میں تحریف واقع ہوئی اور اس کی صفت خثعمی بیان ہوئی، حالانکہ علامہ حلی اور قہپائی کے پاس جو نسخہ رجال شیخ طوسی کا موجود تھا اس میں اسے جعفی کے عنوان سے ذکر کیا گیا، لیکن متاخرین میں صاحب قاموس رجال نے اس چیز پر زور دیا کہ اسماعیل جعفی سے مراد ابن عبادالرحمٰن ہے لیکن وہ صحیح نہیں، اس کی تفصیل رجال کی کتب میں ذکر ہے، دیکھیئے؛ رجال برقی ۱۲ و ۱۸، اختیار معرفۃ الرجال ۱۶۹ ن ۲۸۳ و ۱۹۹ ن ۳۴۹ و ۳۵۰، ۳۷۶ ن ۷۰۷، رجال نجاشی ۱|۱۲۳ ن ۷۰، رجال طوسی ۱۰۵ ن ۱۸، ۱۴۷ ن ۹۳، ۳۴۳ ن ۱۳، فہرست طوسی ۳۸ ن ۴۹، معالم العلماء ۱۰ ن ۴۲، التحریر الطاووسی ۳۶ ن ۱۶، رجال ابن داود ۵۵ ن ۱۷۶، رجال علامہ حلی ۸ ن ۲، لسان المیزان ۱|۳۹۷ ن ۱۲۵۱، نقد الرجال ۴۳ ن ۱۴، مجمع الرجال ۱|۲۰۷، جامع الرواۃ ۱|۹۳، وسائل الشیعۃ ۲۰|۱۳۹ ن ۱۴۹، الوجیزۃ ۱۴۵، ہدایۃ المحدثین ۱۹، بہجۃ الآمال ۲|۲۵۸، تنقیح المقال ۱|۱۳۰ ن ۷۸۹، اعیان الشیعۃ ۳|۳۱۴، الذریعۃ ۲|۱۴۲ ن ۵۲۷ و ۶|۳۱۳ ن ۱۷۲۰، الجامع فی الرجال ۱|۲۴۶، معجم رجال الحدیث ۳|۱۱۵ ن ۱۳۰۲، قاموس الرجال ۲|۱۸.

دن میں قضاء کیا جائے اور دیگر روایات بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور ان دونوں قسم کی روایات کے درمیان جمع بندی اس طرح کی گئی کہ ان روایات سے افضیلت اور بہتر ہونا مراد ہے کیونکہ نافلہ کی قضاء کے لیے اس کے معین وقت تک انتظار نہ کرنے میں نیکی کی طرف جلدی کرنا صدق آتا ہے اور یہ ایک فضیلت ہے، مصنف نے ذکری میں اس طرح جواب دیا، اس سے سمجھا جاتا ہے کہ نافلہ کو اس کے وقت میں قضا کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کا افضل ہونا اس کی دلیل میں ذکر ہوا ہے اور مصنف نے باقی کتابوں میں نافلہ کی قضاء جلدی کرنے کو بطور مطلق بیان کیا ہے اور اس پر بہت سی روایات بھی دلالت کرتی ہیں مگر وہ افضیلت کو بیان کرنے سے خالی نظر آتی ہیں۔

جس پر قضاء واجب ہو اس کے لیے مستحب نماز پڑھنے کا حکم

(وَفِي جَوَازِ النَّافِلَةِ لِمَنْ عَلَيْهِ فَرِيضَةٌ قَوْلَانِ، أَقْرَبُهُمَا الْجَوَازُ) لِلْأَخْبَارِ الْكَثِيرَةِ الدَّالَّةِ عَلَيْهِ (وَقَدْ بَيَّنَّا مَأْخَذَهُ فِي كِتَابِ الذِّكْرَى) بِإِيرَادِ مَا وَرَدَ فِيهِ مِنْ الْأَخْبَارِ، وَحَرَّرْنَا نَحْنُ مَا فِيهِ فِي شَرْحِ الْإِرْشَادِ.وَاسْتَنَدَ الْمَانِعُ أَيْضًا إلَى أَخْبَارٍ دَلَّتْ عَلَى النَّهْيِ، وَحَمْلُهُ عَلَى الْكَرَاهَةِ طَرِيقُ الْجَمْعِ.نَعَمْ يُعْتَبَرُ عَدَمُ إضْرَارِهَا بِالْفَرِيضَةِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ ذَوَاتِ الْأَسْبَابِ وَغَيْرِهَا .

اور جس شخص پر فریضہ نماز کی قضاء موجود ہو اس پر نافلہ نماز پڑھنے کے جائز ہونے میں دو قول ہیں، ان میں قریب تر یہ ہے کہ نافلہ پڑھنا اس کے لیے جائز ہے کیونکہ اس پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں اور ہم نے اس کی دلیل کو کتاب ذکری میں بیان کیا ہے اور اس کتاب میں روایات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شہید ثانی فرماتے ہیں؛ ہم نے بھی شرح ارشاد (روض الجنان) میں ان پر وارد ہونے والے اشکالات کو ذکر کیا ہے اور جس شخص نے کہا کہ جس پر فریضہ نماز کی قضاء واجب ہو وہ نافلہ نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس نے بھی ان

روایات سے استدلال کیا ہے جو ایسے شخص پر نافلہ کے منع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور ان روایات سے کراہت مراد لینا تمام روایات کو باہم جمع کرنے کا طریقہ ہے ہاں نافلہ نماز کے جائز ہونے میں یہ شرط ہے کہ وہ فرض نماز کو ضرر نہ پہنچائے (یعنی جب فریضہ نماز کا وقت تنگ ہو تو نافلہ پڑھنا شروع نہ کردے) اور اس حکم میں فرق نہیں کہ وہ نوافل ہوں جو مختلف اسباب خیر کی وجہ سے مستحب ہوتی ہیں جیسے نماز تحیہ مسجد، نماز زیادہ، نماز حاجب، یا بغیر سبب کے مستحب ہیں (جیسے نوافل مبتدئہ ہیں)۔

فصل۹: نمازخوف

نماز خوف کے قصر ہونے کا بیان

(الْفَصْلُ التَّاسِعُ فِی) (صَلَاۃِ الْخَوْفِ) (وَهِیَ مَقْصُورَةٌ سَفَرًا) إجْمَاعًا،(وَحَضَرًا) عَلَى الْأَصَحِّ لِلنَّصِّ وَحُجَّةُ مُشْتَرِطِ السَّفَرِ بِظَاهِرِ الْآيَةِ حَيْثُ اقْتَضَتْ الْجَمْعَ مُنْدَفِعَةً بِالْقَصْرِ لِلسَّفَرِ الْمُجَرَّدِ عَنْ الْخَوْفِ، وَالنَّصُّ مُحْكَمٌ فِيهِمَا (جَمَاعَةً) إجْمَاعًا، (وَفُرَادَى) عَلَى الْأَشْهَرِ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ.وَاسْتِنَاد مُشْتَرِطِهَا إلَى فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآله لَهَا جَمَاعَةً لَا يَدُلُّ عَلَى الشَّرْطِيَّةِ، فَيَبْقَى مَا دَلَّ عَلَى الْإِطْلَاقِ سَالِمًا وَهِيَ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ تَبْلُغُ الْعَشَرَةَ أَشْهَرُهَا صَلَاةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ، فَلِذَا لَمْ يَذْكُرْ غَيْرَهَا، وَلَهَا شُرُوطٌ .

اور سفر میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ نماز خوف قصر پڑھی جاتی ہے اور وطن میں صحیح تر قول یہ ہے کہ قصر پڑھی جائے اور اس پر صریح روایت دلالت کرتی ہے اور جس شخص نے قصر ہونے کے لیے اس میں سفر کی شرط لگائی اس نے آیت کے ظاہری معنی سے استدلال کیا کیونکہ آیت، خوف اور سفر کے جمع ہونے پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ استدلال اس طرح ردّ ہوتا ہے کہ کہ خوف کے بغیر سفر میں نماز قصر ہوتی ہے اور ان دونوں (سفر کے بغیر خوف میں اور خوف کے بغیر سفر میں نماز قصر ہونے پر)اصل دلیل صریح نص ہے چاہے جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، کہ اس صورت میں قصر ہونے پر اتفاق ہے اور چاہے فرادی پڑھی جائے، یہ مشہور قول ہے کیونکہ نماز خوف کے قصر ہونے پر دلیل کا مفہوم وسیع ہے اور دونوں صورتوں کو شامل ہے جس نے نماز خوف میں جماعت کو شرط قرار دیا اور اس کے لیے نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے دلیل قائم کی تو وہ جماعت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتا تو جن دلیلوں کا مفہوم وسیع ہے وہ اپنی جگہ باقی ہے۔

اور نماز خوف کی کئی قسمیں ہیں[1] جو دس تک پہنچتی ہیں ان میں سے مشہور تر نماز ذات رقاع ہے اس لیے شہید اول نے صرف اسی کو ذکر کیا ہے اور کی کچھ شرائط ہیں جن کی طرف شہید اول نے بعد والی عبارت میں اشارہ فرمایا؛

نماز ذات رقاع کی شرائط

أَشَارَ إِلَيْهَا بِقَوْلِه: (وَمَعَ إِمْكَانِ الِافْتِرَاقِ فِرْقَتَيْنِ) لِكَثْرَةِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ قُوَّتِهِمْ، بِحَيْثُ يُقَاوِمُ كُلُّ فِرْقَةٍ الْعَدُوَّ حَالَةَ اشْتِغَالِ الْأُخْرَى بِالصَّلَاةِ، وَإِنْ لَمْ يَتَسَاوَيَا عَدَدًا (وَ) كَوْنِ (الْعَدُوِّ فِي خِلَافِ) جِهَةِ (الْقِبْلَةِ) إِمَّا فِي دُبُرِهَا أَوْ عَنْ أَحَدِ جَانِبَيْهَا، بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُهُمْ الْقِتَالُ مُصَلِّينَ إِلَّا بِالِانْحِرَافِ عَنْهَا، أَوْ فِي جِهَتِهَا مَعَ وُجُودِ حَائِلٍ يَمْنَعُ مِنْ قِتَالِهِمْ، وَاشْتُرِطَ ثَالِثٌ وَهُوَ كَوْنُ الْعَدُوِّ ذَا قُوَّةٍ يُخَافُ هُجُومُهُ عَلَيْهِمْ حَالَ الصَّلَاةِ : فَلَوْ أُمِنَ صَلُّوا بِغَيْرِ تَغْيِيرٍ يُذْكَرُ هُنَا،

---

[1] جیسے شیخ طوسی نے مبسوط ج۱ص۲۶۷ میں نماز عسفان و بطن النخل کا ذکر کیا پہلی کا طریقہ یہ ہے کہ امام ،لشکر کو دو صفوں میں قرار دے اور سب اقتداء کریں ،دونوں صفیں رکوع میں امام کے ساتھ جائیں اور جب امام سجدے میں جائے تو پہلی صف ساتھ جائے اور دوسری صفّ کھڑے ہوکر محافظت کرے اور جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو دوسری صف والے سپاہی سجدہ کریں اور پہلی صف محافظت کرے جب امام رکوع میں جائے دونوں رکوع میں جائیں اور جب سجدہ میں جائے تو پہلی صف سجدہ کرے اور دوسری محافظت کرے اور جب پہلی تشہد پڑھے تو دوسری صف سجدے اور تشہد کے بعد دونوں صفیں سلام کریں اور نماز بطن النخل کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن پشت کی طرف سے ہو امام ،لشکر کے دو حصے کرے ایک بار ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھے اور بعد میں دوسرے گروہ کے ساتھ نماز پڑھے ،دوسری نماز میں امام کی نماز مستحب اور دوسرے گروہ کی نماز واجب ہوگی ۔

وَتَرَكَهُ اخْتِصَاراً، وَإِشْعَاراً بِهِ مِنْ الْخَوْفِ.وَرَابِعٌ وَهُوَ عَدَمُ الاحْتِيَاجِ إِلَى الزِّيَادَةِ عَلَى فِرْقَتَيْنِ، لاخْتِصَاصِ هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بِإِدْرَاكِ كُلِّ فِرْقَةٍ رَكْعَةً، وَيُمْكِنُ الْغِنَى عَنْهُ فِي الْمَغْرِبِ.وَمَعَ اجْتِمَاعِ الشُّرُوطِ (يُصَلُّونَ صَلَاةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ)-

۱۔جب لشکر کو اس کی کثرت یا قوت اور قدرت کی وجہ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس طرح کہ ایک گروہ دشمن کا مقابلہ کر سکتا ہو جب دوسرا گروہ نماز میں مشغول ہو اگرچہ تعداد کے لحاظ سے برابر نہ ہوں۔

۲۔اور دشمن قبلہ کی جہت میں نہ ہو چاہے اس کی پشت کی طرف ہو یا کسی ایک طرف اس طرح کہ ان کے لیے نماز کی حالت میں جنگ کرنا ممکن نہ ہو مگر قبلہ سے رخ پھیر کر یا دشمن قبلہ کی جہت میں ہو لیکن درمیان میں کوئی حائل موجود ہو جو ان سے جنگ میں مانع ہو۔

۳۔اور تیسری شرط لگائی گئی کہ دشمن قدرت میں ہو نماز کی حالت میں اس کا نمازیوں پر حملہ کرنے کا خوف ہو پس اگر دشمن کی طرف س خطرہ نہ ہو تو بغیر اس تبدیلی کے نماز پڑھے جس کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے مصنف نے اس شرط کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا ہے اور اس لیے بھی کہ خوف کے عنوان سے یہ شرط سمجھی جاتی ہے تو اس کی تصریح کی ضرورت نہیں ہے

۴۔چوتھی شرط یہ لگائی گئی کہ مسلمان لشکر کو دو سے زیادہ گروہوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہ ہو کیونکہ ذات رقاع کا طریقہ خاص ہے کہ ہر گروہ ایک رکعت کو درک کرے اور اس شرط کی نماز مغرب میں ضرورت نہیں کیونکہ اس کی تین رکعتیں ہیں اور تین گروہ ہوں تو ہر گروہ ایک رکعت کو درک کر سکتا ہے۔

نماز ذات رِقاع کی نام گذاری کی وجوہات

سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّ الْقِتَالَ كَانَ فِي سَفْحِ جَبَلٍ فِيهِ جُدَدٌ، حُمْرٌ، وَصُفْرٌ، وَسُودٌ كَالرِّقَاعِ، أَوْ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا حُفَاةً فَلَفُّوا عَلَى أَرْجُلِهِمْ الرِّقَاعَ مِنْ جُلُودٍ،

وَخرَقٍ لشدَّة الْحَرِّ، أَوْ لأَنَّ الرِّقَاعَ كَانَتْ فِي أَلْوِيَتهمْ، أَوْ لمُرُورِ قَوْمٍ بِه حُفَاةً فَتَشَقَّقَتْ أَرْجُلُهُمْ فَكَانُوا يَلُفُّونَ عَلَيْهَا الْخرَقَ، أَوْ لأَنَّهَا اسْمُ شَجَرَة كَانَتْ فِي مَوْضعِ الْغَزْوَة .وَهِيَ عَلَى ثَلَاثَة أَمْيَالٍ منْ الْمَدِينَة عِنْدَ بِئْرِ أَرُومَا .وَقِيلَ : مَوْضعٌ منْ نَجْدٍ، وَهِيَ أَرْضُ غَطَفَانَ .

جب یہ شرائط موجو ہوں تو نماز ذات رقاع پڑھیں اور اس کی نام گذاری کی کئی وجہیں ہیں؛

۱۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک پہاڑ کے دامن میں جنگ ہوئی جس میں سرخ وزرد و سیاہ رہوں کے ٹکڑے موجود تھے جیسے کپڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوں۔

۲۔ یا اس لیے کہ صحابہ اس میں پابرہنہ تھے اور شدت گرما سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے پاوں پر جلد اور کپڑے کے ٹکڑے پہن رکھے تھے۔

۳۔ یا اس لیے کہ مسلمانوں نے اپنے پرچموں پر پرانے کپڑے کے ٹکڑے باندھے ہوئے تھے۔

۴۔ یا اس لیے کہ وہاں سے کچھ لوگ گزرے جن کے پابرہنہ ہونے کی وجہ سے پھٹ چکے تھے اور انہوں نے ان پر کپڑے کے ٹکڑے باندھے ہوئے تھے۔

۵۔ یا اس لیے کہ وہ ایک درخت کا نام ہے جو اس غزوہ[1] کے مقام پر موجود تھا، اور وہ مقام (ذات رقاع) مدینہ سے تین میل (٦km) کے فاصلے پر بئر ارومہ کے پاس ہے اور بعض نے کہا کہ وہ نجد کا ایک حصہ ہے اور نجد قبیلہ غطفان کی زمین ہے۔

---

[1] ۔غزوہ وہ جنگ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت کی ہو اگر آپ لشکر کے ساتھ نہ تھے تو وہ بعث یا سریّہ ہے سریہ وہ لشکر ہے جو دشمن کی طرف بھیجا جائے جس کی کم از تعداد ۹ اور زیادہ ہ تعدا د ۴۰۰ ہے اور بعض نے پانچ سو تک کہا اور اس سے زیادہ سپاہی منس ہے اور اگر آٹھ سو سے زیادہ ہو تو اسے جیش کہتے ہیں اور اگر چارہزار سے زیادہ ہو تو اسے جحفل کہتے ہیں (النضید،۳ص۱۷۱)غزوہ ذات رقاع ٦ھ میں ہوا جب خبر پہنچی کہ غطفان و نبی محارب اور انمار و ثعلبہ

نماز ذات رقاع کا طریقہ

(بِأَنْ يُصَلِّيَ الْإِمَامُ بِفِرْقَةٍ رَكْعَةً) فِي مَكَانٍ لَا يَبْلُغُهُمْ سِهَامُ الْعَدُوِّ، ثُمَّ يَنْفَرِدُونَ بَعْدَ قِيَامِهِ (ثُمَّ يُتِمُّونَ) رَكْعَةً أُخْرَى مُخَفَّفَةً وَيُسَلِّمُونَ وَيَأْخُذُونَ مَوْقِفَ الْفِرْقَةِ الْمُقَاتِلَةِ، (ثُمَّ تَأْتِي) الْفِرْقَةُ (الْأُخْرَى) وَالْإِمَامُ فِي قِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ، (فَيُصَلِّي بِهِمْ رَكْعَةً) إِلَى أَنْ يَرْفَعُوا مِنْ سُجُودِ الثَّانِيَةِ فَيَنْفَرِدُونَ، وَيُتِمُّونَ صَلَاتَهُمْ، (ثُمَّ يَنْتَظِرُهُمْ) الْإِمَامُ (حَتَّى يُتِمُّوا وَيُسَلِّمُ بِهِمْ).وَإِنَّمَا حَكَمْنَا بِانْفِرَادِهِمْ مَعَ أَنَّ الْعِبَارَةَ لَا تَقْتَضِيهِ، بَلْ رُبَّمَا دَلَّ سَلَامُهُ بِهِمْ عَلَى بَقَاءِ الْقُدْوَةِ، تَبَعًا لِلْمُصَنِّفِ حَيْثُ ذَهَبَ فِي كُتُبِهِ إِلَى انْفِرَادِهِمْ، وَظَاهِرُ الْأَصْحَابِ، وَبِهِ صَرَّحَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ بَقَاءَ الْقُدْوَةِ وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ تَحَمُّلُ الْإِمَامِ أَوْهَامَهُمْ عَلَى الْقَوْلِ بِهِ.وَمَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ لَا يَخْلُو مِنْ قُوَّةٍ .(وَفِي الْمَغْرِبِ يُصَلِّي بِإِحْدَاهُمَا رَكْعَتَيْنِ) وَبِالْأُخْرَى رَكْعَةً مُخَيَّرًا فِي ذَلِكَ.وَالْأَفْضَلُ تَخْصِيصُ الْأُولَى بِالْأُولَى، وَالثَّانِيَةِ بِالْبَاقِي، تَأَسِّيًا بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ الْهَرِيرِ، وَلِيَتَقَارَبَا فِي إِدْرَاكِ الْأَرْكَانِ وَالْقِرَاءَةِ الْمُتَعَيِّنَةِ.وَتَكْلِيفُ الثَّانِيَةِ بِالْجُلُوسِ لِلتَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ مَعَ بِنَائِهَا عَلَى التَّخْفِيفِ، يَنْدَفِعُ بِاسْتِدْعَائِهِ زَمَانًا عَلَى التَّقْدِيرَيْنِ، فَلَا يَحْصُلُ

مدینہ منورہ پر حملے کی تیاری کررہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور ۱۵ جمادی اول کو چار یا سات سو افراد کے ساتھ اس علاقے کی طرف چل پڑے جب ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے ارادے کا علم ہوا تو وہ اتنے ڈر گئے کہ پہاڑوں میں پناہ لی اور ڈر کی وجہ سے اپنی عورتیں ساتھ نہ لے جاسکے ،مسلمانوں نے ان کی عورتوں کو کنیز بنالیا(منتھی الآمال شیخ عباس قمی ، ترجمہ احسن المقال ،سید صفدر حسین نجفی)

بِإِيثَارِ الْأُولَى تَخْفِيفٌ، وَلِتَكْلِيفِ الثَّانِيَةِ بِالْجُلُوسِ لِلتَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ عَلَى التَّقْدِيرِ الْآخَرِ.

اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے ایسی جگہ جہاں دشمن کے تیر ان تک نہ پہنچ سکیں، پھر امام کے کھڑے ہونے کے بعد وہ گروہ فرادی کی نیت کرلیں اور اپنی نماز پوری کریں اور سلام پھیر دیں اور دوسرے گروہ کی جگہ کمان سنبھال لیں پھر وہ دوسرا گروہ اقتداء کرے جب امام دوسری رکعت کی قراءت کر رہا ہو تو امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے یہاں تک کہ جب وہ دوسری رکعت کے سجدوں سے سر اٹھائیں تو فرادی کی نیت کرلیں اور اپنی نماز پوری کریں پھر امام ان کا انتظار کرے یہاں تک کہ ان وہ اپنی نماز پوری کرلیں اور امام ان کے ساتھ سلام کہے۔

بے شک ہم نے حکم لگایا کہ مقتدی دوسرے سجدے کے بعد فرادی کی نیت کریں حالانکہ شہید اول کی عبارت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ شاید وہ دلالت کرتی ہے کہ امام ان کے ساتھ سلام کہے اور اقتداء کی نیت باقی رہے، فرادی کی نیت کرنے کا حکم لگانے کی وجہ یہ ہے کہ مصنف کے نظریئے کی پیروی ہو کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں فرادی کی نیت کرنے کا قول اختیار کیا ہے اور علماء کی عبارتوں سے بھی یہی ظاہر ہے اور بہت سے علماء نے تصریح کی کہ آخر تک اقتداء کی نیت باقی رہے اور اس پر فرع (ایک شق) یہ نکلتی ہے کہ امام ان کے اوہام اور اشتباہات کو تحمّل کرے گا اگر اس کے قائل ہوں کہ آخر تک اقتداء کی نیت باقی رہے اور جو نظریہ مصنف نے اختیار کیا وہ قوت سے خالی نہیں ہے۔

اور نماز مغرب میں ان دو گروہوں میں سے ایک کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اس میں اختیار ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت پہلے گروہ کے ساتھ اور دوسرے گروہ کے ساتھ باقی دو رکعتیں پڑھے، اس میں امام علی کے عمل کی پیروی ہے کہ آپ نے (جنگ صفین کی) شب ہریر میں اس طرح کیا تھا اور دوسری دلیل یہ

ہے کہ دونوں گروہ امام کے ساتھ برابر ارکان کو درک کرلیں اور اس لیے بھی کہ دونوں گروہ معینہ قراءت کی فضیلت کو درک کرلیں۔

اور بعض علماء نے فرمایا امام پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھے اس کی دلیل یہ دی کہ اگر اس طرح نہ ہو تو لازم آئے گا کہ دوسرا گروہ امام کے ساتھ پہلے تشہد کے لیے بیٹھے حالانکہ نماز خوف کی بناء اس پر ہے کہ وہ مختصر ہو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس تشہد کے لیے کچھ زمانہ چاہیے تو پہلے گروہ کو ترجیح دینے کی صورت میں وہ تخفیف اور اختصار حاصل نہ ہوگا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریقے سے پڑھیں تو پہلے تشہد کے لیے دوسرے گروہ کو بیٹھنا پڑھے گا اور اس مدت میں امام کو ان کی انتظار کرنا ہوگی تاکہ وہ اس کے ساتھ تیسری رکعت میں مل جائیں اور اکٹھے نماز تمام کریں۔

نماز خوف کے دیگر احکام

(وَيَجِبُ عَلَى) الْمُصَلِّينَ أَخْذَ السِّلَاحِ، لِلْأَمْرِ بِهِ الْمُقْتَضِى لَهُ، وَهُوَ آلَةُ الْقِتَالِ وَالدَّفْعِ، مِنْ السَّيْفِ، وَالسِّكِّينِ، وَالرُّمْحِ، وَغَيْرِهَا وَإِنْ كَانَ نَجِسًا، إلَّا أَنْ يَمْنَعَ شَيْئًا مِنْ الْوَاجِبَاتِ، أَوْ يُؤْذِى غَيْرَهُ فَلَا يَجُوزُ اخْتِيَارًا.(وَمَعَ الشِّدَّةِ) الْمَانِعَةِ مِنْ الِافْتِرَاقِ كَذَلِكَ، وَالصَّلَاةِ جَمِيعًا بِأَحَدِ الْوُجُوهِ الْمُقَرَّرَةِ فِى هَذَا الْبَابِ (يُصَلُّونَ بِحَسَبِ الْمُكْنَةِ) رُكْبَانًا وَمُشَاةً جَمَاعَةً وَفُرَادَى، وَيُغْتَفَرُ اخْتِلَافُ الْجِهَةِ هُنَا، بِخِلَافِ الْمُخْتَلِفِينَ فِى الِاجْتِهَادِ لِأَنَّ الْجِهَاتِ قِبْلَةٌ فِى حَقِّهِمْ هُنَا.نَعَمْ يُشْتَرَطُ عَدَمُ تَقَدُّمِ الْمَأْمُومِ عَلَى الْإِمَامِ نَحْوَ مَقْصِدِهِ، وَالْأَفْعَالُ الْكَثِيرَةُ الْمُفْتَقِرَةُ إلَيْهَا مُغْتَفَرَةٌ هُنَا.وَيُومِئُونَ (إيمَاءً مَعَ تَعَذُّرِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ) وَلَوْ عَلَى الْقَرَبُوسِ بِالرَّأْسِ، ثُمَّ بِالْعَيْنَيْنِ فَتْحًا وَغَمْضًا كَمَا مَرَّ، وَيَجِبُ الِاسْتِقْبَالُ بِمَا أَمْكَنَ وَلَوْ بِالتَّحْرِيمَةِ، فَإِنْ عَجَزَ سَقَطَ .

(وَمَعَ عَدَمِ الْإِمْكَانِ) أَىْ إمْكَانِ الصَّلَاةِ بِالْقِرَاءَةِ، وَالْإِيمَاءِ لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (يَجْزِيهِمْ عَنْ كُلِّ رَكْعَةٍ) بَدَلَ الْقِرَاءَةِ، وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَوَاجِبَاتِهِمَا (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَاَللَّهُ أَكْبَرُ) مُقَدِّمًا عَلَيْهِمَا النِّيَّةَ وَالتَّكْبِيرَ، خَاتِمًا بِالتَّشَهُّدِ، وَالتَّسْلِيمِ .

قِیلَ : وَهَكَذَا صَلَّى عَلِیٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ لَيْلَةَ الْهَرِيرِ الظُّهْرَيْنِ، وَالْعِشَاءَيْنِ .

وَلَا فَرْقَ فِی الْخَوْفِ الْمُوجِبِ لِقَصرِ الْكَمِّيَّةِ، وَتَغَيُّرِ الْكَيْفِيَّةِ، بَيْنَ كَوْنِهِ مِنْ عَدُوٍّ، وَلِصٍّ، وَسَبُعٍ، لَا مِنْ وَحَلٍ وَغَرَقٍ بِالنِّسْبَةِ إِلَی الْكَمِّيَّةِ، أَمَّا الْكَيْفِيَّةُ فَجَائِزٌ حَيْثُ لَا يُمْكِنُ غَيْرُهَا مُطْلَقًا .

وَجُوِّزَ فِی الذِّكْرَى لَهُمَا قَصْرُ الْكَمِّيَّةِ مَعَ خَوْفِ التَّلَفِ بِدُونِهِ، وَرَجَاءِ السَّلَامَةِ بِهِ، وَضِيقِ الْوَقْتِ .

وَهُوَ يَقْتَضِی جَوَازَ التَّرْكِ لَوْ تَوَقَّفَ عَلَيْهِ، أَمَّا سُقُوطُ الْقَضَاءِ بِذَلِكَ فَلَا لِعَدَمِ الدَّلِيلِ .

۱۔ نمازیوں پر واجب ہے کہ اسلحہ اٹھائے رکھیں کیونکہ اس کا امر ہوا ہے وہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے، اور اسلحہ جنگ اور دفاع کا آلہ ہے جیسے تلوار، خنجر، نیزہ وغیرہ اگرچہ وہ نجس ہو مگر یہ کہ اسلحہ واجبات کی ادائیگی میں مانع ہو یا دوسروں کو اذیت کا سبب ہو تو اختیاری حالت میں جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر جنگ اس قدر شدید ہو کہ دو گروہوں میں تقسیم ہونا ممکن نہ ہو اور اسی طرح نماز خوف کے جو طریقے علماء نے ذکر کیے ہیں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکتے ہوں تو جس طرح ممکن ہو نماز پڑھیں، سواری کی حالت ہو یا پیدل، جماعت کے ساتھ ہو یا فرادی اور اس صورت میں جہت قبلہ کا اختلاف بھی معاف ہے بخلاف اس صورت کے جب نماز خوف کے علاوہ کسی مورد میں امام جماعت اور مقتدی قبلہ کی جہت کی تشخیص میں اختلاف رکھتے ہوں (تو وہاں معاف نہیں ہے)، نماز خوف میں اس لیے معاف ہے کہ ان کے لیے وہی

جہات ہی قبلہ ہیں ہاں یہ شرط ہے کہ مقتدی امام سے مقدم نہ ہو اس سمت میں کہ امام نے اس طرف منہ کیا ہو، اور جنگ میں جن افعال کثیرہ کی ضرورت ہو وہ یہاں معاف ہیں۔

۳۔اور جس صورت میں ان کے لیے رکوع و سجود ممکن نہ ہو تو وہ اشارے کے ساتھ رکوع و سجود کریں اگرچہ سر کے ساتھ زین پر سجدہ کرنا ہو اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دونوں آنکھوں کو کھولے اور بند کرے جیسا کہ رکوع و سجود کی بحث میں گزر چکا ہے اور جتنا ممکن ہو قبلہ رو ہونا واجب ہے اگرچہ وہ تکبیرۃالاحرام کی حد تک ہو اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو قبلہ رو ہونا ساقط ہے۔

۴۔جب قراءت کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو اور نہ رکوع و سجود کے لیے اشارہ ممکن ہو تو ہر رکعت کی قراءت اور رکوع و سجود اور ان کے واجبات کے بدلے میں یہ تسبیحات اربعہ کافی ہیں اور ان دو تسبیحوں پو نیت اور تکبیر کو مقدم کرے اور انہیں تشہد و سلام کے ساتھ ختم کرے اور ایک قول یہ ہے کہ امام علیؑ اور آپ کے اصحاب نے شب ہریر ظہرین اور عشائین کی اس طرح پڑھی تھیں۔

۵۔اور نماز کی رکعات کی تعداد میں کمی و قصر کرنا اور اس کے طریقے میں تبدیلی کے موجب بننے والے خوف میں فرق نہیں کہ دشمن سے خوف ہو یا چور و درندے کا خوف ہو، نہ وہ خوف جو زمین دھنسنے یا پانی میں غرق ہونے سے پیدا کہ وہ تعداد رکعات کی کمی کا موجب نہیں ہے اور جہاں تک نماز کی کیفیت کا حکم ہے تو جہاں کوئی دوسرا طریقہ ممکن نہ ہو تو جو ممکن ہو وہی کافی ہے بطور مطلق (ہمیشہ اور ہر صورت میں) اور ذکری میں دھنسنے اور غرق ہونے کے خوف رکھنے والوں کے لیے تعداد رکعات کو کم کرنے کو تجویز کیا ہے جب نماز قصر کیے بغیر تلف ہونے کا خوف ہ وار نماز قصر کرنے سے بچنے کی امید ہو اور وقت تنگ ہو اور شہید کی یہ دلیل تقاضا کرتی ہے کہ اگر جان کی حفاظت نماز چھوڑنے پر موقوف ہو تو نماز چھوڑنا بھی جائز ہو لیکن اس کے ذریعے قضاء کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

فصل ۱۰: نماز مسافر

نماز مسافر کی شرائط

(الْفَصْلُ الْعَاشِرُ فِی صَلَاةِ الْمُسَافِرِ)الَّتِی یَجِبُ قَصْرُهَا کَمِّیَّةً، یہ فصل نماز مسافر کے متعلق ہے جسے مقدار کے لحاظ سے قصر پڑھنالازم ہے، نماز مسافر کی شرائط یہ ہیں؛

شرط اول۔ مسافت شرعی کا قصد کرنا

(وَشَرْطُهَا قَصْدُ الْمَسَافَةِ)وَهِیَ ثَمَانِیَةُ فَرَاسِخَ کُلُّ فَرْسَخٍ ثَلَاثَةُ أَمْیَالٍ،کُلُّ مِیلٍ أَرْبَعُ آلَافِ ذِرَاعٍ، فَتَکُونُ الْمَسَافَةُ(سِتَّةً وَتِسْعِینَ أَلْفَ ذِرَاعٍ)حَاصِلَةً مِنْ ضَرْبِ ثَلَاثَةٍ فِی ثَمَانِیَةٍ، ثُمَّ الْمُرْتَفِعُ فِی أَرْبَعَةٍ،وَکُلُّ ذِرَاعٍ أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ إِصْبَعًا کُلُّ إِصْبَعٍ سَبْعُ شُعَیْرَاتٍ مُتَلَاصِقَاتٍ بِالسَّطْحِ الْأَکْبَرِ-وَقِیلَ:سِتٌّ- عَرْضُ کُلِّ شُعَیْرَةٍ سَبْعُ شَعَرَاتٍ مِنْ شَعْرِ الْبِرْذَوْنِ، وَیَجْمَعُهَا مَسِیرُ یَوْمٍ مُعْتَدِلِ الْوَقْتِ وَالْمَکَانِ وَالسَّیْرُ لِأَثْقَالِ الْإِبِلِ، وَمَبْدَأُ التَّقْدِیرِ مِنْ آخِرِ خِطَّةِ الْبَلَدِ الْمُعْتَدِلِ، وَآخِرِ مَحَلَّتِهِ فِی الْمُتَّسِعِ عُرْفًا .

(أَوْ نِصْفُهَا لِمُرِیدِ الرُّجُوعِ لِیَوْمِهِ) أَوْ لَیْلَتِهِ أَوْ الْمُلَفَّقِ مِنْهُمَا، مَعَ اتِّصَالِ السَّیْرِ عُرْفًا، دُونَ الذَّهَابِ فِی أَوَّلِ أَحَدِهِمَا، وَالْعَوْدِ فِی آخِرِ الْآخَرِ، وَنَحْوِهِ فِی الْمَشْهُورِ،وَفِی الْأَخْبَارِ الصَّحِیحَةِ الِاکْتِفَاءُ بِهِ مُطْلَقًا، وَعَلَیْهِ جَمَاعَةٌ مُخَیِّرِینَ فِی الْقَصْرِ وَالْإِتْمَامِ جَمْعًا، وَآخَرُونَ فِی الصَّلَاةِ خَاصَّةً، وَحَمَلَهَا الْأَکْثَرُ عَلَی

مُرِيدِ الرُّجُوعِ لِيَوْمِه فَيَتَحَتَّمُ الْقَصْرُ أَوْ يَتَخَيَّرُ، وَعَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِى الذِّكْرَى. وَفِى الْأَخْبَارِ مَا يَدْفَعُ هَذَا الْجَمْعَ بِمَعْنَيَيْه-

وَخَرَجَ بِقَصْدِ الْمُقَدَّرِ السَّفَرُ إِلَى الْمَسَافَةِ بِغَيْرِه، كَطَالِبِ حَاجَةٍ يَرْجِعُ مَتَى وَجَدَهَا إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ عَادَةً تَوَقُّفَهُ عَلَى الْمَسَافَةِ.وَفِى إِلْحَاقِ الظَّنِّ الْقَوِىِّ بِه وَجْهٌ قَوِىٌّ وَتَابِعٍ مُتَغَلِّبٍ يُفَارِقُهُ مَتَى قَدَرَ مَعَ إِمْكَانِه عَادَةً، وَمِثْلُهُ الزَّوْجَةُ وَالْعَبْدُ يُجَوِّزَانِ الطَّلَاقَ وَالْعِتْقَ مَعَ ظُهُورِ أَمَارَتِهِمَا.وَلَوْ ظَنَّ التَّابِعُ بَقَاءَ الصُّحْبَةِ قَصَرَ مَعَ قَصْدِ الْمَسَافَةِ وَلَوْ تَبَعًا،وَحَيْثُ يَبْلُغُ الْمَسَافَةَ يَقْصُرُ فِى الرُّجُوعِ مُطْلَقًا،وَلَا يَضُمُّ إِلَيْهِ مَا بَقِىَ مِنْ الذَّهَابِ بَعْدَ الْقَصْدِ مُتَّصِلًا بِه مِمَّا يَقْصُرُ عَنْ الْمَسَافَةِ .

اور اس کی شرط مسافت شرعی کا قصد کرنا ہے، مسافت شرعی آٹھ فرسخ ہے اور ہر فرسخ تین میل ہوتا ہے اور ہر میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے پس کل مسافت ۹۶ہزار ذراع ہوگی جو تین فرسخ کو آٹھ میل میں ضرب دینے سے حاصل ہوئے (۸فرسخ*۳میل = ۲۴میل) پھر اسے ۴۰۰۰ذراع میں ضرب دیں گے (۲۴میل *۴۰۰۰۰ذراع = ۹۶۰۰۰ ذراع)، پھر ہر ذراع ۲۴انگشت کے برابر ہوتا ہے اور ہر انگشت سات بڑی حدّ کے ساتھ ملے ہوئے جو کے برابر ہے اور ایک قول ہے کہ چھ ملے ہوئے جو کے برابر ہے اور ہر جو کی چوڑائی بڑے برذون گھوڑے کے سات بالوں کے برابر ہے[۱]،اور اس کا جامع معیار یہ ہے کہ ایک دن اونٹوں کے قافلے کا چلنا ہے جو وقت، مکان اور چلنے کے لحاظ سے معتدل اور درمیانہ ہو اور اس مقدار کو

[۱] مسافت شرعی ۲۴ میل ہے اور ہر میل ۲کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے اس لیے مسافت شرعی۴۸ کلومیٹر ہوگی (۲۴میل*۲ کلومیٹر =۴۸کلومیٹر)۔

شمار کرنے کی ابتداء ایک درمیانے شہر میں اس کے آخر سے ہوگی اور عرف کے لحاظ سے بڑے شہر میں اس کا آخری محلے سے ہوگی۔

یا اس مسافت شرعی سے آدھا سفر کرنے کا قصد ہو جو شخص اسی دن یا رات یا ان دونوں سے ملے ہوئے وقت میں لوٹنا چاہتا ہو جب عرف کے لحاظ سے کہا جائے کہ اس نے متصل سفر کیا ہے، نہ یہ کہ ایک کے شروع میں جائے اور دوسرے کے آخر میں لوٹے، یہی فتوی مشہور ہے اور صحیح روایات میں بطور مطلق مسافت شرعی کے نصف کا قصد کرنے کو کافی سمجھا گیا ہے اور اسی کو ایک جماعت نے کہا ہے اور انہوں نے روایات (۸ فرسخ اور ۴فرسخ جن میں اسی دن واپس آنے کا ذکر ہے) کے درمیان جمع کرتے ہوئے نماز قصر و تمام میں اختیار دیا ہے اور ایک دوسرے گروہ نے اس صورت میں صرف نماز کے قصر ہونے کو اختیار کیا (لیکن روزہ ساقط نہیں ہوگا جب چار فرسخ جائے اور اسی دن واپس آئے) اور اکثر علماء نے اس سے مراد یہ لی ہے کہ جو شخص اسی دن لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر قصر حتمی ہے یا دوسرے گروہ نے کہا؛ اسے اختیار ہے (روایات کے درمیان جمع کرنے کے خاطر جس طرف کو اختیار کرے کافی ہے)، مصنف نے ذکری میں اسی کو اختیار کیا (کہ جو شخص اسی دن لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے نماز و روزے میں قصر و تمام کا اختیار ہے)۔

روایات میں ایک روایت ہے جو اس طرح جمع کرنے کے دونوں معنوں [جنہوں نے کہا چار فرسخ سفر سے اس کے لیے نماز قصر ہوگی جو اسی دن لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے یا جنہوں نے کہا کہ قصر و تمام کے درمیان اختیار ہے] کو ردّ کرتی ہے (معاویہ بن عمار کی صحیح روایت جو دلالت کرتی ہے کہ اہل مکہ جب عرفات جائیں تو وہاں پوری نماز نہ پڑھیں)۔

مسافت شرعی کے قصد کی قید سے وہ سفر خارج ہو گیا جو مسافت شرعی کے برابر ہو لیکن اس کے قصد و ارادے سے نہ ہو جیسے کسی کام کے لیے نکلے اور جہاں سے مل جائے وہیں سے لوٹنے کا ارادہ ہو مگر یہ علم ہو کہ اس کام کے مسافت شرعی کے برابر سفر کرنا پڑے گا اور جب

اس بات کا قوی گمان بھی ہو تو بھی نماز قصر پڑھ سکتا ہے اس کی پختہ وجہ موجود ہے اور اسی طرح وہ شخص جو کسی ظالم غلبہ آور کی پیروی میں چلے اور ارادہ یہ ہو کہ جب کہیں ممکن ہوا اس سے جدا ہو جائے گا اور اسی طرح زوجہ اور غلام جنہیں طلاق و آزادی کا احتمال ہو اور ان کی علامات بھی ظاہر ہوں اور اگر کسی دوسرے کی پیروی میں سفر کرنے والے کو گمان ہو کہ اس کے ساتھ سفر جاری رہے گا تو جب مسافت شرعی تک سفر کرنے کا ارادہ ہوا گرچہ اس کی پیروی میں ہو تو نماز قصر پڑھے اور اگر وہ شخص جس کا مسافت تک سفر کرنے کا ارادہ نہ تھا مسافت شرعی کے برابر سفر کر چکے تو بطور مطلق (چاہے مسافت کا قصد تھا یا نہ) واپسی کے لیے نماز قصر پڑھے

دوسری شرط: قواطع سفر واقع نہ ہوں۔

(وَأَنْ لَا يَقْطَعَ السَّفَرَ بِمُرُورِه عَلَى مَنْزِلِه) وَهُوَ مِلْكُهُ مِنْ الْعَقَارِ الَّذِى قَدْ اسْتَوْطَنَهُ، أَوْ بَلَدِه الَّذِى لَا يَخْرُجُ عَنْ حُدُودِهَا الشَّرْعِيَّةِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَصَاعِداً بِنِيَّةِ الْإِقَامَةِ الْمُوجِبَةِ لِلْإِتْمَامِ، مُتَوَالِيَةً، أَوْ مُتَفَرِّقَةً، أَوْ مَنْوِىَّ الْإِقَامَةِ عَلَى الدَّوَامِ مَعَ اسْتِيطَانِه الْمُدَّةَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بِه مِلْكٌ .وَلَوْ خَرَجَ الْمِلْكُ عَنْهُ، أَوْ رَجَعَ عَنْ نِيَّةِ الْإِقَامَةِ سَاوَى غَيْرَهُ، (أَوْ نِيَّةَ مَقَامِ عَشَرَةِ أَيَّامٍ) تَامَّةٍ بِلَيَالِيهَا مُتَتَالِيَةً، وَلَوْ بِتَعْلِيقِ السَّفَرِ عَلَى مَا لَا يَحْصُلُ عَادَةً فِى أَقَلَّ مِنْهَا، (أَوْ مُضِىِّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا) بِغَيْرِ نِيَّةِ الْإِقَامَةِ وَإِنْ جَزَمَ بِالسَّفَرِ (فِى مِصْرٍ) أَىْ فِى مَكَانٍ مُعَيَّنٍ أَمَّا الْمِصْرُ بِمَعْنَى الْمَدِينَةِ، أَوْ الْبَلَدِ فَلَيْسَ بِشَرْطٍ وَمَتَى كَمُلَتْ الثَّلَاثُونَ أَتَمَّ بَعْدَهَا مَا يُصَلِّيهِ قَبْلَ السَّفَرِ وَلَوْ فَرِيضَةً.وَمَتَى انْقَطَعَ السَّفَرُ بِأَحَدِ هَذِه افْتَقَرَ الْعَوْدُ إِلَى الْقَصْرِ إِلَى قَصْدِ مَسَافَةٍ جَدِيدَةٍ، فَلَوْ خَرَجَ بَعْدَهَا بَقِىَ عَلَى التَّمَامِ إِلَى أَنْ

يَقْصِدَ الْمَسَافَةَ، سَوَاءٌ عَزَمَ عَلَى الْعَوْدِ إِلَى مَوْضِعِ الْإِقَامَةِ أَمْ لَا .وَلَوْ نَوَى الْإِقَامَةَ فِي عِدَّةِ مَوَاطِنَ فِي ابْتِدَاءِ السَّفَرِ، أَوْ كَانَ لَهُ مَنَازِلُ، أُعْتُبِرَتْ الْمَسَافَةُ بَيْنَ كُلِّ مَنْزِلَيْنِ وَبَيْنَ الْأَخِيرِ، وَغَايَةِ السَّفَرِ فَيَقْصُرُ فِيمَا بَلَغَهُ، وَيُتِمُّ فِي الْبَاقِي وَإِنْ تَمَادَى السَّفَرُ .

(اور قواطع سفر تین ہیں جن کو ذیل کی عبارت میں شہیدین نے بیان کیا ہے :)

۱۔ وہ شخص اپنے سفر کو اپنے گھر (وطن) سے گزرنے کی وجہ سے قطع نہ کرے اور اس کا گھر و وطن [شرعی] وہ ملکیت ہے جہاں اس کی زراعتی جائیدادیں اس کی ملکیت میں ہوں اور اس نے اسے اپنا وطن بنا رکھا ہو یا وہ ملکیت اس شہر میں ہو جس کی شرعی حدود (حد ترخص) سے وہ چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک باہر نہ نکلا ہو اور اس نے وہاں رہنے (اقامت) کی نیت کرلی ہو جس سے وہاں نماز پوری پڑھنا لازم ہو (نہ کسی اور وجہ سے اس کی نماز پوری ہو جیسے اس کا سفر معصیت ہو) چاہے چھ مہینے مسلسل وہاں رہا ہو یا مختلف سالوں میں چھ مہینے رہا ہو یا وہ جگہ [وطن عرفی] ہے جہاں ہمیشہ رہنے کی نیت ہو اور چھ ماہ وہاں رہا ہو اگرچہ وہاں اس کی ملکیت اور جائیداد نہ ہو اور اگر وہ جائیداد اس کی ملکیت سے نکل جائے یا اس جگہ سے جہاں ہمیشہ رہنے کی نیت رکھتا ہو رہنے کی نیت سے پھر جائے تو وہ جگہیں دیگر جگہوں کی طرح ہونگی وہاں انسان مسافر شمار ہوگا جب دس دن رہنے کی نیت نہ ہو۔

۲۔ یا اپنے سفر کو ایسی جگہ سے گزر کر قطع نہ کرے جہاں کامل دس دن رات پے در پے رہنے کا ارادہ ہو اگرچہ سف کو کسی ایسے کام پر موقوف کرے کہ جو عادۃ دن دن سے کم مدت میں ہونے والا نہ ہو۔

۳۔ یا اپنے سفر کو اس طرح قطع نہ کرے کہ کسی جگہ تیس دن اسے گزر جائیں اور اس نے دس دن وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو اگرچہ وہ دس دن سے پہلے سفر کا یقین رکھتا ہو (لیکن سفر نہ کرے یا وہ دن تردد کی حالت میں گزر جائیں)۔

اس عبارت میں مصر سے مراد کوئی بھی معین جگہ ہے (کیونکہ مصر کا لغوی معنی معین حدّ ہے) اس کا معنی یہاں بڑا یا چھوٹا شہر نہیں کیونکہ تردد کی حالت میں شہر میں رہنا معیار نہیں ہے اور جب تیس دن تردد کی حالت میں مکمل ہو جائیں تو اس کے بعد سفر سے پہلے جو نمازیں وہاں پڑھے گا وہ تمام پڑھے اگرچہ وہ ایک فریضہ ہی کیوں نہ ہو۔

پس جب ان تین قواطع سفر میں سے کسی ایک کی وجہ سے اس کا سفر قطع ہو جائے تو نماز قصر ہونے کے لیے نئے سرے سے شرعی مسافت کا قصد کرنا ضروری ہوگا پس اگر اقامت کے بعد سفر کے لیے نکلے تو نماز پوری پڑھے یہاں تک کہ مسافت شرعی کا قصد کرے چاہے محل اقامت کی طرف لوٹنے کا قصد رکھتا ہو یا نہ، اور اگر ابتداء سفر میں کئی جگہوں پر ٹھہرنے کی نیت کرے یا اس راستے میں گئی جگہوں پر اس کے گھر ہوں تو ہر دو گھروں اور آخری گھر اور سفر کی انتہاء کے مقام کے درمیان مسافت شرعی معتبر ہے تو اس راستے میں نماز قصر پڑھے جو مسافت شرعی کی حد تک ہو، اور باقی جگہوں میں نماز پوری پڑھے جو مسافت کی حد تک نہ ہوں اگرچہ اس طرح اس کا سفر طویل ہو۔

تیسری شرط: کثیر السفر نہ ہو۔

(وَأَنْ لَا يَكْثُرَ سَفَرُهُ) بِأَنْ يُسَافِرَ ثَلَاثَ سَفَرَاتٍ إِلَى مَسَافَةٍ، وَلَا يُقِيمَ بَيْنَ سَفْرَتَيْنِ مِنْهَا عَشَرَةَ أَيَّامٍ فِي بَلَدِهِ، أَوْ غَيْرِهِ مَعَ النِّيَّةِ، أَوْ يَصْدُقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمُكَارِي وَإِخْوَتِهِ، وَحِينَئِذٍ فَيُتِمُّ فِي الثَّالِثَةِ، وَمَعَ صِدْقِ الاسْمِ يَسْتَمِرُّ مُتِمًّا إِلَى أَنْ يَزُولَ الِاسْمُ، أَوْ يُقِيمَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ مُتَوَالِيَةٍ، أَوْ مَفْصُولَةٍ بِغَيْرِ مَسَافَةٍ فِي بَلَدِهِ،

أَوْ مَعَ نِيَّةِ الْإِقَامَةِ، أَوْ يَمْضِي عَلَيْهِ أَرْبَعُونَ يَوْمًا مُتَرَدِّدًا فِي الْإِقَامَةِ، أَوْ جَازِمًا بِالسَّفَرِ مِنْ دُونِهِ. وَمَنْ يَكْثُرُ سَفَرُهُ (كَالْمُكَارِي) بِضَمِّ الْمِيمِ وَتَخْفِيفِ الْيَاءِ، وَهُوَ مَنْ يُكْرِي دَابَّتَهُ لِغَيْرِهِ وَيَذْهَبُ مَعَهَا فَلَا يُقِيمُ بِبَلَدِهِ غَالِبًا لِإِعْدَادِهِ نَفْسَهُ لِذَلِكَ، (وَالْمَلَّاحِ) وَهُوَ صَاحِبُ السَّفِينَةِ (وَالْأَجِيرِ) الَّذِي يُؤَجِّرُ نَفْسَهُ لِلْأَسْفَارِ (وَالْبَرِيدِ) الْمُعِدِّ نَفْسَهُ لِلرِّسَالَةِ، أَوْ أَمِينِ الْبَيْدَرِ، أَوْ الاشتقان .

وَضَابِطُهُ مَنْ يُسَافِرُ إِلَى الْمَسَافَةِ وَلَا يُقِيمُ الْعَشَرَةَ كَمَا مَرَّ .

نماز قصر ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص کثیر السفر نہ ہو یعنی وہ مسافت شرعی تک تین سفر کرے اور ان میں ہر دو سفر کے درمیان اپنے شہر میں یا کسی دوسری ایسی جگہ جہاں اس نے اقامت کی نیت کی ہو ۱۰ دن تک نہ ٹھہرے یا اس پر کوئی ایسا عنوان صدق کرے جن کا پیشہ سفر ہوتا ہے جیسے ساربان (وہ شخص جو پرانے زمانے میں حمل و نقل اشیاء کے لیے اونٹوں کو کرایہ پر لے جاتا تھا) اور اس طرح دیگر عنوان (جیسے ملّاح، ڈاکیا، گلہ بان اور ڈرائیور) تو یہ لوگ تیسرے سفر سے اپنی نماز پوری پڑھیں اور جب ان پر یہ عنوان صدق کریں تو یہ نماز پوری پڑھتے رہیں یہاں تک کہ یہ عنوان ان سے مکمل زائل ہو جائے (اور وہ اس کام کو چھوڑ دیں) یا دس دن اپنے شہر میں ٹھہرے چاہے مسلسل ۱۰ دن ہوں یا مسافت شرعی سے کمتر حد تک سفر کرے یا کسی دیگر شہر میں دس دن ٹھہرنے کی نیت کرے یا کسی دوسرے شہر میں اقامت کی نیت میں تردد کی حالت میں اس پر ۴۰ دن گزر جائیں یا سفر کا یقین ہو لیکن سفر نہ کیا ہو (تو اگر اس کے بعد سفر کرے تو نماز قصر پڑھے)

اور درج ذیل افراد کثیر السفر ہیں؛ ۱۔ ساربان؛ وہ شخص جو دوسروں کو اپنے جانور سفر کے لیے کرائے پر دیتا ہوں اور جانوروں کی حفاظت کے لیے خود بھی ساتھ جاتا ہو اور غالبا اپنے شہر میں نہ ٹھہرتا ہو کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس پیشے کے لیے آمادہ کر لیا ہے، ۲۔ ملاح، وہ شخص

جو کشتی چلاتا ہوں، ۳۔ مزدور وہ شخص جو اپنے آپ کو سفر کے لیے مزدوری پر دیتا ہوں، ۴۔ ڈاکیا؛ جو لوگوں کے خطوط پہنچانے کا کام کرتا ہوں یا وہ شخص جو لوگوں کی امانتیں دوسری جگہوں پر پہنچاتا ہوں یا وہ شخص جو کھیتوں اور چراگاہوں کی حفاظت کرتا ہو۔ پس کثیر السفر ہونے کا قاعدہ کلی یہ ہے کہ وہ مسلسل مسافت شرعی کی حد تک سفر کرتا رہتا ہوں اور دس دن تک نہ ٹھہرتا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے۔

چوتھی شرط: اس کا سفر معصیت نہ ہو۔

(وَأَلَّا يَكُونَ سَفَرُهُ مَعْصِيَةً) بِأَنْ يَكُونَ غَايَتُهُ مَعْصِيَةً، أَوْ مُشْتَرَكَةً بَيْنَهَا وَبَيْنَ الطَّاعَةِ، أَوْ مُسْتَلْزِمَةً لَهَا كَالتَّاجِرِ فِي الْمُحَرَّمِ، وَالْآبِقِ وَالنَّاشِزِ وَالسَّاعِي عَلَى ضَرَرٍ مُحْتَرَمٍ، وَسَالِكِ طَرِيقٍ يَغْلِبُ فِيهِ الْعَطَبُ وَلَوْ عَلَى الْمَالِ.وَأُلْحِقَ بِهِ تَارِكُ كُلِّ وَاجِبٍ بِهِ بِحَيْثُ يُنَافِيهِ، وَهِيَ مَانِعَةٌ ابْتِدَاءً وَاسْتِدَامَةً فَلَوْ عَرَضَ قَصْدُهَا فِي أَثْنَائِهِ انْقَطَعَ التَّرَخُّصُ حِينَئِذٍ وَبِالْعَكْسِ وَيُشْتَرَطُ حِينَئِذٍ كَوْنُ الْبَاقِي مَسَافَةً وَلَوْ بِالْعَوْدِ، وَلَا يُضَمُّ بَاقِي الذَّهَابِ إِلَيْهِ .

اس کا سفر معصیت و نافرمانی کا سفر نہ ہو یعنی اس کی غرض اور مقصد معصیت نہ ہو یا معصیت اور طاعت دونوں کے لیے اس کا سفر مشترک نہ ہو یا اس کا سفر معصیت کرنے کا سبب نہ ہو جیسے وہ تاجر جو حرام کی کمائی کے لیے سفر کرتا ہے اور وہ غلام جو اپنے مولا اور آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ نکلا ہو اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کرتے ہوئے سفر پر نکل پڑی ہو اور وہ شخص جو کسی مسلمان اور کسی ایسے شخص کو ضرر اور نقصان پہنچانے کے لیے سفر کرے جس کو نقصان پہنچانا حرام ہو اور وہ شخص جو ایسے راستے پر سفر کرے جس میں ہلاکت کا گمان غالب ہو یا مال تلف ہونے کا گمان ہو اور معصیت کے سفر کے ساتھ اس شخص کو ملحق کیا گیا جو سفر کے ذریعے کسی واجب کو ترک کرے اس طرح کہ اس کا سفر اس واجب کو

انجام دینے سے منافی ہو اور معصیت کی نیت کرنا جیسے ابتداء میں ہو تو نماز قصر کرنے سے مانع ہے اسی طرح اگر درمیان سفر میں معصیت کی نیت کرے تو بھی مانع ہے پس اگر سفر کے دوران معصیت اور نافرمانی کی نیت کرے تو اس وقت نماز قصر کرنے کی رخصت ختم ہو جائے گی اور اس کے برعکس بھی اسی طرح ہے یعنی اگر ابتداء میں سفر معصیت تھا لیکن درمیان راہ میں معصیت کی نیت چھوڑ دی تو اس میں شرط ہے کہ اگر باقی سفر مسافت شرعی کے برابر ہو اگرچہ واپسی کو ملا کر تو نماز قصر کرے لیکن اس کے ساتھ جانے کی باقی حد کو شامل نہ کیا جائے

۔

پانچویں شرط: حد ترّخص تک پہنچ جائے۔

(وَأَنْ يَتَوَارَى عَنْ جُدْرَانِ بَلَدِه) بِالضَّرْبِ فِى الْأَرْضِ لَا مُطْلَقِ الْمُوَارَاة، (أَوْ يَخْفَى عَلَيْهِ أَذَانُه) وَلَوْ تَقْدِيراً كَالْبَلَدِ الْمُنْخَفِضِ وَالْمُرْتَفِعِ، وَمُخْتَلِف الْأَرْض، وَعَادِمِ الْجِدَارِ وَالْأَذَانِ، وَالسَّمْعِ وَالْبَصَر.وَ الْمُعْتَبَرُ آخِرُ الْبَلَدِ الْمُتَوَسِّطِ فَمَا دُونَ وَمَحَلَّتُهُ فِى الْمُتَّسَعِ، وَصُورَةُ الْجِدَارِ وَالصَّوْتُ لَا الشَّبَحُ وَالْكَلَامُ.وَالاكْتِفَاء بِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مَذْهَبُ جَمَاعَةٍ، وَالْأَقْوَى اعْتِبَارُ خَفَائِهِمَا مَعًا ذَهَابًا وَعَوْداً، وَعَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِى سَائِرِ كُتُبِه.

سفر میں نماز قصر ہونے کی شرط یہ ہے کہ مسافر حدّ ترخص تک پہنچ جائے اور سفر کی وجہ سے شہر کی دیواروں سے مخفی ہو جائے[1] نہ یہ کہ کسی دوسرے سبب سے وہ دیواروں کو نہ دیکھ سکے (جیسے پہاڑ کی بلندی یا رات کی تاریکی کی وجہ سے شہر کی کی دیواروں کو نہ دیکھ سکے) یا اسے شہر کی آذان کی آواز سنائی نہ دے اگرچہ تقدیرا اور اندازہ کے ساتھ جیسے وہ شہر جو بہت نچلی سطح ہو

---

[1]۔اس عبارت میں بلاغت کا حسین پہلو ہے جسے اصطلاح میں قلب کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ دیواریں اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوجائیں لیکن کہا ہے؛ وہ دیواروں سے اوجھل ہوجائے ۔

واقع ہو یا وہ شہر جو بہت بلند ہو اور وہ شہر جس کی زمین نشیب وفراز پر مشتمل ہو اور وہ شہر جس کی دیواریں نہ ہوں اور اس میں اذان نہ دی جاتی ہو یا وہ مسافہ ایسا ہو کہ سماعت اور بصارت کی نعمت سے محروم ہو (تو ان موارد میں اتنا سفر کرنا معیار ہوگا کہ اگر یہ موانع موجود نہ ہوتے تو اذان کی آواز سنائی نہ دیتی اور دیواریں نظر نہ آتیں)۔

چار مقامات پر تخییر کا حکم

وَمَعَ اجْتِمَاعِ الشَّرَائِطِ (فَيَتَعَيَّنُ الْقَصْرُ) بِحَذْفِ الْأَخِيرِ فِي الرُّبَاعِيَّةِ (إِلَّا فِي) أَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ (مَسْجِدَيْ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ) الْمَعْهُودَيْنِ، (وَمَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَالْحَائِرِ) الْحُسَيْنِيِّ (عَلَى مُشَرِّفِهِ السَّلَامِ) وَهُوَ مَا دَارَ عَلَيْهِ سُورُ حَضْرَتِهِ الشَّرِيفَةِ، (فَيَتَخَيَّرُ فِيهَا) بَيْنَ الْإِتْمَامِ وَالْقَصْرِ، (وَالْإِتْمَامُ أَفْضَلُ)، وَمُسْتَنَدُ الْحُكْمِ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ، وَفِي بَعْضِهَا أَنَّهُ مِنْ مَخْزُونِ عِلْمِ اللَّهِ.(وَمَنَعَهُ) أَيْ التَّخْيِيرَ (أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَابَوَيْهِ) وَحَتَّمَ الْقَصْرَ فِيهَا كَغَيْرِهَا.وَالْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ حُجَّةٌ عَلَيْهِ (وَطَرَّدَ الْمُرْتَضَى، وَابْنُ الْجُنَيْدِ الْحُكْمَ فِي مَشَاهِدِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ) وَلَمْ نَقِفْ عَلَى مَأْخَذِهِ، وَطَرَّدَ آخَرُونَ الْحُكْمَ فِي الْبُلْدَانِ الْأَرْبَعِ، وَثَالِثٌ فِي بَلَدَيْ الْمَسْجِدَيْنِ الْحَرَمَيْنِ دُونَ الْآخَرَيْنِ، وَرَابِعٌ فِي الْبُلْدَانِ الثَّلَاثَةِ غَيْرِ الْحَائِرِ، وَمَالَ إِلَيْهِ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى وَالِاقْتِصَارُ عَلَيْهَا مَوْضِعُ الْيَقِينِ فِيمَا خَالَفَ الْأَصْلَ .

جب یہ شرائط حاصل ہوں تو چار رکعتی نمازوں کی آخری دو رکعتیں ختم ہو جائیں گی اور نماز قصر پڑھنا واجب ہوگا مگر چار مقامات میں قصر اور تمام پڑھنے میں اختیار ہے؛ ۲،۱۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مشہور مسجدیں (مسجد الحرام اور مسجد نبوی) ۳۔ مسجد کوفہ، ۴۔ حائر امام

حسینؑ (اور اس حائر کو شرافت اور عظمت بخشنے والی ذات پر سلام!)، اور وہ حائر وہ جگہ ہے جسے آپ کے حرم کی دیواروں نے احاطہ کیا ہوا ہے، اور ان جگہوں پر نماز تمام پڑھنا افضل ہے اور اس حکم کی دلیل بہت سی روایات ہیں اور بعض میں ہے کہ وہاں نماز پوری پڑھنے کا راز خدا کے خزینہ علم میں محفوظ ہے لیکن ابو جعفر محمد بن بابویہ (شیخ صدوق) نے وہاں تخییر کے حکم کا انکار کیا ہے اور وہاں دیگر مقامات کی طرح سفر کی حالت میں نماز قصر پڑھنا لازمی قرار دیا ہے جبکہ صحیح روایات ان کے خلاف حجت ہیں، اور سید مرتضی اور ابن جنید اسکافی نے اس تخییر کے اس حکم تمام ائمہ معصومین کے مشاہد مشرفہ اور حرم مطہرہ کو شامل قرار دیا ہے لیکن اس کی کوئی دلیل ہمیں نہیں ملی اور دوسرے علماء نے اس حکم چار شہروں (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ اور کربلا معلیٰ) کو شامل قرار دیا ہے اور تیسرے گروہ نے مکہ و مدینہ میں عام قرار دیا (لیکن کوفہ اور کربلا میں فقط مسجد اور حائر امام حسین تک محدود کیا) اور چوتھے گروہ نے پہلے تین شہروں میں اس حکم کو عام قرار دیا صرف کربلا معلیٰ میں عام قرار نہیں دیا اور ذکری نے مصنف نے اسی قول کی طرف میلان ظاہر کیا حالانکہ اس حکم کو تین مساجد اور حائر امام حسین تک محدود قرار دینا اس حکم کی یقینی مقدار ہے اور جہاں حکم اصل قانون کے خلاف ہو وہاں یقینی حد تک منحصر رہنا چاہیے۔

حاضر کے سفر میں نماز پڑھنے یا اس کے برعکس کا حکم

(وَلَوْ دَخَلَ عَلَيْهِ الْوَقْتُ حَاضِراً) بِحَيْثُ مَضَى مِنْهُ قَدْرُ الصَّلَاةِ بِشَرَائِطِهَا الْمَفْقُودَةِ قَبْلَ مُجَاوَزَةِ الْحَدَّيْنِ، (أَوْ أَدْرَكَهُ بَعْدَ) انْتِهَاءِ (سَفَرِهِ) بِحَيْثُ أَدْرَكَ مِنْهُ رَكْعَةً فَصَاعِداً (أَتَمَّ) الصَّلَاةَ فِيهِمَا (فِي الْأَقْوَى) عَمَلًا بِالْأَصْلِ، وَلِدَلَالَةِ بَعْضِ الْأَخْبَارِ عَلَيْهِ، وَالْقَوْلُ الْآخَرُ الْقَصْرُ فِيهِمَا، وَفِي ثَالِثٍ التَّخْيِيرُ، وَرَابِعٍ

الْقَصْرُ فِی الْأَوَّلِ، وَالْإِتْمَامُ فِی الثَّانِی، وَالْأَخْبَارُ مُتَعَارِضَةٌ، وَالْمُحَصَّلُ مَا اخْتَارَهُ هُنَا .

اگر ایک شخص وطن میں حاضر ہو اور نماز کا وقت داخل ہو جائے اور اتنا وقت گزر جائے جس میں وہ نماشرائط حاصل کر سکتا تھا جو اس میں حاصل نہ ہوں اور نماز پڑھ سکتا تھا اور حدترخص سے گزرنے سے پہلے اتنا وقت گزر جائے یا سفر سے واپسی پر اپنے وطن میں جائے جبکہ اتنا وقت باقی ہو جس میں نماز کی ایک رکعت یا اس سے زیادہ مقدار پڑھنا ممکن ہو اور اس نے سفر میں نماز نہ پڑھی ہو تو قوی تر قول کی بناء پر ان دونوں صورتوں میں نماز پوری پڑھے ایک اس سے اصل قانون پو عمل ہو جاتا ہے کیونکہ نماز میں اصل یہ ہے کہ پوری ہو اور بعض روایات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نماز قصر پڑھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسے قصر و تمام پڑھنے میں اختیار ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ پہلی صورت میں نماز قصر پڑھے اور دوسری صورت میں نماز پوری پڑھے چونکہ اس مسئلے میں روایات آپس میں مختلف اور تعارض رکھتی ہیں ان کا نتیجہ وہی ہے جو شہید اول نے یہاں اختیار کیا ہے۔

قصر پڑھی جانے والی نماز کا جبران

(وَيُسْتَحَبُّ جَبْرُ كُلِّ مَقْصُورَةٍ)، وَقِيلَ : كُلُّ صَلَاةٍ تُصَلَّى سَفَرًا (بِالتَّسْبِيحَاتِ الْأَرْبَعِ ثَلَاثِينَ مَرَّةً) عَقِبَهَا.وَالْمَرْوِيُّ التَّقْيِيدُ، وَقَدْ رُوِيَ اسْتِحْبَابُ فِعْلِهَا عَقِيبَ كُلِّ فَرِيضَةٍ فِی جُمْلَةِ التَّعْقِيبِ، فَاسْتِحْبَابُهَا عَقِيبَ الْمَقْصُورَةِ يَكُونُ آكَدَ، وَهَلْ يَتَدَاخَلُ الْجَبْرُ وَالتَّعْقِيبُ، أَمْ يُسْتَحَبُّ تَكْرَارُهَا ؟ وَجْهَانِ، أَجْوَدُهُمَا الْأَوَّلُ لِتَحَقُّقِ الِامْتِثَالِ فِيهِمَا .

ہر وہ نماز جو سفر میں قصر پڑھی جاتی ہے بلکہ ایک قول ہے کہ ہر وہ نماز جو سفر میں پڑھی جائے (چاہے قصر نہ ہو جیسے نماز صبح و مغرب) ان کا جبران کرنا مستحب ہے یعنی ان کے بعد ۳۰ بار تسبیحات اربعہ پڑھے اور روایات میں تو وہ قید ہے (یعنی روایات میں اس صورت میں ان تسبیحات کا حکم ہے کہ نماز قصر ہو) اور ان تسبیحات کا استحباب تو ہر فریضہ نماز کی تعقیبات میں منقول ہے تو قصر پڑھی جانے والی نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا مستحب موکّد ہے کیا قصر کے بعد تسبیحات کا پڑھنا جبران کے لیے اور تعقیبات کے لیے آپس میں متداخل ہونگے یعنی ایک بار پڑھنا دونوں کے لیے کافی ہوگا اور دونوں کا ثواب ملے گا یا ان کو ہر ایک عنوان سے علیحدہ تکرار کرنا مستحب ہے؟ اس میں دو وجہیں ہیں ان میں سے پہلی وجہ بہتر ہے کیونکہ ایک مرتبہ پڑھنے سے دونوں حکموں کی اطاعت ہوجاتی ہے ۔

فصل۱۱: نماز جماعت

نماز جماعت کا استحباب و ثواب

(الْفَصْلُ الْحَادِيَ عَشَرَ - فِي الْجَمَاعَةِ)(وَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ فِي الْفَرِيضَةِ) مُطْلَقًا، (مُتَأَكِّدَةٌ فِي الْيَوْمِيَّةِ) حَتَّى أَنَّ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ مِنْهَا تَعْدِلُ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً مَعَ غَيْرِ الْعَالِمِ، وَمَعَهُ أَلْفًا وَلَوْ وَقَعَتْ فِي مَسْجِدٍ تَضَاعَفَ بِمَضْرُوبِ عَدَدِهِ فِي عَدَدِهَا، فَفِي الْجَامِعِ مَعَ غَيْرِ الْعَالِمِ أَلْفَانِ وَسَبْعُمِائَةٍ، وَمَعَهُ مِائَةُ أَلْفٍ.وَرُوِيَ أَنَّ ذَلِكَ مَعَ اتِّحَادِ الْمَأْمُومِ، فَلَوْ تَعَدَّدَ تَضَاعَفَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ بِقَدْرِ الْمَجْمُوعِ فِي سَابِقِهِ إِلَى الْعَشَرَةِ ثُمَّ لَا يُحْصِيهِ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى .

نماز جماعت بطور مطلق (ہر قسم کی) فریضہ نمازوں میں مستحب ہوتی ہے اور یومیہ فرض نمازوں میں اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ عالم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ ایک نماز جماعت ۲۵ یا ۲۷ نماز کے برابر کہی گئی ہے اور عالم کے ساتھ جماعت کی فضیلت ہزار نمازوں کے برابر ہے اگر جماعت مسجد میں ہو تو جماعت کی فضیلت کے مسجد کی فضیلت کے عدد میں حاصل ضرب کے برابر ثواب اضافہ ہوگا تو جامع مسجد میں غیر عالم کے ساتھ جماعت کا ثواب دوہزار سات سو نمازوں کے برابر ہوگا اور عالم کے ساتھ ایک لاکھ نماز کا ثواب ہوگا اور روایت میں آیا ہے کہ یہ ثواب اس وقت ہے جب اقتداء کرنے والا ایک شخص ہو پس اگر زیادہ ہوں تو ہر ایک کے ساتھ سابقہ ثواب کا دوگنا ہوتا جائے گا یہاں تک کہ دس تک پہنچ جائیں تو اس کا ثواب اللہ تعالی کے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔

نماز جماعت کے موارد

(ووَاجبَةٌ فِي الْجُمُعَة، وَالْعيدَيْنِ مَعَ وُجُوبِهمَا، وَبدْعَةٌ فِي النَّافلَة مُطْلَقًا إِلَّا فِي الاسْتسْقَاء، وَالْعيدَيْنِ الْمَنْدُوبَة، وَالْغَدير) في قَوْلٍ لَمْ يَجْزِمْ بِه الْمُصَنِّفُ إِلَّا هُنَا، وَنَسَبَهُ فِي غَيْرِهِ إِلَى التَّقِيِّ، وَلَعَلَّ مَأْخَذَهُ شَرْعيَّتُهَا فِي صَلَاة الْعيد وَأَنَّهُ عيدٌ.(وَالْإِعَادَةُ) منْ الْإِمَامِ، أَوْ الْمَأْمُومِ، أَوْ هُمَا وَإِنْ تَرَامَتْ عَلَى الْأَقْوَى.

نماز جماعت نماز جمعہ اور نماز عیدین میں واجب ہوتی ہے جب وہ واجب ہوں اور نافلہ میں بطور مطلق بدعت اور حرام ہوتی ہے سوائے نماز استسقاء اور مستحب نماز عیدین اور عید غدیر کے کہ عید غدیر میں ایک قول کی بناء پر ہے جس کا شہید اول کو یقین نہیں ہوا مگر یہاں اور دیگر کتابوں میں اسے ابوصلاح تقی حلبی کی طرف نسبت دی ہے شاید ان کی دلیل یہ ہو کہ نماز عید کے لیے نماز جماعت جائز ہوتی ہے اور عید غدیر عیدوں میں سے ایک ہے (پس اس میں بھی جماعت جائز ہوگی) اور پیش نماز یا مقتدی یا دونوں کے جماعت کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھنے میں بھی جماعت جائز ہے اگرچہ اقوی قول کی بناء پر چند بار اعادہ کیا جائے۔

جماعت کے ساتھ رکعت میں شریک ہونے کا حکم

(وَيُدْرِكُهَا) أَيْ الرَّكْعَةَ (بِإِدْرَاكِ الرُّكُوعِ) بِأَنْ يَجْتَمِعَا فِي حَدِّ الرَّاكِعِ وَلَوْ قَبْلَ ذِكْرِ الْمَأْمُومِ، أَمَّا إِدْرَاكُ الْجَمَاعَة فَسَيَأْتِي أَنَّهُ يَحْصُلُ بِدُونِ الرُّكُوعِ، وَلَوْ شَكَّ فِي إِدْرَاكِ حَدِّ الْإِجْزَاءِ لَمْ يُحْتَسَبْ رَكْعَةً، لِأَصَالَة عَدَمِه فَيَتْبَعُهُ فِي السُّجُود، ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ.

اور جب مقتدی امام کے رکوع میں شامل ہو جائے تو وہ اس رکعت کو پالے گا یعنی دونوں رکوع کی حدّ تک جمع ہو جائیں اگرچہ مقتدی امام جماعت کے ساتھ ذکر نہ پڑھ سکے اور جہاں تک

جماعت کا ثواب درک کرنا ہے تو آئے گا کہ وہ رکوع کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اگر رکوع کی کافی کو درک کرنے میں شک ہو تو مقتدی کے لیے وہ رکعت شمار نہیں ہو گی کیونکہ قاعدہ عدم ادراک رکعت جاری ہے جب تک رکعت کے درک کرنے کا یقین نہ ہو تو پیش نماز کے ساتھ سجدوں میں چلا جائے لیکن دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے دوبارہ نماز کی ابتداء سے نیت کرے۔

پیش نماز کی شرائط

(وَيُشْتَرَطُ بُلُوغُ الْإِمَامِ) إِلَّا أَنْ يَؤُمَّ مِثْلَهُ، أَوْ فِى نَافِلَةٍ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ فِى الدُّرُوسِ، وَهُوَ يَتِمُّ مَعَ كَوْنِ صَلَاتِهِ شَرْعِيَّةً لَا تَمْرِينِيَّةً،(وَعَقْلُهُ) حَالَةَ الْإِمَامَةِ، وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْجُنُونُ فِى غَيْرِهَا، كَذِى الْأَدْوَارِ عَلَى كَرَاهَةٍ.(وَعَدَالَتُهُ) وَهِيَ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ بَاعِثَةٌ عَلَى مُلَازَمَةِ التَّقْوَى الَّتِى هِيَ الْقِيَامُ بِالْوَاجِبَاتِ، وَتَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ الْكَبِيرَةِ مُطْلَقًا، وَالصَّغِيرَةِ مَعَ الْإِصْرَارِ عَلَيْهَا، وَمُلَازَمَةِ الْمُرُوءَةِ الَّتِى هِيَ اتِّبَاعُ مَحَاسِنِ الْعَادَاتِ، وَاجْتِنَابُ مَسَاوِئِهَا، وَمَا يَنْفِرُ عَنْهُ مِنْ الْمُبَاحَاتِ، وَيُؤْذِنُ بِخِسَّةِ النَّفْسِ وَدَنَاءَةِ الْهِمَّةِ، وَتُعْلَمُ بِالِاخْتِبَارِ الْمُسْتَفَادِ مِنْ التَّكْرَارِ الْمُطْلِعِ عَلَى الْخُلُقِ مِنْ التَّخَلُّقِ، وَالطَّبْعِ مِنْ التَّكَلُّفِ غَالِبًا.وَبِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ بِهَا، وَشِيَاعِهَا وَاقْتِدَاءِ الْعَدْلَيْنِ بِهِ فِى الصَّلَاةِ، بِحَيْثُ يَعْلَمُ رُكُونُهُمَا إِلَيْهِ تَزْكِيَةً.وَلَا يَقْدَحُ الْمُخَالَفَةُ فِى الْفُرُوعِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاتُهُ بَاطِلَةً عِنْدَ الْمَأْمُومِ وَكَانَ عَلَيْهِ أَنْ يَذْكُرَ اشْتِرَاطَ طَهَارَةِ مَوْلِدِ الْإِمَامِ، فَإِنَّهُ شَرْطٌ إِجْمَاعًا كَمَا ادَّعَاهُ فِى الذِّكْرَى، فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ وَلَدِ الزِّنَا، وَإِنْ كَانَ عَدْلًا.أَمَّا وَلَدُ الشُّبْهَةِ وَمَنْ تَنَالُهُ الْأَلْسُنُ مِنْ غَيْرِ تَحْقِيقٍ فَلَا، (وَذُكُورِيَّتُهُ) إِنْ كَانَ الْمَأْمُومُ ذَكَرًا أَوْ خُنْثَى.(

وَتَؤُمُّ الْمَرْأَةُ مِثْلَهَا، وَلَا) تَؤُمُّ (ذَكَرًا، وَلَا خُنْثَى) لِاحْتِمَالِ ذُكُورِيَّتِهِ.(وَلَا تَؤُمُّ الْخُنْثَى غَيْرَ الْمَرْأَةِ) لِاحْتِمَالِ أُنُوثِيَّتِهِ وَذُكُورِيَّةِ الْمَأْمُومِ لَوْ كَانَ خُنْثَى -

۱۔پیش نماز کا بالغ ہونا شرط ہے مگر نابالغ کی مثل تمیز دار بچے اس کی اقتداء کریں یا جن نافلہ نمازوں میں جماعت جائز ہوتی ہے ان میں مصنف نے دروس میں فرمایا کہ نابالغ، بالغ افراد کو جماعت کرا سکتا ہے اور یہ بات تب کامل ہو گی جب نابالغ کی نماز شریعت کے لحاظ سے صحیح اور جائز ہو فقط تمرین اور مشق کی حیثیت سے نہ ہو۔

۲۔اور پیش نماز کا جماعت کے دوران عاقل ہونا بھی شرط ہے اگرچہ دیگر حالات میں اس پر جنون طاری ہو جائے جیسے مجنون ادواری ہوتا ہے یعنی بعض اوقات اس پر جنون طاری ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا پیش نماز بننا مکروہ ہے۔

۳۔اور تیسری شرط پیش نماز میں عدالت ہے اور وہ اس کے نفس کے اندر ایسا ملکہ اور قوت ہے کہ جو اسے ہر وقت تقوی اختیار کیے رہنے پر ابھارتا ہے جو واجبات کو انجام دینے اور بطور مطلق کبیرہ گناہوں کو ترک کرنے اور چھوٹے گناہوں کا اصرار اور تکرار نہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور مروت کا خیال رکھنا بھی لازم ہے جو اچھی عادات کی پیروی اور بری عادات سے اجتناب کرنے اور ان مباح کاموں سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے جن سے طبیعت انسانی نفرت کرتی ہے اور اس سے نفس کی پستی اور ہمت کا گھٹیا پن ظاہر ہوتا ہے اور عدالت کا علم اسے آزمائش سے ہوتا ہے جو بار بار اس شخص کے ساتھ نشست و برخاست پر مشتمل ہو اور اس سے اس کے اصلی اخلاق کا علم ہو جائے اور تخلق و تصنع کے ساتھ کئے ہوئے اخلاق سے جدا ہو جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دو شخص اس کی گواہی دیں یا اس کی عدالت مشہور ہو اور نماز میں اس کی دو عادل مرد اقتداء کریں جس سے معلوم ہو کہ وہ اسے عادل سمجھتے ہیں، اور امام عادل کا نماز کی بعض فرعی مسائل میں مقتدی کے نظریئے کے مخالف ہونا اس کی عدالت کے لیے مضر نہیں ہے مگر جب مقتدی کی نظر میں اس کی نماز بطور کلی باطل ہو۔

۴۔اور شہید اول پر لازم تھا کہ وہ پیش نماز کی شرائط میں اس کا حلال زادہ ہونے کی شرط کو ذکر کرتے کہ تمام علماء کے اتفاق سے شرط ہے جیسا کہ انہوں نے ذکری میں کہا ہے تو ولد زنا کی پیش نمازی کران صحیح نہیں ہے اگرچہ وہ عادل ہی کیوں نہ ہو لیکن جس کے بارے میں شبہ ہو یا جسے بغیر تحقیق کے لوگ حرامی کہتے ہوں تو اس کی پیش نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔پیش نماز کا مرد ہونا شرط ہے جب اقتداء کرنے والے مرد ہو یا خنثی ہوں اور عورت کا عورت کو جماعت کرانا جائز ہے لیکن مرد اور خنثی کو جماعت نہیں کراسکتی کیونکہ خنثی کے مرد ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور خنثی عورت کے علاوہ مرد اور کسی خنثی کو جماعت نہیں کراسکتا کیونکہ اس کے عورت ہونے کا احتمال ہے تو مرد اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا اور اگر خنثی اسکے پیچھے نماز پڑھے تو احتمال ہے کہ وہ مذکر ہو اور خنثی پیش نماز مونث ہو۔

نماز جماعت صحیح ہونے کی شرائط

(وَلَا تَصِحُّ) مَعَ جِسْمٍ(حَائِلٍ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ)يَمْنَعُ الْمُشَاهَدَةَ أَجْمَعَ فِي سَائِرِ الْأَحْوَالِ لِلْإِمَامِ، أَوْ مَنْ يُشَاهِدُهُ مِنْ الْمَأْمُومِينَ وَلَوْ بِوَسَائِطَ مِنْهُمْ، فَلَوْ شَاهَدَ بَعْضَهُ فِي بَعْضِهَا كَفَى، كَمَا لَا تَمْنَعُ حَيْلُولَةُ الظُّلْمَةِ وَالْعَمَى(إلَّا فِي الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ) فَلَا يَمْنَعُ الْحَائِلُ مُطْلَقًا، مَعَ عِلْمِهَا بِأَفْعَالِهِ الَّتِي يَجِبُ فِيهَا الْمُتَابَعَةُ،(وَلَا مَعَ كَوْنِ الْإِمَامِ أَعْلَى) مِنْ الْمَأْمُومِ(بِالْمُعْتَدِّ بِهِ) عُرْفًا فِي الْمَشْهُورِ، وَقَدْرُهُ فِي الدُّرُوسِ بِمَا لَا يُتَخَطَّى، وَقِيلَ:بِشِبْرٍ، وَلَا يَضُرُّ عُلُوُّ الْمَأْمُومِ مُطْلَقًا مَا لَمْ يُؤَدِّ إلَى الْبُعْدِ الْمُفْرِطِ، وَلَوْ كَانَتْ الْأَرْضُ مُنْحَدِرَةً اُغْتُفِرَ فِيهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ اشْتِرَاطَ عَدَمِ تَقَدُّمِ الْمَأْمُومِ، وَلَا بُدَّ مِنْهُ، وَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ الْعَقِبُ قَائِمًا، وَالْمَقْعَدُ وَهُوَ الْأَلْيَةُ جَالِسًا، وَالْجَنْبُ نَائِمًا.

۱۔ نماز جماعت صحیح نہیں ہو گی جب پیش نماز اور مقتدی کے اسی چیز کا فاصلہ جس سے مقتدی نماز کے تمام حالات میں پیش نماز کو کلی طور پر نہ دیکھ سکتا ہو[1] یا اگلی صف کے مقتدی کو نہ دیکھ سکتا ہو اگر اس طرح امام اور مقتدی کے درمیان کئی واسطے ہوں لیکن اگر پیش نماز یا اگلی صف والے مقتدی کے بعض حصے کو دیکھ سکتا ہو تو کافی ہے لیکن تاریکی اور اندھے پن کی وجہ سے نہ دیکھ سکنے میں کوئی مانع نہیں ہے مگر عورت مرد کی اقتداء میں نماز پڑھے تو بطور مطلق فاصلے میں کوئی مانع نہیں ہے جب وہ پیش نماز کے افعال کو جانتی ہو جن میں پیروی کرنا ضروری ہوتی ہے۔

۲۔ نماز جماعت صحیح نہیں ہوتی جب پیش نماز کے کھڑے ہونے کی جگہ عرف کے لحاظ سے مقتدی کی جگہ سے بہت زیادہ بلند ہو یہ مشہور قول ہے اور دروس میں اس کی مقدار یہ بتائی ہے کہ ایک قدم کے فاصلے تک نہ پہنچے اور ایک قول ہے کہ ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور مقتدی کا پیش نماز سے بلند ہونا بطور مطلق مضر نہیں ہے جب تک بہت زیادہ دوری کی حد تک نہ ہو اور اگر زمین ڈھلوانی ہو اور امام کے مقتدی کی نسبت کچھ بلند ہونے میں حرج نہیں۔

۳۔ شہید اول نے یہ شرط ذکر نہیں کی کہ مقتدی پیش نماز سے آگے نہ ہو حالانکہ یہ ضروری شرط ہے اور اس میں کھڑے ہونے کی حالت میں مقتدی کا پیچھے ہونا معتبر ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں اس کی جای نشست کا پیچھے ہونا معتبر ہے اور لیٹ کر نماز پڑھنے کی حالت میں پہلو کا پیچھے ہونا ضروری ہے۔

---

[1] ایت ا۔۔۔ سیستانی فرماتے ہیں؛جماعت کے صحیح ہونے میں شرط ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اور اسی طرح ایک مقتدی اور دوسرے مقتدی کے درمیان جو امام اور مقتدی کے مابین واسطہ ہو کوئی چیز حائل نہ ہو اور حائل ہونے سے مراد وہ چیز ہے جو انہیں ایک دوسرے سے جدا کرے خواہ دیکھنے سے مانع ہو جیسے پردہ یا دیوار یا دیکھنے سے مانع نہ ہو جیسے شیشہ (توضیح المسائل ،مسئلہ ۱۴۲۰)

نماز جماعت کے احکام

(وَتُكْرَهُ الْقِرَاءَةُ) مَنْ الْمَأْمُومِ(خَلْفَهُ فِى الْجَهْرِيَّة) الَّتِى يَسْمَعُهَا وَلَوْ هَمْهَمَةً(لَا فِى السِّرِّيَّة، وَلَوْ لَمْ يَسْمَعْ وَلَوْ هَمْهَمَةً) وَهِىَ الصَّوْتُ الْخَفِىُّ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلِ الْحُرُوفِ(فِى الْجَهْرِيَّة قَرَأَ) الْمَأْمُومُ الْحَمْدَ سِرًّا(مُسْتَحَبًّا) هَذَا هُوَ أَحَدُ الْأَقْوَالِ فِى الْمَسْأَلَة، أَمَّا تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِى الْجَهْرِيَّة الْمَسْمُوعَة فَعَلَيْه الْكُلُّ، لَكِنْ عَلَى وَجْهِ الْكَرَاهَة عِنْدَ الْأَكْثَرِ، وَالتَّحْرِيمِ عِنْدَ بَعْض، لِلْأَمْرِ بِالْإِنْصَات لِسَامِعِ الْقُرْآن، وَأَمَّا مَعَ عَدَمِ سَمَاعِهَا وَإِنْ قَلَّ فَالْمَشْهُورُ الاسْتِحْبَابُ فِى أُولَيَيْهَا، وَالْأَجْوَدُ إِلْحَاقُ أُخْرَيَيْهَا بِهِمَا وَقِيلَ : تَلْحَقَان بِالسِّرِّيَّة وَأَمَّا السِّرِّيَّةُ فَالْمَشْهُورُ كَرَاهَةُ الْقِرَاءَة فِيهَا، وَهُوَ اخْتِيَارُ الْمُصَنِّف فِى سَائِرِ كُتُبِه، وَلَكِنَّهُ هُنَا ذَهَبَ إِلَى عَدَمِ الْكَرَاهَة، وَالْأَجْوَدُ الْمَشْهُورُ وَ مِنْ الْأَصْحَابِ مَنْ أَسْقَطَ الْقِرَاءَةَ وُجُوبًا، أَوْ اسْتِحْبَابًا مُطْلَقًا وَهُوَ أَحْوَطُ وَقَدْ رَوَى زُرَارَةُ فِى الصَّحِيحِ عَنْ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ:" كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ إِمَامٍ يَأْتَمُّ بِه بُعِثَ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَة".

۱۔اگر مقتدی جہری نمازوں میں امام جماعت کی قراءت کی آواز سن رہا ہوں اگرچہ بہت کم ہو (جس سے اس کے حروف اور کلمات کی تشخیص دینا ممکن نہ ہو) تو مقتدی کے لیے خود قراءت کرنا مکروہ ہے نہ ان نمازوں میں جن کو آہستہ آواز سے پڑھا جاتا ہے (ان میں قراءت کرنا مکروہ نہیں) اور اگر جہری نمازوں میں امام جماعت کی قراءت کی آواز نہ سنے اگرچہ وہ آواز کم ہو جس میں حروف کی تشخیص نہیں دی جاسکتی تو مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے سورہ حمد پڑھنا مستحب ہے، یہ اس مسئلے میں ایک قول ہے، جہری نمازوں میں جن کی قراءت کی آواز

سنی جارہی ہو قراءت نہ کرنے کا سب نے فتوی دیا ہے لیکن اکثر نے قراءت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اسے حرام قرار دیا ہے کیونکہ قرآن کریم سننے والوں کو غور سے سننے کا حکم دیا ہے لیکن جب امام جماعت کی قراءت کی آواز سنائی نہ دے اگرچہ کم ہی، تو مشہور یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ آخری دو رکعتوں کو پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملحق کیا جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اسے اخفاتی نمازوں کے حکم میں داخل کیا جائے (یعنی مقتدی کو قراءت کرنے اور تسبیحات اربعہ پڑھنے میں اختیار ہے) اور اخفاتی نماز میں مشہور ہے کہ قراءت کرنا مکروہ ہے اور اسی قول کو مصنف نے اپنی باقی کتابوں میں اختیار کیا ہے لیکن اس کتاب میں اسے مکروہ نہیں سمجھا، بہتر قول وہی مشہور کا نظریہ ہے، بعض علماء نے بطور مطلق (جہری و اخفاتی نمازوں میں) قراءت کو ساقط قرار دیا ہے اور یہی احتیاط کے زیادہ مناسب ہے اور زرارہ نے صحیح سند روایت میں امام باقرؑ سے نقل کیا ہے فرمایا؛ امام علیؑ فرمایا کرتے تھے؛ جس نے پیش نماز کے پیچھے جس کی وہ اقتداء کر رہا ہوں قراءت کی تو وہ قیامت کے دن فطرت اسلام کے علاوہ کسی دوسری سنت پر محشور ہوگا۔

(وَيَجِبُ) عَلَى الْمَأْمُومِ(نِيَّةُ الائْتِمَامِ) بِالْإِمَامِ(الْمُعَيَّنِ) بِالاسْمِ، أَوْ الصِّفَةِ، أَوْ الْقَصْدِ الذِّهْنِيِّ، فَلَوْ أَخَلَّ بِهَا، أَوْ اقْتَدَى بِأَحَدِ هَذَيْنِ، أَوْ بِهِمَا وَإِنْ اتَّفَقَا فِعْلًا لَمْ يَصِحَّ، وَلَوْ أَخْطَأَ تَعْيِينَهُ بَطَلَتْ وَإِنْ كَانَ أَهْلًا لَهَا أَمَّا الْإِمَامُ فَلَا تَجِبُ عَلَيْهِ نِيَّةُ الْإِمَامَةِ، إِلَّا أَنْ تَجِبَ الْجَمَاعَةُ كَالْجُمُعَةِ فِي قَوْلٍ نَعَمْ يُسْتَحَبُّ وَلَوْ حَضَرَ الْمَأْمُومُ فِي أَثْنَاءِ صَلَاتِهِ نَوَاهَا بِقَلْبِهِ مُتَقَرِّبًا .

۲۔ مقتدی کے لیے واجب ہے کہ وہ معین پیش نماز کے پیچھے اقتداء کی نیت کرے چاہے اس کی تعیین نام کے ذریعے ہو یا صفت کے ذریعے یا ذہنی قصد کے ذریعے، پس اگر اقتداء کی نیت نہ

کرے یا کہے؛ان دو پیش نمازوں میں سے ایک کی اقتداء کرتا ہوں یا کہے دونوں کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہوں اگرچہ اتفاقا وہ دونوں امام جماعت نماز کے افعال میں ایک ساتھ چلیں تو جماعت صحیح نہ ہوگی اور اگراس نے پیش نماز کی تعیین میں خطا کی تو اس کی جماعت باطل ہوگی اگرچہ وہ پیش نماز جماعت کرانے کا اہل بھی ہو لیکن امام جماعت پر امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے مگر یہ کہ جماعت واجب ہو جیسے نماز جمعہ کے بارے میں ایک قول ہے لیکن امام جماعت کے لیے امامت کی نیت کرنا مستحب ہے اور اگراس کی نماز کے دوران مقتدی حاضر ہو جائے اور اسکی اقتداء کرے تو امام دل میں قصد قربت سے امامت کی نیت کرلے۔

نماز جماعت میں شرکت کے لیے نافلہ نماز کو توڑنے کا حکم

(وَيَقْطَعُ النَّافلَةَ) إذَا أَحْرَمَ الْإِمَامُ بِالْفَرِيضَةِ وَفِى بَعْضِ الْأَخْبَارِ قَطَعَهَا مَتَى أُقِيمَتْ الْجَمَاعَةُ وَلَمَّا يُكَمِّلْهَا، لِيَفُوزَ بِفَضِيلَتِهَا أَجْمَعَ.(وَقِيلَ) : وَيَقْطَعُ (الْفَرِيضَةَ) أَيْضًا (لَوْ خَافَ الْفَوْتَ) أَيْ فَوَاتَ الْجَمَاعَةِ فِى مَجْمُوعِ الصَّلَاةِ، وَهُوَ قَوِىٌّ، وَاخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ فِى غَيْرِ الْكِتَابِ، وَفِى الْبَيَانِ جَعَلَهَا كَالنَّافلَةِ، (وَإِتْمَامُهَا رَكْعَتَيْنِ) نَدْبًا (حَسَنٌ) لِيَجْمَعَ بَيْنَ فَضِيلَةِ الْجَمَاعَةِ، وَتَرْكِ إبْطَالِ الْعَمَلِ.هَذَا إذَا لَمْ يَخَفْ الْفَوْتَ، وَإِلَّا قَطَعَهَا بَعْدَ النَّقْلِ إلَى النَّفْلِ.وَلَوْ كَانَ قَدْ تَجَاوَزَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ الْفَرِيضَةِ فَفِى الِاسْتِمْرَارِ، أَوْ الْعُدُولِ إلَى النَّفْلِ، خُصُوصًا قَبْلَ رُكُوعِ الثَّالِثَةِ ؟ وَجْهَانِ، وَفِى الْقَطْعِ قُوَّةٌ.(نَعَمْ يَقْطَعُهَا) أَيْ الْفَرِيضَةَ (لِإِمَامِ الْأَصْلِ) مُطْلَقًا اسْتِحْبَابًا فِى الْجَمِيعِ .

۳۔جب پیش نماز، فریضہ نماز کی تکبیرۃالاحرام کہے تو مقتدی کو چاہیے کہ مستحب نماز کو توڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور بعض روایات میں ہے؛جب جماعت برپا ہو تو نافلہ

نماز کو توڑ دے اور اس کو پورا نہ کرے تا کہ اس کی پوری فضیلت کو پالے اور ایک قول ہے کہ فریضہ نماز کو بھی توڑ دے اگر اسے خوف ہو کہ نماز مکمل کرنے تک جماعت ختم ہو جائے گی اور یہ قوی ہے اور اسے مصنف نے دیگر کتابوں میں اختیار کیا ہے اور بیان میں اسے نافلہ نماز کی طرح قرار دیا ہے اور بہتر ہے کہ واجب نماز کی نیت کو مستحب کی طرف پھیر دے اور انہیں دو رکعت پر ختم کرے تا کہ جماعت کی فضیلت اور عمل کو باطل نہ کرنے کے درمیان جمع ہو جائے یہ اس وقت ہے جب جماعت ختم ہونے کا خوف نہ ہو ورنہ نیت کو نافلہ کی طرف پھرنے کے بعد توڑ دینا چاہیے، اور اگر واجب نماز میں دو رکعتوں سے گزر چکا ہو تو کیا اس فرض کو پورا کرے یا نافلہ نماز کی طرف نیت پھیر دے خصوصاجب تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے ہو؟ اس میں دو وجہیں ہیں اور اسے توڑ دینا قوی ہے ہاں امام معصوم کے لیے بطور مطلق (چاہے جماعت کے ختم کا خوف ہو یا نہ) فرض نماز کو توڑ دینا چاہیے اس میں تمام صورتوں (چاہے نماز واجب ہو یا مستحب) میں مستحب ہے۔

رکوع کے بعد درک کرنے کا طریقہ

(وَلَوْ أَدْرَكَهُ بَعْدَ الرُّكُوعِ) بِأَنْ لَمْ يَجْتَمِعْ مَعَهُ بَعْدَ التَّحْرِيمَةِ فِي حَدِّهِ (سَجَدَ) مَعَهُ بِغَيْرِ رُكُوعٍ إِنْ لَمْ يَكُنْ رَكَعَ، أَوْ رَكَعَ طَلَبًا لِإِدْرَاكِهِ فَلَمْ يُدْرِكْهُ، (ثُمَّ اسْتَأْنَفَ النِّيَّةَ) مُؤْتَمًّا إِنْ بَقِيَ لِلْإِمَامِ رَكْعَةٌ أُخْرَى، وَمُنْفَرِداً بَعْدَ تَسْلِيمِ الْإِمَامِ إِنْ أَدْرَكَهُ فِي الْأَخِيرَةِ.(بِخِلَافِ إِدْرَاكِهِ بَعْدَ السُّجُودِ) فَإِنَّهُ يَجْلِسُ مَعَهُ وَيَتَشَهَّدُ مُسْتَحِبًّا إِنْ كَانَ يَتَشَهَّدُ، وَيُكْمِلُ صَلَاتَهُ (فَإِنَّهَا تَجْزِيهِ وَيُدْرِكُ فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ) فِي الْجُمْلَةِ(فِي الْمَوْضِعَيْنِ) وَهُمَا إِدْرَاكُهُ بَعْدَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَ السُّجُودِ لِلْأَمْرِ بِهَا وَلَيْسَ إِلَّا لِإِدْرَاكِهَا.

وَأَمَّا كَوْنُهَا كَفَضِيلَةِ مَنْ أَدْرَكَهَا مِنْ أَوَّلِهَا فَغَيْرُ مَعْلُومٍ، وَلَوْ اسْتَمَرَّ فِي الصُّورَتَيْنِ قَائِمًا إِلَى أَنْ فَرَغَ الْإِمَامُ، أَوْ قَامَ، أَوْ جَلَسَ مَعَهُ وَلَمْ يَسْجُدْ صَحَّ أَيْضًا، مِنْ غَيْرِ اسْتِئْنَافٍ.وَالضَّابِطُ أَنَّهُ يَدْخُلُ مَعَهُ فِي سَائِرِ الْأَحْوَالِ، فَإِنْ زَادَ مَعَهُ رُكْنًا اسْتَأْنَفَ النِّيَّةَ وَإِلَّا فَلَا، وَفِي زِيَادَةِ سَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ وَجْهَانِ أَحْوَطُهُمَا الِاسْتِئْنَافُ وَلَيْسَ لِمَنْ لَمْ يُدْرِكْ الرَّكْعَةَ قَطْعُ الصَّلَاةِ بِغَيْرِ الْمُتَابَعَةِ اخْتِيَارًا .

۴۔اور اگر رکوع کے بعد امام کو پائے یعنی تکبیرۃالاحرام سے لیکر رکوع کی حد تک اس کے ساتھ نہ پہنچ سکے تو رکوع کے بغیر اس کے ساتھ سجدے میں چلا جائے اگر اس نے رکوع نہ کیا ہو یا رکوع میں امام کو درک کرنے کے لیے جھکا ہو لیکن اس کو درک نہ کرسکا ہو پھر اگر امام جماعت کے لیے کوئی رکعت باقی ہو تو اس کے ساتھ اقتداء کی نیت سے شروع سے نماز پڑھے اور اگر امام کی آخری رکعت ہو تو امام کے سلام کہنے کے بعد فرادی کی نیت سے نماز پڑھے بخلاف اس صورت کے جب امام جماعت کو سجدوں کے بعد درک کرے تو اس کے ساتھ بیٹھ جائے اور اگر امام تشہد پڑھے تو اس کے ساتھ مستحب کی نیت سے تشہد پڑھے اور نماز کو مکمل کرے، پس ان دونوں موارد میں جماعت کے کچھ ثواب اور فضیلت کو پالے گا اور یہ دو مورد ہیں؛رکوع کے بعد اور سجود کے بعد امام جماعت کو درک کرنا کیونکہ اس کا حکم ہوا ہے اور یہ حکم نہیں مگر اس لیے کہ وہ جماعت کی فضیلت کو درک کرلے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی فضیلت اس شخص کی طرح ہوگی جو ابتداء سے اقتداء کررہا ہے اور اگر ان دونوں صورتوں میں (نیت و تکبیرۃ کے بعد) کھڑا رہے یہاں تک کہ امام فارغ ہوجائے یا کھڑا ہوجائے یا اس کے ساتھ بیٹھ جائے لیکن سجدے میں نہ جائے تو بھی صحیح ہے تو ان صورتوں میں دوبارہ نیت و تکبیرۃالاحرام کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس کا قانون یہ ہے کہ مقتدی پیش نماز کے ساتھ نماز کے بقیہ حالات میں داخل ہو جائے پس اگراس کے ساتھ کسی رکن کا اضافہ کیا تو شروع سے نماز کی نیت اور تکبیرۃ الاحرام کہے وگرنہ اس کی ضرورت نہیں اور ایک سجدہ کرنے میں دو وجہیں اس میں احتیاط کے ساتھ زیادہ مناسب یہ ہے کہ شروع سے نیت اور تکبیرۃ الاحرام کہے لیکن اس شخص کے لیے جو رکعت کو درک نہ کرے اور سابقہ طریقے سے پیش نماز کی پیروی بھی نہ کرے تو اس کے لیے اختیاری صورت میں نماز توڑنا جائز نہیں ہے (اور متابعت کی صورت میں پیش نماز کے ساتھ سجدے کرنا اور پھر دوبارہ سے نماز شروع کرنا اس وجہ سے جائز تھا کہ اس کا حکم دیا گیا ہے)۔

افعال نماز میں پیش نماز کی پیروی کا وجوب

(وَيَجِبُ) عَلَى الْمَأْمُومِ (الْمُتَابَعَةُ) لِإِمَامِه فِي الْأَفْعَالِ إِجْمَاعًا، بِمَعْنَى أَنْ لَا يَتَقَدَّمَهُ فِيهَا، بَلْ إِمَّا أَنْ يَتَأَخَّرَ عَنْهُ وَهُوَ الْأَفْضَلُ، أَوْ يُقَارِنَه، لَكِنْ مَعَ الْمُقَارَنَةِ تَفُوتُ فَضِيلَةُ الْجَمَاعَةِ وَإِنْ صَحَّتْ الصَّلَاةُ، وَإِنَّمَا فَضْلُهَا مَعَ الْمُتَابَعَةِ.أَمَّا الْأَقْوَالُ فَقَدْ قَطَعَ الْمُصَنِّفُ بِوُجُوبِ الْمُتَابَعَةِ فِيهَا أَيْضًا فِي غَيْرِه، وَأَطْلَقَ هُنَا مِمَّا يَشْمَلُهُ، وَعَدَمُ الْوُجُوبِ أَوْضَحُ إِلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ، فَيُعْتَبَرُ تَأَخُّرُهُ بِهَا، فَلَوْ قَارَنَهُ أَوْ سَبَقَهُ لَمْ تَنْعَقِدْ، وَكَيْفَ تَجِبُ الْمُتَابَعَةُ فِيمَا لَا يَجِبُ سَمَاعُهُ، وَلَا إِسْمَاعُهُ إِجْمَاعًا، مَعَ إِيجَابِهِمْ عِلْمَهُ بِأَفْعَالِه، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِوُجُوبِ الْمُتَابَعَةِ فِيهَا.(فَلَوْ تَقَدَّمَ) الْمَأْمُومُ عَلَى الْإِمَامِ فِيمَا يَجِبُ فِيه الْمُتَابَعَةُ (نَاسِيًا تَدَارَكَ) مَا فَعَلَ مَعَ الْإِمَامِ، (وَعَامِداً يَأْثَمُ وَيَسْتَمِرُّ) عَلَى حَالِه حَتَّى يَلْحَقَهُ الْإِمَامُ، وَالنَّهْيُ لَاحِقٌ لِتَرْكِ الْمُتَابَعَةِ، لَا لِذَاتِ الصَّلَاةِ أَوْ جُزْئِهَا، وَمِنْ ثَمَّ لَمْ تَبْطُلْ، وَلَوْ

عَادَ بَطَلَتْ لِلزِّيَادَةِ.وَفِي بُطْلَانِ صَلَاةِ النَّاسِي لَوْ لَمْ يُعِدْ قَوْلَانِ، أَجْوَدُهُمَا الْعَدَمُ، وَالظَّانُّ كَالنَّاسِي، وَالْجَاهِلُ عَامِدٌ .

۵۔ مقتدی پر واجب ہے کہ افعال نماز میں پیش نماز کی پیروی کرے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے یعنی اس کے لیے جائز نہیں کہ امام جماعت سے پہلے کسی فعل کو انجام دے بلکہ یا اس کے بعد اس فعل میں داخل ہوا و ر یہی افضل اور بہتر ہے یا اس کے ساتھ ہم زمان اس فعل کو شروع کرے لیکن ہم زمان داخل ہونے کی صورت میں جماعت کی فضیلت ختم ہو جائے گی اگرچہ نماز صحیح ہو گی بے شک جماعت کی فضیلت اس صورت میں ہے جب پیش نماز کی پیروی کی جائے۔

لیکن اقوال اور اذکار نماز کے بارے میں مصنف نے دیگر کتابوں میں بطور یقین فرمایا ہے؛ پیش نماز کی پیروی کرنا واجب ہے لیکن یہاں اس کو بطور مطلق بیان کیا ہے جو اس کی پیروی کے واجب ہونے کو بھی شامل ہے اور تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ دیگر اقوال و اذکار میں واضح تر نظریہ یہ ہے کہ پیروی واجب نہیں ہے، لیکن تکبیرۃ الاحرام میں معتبر ہے کہ پیش نماز کے بعد کہی جائے پس اگر امام جماعت کے ساتھ ہم زمان کہی جائے یا اس سے پہلے کہی جائے تو جماعت واقع نہیں ہو گی بھلا جن اقوال کا سننا اور سنانا واجب نہیں اور اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے ان میں پیروی کیسے واجب ہو گی ؟! جبکہ علماء نے واجب کیا ہے کہ مقتدی کو چاہیے کہ امام جماعت کے افعال کا علم رکھتا ہو تو اس کی وجہ نہیں ہے مگر یہی کہ ان میں پیش نماز کی پیروی واجب ہے، پس اگر مقتدی بھولے سے ان افعال میں امام جماعت سے پہلے چلا جائے جن میں امام جماعت کی پیروی ضروری تھی تو اس کا تدارک کرے اور واپس آ جائے اور امام کے ساتھ دوبارہ اس فعل کو بجالائے اور اگر جان بوجھ کر امام جماعت سے پہلے اس فعل میں چلا جائے تو گناہ گار ہو گا لیکن چاہیے کہ اسی حال میں باقی رہے یہاں تک کہ امام جماعت اس کے ساتھ مل جائے اور اس صورت میں نماز باطل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پیروی نہ

کرنے سے منع کیا گیا ہے (یہ نہی عدم متابعت سے متعلق ہے) یہ خود نماز سے یا اس کے کسی جزء سے متعلق ہے لیکن اگر اس عمدی صورت میں واپس لوٹے تو نماز اس عمدی اضافے کی وجہ سے باطل ہو گی اور بھولے ہوئے شخص کی نماز کے باطل ہونے میں جب وہ واپس آ جائے دو قول ہیں، بہتر یہ ہے کہ باطل نہ گی اور گمان کرنے والے کا حکم بھولے ہوئے شخص کی طرح ہے اور جاہل کا حکم جان بوجھ کر اضافہ کرنے والے کی طرح ہے۔

جماعت کا مستحب

(وَيُسْتَحَبُّ إِسْمَاعُ الْإِمَامِ مَنْ خَلْفَهُ) أَذْكَارَهُ لِيُتَابِعَهُ فِيهَا وَإِنْ كَانَ مَسْبُوقًا، مَا لَمْ يُؤَدِّ إِلَى الْعُلُوِّ الْمُفْرِطِ فَيَسْقُطَ الْإِسْمَاعُ الْمُؤَدِّي إِلَيْهِ -

امام جماعت کے لیے مستحب ہے کہ اپنے اذکار کی آواز کو مقتدیوں تک پہنچائے تاکہ وہ ان میں اس کی پیروی کریں اگرچہ ماموم اس سے ایک رکعت پیچھے ہو کیونکہ اس کے لیے بھی اذکار جیسے تشہد و قنوت میں متابعت مستحب ہے، یہ اس صورت میں ہے جب آواز کو بہت زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہ ہو پس اگر مقتدی اتنا دور ہو کہ اسے آواز پہنچانے کے لیے آواز کو متعارف حد سے بہت زیادہ بلند کرنا پڑے تو اس وقت اسے سنانا ساقط ہے (مستحب نہیں ہے)۔

نماز جماعت کے مکروہات

(وَيُكْرَهُ الْعَكْسُ) بَلْ يُسْتَحَبُّ لِلْمَأْمُومِ تَرْكُ إِسْمَاعِ الْإِمَامِ مُطْلَقًا، عَدَا تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ لَوْ كَانَ الْإِمَامُ مُنْتَظِرًا لَهُ فِي الرُّكُوعِ وَنَحْوِهِ، وَمَا يَفْتَحُ بِهِ عَلَى الْإِمَامِ، وَالْقُنُوتِ عَلَى قَوْلٍ.(وَأَنْ يَأْتَمَّ كُلٌّ مِنْ الْحَاضِرِ وَالْمُسَافِرِ بِصَاحِبِهِ) مُطْلَقًا، وَقِيلَ: فِي فَرِيضَةٍ مَقْصُورَةٍ، وَهُوَ مَذْهَبُهُ فِي الْبَيَانِ، (بَلْ بِالْمُسَاوِي) فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، أَوْ فِي الْفَرِيضَةِ غَيْرِ الْمَقْصُورَةِ (وَأَنْ يَؤُمَّ الْأَجْذَمُ وَالْأَبْرَصُ

الصَّحِيحَ) لِلنَّهْيِ عَنْهُ وَعَمَّا قَبْلَهُ فِي الْأَخْبَارِ الْمَحْمُولِ عَلَى الْكَرَاهَةِ جَمْعًا (وَالْمَحْدُودُ بَعْدَ تَوْبَتِهِ) لِلنَّهْيِ كَذَلِكَ، وَسُقُوطِ مَحَلِّهِ مِنْ الْقُلُوبِ (وَالْأَعْرَابِيُّ) وَهُوَ الْمَنْسُوبُ إِلَى الْأَعْرَابِ وَهُمْ سُكَّانُ الْبَادِيَةِ (بِالْمُهَاجِرِ) وَهُوَ الْمَدَنِيُّ الْمُقَابِلُ لِلْأَعْرَابِيِّ، أَوْ الْمُهَاجِرُ حَقِيقَةً مِنْ بِلَادِ الْكُفْرِ إِلَى بِلَادِ الْإِسْلَامِ.وَوَجْهُ الْكَرَاهَةِ فِي الْأَوَّلِ مَعَ النَّصِّ بُعْدُهُ عَنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَمَحَاسِنِ الشِّيَمِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنْ الْحَضَرِ، وَحَرَّمَ بَعْضُ الْأَصْحَابِ إِمَامَةَ الْأَعْرَابِيِّ عَمَلًا بِظَاهِرِ النَّهْيِ، وَيُمْكِنُ أَنْ يُرِيدَ بِهِ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَحَاسِنَ الْإِسْلَامِ، وَتَفَاصِيلَ الْأَحْكَامِ مِنْهُمْ الْمَعْنِيُّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى {الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا} أَوْ عَلَى مَنْ عَرَفَ ذَلِكَ وَتَرَكَ الْمُهَاجَرَةَ مَعَ وُجُوبِهَا عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تَمْتَنِعُ إِمَامَتُهُ، لِإِخْلَالِهِ بِالْوَاجِبِ مِنْ التَّعَلُّمِ وَالْمُهَاجَرَةِ (وَالْمُتَيَمِّمُ بِالْمُتَطَهِّرِ بِالْمَاءِ) لِلنَّهْيِ عَنْهُ وَنَقْصِهِ لَا بِمِثْلِهِ .

۱۔اس (سابقہ صورت) کے برعکس مکروہ ہے (یعنی مقتدی کے لیے آواز کو اتنا بلند کرنا کہ امام جماعت سنے مکروہ ہے) بلکہ مقتدی کے لیے مستحب ہے کہ بطور مطلق (ہر حالت میں)اس کی آواز امام جماعت تک نہ پہنچے (چاہے بہت زیادہ بلند کرنے کی ضرورت ہو یا نہ) سوائے تکبیرۃ الاحرام کے جب امام جماعت اس کے رکوع میں پہنچنے کا منتظر ہو (یا اس کے فضیلت جماعت کو درک کرنے کے لیے آخری سجدے یا تشہد میں منتظر ہو) یا وہ چیز جس کے وجہ سے امام جماعت کو بھولی ہوئی چیز یاد دلائے (یفتح یعنی مقتدی کوئی کلمہ بلند آواز سے کہہ کر پیش نماز جس جگہ رکا ہو اس کے راہ باز کرے)اور ایک قول کی بناء پر قنوت کو بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے۔

۲۔حاضر اور مسافر کا کسی بھی نماز میں ایکدوسرے کی اقتداء کرنا مکروہ ہے اور ایک قول ہے کہ صرف اس فریضے میں اقتداء کرنا مکروہ ہے جو قصر پڑھی جائے اور مصنف نے بیان میں اس کو اختیار کیا ہے بلکہ چاہیے کہ حضر و سفر میں مساوی افراد ایک دوسرے کی اقتداء کریں یا غیر مقصورہ واجب میں اقتداء کریں۔

۳۔جذام اور برص کے مریض کی صحیح اور سالم شخص کو جماعت کرانا مکروہ ہے کیونکہ روایات میں اس سے اور اس سے پہلے مورد کی نہی کی گئی ہے جس سے مراد جمع اخبار کی خاطر کراہت لی گئی ہے۔

۴۔اس شخص کا جس پر حد جاری ہوئی ہو، توبہ کرنے کے بعد، امامت کرانا مکروہ ہے اس سے بھی روایات میں نہی آئی ہے اور جمع روایات کی خاطر اس سے مراد کراہت لی گئی ہے اور اس لیے بھی کہ دلوں میں اس کا احترام نہیں رہا۔

۵۔اعرابی اور بادیہ نشین کا شہر نشین کو جماعت کرانا مکروہ ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بلاد کفر میں ساکن ہو وہ اس شخص کو جماعت کرائے جو بلاد کفر کو چھوڑ کر بلاد اسلام میں ساکن ہو چکا ہو، مکروہ ہے۔

پہلی صورت میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو روایت میں اس سے روکا گیا ہے ثانیا وہ کریمانہ اخلاق اور بہترین عادات سے دور ہوتا ہے جو شہروں کی تہذیب میں پائے جاتے ہیں اور بعض علماء نے نہی کے ظاہری معنی پر عمل پر کرتے ہوئے بادیہ نشین کی امامت جماعت کو حرام قرار دیا ہے اور ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہو جو اسلام کی خوبیوں اور اس کے احکام کی تفصیلات کو نہ جانتا ہو جس کے بارے میں قرآن کریم میں ہے؛ بادیہ نشین کفر و نفاق میں شدید تر ہیں یا وہ شخص مراد ہو جس نے جان لیا ہو کہ بلاد کفر میں رہنا حرام ہے اور اپنے اوپر ہجرت واجب ہونے کے باوجود ہجرت نہ کرے تو اس وقت اس کی پیش نمازی کرانا حرام

ہے کیونکہ وہ اپنے واجبات کو ترک کرچکا ہے نہ اسلام کے احکام کو سیکھ رہا ہے اور نہ واجب ہجرت کو انجام دیتا ہے۔

۶۔ جو شخص تیمّم کے ساتھ نماز پڑھتا ہو اس کا ایسے شخص کو جماعت کرانا مکروہ ہے جو وضو و غسل کر کے نماز پڑھتا ہو کیونکہ ایک تو اس سے منع کیا گیا ہے ثانیا اس کی طہارت (تیمّم) مقتدی کی طہارت سے کمتر ہے لیکن وہ اپنی طرح تیمّم کرنے والے کو جماعت کرا سکتا ہے۔

(وأَنْ يُسْتَنَابَ الْمَسْبُوقُ بِرَكْعَة)، أَوْ مُطْلَقًا إذَا عَرَضَ لِلْإِمَامِ مَانِعٌ مِنْ الْإِتْمَامِ، بَلْ يَنْبَغِي اسْتِنَابَةُ مَنْ شَهِدَ الْإِقَامَةَ.ومَتَى بَطَلَتْ صَلَاةُ الْإِمَامِ فَإِنْ بَقِيَ مُكَلَّفًا فَالاسْتِنَابَةُ لَهُ، وَإِلَّا فَلِلْمَأْمُومِينَ، وَفِي الثَّانِي يَفْتَقِرُونَ إلَى نِيَّةِ الائْتِمَامِ بِالثَّانِي، وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهَا سِوَى الْقَصْدِ إلَى ذَلِكَ، وَالْأَقْوَى فِي الْأَوَّلِ ذَلِكَ وَقِيلَ: لَا، لِأَنَّهُ خَلِيفَةُ الْإِمَامِ فَيَكُونُ بِحُكْمِهِ.ثُمَّ إنْ حَصَلَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ قَرَأَ الْمُسْتَخْلَفُ، أَوْ الْمُنْفَرِدُ، وَإِنْ كَانَ فِي أَثْنَائِهَا.فَفِي الْبِنَاءِ عَلَى مَا وَقَعَ مِنْ الْأَوَّلِ، أَوْ الِاسْتِئْنَافِ، أَوْ الِاكْتِفَاءِ بِإِعَادَةِ السُّورَةِ الَّتِي فَارَقَ فِيهَا أَوْجُهٌ أَجْوَدُهَا الْأَخِيرُ.وَلَوْ كَانَ بَعْدَهَا فَفِي إعَادَتِهَا وَجْهَانِ أَجْوَدُهُمَا الْعَدَمُ .

۷۔جب نماز جماعت کے دوران پیش نماز کے لیے کوئی مانع پیش آجائے جس کی وجہ سے وہ نماز کو پورا نہ کرسکے تو ایسے شخص کا اس کی نیابت میں جماعت کی امامت کرانا مکروہ ہے جو ایک رکعت اس سے پیچھے ہو یا بطور مطلق مکروہ ہے (چاہے ایک رکعت سے کمتر مقدار میں پیچھے ہو) بلکہ سزاوار ہے کہ وہ شخص اس کا نائب بنے جو اقامت کے وقت سے حاضر ہو اور جب امام جماعت کی نماز باطل ہو جائے اگر وہ اپنی ذمہ داری اور شعور و اہلیت امامت پر باقی ہو تو وہ اپنے لیے کسی کو نائب بنائے گا و گرنہ (جب وہ بالکل حالت ذمہ داری پر باقی نہ ہو جیسے وہ بے ہوش ہو جائے) تو اس وقت ماموین کسی کو امام کی جگہ مقدم کریں وار دوسری صورت

میں انہیں ضرورت ہے کہ وہ دوسرے پیش نماز کی اقتداء کی نیت کریں اور اس نیت کے لیے سوائے اس کے قلبی قصد کے کوئی چیز لازم نہیں ہے اور پہلی صورت میں جب امام کسی کو اپنا نائب مقرر کرے تو بھی قوی تر نظریہ یہ ہے کہ نیت اقتداء تبدیل کرنے کی ضرورت ہوگی اور ایک قول ہے کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ امام جماعت کا خلیفہ اور جانشین ہے تو وہ اسی کے حکم میں ہوگا۔

پھر اگر پہلے امام جماعت کے لیے قراءت کرنے سے پہلے مانع پیش آیا ہو تو اس کا جانشین یا وہ شخص جو فرادی کی نیت کرلے وہ خود قراءت کرے اور اگر پہلے پیش نماز کو قراءت کے دوران مانع پیش آئے تو کیا جتنی قراءت پہلا امام جماعت کرچکا ہو اس پر بناء رکھے یا دوبارہ شروع سے قراءت کرے یا جس سورت کو درمیان میں چھوڑ دیا ہو اس کو شروع سے پڑھنے پر اکتفاء کرے اس میں چند وجہیں ہیں؛ان میں سب سے بہتر آخری وجہ ہے اور اگر پہلے پیش نماز کے لیے قراءت کے بعد مانع پیدا ہو تو کیا دوسرا امام جماعت اس قراءت کا تکرار کرے یا نہ؟ اس میں دو وجہیں ہیں بہتر یہ ہے کہ قراءت کا دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

پیش نماز کے نااہل ثابت ہونے کے احکام

(وَلَوْ تَبَيَّنَ) لِلْمَأْمُومِ (عَدَمُ الْأَهْلِيَّةِ) مِنْ الْإِمَامِ لِلْإِمَامَةِ بِحَدَثٍ، أَوْ فِسْقٍ، أَوْ كُفْرٍ (فِي الْأَثْنَاءِ انْفَرَدَ) حِينَ الْعِلْمِ.وَالْقَوْلُ فِي الْقِرَاءَةِ كَمَا تَقَدَّمَ، (وَبَعْدَ الْفَرَاغِ لَا إعَادَةَ) عَلَى الْأَصَحِّ مُطْلَقًا لِلِامْتِثَالِ، وَقِيلَ يُعِيدُ فِي الْوَقْتِ لِفَوَاتِ الشَّرْطِ، وَهُوَ مَمْنُوعٌ مَعَ عَدَمِ إفْضَائِهِ إلَى الْمُدَّعَى .

اگر واضح ہو جائے کہ پیش نماز کسی وجہ سے امامت جماعت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا جیسے اس کی طہارت نہیں تھی یا مقتدی کے لیے اس کا فسق و فجور یا کفر ثابت ہو گیا تو اگر نماز جماعت

کے دوران معلوم ہو تو جب علم ہو اسی وقت فرادی کی نیت کر لے اور قراءت کرنے کا حکم وہی ہے جو سابقہ مسئلے میں گزر چکا ہے۔

اور اگر یہ بات نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہو تو صحیح تر نظریئے کے مطابق کسی بھی صورت میں (وقت کے اندر ہو یا وقت گزر جانے کے بعد) اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مقتدی نے ظاہری حکم کی اطاعت کی اور نماز کو انجام دیا اور ایک قول ہے کہ وقت کے اندر نماز دوبارہ پڑھے کیونکہ نماز کی شرط موجود نہیں تھی (جب شرط نہ ہو تو مشروط بھی حاصل نہ ہوگا) اور یہ دلیل صحیح نہیں کیونکہ جماعت صحیح ہونے کی شرط اس کی اہلیت کا گمان غالب ہونا ہے اور وہ جماعت کے وقت موجود تھا، ثانیا یہ دلیل اس دعوی کو ثابت نہیں کرتی (کیونکہ اگر اس دلیل کو مان لیا جائے تو وقت کے بعد قضاء بھی ہونی چاہیے حالانکہ کہا گیا کہا صرف وقت کے اندر اعادہ کیا جائے)۔

(وَلَوْ عَرَضَ لِلْإِمَامِ مُخْرِجٌ) مِنْ الصَّلَاةِ لَا يَخْرُجُ عَنْ الْأَهْلِيَّةِ كَالْحَدَثِ (اسْتَنَابَ) هُوَ، وَكَذَا لَوْ تَبَيَّنَ كَوْنُهُ خَارِجًا ابْتِدَاءً لِعَدَمِ الطَّهَارَةِ، وَيُمْكِنُ شُمُولُ الْمُخْرِجِ فِي الْعِبَارَةِ لَهُمَا

اگر پیش نماز کے لیے نماز کے دوران کوئی ایسی چیز عارض ہو جو اس کو نماز سے خارج کر دے لیکن اس کی پیش نمازی کی اہلیت کو خراب نہ کرے جیسے اس کی طہارت ٹوٹ جائے تو وہ کسی کو جانشین بنائے اور اس طرح وہ ی نائب بنائے گا جب واضح ہو کہ وہ ابتداء سے ہی نماز سے خارج تھا کیونکہ اس کی طہارت نہیں تھی اور شہید اول کی عبارت میں لفظ مخرج کا ان دونوں صورتوں کو شامل ہونا ممکن ہے (یعنی چاہے نماز کے دوران کوئی مشکل پیش آئے یا شروع سے ہی نماز میں داخل نہ ہوا ہو)۔

(وَيُكْرَهُ الْكَلَامُ) لِلْمَأْمُومِ وَالْإِمَامِ (بَعْدَ) قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ (قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ) لِمَا رُوِيَ أَنَّهُمْ بَعْدَهَا كَالْمُصَلِّينَ .

۸۔اور موذن کے قد قامت الصلاۃ کہنے کے بعد مقتدی اور امام جماعت کا باتیں کرنا مکروہ ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ اقامت کے اس جملے کے بعد یہ نمازیوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔

دیگر مذاہب نماز جماعت میں شریک ہونے کا حکم

(وَالْمُصَلِّي خَلْفَ مَنْ لَا يُقْتَدَى بِهِ) لِكَوْنِهِ مُخَالِفًا (يُؤَذِّنُ لِنَفْسِهِ وَيُقِيمُ) إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقَعَ مِنْهُمَا مَا يُجْزِئُ عَنْ فِعْلِهِ كَالْأَذَانِ لِلْبَلَدِ إِذَا سَمِعَهُ، أَوْ مُطْلَقًا، (فَإِنْ تَعَذَّرَ) الْأَذَانُ لِخَوْفِ فَوْتِ وَاجِبِ الْقِرَاءَةِ (اقْتَصَرَ) عَلَى قَوْلِهِ (قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ) مَرَّتَيْنِ (إِلَى آخِرِ الْإِقَامَةِ)، ثُمَّ يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ مُنْفَرِدًا بِصُورَةِ الِاقْتِدَاءِ، فَإِنْ سَبَقَهُ الْإِمَامُ بِقِرَاءَةِ السُّورَةِ سَقَطَتْ، وَإِنْ سَبَقَهُ بِالْفَاتِحَةِ أَوْ بَعْضِهَا قَرَأَ إِلَى حَدِّ الرَّاكِعِ وَسَقَطَ عَنْهُ مَا بَقِيَ، وَإِنْ سَبَقَ الْإِمَامَ سَبَّحَ اللَّهَ اسْتِحْبَابًا إِلَى أَنْ يَرْكَعَ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ غُفِرَ لَهُ بِعَدَدِ مَنْ خَالَفَهُ وَخَرَجَ بِحَسَنَاتِهِمْ، رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

جو شخص کسی ایسے کی اقتداء میں نماز پڑھے جس کی اقتداء صحیح نہیں ہوتی کیونکہ وہ مذہب حق کا مخالف ہے اس کو چاہیے کہ اپنے لیے اذان و اقامت کہے جب ایسی اذان و اقامت نہ کہی گئی ہو جو اس کے لیے ان کو انجام دینے سے کافی ہو جیسے اس نے شہر کی اذان کی آواز سنی ہو یا بطور مطلق (چاہے شہر کی اذان کو نہ سنا ہو)اور اگر اذان کہنا مشکل ہو کیونکہ خطرہ ہے کہ واجب قراء ت رہ جائے گی تو قد قامت الصلاۃ سے آخر تک اقامت کہہ لے پھر فرادی کی نیت سے نماز میں داخل ہو جائے اور ظاہری طور پر جماعت کے ساتھ افعال بجالائے پس اگر پیش نماز اس

سے پہلے قراءت ختم کرلے اور وہ سورت کو نہ پڑھ سکے تو اس کا پڑھنا ساقط ہے اور اگر پیش نماز سورہ فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے پڑھ لے تو رکوع کی حد تک جھکنے تک حمد کا جتنا حصہ ہو سکے پڑھے اور باقی حصے کا پڑھنا ساقط ہے اور اگر وہ امام جماعت سے پہلے قراءت ختم کرلے تو رکوع کرنے تک مستحب کی نیت سے تسبیح کرتا رہے پس جب وہ اس طرح نماز پڑھے گا تو اس کے اتنے گناہ معاف ہو جائیں گے جتنے مخالف افراد نے اس جماعت میں شرکت کی ہوگی اور ان کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج ہو جائیں گی اور یہ چیز امام صادق سے منقول ہے[1]۔

جن افراد کی امامت جماعت جائز نہیں

(وَالْمُصَلِّی خَلْفَ مَنْ لَا یُقْتَدَی بِهِ) لِكَوْنِهِ مُخَالِفًا (يُؤَذِّنُ لِنَفْسِهِ وَيُقِيمُ) إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقَعَ مِنْهُمَا مَا يُجْزِئُ عَنْ فِعْلِهِ كَالْأَذَانِ لِلْبَلَدِ إِذَا سَمِعَهُ، أَوْ مُطْلَقًا، (فَإِنْ تَعَذَّرَ) الْأَذَانُ لِخَوْفِ فَوْتِ وَاجِبِ الْقِرَاءَةِ (اقْتَصَرَ) عَلَى قَوْلِهِ (قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ) مَرَّتَيْنِ (إِلَى آخِرِ الْإِقَامَةِ)، ثُمَّ يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ مُنْفَرِدًا بِصُورَةِ الاقْتِدَاءِ، فَإِنْ سَبَقَهُ الْإِمَامُ بِقِرَاءَةِ السُّورَةِ سَقَطَتْ، وَإِنْ سَبَقَهُ بِالْفَاتِحَةِ أَوْ بَعْضِهَا قَرَأَ إِلَى حَدِّ الرَّاكِعِ وَسَقَطَ عَنْهُ مَا بَقِيَ، وَإِنْ سَبَقَ الْإِمَامَ سَبَّحَ اللَّهَ اسْتِحْبَابًا إِلَى أَنْ يَرْكَعَ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ غُفِرَ لَهُ بِعَدَدِ مَنْ خَالَفَهُ وَخَرَجَ بِحَسَنَاتِهِمْ، رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

---

[1]۔ اس مسئلے کو سابقہ دور کے مناظرانہ تقاضوں اور اسی رنگ میں پیش کرنے کی بجائے وحدت اسلامی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

(ولَا يَؤُمُّ الْقَاعِدُ الْقَائِمَ) وكَذَا جَمِيعُ الْمَرَاتِبِ، لَا يَؤُمُّ النَّاقِصُ فِيهَا الْكَامِلَ لِلنَّهْيِ وَالنَّقْصِ .

وَلَوْ عَرَضَ الْعَجْزُ فِى الْأَثْنَاءِ انْفَرَدَ الْمَأْمُومُ الْكَامِلُ حِينَئِذٍ إِنْ لَمْ يُمْكِنْ اسْتِخْلَافُ بَعْضِهِمْ .

(وَلَا الْأُمِّيُّ) وَهُوَ مَنْ لَا يُحْسِنُ قِرَاءَةَ الْحَمْدِ وَالسُّورَةِ، أَوْ أَبْعَاضِهِمَا وَلَوْ حَرْفًا أَوْ تَشْدِيداً، أَوْ صِفَةً وَاجِبَةً (الْقَارِئَ) وَهُوَ مَنْ يُحْسِنُ ذَلِكَ كُلَّهُ، وَيَجُوزُ بِمِثْلِهِ مَعَ تَسَاوِيهِمَا فِى شَخْصِ الْمَجْهُولِ، أَوْ نُقْصَانِ الْمَأْمُومِ، وَعَجْزِهِمَا عَنْ التَّعْلِيمِ لِضِيقِ الْوَقْتِ، وَعَنْ الائْتِمَامِ بِقَارِئٍ، أَوْ أَتَمَّ مِنْهُمَا، وَلَوْ اخْتَلَفَا فِيهِ لَمْ يَجُزْ وَإِنْ نَقَصَ قَدْرُ مَجْهُولِ الْإِمَامِ.إِلَّا أَنْ يَقْتَدِىَ جَاهِلُ الْأَوَّلِ بِجَاهِلِ الْآخَرِ، ثُمَّ يَنْفَرِدَ عَنْهُ بَعْدَ تَمَامِ مَعْلُومِهِ كَاقْتِدَاءِ مُحْسِنِ السُّورَةِ خَاصَّةً بِجَاهِلِهَا، ولَا يَتَعَاكَسَانِ.

(ولَا الْمُؤَفُّ اللِّسَانَ) كَالْأَلْثَغِ بِالْمُثَلَّثَةِ وَهُوَ الَّذِى يُبَدِّلُ حَرْفًا بِغَيْرِهِ، وَبِالْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتٍ وَهُوَ الَّذِى لَا يُبَيِّنُ الْكَلَامَ، وَالتَّمْتَامُ وَالْفَأْفَاءُ وَهُوَ الَّذِى لَا يُحْسِنُ تَأْدِيَةَ الْحَرْفَيْنِ (بِالصَّحِيحِ).أَمَّا مَنْ لَمْ تَبْلُغْ آفَتُهُ إِسْقَاطَ الْحَرْفِ، ولَا إِبْدَالَهُ، أَوْ يُكَرِّرُهُ فَتُكْرَهُ إِمَامَتُهُ بِالْمُتْقِنِ خَاصَّةً.

ا۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس شخص کو امامت نہ کرائے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہو اور اسی طرح دوسرے تمام مراتب (میں ناقص شخص کامل کو جماعت نہ کرئے) کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ ناقص کی نماز کا درجہ کم ہے اور کامل کی نماز کا درجہ بلند تر ہے تو کامل کا ناقص کی پیروی کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر نماز کے دوران عاجز ہو جائے اور نقص پیدا

ہو جائے تو مقتدی کامل اس وقت فرادی کی نیت کرلے اور نماز کو پورا کرے اگر کسی کو جانشین بنانا ممکن نہ ہو۔

۲۔اور جو شخص حمد و سورت کی قراءت کو نہیں جانتا یااس کے بعض حصور سے ناآشنا ہے اگرچہ وہ ایک حرف یا شدّ ہو یااس حرف کی واجب صفت ہو (جو اسے دیگر متشابہہ حروف سے جدا کرتی ہے جیسے ث، س، ص میں فرق صفات کے ساتھ ہوتا ہے) وہ ایسے شخص کو جماعت نہ کرائے جو قراءت کا کاملا جانتا ہو لیکن قراء ت سے ناآشنا شخص اپنے جیسے شخص کو جماعت کراسکتا ہے جب دونوں اس چیز میں برابر ہوں جس کو نہیں جانتے یا مقتدی پیش نماز کی نسبت زیادہ جہالت رکھتا ہو اور وقت کی کمی کے سبب سے دونوں اسے سیکھنے سے بھی عاجز ہوں اور کسی ایسے شخص کی اقتداء بھی نہ کرسکتے ہوں جو تمام قراءت کو اچھی طرح جانتا ہو یا ان دونوں سے بہتر جانتا ہو لیکن اگر دونوں مختلف حصوں کو نہ جانتے ہوں تو ایکدوسرے کی اقتداء جائز نہیں ہے اگرچہ پیش نماز کی مقدار ناآشنائی کمتر ہو مگر یہ کہ جسے پہلی صورت نہیں آتی وہ اس شخص کی اقتداء کرے جسے دوسری صورت نہیں آتی پھر اس شخص کے سورت حمد ختم کرنے کے بعد فرادی کی نیت کرلے جیسے وہ شخص جو صرف سورت کو اچھی طرح جانتا ہوں اس شخص کی اقتداء کرنا جو اس کو نہیں جانتا ہو مگر سورت حمد کو بہتر جانتا ہو لیکن اس کے برعکس جائز نہیں ہے۔

۳۔جس شخص کی زبان میں کوئی مشکل ہو وہ ایسے شخص کو پیش نمازی نہیں کراسکتا جس کی زبان صحیح و سالم ہو جس کی زبان میں کوئی مشکل ہو جیسے الثغ؛ وہ شخص ہے جو کسی حرف کو دوسرے سے بدل دیتا ہے اور الیغ؛ وہ شخص جو اچھی طرح واضح کلام نہ کرسکتا ہو اور وہ شخص جو حرف تاء کو ادا نہ کرسکتا ہو بلکہ کئی بار اس کو تکرار کرتا ہو اور وہ شخص جو فاء کو اچھی طرح باآسانی ادا نہ کرسکتا ہو بلکہ کئی بار دہراتا ہو لیکن جس شخص کی مشکل حرف کو تبدیل کرنے کی

حد تک نہ ہو تو اس کی ایسے شخص کو پیش نمازی کرانا مکروہ ہے جو اس فنّ میں اس سے زیادہ ماہر اور محکم اور پختہ ہو۔

پیش نمازی کی ترجیحات

(وَيُقَدَّمُ الْأَقْرَأُ) مِنْ الْأَئِمَّةِ لَوْ تَشَاحُّوا أَوْ تَشَاحَّ الْمَأْمُومُونَ، وَهُوَ الْأَجْوَدُ أَدَاءً، وَإِتْقَانًا لِلْقِرَاءَةِ وَمَعْرِفَةِ أَحْكَامِهَا وَمَحَاسِنِهَا، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ حِفْظًا، فَإِنْ تَسَاوَوْا فَالْأَحْفَظُ، فَإِنْ تَسَاوَوْا فِيهِمَا (فَالْأَفْقَهُ) فِي أَحْكَامِ الصَّلَاةِ، فَإِنْ تَسَاوَوْا فِيهَا فَالْأَفْقَهُ فِي غَيْرِهَا.وَأَسْقَطَ الْمُصَنِّفُ فِي الذِّكْرَى اعْتِبَارَ الزَّائِدِ لِخُرُوجِهِ عَنْ كَمَالِ الصَّلَاةِ.وَفِيهِ أَنَّ الْمُرَجِّحَ لَا يَنْحَصِرُ فِيهَا، بَلْ كَثِيرٌ مِنْهَا كَمَالٌ فِي نَفْسِهِ، وَهَذَا مِنْهَا مَعَ شُمُولِ النَّصِّ لَهُ، فَإِنْ تَسَاوَوْا فِي الْفِقْهِ وَالْقِرَاءَةِ (فَالْأَقْدَمُ هِجْرَةً) مِنْ دَارِ الْحَرْبِ إلَى دَارِ الْإِسْلَامِ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ، وَفِي زَمَانِنَا قِيلَ هُوَ السَّبْقُ إلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، وَقِيلَ إلَى سُكْنَى الْأَمْصَارِ مَجَازًا عَنْ الْهِجْرَةِ الْحَقِيقِيَّةِ لِأَنَّهَا مَظِنَّةُ الِاتِّصَافِ بِالْأَخْلَاقِ الْفَاضِلَةِ، وَالْكَمَالَاتِ النَّفْسِيَّةِ، بِخِلَافِ الْقُرَى وَالْبَادِيَةِ .وَقَدْ قِيلَ: إنَّ الْجَفَاءَ وَالْقَسْوَةَ فِي الْفَدَّادِينَ بِالتَّشْدِيدِ، أَوْ حَذْفِ الْمُضَافِ، وَقِيلَ: يُقَدَّمُ أَوْلَادُ مَنْ تَقَدَّمَتْ هِجْرَتُهُ عَلَى غَيْرِهِ، فَإِنْ تَسَاوَوْا فِي ذَلِكَ (فَالْأَسَنُّ) مُطْلَقًا، أَوْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا قَيَّدَهُ فِي غَيْرِهِ.فَإِنْ تَسَاوَوْا فِيهِ (فَالْأَصْبَحُ) وَجْهًا، لِدَلَالَتِهِ عَلَى مَزِيدِ عِنَايَةِ اللَّهِ تَعَالَى، أَوْ ذِكْرًا بَيْنَ النَّاسِ، لِأَنَّهُ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللَّهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسِنَةِ عِبَادِهِ، وَلَمْ يُذْكَرْ هُنَا تَرْجِيحُ الْهَاشِمِيِّ لِعَدَمِ دَلِيلٍ صَالِحٍ لِتَرْجِيحِهِ، وَجَعَلَهُ فِي الدُّرُوسِ بَعْدَ

الْأَفْقَه.وَزَادَ بَعْضُهُمْ فِی الْمُرَجَّحَاتِ بَعْدَ ذَلکَ الْأَتقَی، وَالْأَوْرَعَ، ثُمَّ الْقُرْعَةُ.وَفِی الدُّرُوسِ جَعَلَ الْقُرْعَةَ بَعْدَ الْأَصْبَحِ، وَبَعْضُ هَذِهِ الْمُرَجَّحَاتِ ضَعِیفُ الْمُسْتَنَدِ لَکنَّهُ مَشْهُورٌ .

(جب پیش نمازی کے ثواب میں رغبت کی وجہ سے) پیش نمازوں میں اختلاف ہو جائے اور وہ ایکدوسرے سے سبقت کرنے لگیں یا مقتدی حضرات مختلف لوگوں کو مقدم کرنے کے لیے جھگڑا کریں تو (شریعت میں پیش نمازی کی ترجیحات ذکر ہوئی ہیں جو درج ذیل ہیں :)

۱۔اس شخص کو مقدم کرنا چاہیے جس کی قراءت سب سے بہتر ہو یعنی ادائیگی وار پختگی میں ان سے بہتر ہو اور اس کے احکام اور خوبصورتی کو بہتر جانتا ہو اگرچہ اسے قرآن کریم دوسروں سے زیادہ حفظ نہ ہو۔

۲۔اور اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو جس کو قرآن کریم زیادہ یاد ہو وہ مقدم ہوگا۔

۳۔اور اگر ان دونوں صفات میں سب برابر ہوں تو جو شخص ان میں سے نماز کے احکام کو سب سے بہتر جانتا ہو وہ مقدم ہوگا۔

۴۔اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو دیگر ابواب فقہ کو بہتر جاننے والا مقدم ہوگا۔

مصنف نے ذکری میں دیگر احکام فقہ کے جاننے کو پیش نمازی کی ترجیحات سے ساقط کر دیا ہے کیونکہ وہ نماز کے کمال سے تعلق نہیں رکھتیں اس میں یہ اشکال ہے کہ پیش نمازی کی ترجیحات صرف نماز کے کمال سے متعلق ہونے میں منحصر نہیں بلکہ ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جو خود کمال ہیں اور یہ بھی انہی کمالات میں سے ہیں اور نص صریح بھی اس کو شامل ہے۔

۵۔پس اگر فقہ و قراءت میں برابر ہوں تو وہ شخص جس نے سب سے پہلے کفار کے جنگی علاقوں سے اسلامی علاقوں کی طرف ہجرت کی ہو وہ مقدم ہوگا، یہ ہجرت کا اصلی معنی ہے اور ہمارے زمانے میں کہا گیا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو سب سے پہلے طلب علم کے لیے نکلا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جو سب سے پہلے شہری تہذیب کی طرف ہجرت کر گیا ہو، یہ ہجرت

کے حقیقی معنی کی بجائے اس کا مجازی معنی ہے کیونکہ شہری تہذیب میں اخلاق برتر اور کمالات نفسانیہ کی معرفت کے زیادہ مواقع میسر ہوتے ہیں بخلاف گاوں اور دیہات کے اور یہ بھی کہا گیا کہ تندروی اور سنگدلی دیہاتیوں اور بیابان نشینوں میں ہوتی ہے (اگر فدّادین فدّاد کی جمع ہو تو وہ شخص مراد ہے جو ریوڑ اور زراعت کی حفاظت کے لیے آوازیں لگاتا ہے اور اگر فدادین بغیر شدّ کے ہو تو وہ فدان کی جمع ہے جس کا معنی وہ بیل ہے جس سے کھیتی باڑی کی جاتی ہے تو اس سے پہلے ایک لفظ ''اہل'' مضاف محذوف ہوگا یعنی بیلوں کو پالنے والے) اور ایک قول ہے کہ ان کی اولاد کو مقدم کیا جائے جنہوں نے پہلے ہجرت کی ہو۔

۶۔ پس اگر سب ان صفات میں برابر ہوں تو بطور مطلق اس شخص کو مقدم کیا جائے جس کی عمر زیادہ ہو یا اس شخص کو جس کی زیادہ عمر اسلام کی حالت میں گزری ہو جیسا کہ مصنف نے دیگر کتابوں میں اس قید کو ذکر کیا ہے۔

۷۔ پس اگر سب ان صفات میں برابر ہوں تو بطور مطلق اس شخص کو مقدم کیا جائے جو ان میں سب سے زیادہ وجیہ اور پر برکت چہرے اور شخصیت کا مالک ہو کیونکہ یہ اس پر خدا تعالی کے زیادہ فضل و کرم کرنے پر دلالت کرتا ہے یا وہ شخص جو لوگوں میں دوسروں سے زیادہ نیک نام ہو کیونکہ اس کے ذریعے صالحین اور نیکوکاروں کو اس طرح پہنچانا جاسکتا ہے جس کا ذکر خیر خدا نے اپنے بندوں کی زبانوں پر جاری کر دیا ہو۔

۸۔اور مصنف نے یہاں ہاشمی سید ہونے کے ذریعے ترجیح دینے کو ذکر نہیں کیا کیونکہ اس پر کوئی ایسی قابل دلیل نہیں جو اس کے ترجیح ہونے پر دلالت کرے اور دروس میں اسے سب سے زیادہ احکام فقہ جاننے والے کے بعد ذکر کیا ہے۔

۹۔اور بعض علماء نے پیش نمازی کی ترجیحات میں سابقہ چیزوں کے بعد اضافہ کیا ہے وہ شخص جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

۱۰۔اگر سابقہ ترجیحات نہ ہوں تو ان کے بعد قرعہ کیا جائے، اور دروس میں قرعہ کو وجیہ ہونے کے بعد اس علامت کو قرار دیا ہے اوران میں سے بعض مرجحات کی سند ضعیف ہے لیکن یہ مشہور رجیحات ہیں۔

باقی ترجیحات

(وَ) الْإِمَامُ (الرَّاتِبُ) فِي مَسْجِدٍ مَخْصُوصٍ (أَوْلَى مِنْ الْجَمِيعِ) لَوْ اجْتَمَعُوا،(وَكَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ) أَوْلَى مِنْهُمْ، وَمِنْ الرَّاتِبِ، (وَ) صَاحِبُ (الْإِمَارَةِ) فِي إمَارَتِهِ أَوْلَى مِنْ جَمِيعِ مَنْ ذُكِرَ أَيْضًا.وَأَوْلَوِيَّةُ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ سِيَاسَةٌ أَدَبِيَّةٌ لَا فَضِيلَةٌ ذَاتِيَّةٌ، وَلَوْ أَذِنُوا لِغَيْرِهِمْ انْتَفَتْ الْكَرَاهَةُ.لَا يَتَوَقَّفُ أَوْلَوِيَّةُ الرَّاتِبِ عَلَى حُضُورِهِ، بَلْ يُنْتَظَرُ لَوْ تَأَخَّرَ، وَيُرَاجَعُ إلَى أَنْ يَضِيقَ وَقْتُ الْفَضِيلَةِ فَيَسْقُطَ اعْتِبَارُهُ وَلَا فَرْقَ فِي صَاحِبِ الْمَنْزِلِ بَيْنَ الْمَالِكِ لِلْعَيْنِ، وَالْمَنْفَعَةِ، وَغَيْرِهِ كَالْمُسْتَعِيرِ.وَلَوْ اجْتَمَعَا فَالْمَالِكُ أَوْلَى وَلَوْ اجْتَمَعَ مَالِكُ الْأَصْلِ وَالْمَنْفَعَةِ فَالثَّانِي أَوْلَى.

اور کسی معین مسجد میں معین پیش نماز دوسرے تمام ائمہ جماعت سے مقدم ہے اگر وہ جمع ہو جائیں اور اسی طرح صاحب خانہ ان سب سے افضل ہے اور معین شدہ پیش نماز سے اور جس شخص کو کسی علاقے کی سلطنت حاصل ہو وہ اس علاقے میں دیگر تمام خصوصیات رکھنے والوں سے مقدم ہے (اگر پیش نمازی کی شرائط عدالت وغیرہ پر باقی ہو)اوران تین افراد کی اولویت اور تقدم سیاسی اور ادبی پہلو کی وجہ سے ہے نہ ان میں فضیلت ذاتی ہے اوراگر یہ دوسروں کو اجازت دیں تو کراہت ختم ہو جاتی ہے۔

اور معین شدہ پیش نماز کی اولویت اس کے موجود ہونے پر موقوف نہیں بلکہ اگر کچھ دیر ہو جائے تو بھی اس کا انتظار کرنا چاہیے اوراس کی طرف رجوع کیا جائے یہاں تک کہ فضیلت

کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کی اولویت ساقط ہو جائے گی اور صاحب خانہ میں فرق نہیں کہ وہ گھر کا مالک ہو یا اس کی منفعت کا یا کوئی اور شخص جیسے وہ جس نے اسے عاریۃ لیا ہو پس اگر مالک مکان اور وہ شخص جس نے عاریۃ لے رکھا ہو جمع ہو جائیں تو مالک مکان مقدم ہو گا اور اگر اصل مالک اور وہ شخص جس نے کرایہ پر لیا ہوا ہے جمع ہو جائیں تو دوسرا مقدم ہو گا کیونکہ وہ حالیہ زمانے میں منفعت کا فائدہ اٹھانے میں مقدم ہے۔

(وَيُكْرَهُ إِمَامَةُ الْأَبْرَصِ، وَالْأَجْذَمِ، وَالْأَعْمَى بِغَيْرِهِمْ) مِمَّنْ لَا يَتَّصِفُ بِصِفَتِهِمْ لِلنَّهْيِ عَنْهُ الْمَحْمُولِ عَلَى الْكَرَاهَةِ جَمْعًا، وَقَدْ تَقَدَّمَ .

برص وجذام کا مریض اور نابینا شخص کا دوسرے ان لوگوں کو جماعت کرانا مکروہ ہے جن میں یہ بیماریاں نہ ہوں کیونکہ اس سے روکا گیا ہے جس سے مراد جمع اخبار کی خاطر کراہت لی گئی ہے اور یہ مسئلہ پہلے (نماز جماعت کے مکروہات میں) گزر چکا ہے۔

منابع و مصادر

۲-اجوبۃالمسائل المہنائیتہ : حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/الخیام- قم، سنہ ۱۴۰۱ھ .
۳-اجود التقریرات : تقریر بحث؛ میرزا محمّد حسین النائینی، بقلم سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی، ط/ مؤسستہ صاحب الامر- قم، سنہ ۱۴۱۹ھ .
۴- ارشاد الاذہان: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مؤسستہ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ .
۵-الاستبصار: محمّد بن حسن طوسی، ط/ دار الکتب الاسلامیتہ -طہران، سنہ ۱۳۹۰ھ .
۶-اشارۃالسبق : علی بن حسن بن ابی المجد حلبی، ط/ مؤسستہ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ .
۷- اصباح الشیعتہ: قطب الدین محمّد بن حسین بیہقی کیدری، ط/ مؤسستہ الامام الصادق علیہ السلام- قم، سنہ ۱۴۱۶ھ .
۸-اصطلاحات الاصول: میرزا علی مشکینی، ط/ نشر الہادی- قم، سنہ ۱۴۰۹ق/۱۳۶۷ش .
۹-اعانۃ الطالبین: سید بکری ابن عارف باللّٰہ سید محمّد شطا دمیاطی، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت .
۱۰-الاقتصاد: محمّد بن حسن طوسی، ط/ دار الاضواء - بیروت، سنہ ۱۴۰۶/۱۹۸۶م .
۱۱- اقتصادنا: شہید سید محمّد باقر صدر، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- مشہد، سنہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۳۷۵ ش .

۱۲-الاقطاب الفقہیة : محمّد بن علی بن ابراہیم احسائی، ابن ابی الجمہور، ط/مکتبة المرعشی النجفی-قم، سنہ ۱۴۱۰ھ .
۱۳-الالفیة والنفلیة : محمّد بن مکی عاملی، شہید اوّل، ط/مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ .
۱۴- الانتصار: سید علی بن حسین بن موسی، شریف مرتضی علم الہدی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۵ھ .
۱۵-ایضاح الفوائد : محمّد بن حسن بن یوسف بن مطہّر حلّی، فخر المحقّقین، ط/مؤسسة کوشانپور-طہران، سنہ ۱۳۸۸ھ .
۱۶-بحار الانوار : محمّد باقر مجلسی، ط/مؤسسةالوفاء- بیروت، سنہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳م .
۱۷- بحوث فی شرح العروة الوثقی: شہید سید محمّد باقر صدر، ط/ اسماعیلیان- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ .
۱۸-بحوث فی علم الاصول: تقریر بحث شہید سید محمّد باقر صدر، بقلم سید محمود ہاشمی شاہرودی، ط/مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیة- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷م .
۱۹- بلغة الفقیہ: سید محمّد ال بحر العلوم، ط/ مکتبة الصادق- قم، سنہ ۱۹۸۴ م/ ۱۳۶۲ ش/ ۱۴۰۳ھ .
۲۰- البیان: محمّد بن مکی عاملی، شہید اوّل، ط/ بنیاد فرہنگی الامام المہدی علیہ السلام- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ .
۲۱-البیع : سید روح اللّٰہ موسوی خمینی، ط/مؤسسةالنشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ/۱۳۶۸ش .
۲۲-تاج العروس: محمّد مرتضی الزبیدی، ط/دار مکتبة الحیاة- بیروت، سنہ ۱۳۰۶ھ .
۲۳- تحریر الاحکام: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/مؤسسةالامام الصادق علیہ السلام-قم، سنہ ۱۴۲۰ھ .
۲۴- تحریر الوسیلة: سید روح اللہ موسوی خمینی، ط/مؤسسةالنشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۶ھ .

۲۵-التحفۃ السنیۃ: عبد اللّٰہ بن نور الدین جزائری، ط/مکتبۃ استان قدس رضوی، برقم ۲۲۶۹، مخطوطۃ.
۲۶-تذکرۃ الفقہاء: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مؤسسۃ ال البیتؑ لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ. والطبعۃ الحجریۃ.
۲۷-تعالیق مبسوطۃ: محمّد اسحاق فیّاض، ط/امیر- قم، سنہ ۱۴۱۸ھ.
۲۸-تعلیقۃ استدلالیۃ: اقاضیاء الدین عراقی، ط/مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۲۹- تفسیر الاصفی: محمّد محسن، فیض کاشانی، ط/ دار نشر اللوح المحفوظ- طہران- قم، سنہ ۱۴۲۳ھ/۱۳۸۱ش.
۳۰- تلخیص المرام: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ.
۳۱-التنقیح الرائع: مقداد بن عبد اللّٰہ سیوری حلّی، ط/مکتبۃ المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۰۴ھ.
۳۲-التنقیح فی شرح العروۃ الوثقی (الطہارۃ): تقریر بحث سید ابی القاسم موسوی خوئی، بقلم میرزا علی غروی تبریزی، ط/مؤسسۃ انصاریان- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶م.
۳۳- تنقیح مبانی العروۃ: میرزا جواد تبریزی، ط/ دار الصدیقۃ الشہیدۃ- قم، سنہ ۱۴۲۶ق/ ۱۳۸۳ش.
۳۴-تہذیب الاحکام: محمّد بن حسن طوسی، ط/دار الکتب الاسلامیۃ- طہران، سنہ ۱۳۹۰ھ.
۳۵- تہذیب الاصول: سید عبد الاعلی موسوی سبزواری، ط/ مؤسسۃ المنار- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶م.
۳۶- تہذیب اللغۃ: محمّد بن احمد ازہری، ط/ دار القومیۃ العربیۃ للطباعۃ- القاہرۃ، سنہ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴م.
۳۷- جامع الخلاف والوفاق: علی بن محمّد قمی سبزواری، ط/ پاسدار اسلام- قم، سنہ ۱۳۷۹ش.

۳۸- الجامع للشرائع: یحیٰ بن سعید حلّی، ط/ مؤسسۃ سید الشہداء علیہ السلام- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ.
۳۹- جامع المدارک: سید احمد الخوانساری، ط/ مؤسسۃ اسماعیلیان- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ/ ۱۳۶۴ش.
۴۰- جامع المقاصد: علی بن حسین بن عبد العالی کرکی، محقّق ثانی، ط/ مؤسسۃ ال البیتؑ لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ.
۴۱- الجمل و العقود (الرسائل العشر): محمّد بن حسن طوسی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۴ھ.
۴۲- جوامع الجامع: ابو فضل محمّد بن حسن فضل طبرسی، ط/ دار الاضواء- بیروت، سنہ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵م.
۴۳- جواہر الکلام: محمّد حسن النجفی، ط/ دار احیاء التراث- بیروت. و دار الکتب الاسلامیۃ- طہران.
۴۴- حاشیۃ الدسوقی: مصطفیٰ محمّد عرفہ دسوقی، ط/ مکتبۃ الشفیعی- قم.
۴۵- حاشیۃ مجمع الفائدۃ و البرہان: محمّد باقر وحید بہبہانی، ط/ مؤسسۃ العلّامۃ المجدّد الوحید البہبہانی- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ.
۴۶- حاشیۃ المکاسب: میرزا علی ایروانی غروی، ط/ دار ذوی القربی- قم، سنہ ۱۴۲۱ھ.
۴۷- حاشیۃ المکاسب: محمّد حسین اصفہانی، ط/ دار المصطفیٰ لاحیاء التراث- قم.
۴۸- حاشیۃ المکاسب: سید محمّد کاظم طباطبائی یزدی، ط/ دار المصطفیٰ ﷺ لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲م.
۴۹- حاشیۃ المکاسب: محمّد کاظم اخوند خراسانی، ط/ وزارۃ الارشاد الاسلامیۃ- طہران، سنہ ۱۴۰۶ھ.
۵۰- حاشیۃ المکاسب: اغا رضا بن محمّد ہادی ہمدانی، ط/ ستارۃ- قم، سنہ ۱۳۷۸ش.

۵۱-الحج: تقریر بحث سید محمّد رضا گلپایگانی، بقلم احمد صابری الہمدانی، ط/ دار القران الکریم- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ.

۵۲-الحج: تقریر بحث سید محمّد رضا گلپایگانی، بقلم محمّد ہادی المقدسی النجفی، ط/ مخطوط.

۵۳. جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام؛ نجفی، صاحب الجواہر، محمد حسن؛ م۱۲۶۶ق۔

۱. یہ کتاب سب سے پہلے ۶ جلدوں میں طبع حجری میں پیش ہوئی۔

۲. پھر اس کی دوسری طبع ۴۳ جلدوں میں ہوئی جو کئی بار تکرار ہوئی، اس کا معروف ناشر: دار احیاء التراث العربی بیروت ہے جس کو ساتویں بار ۱۴۰۴ھ میں پیش کیا اور اس کی تصحیح عباس قوچانی- علی اخوندی نے کی۔

۳. موسسہ امام صاحب الزمانؑ، قسم التحقیق والنشر مشہد سے ۱۴۱۶ھ میں اس کی پہلی چودہ جلدوں کی طبع ہوئی۔

۴. موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین قم نے ۱۴۱۷ق میں اس کی کامل تخریج اقوال و احادیث پیش کی جو کہ پہلے کی نسبت دوبرابر صفحات پر مشتمل ۴۳ جلدیں ہیں۔

۵. جواہر الکلام فی ثوبہ الجدید؛ ناشر: مؤسسہ دائرۃ المعارف فقہ اسلامی بر مذہب اہل بیت علیہم السلام، قم: ۱۴۲۱ق، اول، محقق/ مصحح: گروہ محققین مؤسسہ دائرۃ المعارف فقہ اسلامی۔ اس میں تخریج جامعہ مدرسین پر اعتماد کیا۔

۱) التعریف بمصادر الجواھر، طبع مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی بوستان کتاب ۱۴۲۰=۱۳۷۸ش۔

۲) ایات الاحکام فی جواھر الکلام تحقیق صاحب علی محبی، چھ جلد، ط انتشارات احسن الحدیث قم ۱۴۲۹=۱۳۸۷ش۔

۳) خلاصۃ الجواھر مع البیان الزاھر، سید مرتضی حسینی فیروزابادی، ط دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۵۲/ ۱۳۹۳ق۔

۴) معجم فقه الجواهر، موسسة دائرة المعارف الاسلامیه للفقه الاسلامی، قم ۲۰۰۱ = ۱۴۲۲ق۔

۵) الفقه الشیعی التقلیدی؛ عبداللہ وحیدی فرد ترجمہ عربی: بدری، ط المشرق للثقافة والنشر قم ۱۴۲۷ = ۲۲۰۷.

۵۳-الحدائق الناضرة: یوسف بحرانی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ .

۵۴- الخراجیات: ابراہیم بن سلیمان، فاضل قطیفی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ .

۵۵-الخلاف: محمّد بن حسن طوسی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۱ھ .

۵۶-الخمس (تراث الشیخ الاعظم): مرتضی انصاری، ط/ مجمع الفکر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۵ھ .

۵۷-الخمس: مرتضی حائری، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۸ق .

۵۸-الدرة النجفیة: سید مہدی بحر العلوم، ط/ دار الزہراء - بیروت، سنہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶م .

۵۹- الدروس الشرعیة: محمّد بن مکی عاملی، شہید اوّل، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ .

۶۰- دعائم الاسلام: النعمان بن محمّد بن منصور بن احمد بن حیّون تمیمی مغربی، ط/ دار المعارف- القاہرة.

۶۱- ذخیرة المعاد: محمّد باقر بن محمّد مؤمن سبزواری، ط/ مؤسسة ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- قم، حجریة.

۶۲- ذکری الشیعة: محمّد بن مکی عاملی، شہید اوّل، ط/ مؤسسة ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۱۹ھ .

۶۳- رسالة الارض المندرسة (رسائل المحقق الکرکی): علی بن حسین بن عبد العالی کرکی، المحقق الثانی، ط/ مکتبة المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۰۹ھ .

۶۴- روض الجنان: زین الدین بن علی عاملی، شہید ثانی، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۳۸۰ش.

۶۵- الروضۃ البہیۃ: زین الدین بن علی عاملی، شہید ثانی، ط/ مؤسسۃ دار العالم الاسلامی. و دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۴۰۳ھ.

۶۶- ریاض المسائل: سید علی طباطبائی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ.

۶۷- زبدۃ البیان: احمد بن محمّد، مقدس اردبیلی، ط/ المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء الاثار الجعفریۃ- طہران.

۶۸- السرائر: محمّد بن منصور بن احمد بن ادریس حلّی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ.

۶۹- سنن ابن ماجۃ: محمّد بن یزید قزوینی، ط/ دار الفکر- بیروت.

۷۰- سنن ابی داود: ابی داود سلیمان ابن اشعث سجستانی، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت.

۷۱- السنن الکبری: احمد بن حسین بن علی بیہقی، ط/ دار المعرفۃ- بیروت، سنہ ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲م.

۷۲- شرائع الاسلام: نجم الدین جعفر بن حسن، محقّق حلّی، ط/ الاداب- النجف الاشرف، سنہ ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹م.

۷۳- شرح الالفیۃ (رسائل المحقق الکرکی): علی بن حسین بن عبد العالی کرکی، محقق ثانی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ.

۷۴- شرح تبصرۃ المتعلمین: ضیاء الدین عراقی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.

۷۵- شرح جمل العلم والعمل: عبد العزیز بن براج طرابلسی، ط/ جامعۃ- مشہد، سنہ ۱۳۵۲ش.

۷۶- شرح الشافیۃ: رضی الدین محمّد بن حسن استرابادی، نحوی، ط/ دار الکتب العلمیۃ- بیروت، سنہ ۱۳۹۵ھ.

۷۷- شرح القواعد: جعفر بن خضر جناجی، کاشف الغطاء، ط/ سعید بن جبیر- قم، سنہ ۱۴۲۲ھ، حجریة.

۷۸- الشہادات: تقریر بحث سید محمّد رضا گلپایگانی، بقلم سید علی الحسینی المیلانی، ط/ سید الشہداء- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ.

۷۹- الصحاح: اسماعیل بن حمّاد جوہری، ط/ دار العلم للملایین- بیروت، سنہ ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷م.

۸۰- صحیح مسلم: مسلم بن حجاج بن مسلم قشری نیشابوری، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵م.

۸۱- صراط النجاة: سید ابو القاسم موسوی خوئی، مع تعلیقات میرزا جواد تبریزی، ط/ نشر برگزیدہ- قم، سنہ ۱۴۱۶ھ.

۸۲- الصلاة: تقریر بحث المیرزا محمّد حسین نائینی، بقلم محمّد علی کاظمی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۱ھ.

۸۳- الطہارة (تراث الشیخ الاعظم): مرتضی انصاری، ط/ مجمع الفکر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۵ھ.

۸۴- الطہارة: سید روح اللّٰہ موسوی خمینی، ط/ مہر- قم.

۸۵- العروة الوثقی: سید محمّد کاظم طباطبائی یزدی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ.

۸۶- عمدة القاریٔ: بدر الدین محمّد محمود بن احمد عینی، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت.

۸۷- عوائد الایّام: مولی احمد بن محمّد مہدی نراقی، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۳۷۵ش.

۸۸- عوالی اللالیٔ: محمّد بن علی بن ابراہیم الاحسائی، ابن ابی جمہور، ط/ مطبعة سید الشہداء- قم، سنہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳م.

۸۹- العین: خلیل بن احمد فراہیدی، ط/ مؤسسة دار الہجرة- قم، سنہ ۱۴۰۹ھ.

۹۰- عیون اخبار الرضاؑ : محمّد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی، شیخ صدوق، ط/ مؤسسۃ الاعلمی- بیروت، سنہ ۱۴۰۴۔
۹۱- غنائم الایّام : میرزا ابو القاسم قمی، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- خراسان، سنہ ۱۴۱۸ھ/ ۱۳۷۶ ش.
۹۲- غنیتہ النزوع : سید حمزۃ بن علی بن زہرۃ حلبی، ط/ مؤسسۃ الامام الصادق علیہ السلام- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ.
۹۳- الفتاوی الواضحۃ: الشہید محمّد باقر صدر، ط/ دار التعارف للمطبوعات- بیروت، سنہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳م.
۹۴- فتح الوہاب : زکریا بن محمّد بن احمد بن زکریا انصاری، ط/ دار الکتب العلمیۃ- بیروت، سنہ ۱۴۱۸ق.
۹۵- فرائد الاصول (تراث الشیخ الاعظم) : مرتضی انصاری، ط/ مجمع الفکر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۹ھ.
۹۶- فقہ الرضا/المنسوب للامام الرضا علیہ السلام : ط/ المؤتمر العالمی للامام الرضا علیہ السلام- مشہد، سنہ ۱۴۰۶ھ.
۹۷- فقہ الصادق : سید محمّد صادق حسینی روحانی، ط/ مؤسسۃ دار الکتاب- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.
۹۸- قاطعۃ اللجاج (رسائل المحقق الکرکی) : علی بن حسین بن عبد عالی کرکی، محقق ثانی، ط/ مکتبۃ المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۰۹ھ.
۹۹- القاموس المحیط: محمّد بن یعقوب فیروزابادی، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱م.
۱۰۰- قواعد الاحکام: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ.

۱۰۱- القواعد والفوائد: محمّد بن مکی عاملی، الشهید الاوّل، ط/ مکتبۃ المفید- قم.
۱۰۲- الکافی: محمّد بن یعقوب بن اسحاق کلینی، ط/ دار الکتب الاسلامیۃ- طهران، سنہ ۱۳۶۷ش.
۱۰۳- الکافی فی الفقہ: تقی الدین بن نجم الدین بن عبید اللّٰہ حلبی، ابو الصلاح، ط/ مکتبۃ الامام امیر المؤمنین علیہ السلام- اصفہان، سنہ ۱۴۰۳ھ.
۱۰۴- کشف الالتباس: مفلح صیمری بحرانی، ط/ مؤسسۃ صاحب الامر عجل اللّٰہ فرجہ- قم سنہ ۱۴۱۷ھ.
۱۰۵- کشف الرموز: حسن بن ابی طالب بن ابی مجد یوسفی، فاضل ابی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ.
۱۰۶- کشف الریبہ (رسائل الشہید الثانی): زین الدین بن علی عاملی، شہید ثانی، ط/ منشورات مکتبۃ بصیرتی- قم، حجری.
۱۰۷- کشف الغطاء: جعفر بن خضر جناجی، کاشف الغطاء، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- خراسان، سنہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۳۸۰ش.
۱۰۸- کشف اللثام: محمّد بن حسن اصفہانی، فاضل ہندی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۲۰ھ.
۱۰۹- کفایۃ الاحکام: محمّد باقر بن محمّد مؤمن سبزواری، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۲۳ھ.
۱۱۰- کلمۃ التقوی: محمّد امین زین الدین، ط/ مہر- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ.
۱۱۱- کنز الدقائق: میرزا محمّد مشہدی قمی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۷ھ.
۱۱۲- کنز العرفان: المقداد بن عبد اللّٰہ سیوری حلّی، ط/ المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء الاثار الجعفریۃ- طہران، سنہ ۱۳۷۳ش.

۱۱۳- کنز العمال: علاء الدین متقی بن حسام الدین ہندی، ط/ مؤسسۃ الرسالۃ- بیروت، سنہ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹م.
۱۱۴- لسان العرب: ابن منظور افریقی، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸م.
۱۱۵-اللمعۃ الدمشقیۃ: محمّد بن مکی عاملی، شہید اوّل، ط/ مؤسسۃ فقہ الشیعۃ- بیروت، سنہ ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰م.
۱۱۶-لوامع الاحکام: المولی مہدی النراقی، ط/ مخطوط.
۱۱۷- مبانی العروۃ الوثقی (النکاح): تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم سید محمّد تقی خوئی، ط/ منشورات مدرسۃ دار العلم-النجف الاشرف، سنہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴م.
۱۱۸- مبانی تکملۃ المنہاج: سید ابو القاسم موسوی خوئی، ط/ مطبعۃ الاداب-النجف الاشرف.
۱۱۹-المبسوط: محمّد بن حسن طوسی، ط/ المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء الاثار الجعفریۃ- طہران.
۱۲۰- مجمع البحرین: فخر الدین طریحی، ط/ مؤسسۃ البعثۃ - قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.
۱۲۱- مجمع البیان: الفضل بن حسن طبرسی، ط/ مکتبۃ المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۰۳ھ.
۱۲۲- مجمع الفائدۃ و البرہان: احمد بن محمّد، مقدس اردبیلی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ/ ۱۳۶۴ش.
۱۲۳- محاضرات فی اصول الفقہ: تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی الخوئی، بقلم محمّد اسحاق فیّاض، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۹ھ.
۱۲۴- المحیط فی اللغۃ: اسماعیل بن عبّاد، الصاحب، ط/ عالم الکتب- بیروت، سنہ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ م.
۱۲۵- محیط المحیط: معلّم بطرس بستانی، ط/ مکتبۃ لبنان- بیروت، سنہ ۱۹۸۷م.

۱۲۶- المختصر النافع: نجم الدین جعفر بن حسن، محقّق حلّی، ط/ دار الاضواء- بیروت، سنہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م.
۱۲۷- مختلف الشیعۃ: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/۱۳۷۵ش.
۱۲۸- مدارک الاحکام: سید محمّد بن علی موسوی عاملی، ط/ مؤسسۃ ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۱۲۹- المراسم العلویۃ: حمزۃ بن عبد العزیز دیلمی، ط/ منشورات حرمین- قم، سنہ ۱۴۰۴ھ.
۱۳۰- المسائل البغدادیۃ (الرسائل التسع): نجم الدین جعفر بن حسن، محقق حلّی، ط/ مکتبۃ المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۳۷۱ش ۱۴۱۳ق.
۱۳۱- المسائل العزیۃ (الرسائل التسع): نجم الدین جعفر بن حسن، محقق حلی، ط/مکتبۃ المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ/۱۳۷۱ش.
۱۳۲- المسائل الموصلیات (رسائل الشریف المرتضی): علی بن حسین بن موسی، شریف مرتضی، علم الہدی، ط/ دار القران الکریم- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ.
۱۳۳- المسائل المیافارقیات (رسائل الشریف المرتضی): علی بن حسین بن موسی، شریف مرتضی، علم الہدی، ط/ دار القران الکریم- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ.
۱۳۴- مسالک الافہام: زین الدین بن علی عاملی، شہید ثانی، ط/ مؤسسۃ المعارف الاسلامیۃ- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.
۱۳۵- مستدرک الوسائل: میرزا حسین نوری طبرسی، ط/ مؤسسۃ ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۰۷ھ.
۱۳۶- مستمسک العروۃ الوثقی: سید محسن طباطبائی حکیم، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت.

۱۳۷- مستند الشیعۃ: احمد بن محمّد مہدی نراقی، ط/ مؤسسۃ ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- مشہد، سنہ ۱۴۱۵ھ.

۱۳۸- مستند العروۃ الوثقی (الاجارۃ): تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم مرتضی بروجردی، ط/ مدرسۃ دار العلم- قم، سنہ ۱۳۶۵ش.

۱۳۹- مستند العروۃ الوثقی (الخمس): تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم مرتضی بروجردی، ط/ العلمیۃ- قم، سنہ ۱۴۰۷ھ.

۱۴۰- مستند العروۃ الوثقی (الصلاۃ): تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم مرتضی بروجردی، ط/ العلمیۃ- قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.

۱۴۱- مستند العروۃ الوثقی (الصوم): تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم مرتضی بروجردی، ط/ مدرسۃ دار العلم- قم، سنہ ۱۳۶۵ش.

۱۴۲- المسند: محمّد بن ادریس الشافعی، ط/ دار الکتب العلمیۃ- بیروت.

۱۴۳- مسند احمد: احمد بن محمّد بن حنبل، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۹۹۱م/ ۱۴۱۲ھ.

۱۴۴- مشارق الشموس: حسین بن جمال الدین محمّد خوانساری، ط/ مؤسسۃ ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث- قم، حجریۃ.

۱۴۵- مصابیح الظلام: محمّد باقر الوحید بہبہانی، ط/ مؤسسۃ العلّامۃ المجدّد الوحید البہبہانی- قم، سنہ ۱۴۲۴ھ.

۱۴۶- مصباح الاصول: سید محمّد سرور الواعظ، ط/ مکتبۃ الداوری- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ.

۱۴۷- مصباح الفقاہۃ: تقریر بحث سید ابی القاسم موسوی خوئی، بقلم محمّد علی توحیدی، ط/ مؤسسۃ انصاریان- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶م.

۱۴۸- مصباح الفقیہ : اغا رضا بن محمّد ہادی ہمدانی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۶ھ . و الطبعۃ الحجریۃ.
۱۴۹- مصباح المتہجّد : محمّد بن حسن طوسی، ط/ مؤسسۃ فقہ الشیعۃ- قم، سنہ ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱م .
۱۵۰- مصباح المنہاج : سید محمّد سعید حکیم، ط/ مؤسسۃ المنار- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶م .
۱۵۱- المصباح المنیر : احمد بن محمّد بن علی مقری فیومی، ط/ مؤسسۃ الہجرۃ- قم، سنہ ۱۴۰۵ھ .
۱۵۲- مصباح الہدی : محمّد تقی املی، ط/ الفردوسی- طہران، سنہ ۱۳۷۷ھ/ ۱۳۳۷ش .
۱۵۳- معالم الدین : حسن بن زین الدین عاملی، ط/ مؤسسۃ الفقہ للطباعۃ والنشر- قم، سنہ ۱۴۱۸ھ .
۱۵۴- المعتبر : نجم الدین جعفر بن حسن، محقّق حلّی، ط/ مؤسسۃ سید الشہداء علیہ السلام- قم، سنہ ۱۳۶۴ش .
۱۵۵- معتمد الشیعۃ : المولی مہدی نراقی، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۳۸۰ش/ ۱۴۲۲ق .
۱۵۶- المعتمد فی شرح المناسک : تقریر بحث سید ابو القاسم موسوی خوئی، بقلم سید رضا خلخالی، ط/ العلمیۃ- قم، سنہ ۱۴۰۹ھ/ ۱۳۶۸ش .
۱۵۷- معجم الفاظ الفقہ الجعفری : احمد فتح اللّٰہ، ط/ المدوخل- الدمام، سنہ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵م .
۱۵۸- معجم مقاییس اللغۃ : احمد بن فارس بن زکریا، ط/ مکتب الاعلام الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۴ھ .
۱۵۹- المعجم الوسیط : ابراہیم مصطفیٰ و احمد حسن زیات و حامد عبد القادر و محمّد علی نجار، ط/ دار الدعوۃ- اسطنبول. و دار احیاء التراث العربی- بیروت .
۱۶۰- المغنی : موفق الدین ابی محمّد عبد اللّٰہ بن احمد بن محمّد بن قدامہ، ط/ دار الکتاب العربی- بیروت .
۱۶۱- مغنی المحتاج : محمّد شربینی خطیب، ط/ دار احیاء التراث العربی- بیروت، سنہ ۱۳۷۷ق/ ۱۹۵۸م .
۱۶۲- مفاتیح الشرائع : محمّد محسن، لفیض کاشانی، ط/ مجمع الذخائر الاسلامیۃ- قم، سنہ ۱۴۰۱ھ .

۱۶۳- مفتاح الفلاح: بہاء الدین محمّد بن حسین حارثی، بہائی، ط/ دار الاضواء - بیروت، سنہ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵م.
۱۶۴- مفتاح الکرامۃ: سید محمّد جواد حسینی عاملی، ط/ مؤسسۃ ال البیت علیہم السلام لاحیاء التراث - قم، حجریۃ.
۱۶۵- مفردات الفاظ القران: راغب اصفہانی، ط/ دار القلم دمشق والدار الشامیۃ - بیروت، سنہ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۲۲م.
۱۶۶- المقنع: محمّد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی، شیخ صدوق، ط/ مؤسسۃ الامام الہادی علیہ السلام - قم، سنہ ۱۴۱۵ھ.
۱۶۷- المقنعۃ: محمّد بن محمّد بن نعمان، شیخ مفید، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی - قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۱۶۸- المکاسب (تراث الشیخ الاعظم): مرتضی انصاری، ط/ مجمع الفکر الاسلامی - قم، سنہ ۱۴۲۰ھ.
۱۶۹- المکاسب المحرّمۃ: سید روح اللّٰہ موسوی خمینی، ط/ مؤسسۃ تنظیم و نشر اثار الامام الخمینی قدس سرہ - قم، سنہ ۱۳۷۳ش.
۱۷۰- مناہج المتقین: عبد اللّٰہ مامقانی، ط/ مؤسسۃ ال البیتؑ لاحیاء التراث - قم، حجریۃ.
۱۷۱- منتہی المطلب: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مجمع البحوث الاسلامیۃ - مشہد، سنہ ۱۴۱۴ھ. والطبعۃ الحجریۃ.
۱۷۲- من لایحضرہ الفقیہ: محمّد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی، شیخ صدوق، ط/ مؤسسۃ النشر الاسلامی - قم، سنہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۳۶۳ش.
۱۷۳- منہاج الصالحین: سید محسن طباطبائی حکیم، ط/ دار التعارف - بیروت، سنہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰م.
۱۷۴- منہاج الصالحین: سید ابو القاسم موسوی خوئی، ط/ مہر - قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۱۷۵- منہاج الصالحین: سید علی سیستانی، ط/ مکتب سید سیستانی - قم، سنہ ۱۴۱۴ھ.

۱۷۶- منہاج الصالحین: سید محمّد سعید حکیم، ط/ دار الصفوة- بیروت، سنہ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴م.
۱۷۷-المہذّب: عبد العزیز بن برّاج طرابلسی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۰۶ھ.
۱۷۸- مہذّب الاحکام: سید عبد اعلی سبزواری، ط/ مؤسسة المنار- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ.
۱۷۹-المہذّب البارع: احمد بن محمّد بن فہد حلّی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۱ھ.
۱۸۰- میراث الزوجة من العقار (مجلة فقہ اہل البیت علیہم السلام العدد ۴۵-۴۸): سید محمود ہاشمی شاہرودی، ط/ مؤسسة دائرة المعارف الفقہ الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷م.
۱۸۱- الناصریات: علی بن حسین بن موسی شریف مرتضی، علم الہدی، ط/ مرکز البحوث و الدراسات الاسلامیة- قم، سنہ ۱۴۱۷ھ. ۱۸۲- نجاة العباد: محمّد حسن النجفی، ط/ حجریة.
۱۸۳-النکاح (تراث الشیخ الاعظم): مرتضی انصاری، ط/ مجمع الفکر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۵ھ.
۱۸۴-النہایة: محمّد بن حسن طوسی، ط/ قدس محمّدی- قم.
۱۸۵-النہایة: مبارک بن محمد جزری، ابن الاثیر، ط/ مؤسسة اسماعیلیان- قم، سنہ ۱۳۶۴ش.
۱۸۶- نہایة الاحکام: حسن بن یوسف بن مطہّر، علّامہ حلّی، ط/ مؤسسة اسماعیلیان- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۱۸۷- نہایة المرام: سید محمّد بن علی موسوی عاملی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ.
۱۸۸-النہایة و نکتہا: محمّد بن حسن طوسی، مع حاشیتہ نجم الدین جعفر بن حسن، محقق حلّی، ط/ مؤسسة النشر الاسلامی- قم، سنہ ۱۴۱۲ھ.
۱۸۹- الہدایة: محمّد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی، شیخ صدوق، ط/ مؤسسة الامام الہادیؑ- قم، سنہ ۱۴۱۸ھ.
۱۹۰- ہدایة العباد: سید محمّد رضا گلپایگانی، ط/ دار القران الکریم- قم، سنہ ۱۴۱۳ھ.
۱۹۱- وسائل الشیعة: محمّد بن حسن حرّ عاملی، ط/ مؤسسة ال البیتؑ لاحیاء التراث- قم، سنہ ۱۴۱۰ھ.
۱۹۲-الوسیلة: محمّد بن علی بن حمزة طوسی، ط/ مکتبة المرعشی النجفی- قم، سنہ ۱۴۰۸ھ.

۱۹۳- وسیلۃ النجاۃ: سید ابو حسن موسوی اصفہانی، ط/ دار التعارف للمطبوعات- بیروت، سنہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷م.